ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کا ایک سوشل پولیٹیکل تمدنی علمی و ادبی رسالہ
العزیز آگرہ
ایڈیٹر - - - حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب
سب ایڈیٹر - - - منشی محمد عبدالرؤف خاں
ہر انگریزی ماہ کی ابتدائی تاریخوں میں شائع ہوتا ہے
قیمت سالانہ … فی پرچہ ۱/۔
منشی عبدالعزیز خاں پبلشر کی اہتمام سے سعید علی مطبع عزیزی پریس آگرہ میں چھپا

جنوری ۱۹۱۰

العزیز

(قیمت سالانہ عہ/)

مقاصد رسالہ

(۱) مسلمانوں میں پولیٹکل اور علمی روشن ضمیری پھیلانا۔
(۲) مسلمانوں کی ترقی مدارج کے ذرائع پر بحث کرنا۔
(۳) انگریزوں اور مسلمانوں میں حقیقی دوستی پیدا کرنے اور بڑھانے کے اسباب پر غور کرنا۔

رسالہ "**العزیز**" کی قیمت منشی عبدالعزیز خاں صاحب مالک رسالہ العزیز کے نام پر محلہ قرول پاڑہ شہر آگرہ کے پتہ سے آنا چاہیے۔

مضامین کے متعلق خط و کتابت حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب رئیس دتاولی اڈیٹر رسالہ العزیز سے سول لائنس آگرہ کے پتہ پر براہ راست یا بوساطت منشی محمد عبدالعزیز خاں صاحب مالک رسالہ العزیز یا سب اڈیٹر رسالہ العزیز کے ہونا چاہیے۔

رسالہ العزیز کی خریداری کی درخواست دونوں صاحبوں میں سے کسی سے یعنی حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب یا منشی محمد عبدالعزیز خاں صاحب سے کیجا سکتی ہے۔

(۱) مخدومی و مکرمی

غالباً آپ کو ملاحظہ سے معلوم ہوگا اس رسالہ کا مقصد مسلمانوں میں رشد [illegible]
پھیلانا ہے۔ پس یہ رسالہ اس قابل ہے کہ ہر شخص و [illegible] خاندان میں پہنچایا جاوے
مبلغ دو روپیہ سال اس کی قیمت ہے۔ جو باعتبار مضامین اور فائدے کے بہت کم
ہے۔ لہذا جناب اسکی خریداری اس سال کے واسطے ضرور منظور فرمائیں اور یہ جوابی [illegible]
ملفوف ہے اس پر دستخط فرما کر مطبع کو اجازت دیں کہ آیندہ رسالہ بذریعہ ویلیو پی ایبل
آپ کی خدمت میں بھیجا جاوے۔ ایڈیٹر العزیز آگرہ

العزیز

S702 169 2

نمبر شمار	بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء	صفحہ
۱	نیا دور اور نئی باتیں — تمہید۔ قابل یاد رکھنے کے۔ مسلمانوں کے حق میں اس کا اثر۔ امیدواران ممبری کونسل۔ پارٹی فیلنگ کی ضرورت۔ علماء۔ اردو دانی وکیل اور زمیندار۔ میونسپل الیکشن۔ ڈویژن کے الیکشن۔ مخلوط الیکشن۔ تتمہ۔ از اڈیٹر	۴
۲	جدید کونسلوں کی افتتاحی اسپیچوں کا خلاصہ — کونسل مدراس۔ کونسل شرقی بنگال و آسام۔ کونسل بمبئی۔ سر لوئی ڈین بہادر کی تقریر	۲۳
۳	اڈیٹر کے مختصر نوٹ	۲۲

تذکرۃ المصطفےٰ مصنفہ جناب مولوی سید نواب علی صاحب۔ ایم۔ اے۔ ایس۔ سی۔ پروفیسر بڑودہ کالج

اہل اسلام پر اس وقت تک یہ ایک بہت بڑا اعتراض تھا کہ وہ اپنے نبی مرسل کا سچے شفیق دین متین کے صحیح حالات جنہیں دشمنان اسلام اور اقوام غیر کی پوری پوری تشفی ہو سکے پیش نہیں کر سکتے تھے مگر اب بفضل خدا اس اہم کام کو پروفیسر صاحب موصوف نے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات متبرکہ کے صحیح حالات نہایت کوشش سے فراہم کر کے طبع کرائے ہیں نئی روشنی کے مسلمان طلباء جو اپنے مذہب سے نابلد ہونے کی وجہ سے ڈانوا ڈول ہو جاتے ہیں اور اپنے مذہبی عقائد کے پیروی کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کیلئے یہ متبرک تذکرہ ایک تازیانہ کے جاہے ہے جو ایکبار شروع سے آخر تک پڑھ لیگا اسکے دل میں اسلامی شان اور مذہبی وقار یقینی پیدا ہو گا۔ کاغذ چکنا۔ چھپائی لکھائی قابل دید۔ ۲۰۵ صفحہ قیمت علاوہ محصول عمہ

ملنے کا پتہ کارخانہ عزیزی پریس آگرہ۔

العزیز آگرہ

بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

نیا دور اور نئی باتیں

تمہید- جو نئی اصلاحیں قانونی کونسلوں کی ترتیب میں ہوتی ہیں اون سے بالکل نئی حالت اور نئی زندگی ہند اور حکومت ہند میں پیدا ہو گئی ہے۔ ہندوستان میں جب آرین قومیں آئیں تو اونہوں نے ہندوستان کے اصلی باشندوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جو جانوروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اوس کے بعد مسلمانوں کی حکومت یہاں ہوئی تو انہوں نے جو فیاضی کا برتاو اپنی مفتوحہ قوم یعنی ہندی آرین کے ساتھ کیا گو کہ وہ ایسا بے نظیر ہے جسکی مثالیں ابتک کوئی بیرونی حکمراں قوم نہیں دے سکی ہے۔ لیکن وہ لوگ یعنی مسلمان حکمراں چونکہ خود اس طرز حکومت سے آگاہ نہ تھی جو ان صدیوں کی ایجاد ہے اسواسطے وہ کسی قسم کی تنگدلی کے الزام کے سزاوار نہیں ہو سکتے۔ مگر تاہم اس کہنے میں کچھ بھی پس و پیش نہیں ہو سکتا کہ جس طرز حکومت سے سنہ ۱۹۰۹ء میں ہندوستان بہرہ ور ہوا ہے وہ ایسا طرز ہے کہ جو اوسکو نہ ہندوں کی حکومت میں نصیب ہوا تھا نہ مسلمانوں کی سلطنت میں۔ اور خداے تعالیٰ کی خاص نظر شفقت ہند پر تھی کہ اوس نے برٹش راج سے ہندوستان کو سرافراز فرمایا۔

چونکہ نیو فارم کی جزئیات پر اخباروں میں پوری بحث ہوئی ہے اسواسطے اوسکو ہم بالتفصیل بیان نہیں کریں گے اور فقط چھوٹی موٹی باتوں کے ظاہر کرنے پر اکتفا کریں گے یعنی جو طرز حکومت آئندہ کیواسطے قرار دیا گیا ہے وہ یہ ہے:

۱- قانون ساز جماعتوں میں (سواے وسیرائیگل کونسل کی) سرکاری ملازم کم ہیں اور غیر سرکاری ملازموں

کی تعداد زیادہ ہے۔

۲- یہ جماعتیں نہ صرف قانون بنائیں گی بلکہ ہر ایک امر میں گورنمنٹ سے جواب مانگ سکیں گی۔ اور کثرت رائے سے بشکل رزولیوشن منشا اور مافی الضمیر ظاہر کر سکیں گی۔

نتیجہ اسکا یہ ہے کہ حکومت ملک کی اہل ملک کے ہاتھ میں یا اون کی نگرانی میں آگئی ہے اور یہ ایک ایسا طرز حکمرانی ہے کہ جس سے زیادہ کوئی ملک نہیں چاہ سکتا ہے اور یہ ایک ایسا طرز حکومت ہے جو آج تک ہندوستان کو کبھی خواب میں بھی نظر نہ آیا تھا۔ اور کچھ شبہ نہیں ہے کہ اگر انگلینڈ ہندوستان پر حکمران نہ ہوتا تو اب بھی ہندوستانیوں کو ایسا عظیم اختیار و اقتدار حکومت میں حاصل نہیں ہوا ہوتا۔

اس قدر بیان کے بعد غالباً ہم اپنے رسالہ کے ناظرین سے اس انصاف خواہی کے مستحق ہیں کہ ہم اوس مدعی کی بنا پر جو ہم قرنوں سے انگریزی گورنمنٹ اور انگریزوں کی کیا کئے ہیں (جھوٹے خوشامدی) کے الزام کے مورد کہاں تک ہو سکتے ہیں؟۔ اور غالباً اسے تسلیم کرنے میں کچھ پس و پیش نہیں کرنا چاہیئے کہ ہم نے جو کچھ بھی تعریف اس فیاض قوم اور اس عادل سلطنت کی کی ہے وہ بجا کی ہے۔ اور جن حضرات اور بزرگوں نے اس بنا پر ہم پر لعن وطعن کی ہے وہ سب سراسر بیجا کی ہے۔

قابل یاد رکھنے کے

یہ بحث جو ان اختیارات کے عطا کئے جانے کے دوران میں ہوئی تھی کہ آیا ہندوستانی باعتبار وفاداری اور باعتبار علمی اور دماغی قابلیت کے اس لائق ہیں یا نہیں کہ اون کو ایسے وسیع اختیارات انتظام ملک میں دئے جائیں اب بھی اس لائق ہے کہ اوسکو یاد رکھا جائے اور فراموش نہ ہونے دیا جائے۔ کیونکہ ابھی اسکا ثابت کرنا باقی ہے کہ ہم لوگ حقیقت میں ان گراں قدر عطیوں کے بوجھ کو برداشت کرنے کے قابل ہیں یا نہیں؟۔ اور جو کچھ اس بارہ میں بدگمانی ہم لوگوں پر کی گئی تھی وہ بیجا تھی یا بجا تھی؟

مسلمانوں کے حق میں اسکا اثر

نئی اصلاحوں نے مسلمانوں کے واسطے وہی کام کیا ہے جو میگنا چارٹا نے انگلینڈ کے حق میں کیا تھا۔ برٹش قوانین ہند نے نہ حکومت ہند میں صرف مسلمانوں کا حق رسمی تسلیم کیا ہے بلکہ یہ بھی تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اونکا حق اس سے بھی کچھ زیادہ ہے۔ جسکا بالتفصیل بیان حضور سکریٹری آف اسٹیٹ اور حضور گورنر جنرل بہادر کے ارشادات میں مختلف شکل وصورت میں ہو چکا ہے اور اب اوسکو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسلمانوں کا یہ حق جسکی کہ برٹش گورنمنٹ کی معدلت شعارانہ قوانین نے آپ تصدیق کی ہے اگرچہ بلاشبہ قدرتی اور طبعی حق تہا۔ مگر تاہم مسلمانوں کو تہ دل سے اوس سلطنت عظمیٰ کے آگے شکر گزارانہ سر تسلیم خم کرکے حق ادب ادا کرنا چاہیئے جس نے محض اپنی نیک نفسی نیک نیتی اور صفت شعاری سے بلا ایجی ٹیشن کئے ہوئے۔ اظہار مافی الضمیر کردیا۔ اور قانونی الفاظ اور عملی پیرایہ کے ذریعہ سے مسلمانوں کے حقوق کو استحکام دے دیا

اور غالباً مسلمان اس ارشاد کو فراموش نہ کرینگے کہ (من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ)

ایک ایسی حالت اور زمانہ میں جبکہ سب جانب کی اسکی خلاف تہی ایک قلیل التعداد قوم (یعنی مسلمانوں) کے حق میں انصاف کرنا (یعنی اُن کے حق کی تصدیق کرنا) اسکا کامل ثبوت ہے کہ انگریزی سلطنت کو خداوند تعالیٰ نے صرف عدالت کے واسطے پیدا کیا ہے۔ اور کوئی قوت اوس کو مستحقوں کو حق دینے سے باز نہیں رکھ سکتی ہے۔

مگر دیکھنا یہ ہے کہ ہم مسلمان اس احسان کی تلافی کیا کرتے ہیں اور اپنے سچے محسنوں کے ساتھ کیسی خلوص اور ارادت کا برتاؤ کرتے ہیں اسکی بابت ہم کوئی پیشین گوئی نہیں کرنا چاہتے ہیں لیکن دل سے دعا یہ ہے کہ خداے تعالیٰ مسلمانوں کو نیک توفیق عطا کرے اور سچے راستے سے ان کو منحرف ہونے سے بچاوے اور مسلمانان ہند کو اس قابل کردے کہ انگریزی گورنمنٹ وفاداری اور جانثاری میں اونسے وہی بہتر کرسکے جس طرح وہ انگریزوں پر کرسکتی ہے! آمین یا رب العالمین!!

سوشیل اور پولٹیکل نتیجہ اس اصلاح کا

ایک یہ ہوگا کہ مختلف اشخاص میں باہم اسم بڑھ جائیں گے۔ جن سے جان پہچان تک نہتھی اون سے دلی واقفیت ہوجائیگی کم سے کم نمایشی اخلاق تو برتا جاوے گا۔ خود اپنی قوم میں سے قومی مادہ پیدا ہوجائیگی۔ دوسرے یہ ہوگا کہ حکام کے کانوں میں قومی شکایات کی آوازیں بہ نسبت اول کے بہت زیادہ پہنچنے لگیں گی۔ اور یہ دونوں نتیجے ملک کی سوشیل اور پولٹیکل حالت میں ایک انقلاب عظیم برپا کردیں گے

ایک اور اہم تر نتیجہ اس اصلاح کا یہ ہوگا کہ اہل ہند کی لیاقت کی جانچ ہوجاوے گی کہ اونمیں لوکل سیلف گورنمنٹ کے بوجھ اوٹہانے کے کتنی قابلیت ہے۔

برٹش گورنمنٹ نے بقدر ضرورت حق دیا یا زاید از ضرورت عطا کیا جو کچھ ہونا تہا ہوچکا مگر ہم اس حق

کو کس طرح استعمال کرتے ہیں یہ دیکھنا ابھی باقی ہے چونکہ ہماری بڑی آرزو ہے کہ ہمارے ہم مذہب اور ہم ملک اس جانچ میں پورے اوتریں اسواسطے ہم نے اپنے اوپر فرض سمجہا ہے کہ جدید حقوق سے معقول فائدہ حاصل کرنے کے واسطے جو تدابیر ہمارے ذہن میں آتی ہیں اونکو ہم اپنے اہل ملک کے روبرو پیش کردیں۔ امید ہے کہ ان میں سے مناسب باتیں ضرور اپنا اثر چھوڑینگی اور ہماری تحریر رائگاں نہیں جاسے گی (ہمارا یہ کل مضمون خاصکر اپنے صوبہ سے متعلق ہے۔)

امیدواران ممبری کونسل

اگرچہ ٹھیک طریقہ ووٹ حاصل کرنے اور ووٹ دینے کا اور اوس قابلیت کی جانچ کا جو ووٹروں کی نظر میں کسی امیدوار کی ہے ۔ ہوسکتا ہے کہ سب امیدوار اپنے ناموں سے رائے دہندوں کو آگاہ کردیں اور رائے دہندے اون میں سے جس جس کو پسند کرتے ہوں اونکے حق میں اپنے اپنے ووٹ دیدیں مگر چونکہ نہ امیدوار لوگ اسپر قانع ہیں اور نہ رائے دہندے اسکو کافی تحریک جانتے ہیں اسواسطے ذیل کے مشورے دئے جاتے ہیں جو تجربہ سے ضروری معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ اگرچہ چینی نسخو (یعنی اون مطبوعہ کاغذات کا جن سے امیدوار اپنی کسی قابلیت کا اظہار کرتا ہے) جاری کرنا ضرور ہے۔ مگر انپر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے کیونکہ انپر کافی التفات رائے دہندے نہیں کرتے ہیں

۲۔ جن اضلاع کے رائے دہندوں سے سابقہ پڑنے والا ہو جہاں تک ممکن ہو انتخاب سے کئی مہینے اول خود اون سے ملنا چاہیئے۔ اگر مفصلات میں پھرنا دشوار ہو تو مرکز ضلع کے رہنے والے ووٹر صاحبوں سے ضرور ملنا چاہیئے۔ اور اونہیں سے اپنا معاون پیدا کرلینا لازم ہے۔

۳۔ انتخاب سے دو تین مہینے اول سے ہر ووٹر کے پاس ایسے ایجنٹوں کا بھیجنا ضرور ہے جو خوش اسلوبی اظہار مدعا کرسکیں۔

۴۔ تاریخ انتخاب سے دو مہینہ اول ہر ضلع میں ایک ایک ایسا ایجنٹ مقرر کیا جاسے جو ائی صدر میں ائی ضلع میں پھرے اور روز انتخاب کو صدر مقام پر حاضر رہے۔ زمینداروں کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ فی ضلع ایک سو روپیہ کے حساب سے ایجنٹوں کی تنخواہ اور سفر خرچ میں اونکو خرچ کرنا پڑے گا۔ (زمینداروں کی تخصیص اسوجہ سے کی گئی ہے۔ کہ وکیلوں کو اکثر ہر ضلع میں اُن کے ہم پیشہ مفت کے ایجنٹ ملجاتے ہیں) علاوہ ازیں ذاتی واقفیت پیدا کرنے کے واسطے خود سفر کرنے میں ایک امیدوار زمیندار کا جو خرچ

ہوگا وہ اسکے علاوہ ہوگا۔

۲۔ امیدواروں کو بالکل خلاف توقع معاون اور مخالف ملجاتے ہیں۔

مگر امیدواران ممبری کونسل کو اپنے دل میں اس سوال کا حل کرنا ضرور ہے کہ اس سے اون کا مقصد کیا ہے؟

ممبری کونسل کا محض بغرض اعزاز کے حاصل کرنے کے واسطے کوشش ایک بالکل عبث فعل اور بیجا امر ہی ہے۔ کیونکہ بقدر تعداد کونسل کے ممبروں کی بڑھتی جاتی ہے۔ سوائے اسکے ممبر کونسل اب ان چند اشخاص کا ویسا ہی ستارہ ہونے کے ہم معنی ہے۔ جو اوس کے حق میں ووٹ دیتے ہیں۔ اگر کوئی مقابلہ کرنے والا نہیں ہے تو صرف دو ووٹوں (یعنی فقط ایک مجوزہ اور ایک موید) سے کوئی شخص ممبر کونسل ہوسکتا ہے اور ایسی نظیریں بھی ہیں کہ ایک شخص صرف اپنے ووٹ سے ممبر ہو جاتا ہے۔ اسطرح پر راے دہندوں کے طاق اعداد کی حالت میں سوائے امیدوار کے اگر دونوں طرف راے دینے والے مساوی ہوتے ہیں تو امیدوار کا ووٹ اپنے حق میں کاسٹنگ ووٹ ہو جاتا ہے۔ غرضکہ اون ممبران کونسل کے وزن میں جو اول صوبہ میں سے منتخب یا نامزد کئے جاتے تھے اور اون کے وزن میں جو محض ذرقہ میں سے لئے جاتے ہیں بڑا فرق ہے۔ لیکن اگر ممبری کونسل سے کسی خاص فرقہ کے حقوق کی حفاظت مقصود ہو یا کسی اور وجہ سے اپنے خیالات کو کونسل میں اظہار کرنے کو وہ اپنے ملک یا گورنمنٹ کے حق میں مفید جانتا ہو اور اسکا یقین رکھتا ہو تو ضرور ایسے شخص کو اپنے واسطے کوشش کرنا چاہیئے۔ اور اسی طرح ایسے امیدواروں کو بتانے کے واسطے جنکی موجودگی کو کونسل کی یا ملک اور گورنمنٹ کے حق میں مضر جانتا ہو خود کسیقدر اپنے تئیں پیش کرنا بالکل واجبی امر ہے۔ بوجوہ مذکورہ بالا نہ صرف اعزاز کے واسطے کوئی امیدوار کھڑا ہونا چاہتا ہے تو اوسکو اسکا انتظام تو ضرور کرنا چاہیئے کہ کافی ووٹ ملجائیں مگر یہ خوف نہیں چاہیئے کہ اوسکو ووٹ کم ملیں گے۔ ووٹوں کی کثرت یا قلت پر اپنی قابلیت کی جانچ کرنا ایک بزدلی اور غلطی ہے۔ ہماری اور دنیا کی ہمیشہ حق و باطل کیواسطے تمیز کرنے کا آلہ نہیں ہے۔ اس پر بڑی مطول گفتگو ہو سکتی ہے مگر اسوقت ہم صرف ایک رباعی لکھنے پر اکتفا کریں گے۔ جس میں ایک معاملہ فہم شاعر نے نہایت خوبی سے کثرت آرا کی غلطی پر ہونیکے امکان کو ثابت کیا ہے۔

از پے رد و قبول عامہ خود را خر مکن
زانکہ نبود کار عامہ خر خری یا فرزری

نوح را یاد رندارند از پئے پیغمبری　　　گاو را دارند باور در خدائے عامیاں

غرض شاعر کی یہ ہے کہ امت موسوی نے تو بچھڑے کی پرستش تک پر اتفاق کر لیا اور نوح کی امت نے اونکو پیغمبر تک جبکہ تسلیم نہیں کیا تو اجماع عام کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

تاریخ میں اور بھی اسکی مثالیں بہت ہیں جن سے سچائی کی غلطی ثابت ہوتی ہے۔ لیکن ایک مرتبہ کم ووٹ ملنے کی حالت میں از سر نو ایسی کوشش ضرور کرنا چاہیئے کہ آئندہ وہ کمی جاتی رہے۔ اگر خود میں کمی لیاقت سے ہے تو اوسکا دفعیہ کرنا چاہیئے اور اگر رائے دینے والوں نے غلطی کی ہے تو اونکو مکرر سکرر سمجھانا چاہیئے۔

پارٹی فیلنگ کی ضرورت

ہم نے بعض اخباروں میں دیکھا ہے اور نیز کہتے سنا ہے کہ حصول ممبری کے واسطے باہم رقابت نہیں کرنا چاہیئے۔ مگر ہم اسکے بالکل خلاف ہیں۔ کیونکہ جو حق کونسلوں میں نشست کا ملا ہے اوس سے فائدہ اوسوقت تک حاصل نہیں ہوگا جب تک ملک میں پارٹی فیلنگ نہیں پیدا ہوگی اور ایک گروہ اپنے ہمخیال شخص کو کونسل میں بھیجنے اور مخالف خیال والے کو محروم رہنے کی دل سے کوشش نہیں کریگا۔ مقابلہ اور رقابت نہ کرنے میں بہت بڑا عیب یہ ہوگا کہ اپنی طرف پبلک کی توجہ دلانے کے واسطے پبلک کی خدمت کرنے کی طرف عام رغبت نہیں پیدا ہوگی اور اسوجہ سے پبلک مختلف اشخاص کی خدمت سے محروم رہے گی۔ اب بالکل اس کا وقت آگیا ہے کہ جس طرح انگلینڈ میں لبرل، کنسرویٹو یا یونین وغیرہ فرقے ہیں اوسیطرح گروہ ان میں ہندوستان بھی تقسیم ہو جائے۔ علاوہ ازیں امیدواروں کی کثرت تھوڑی ووٹوں میں کامیاب بنا دینے کی توقع پر ایک امیدوار کو کھڑا کر سکتی ہے۔

مگر گروہ بندی پر بنائے خیالات ہونا چاہیئے نہ بر بنائے ذاتیات۔ اشخاص پرستی کا دورہ جب تک مسلمانوں میں ختم نہیں ہوگا وہ ہرگز ترقی نہیں کر سکیں گے۔

علماء

جبکہ مسلمانوں کو جداگانہ حق انتخاب کا ملگیا ہے تو اسپر غور کرنا ضرور ہے کہ علماء اور فضلا کو بھی کونسلوں میں بھیجنا ضرور ہے یا نہیں۔

جسکا جواب ہماری رائے میں یہ ہے کہ اسکا استحقاق ضرور ہے۔ دلائل اسکے یہ ہیں

اول جہانتک ممکن ہو کونسل میں تمام فرقوں کے قائم مقام موجود ہوں۔ ورنہ کونسل کا کام مکمل نہیں ہوگا۔

اور عام فیض رساں ہے۔ ہمارے علما اور مشایخ ذی وقار پہلے ہی سے ملکر اور اونکے ساتھ کام کرنے سے ہر طرح اپنے تئیں ایک اطمینان اور خوشی کی حالت میں پائیں گے۔

اُردو دانی

کونسل کی ممبری کی قابلیت کی جانچ میں یہ سوال کر کے سخت مغالطہ کیا جاتا ہے کہ آیا امیدوار انگریزی جانتا ہے یا نہیں؟ ہم اسپر مختلف شقوں میں بحث کر سکتے ہیں۔

اول یہ کہ۔ ملک میں غیر انگریزی دانوں کی کثرت ہے اور یہ اصول مسلمہ ہے کہ جو گروہ کثیر ہو اُس کے قایم مقام بھی کونسلوں میں کثیر ہونا چاہئیں۔

دوم یہ کہ۔ غیر انگریزی دانوں میں بہ نسبت انگریزی دانوں کی لیاقت اور قابلیت والے آدمی تعداد میں زیادہ ہیں۔

سوم یہ کہ۔ قانون سے انگریزی دانی کی شرط نہیں لگائی ہے۔

چہارم یہ کہ۔ گروہ زمیندار و تاجر۔ اور گروہ علماء میں انگریزی جاننے والے بہت کم ہیں یا بالکل نہیں اب اگر انگریزی جاننا لازمی قرار دیا جائے تو گویا ان دونوں گروہوں کو عمداً جدا کر دیا جائیگا اور کونسلیں بالکل نامکمل اور یکطرفہ ہو جائیں گی۔

کونسل کی کارروائی کا یہ قاعدہ ہے کہ جو امور آئندہ جلسہ میں پیش ہونے والے ہوتے ہیں وہ اول سے ممبروں کے پاس چھاپ کر بھیجدیئے جاتے ہیں جسکو ہر ایک ممبر اگر انگریزی نہیں جانتا تو کسی انگریزی دان لازم کے ذریعہ سے بخوبی سمجھ سکتا ہے اور کونسل میں گفتگو کرنے کے واسطے چونکہ انگریزی زبان کی شرط نہیں ہے اور نیز کونسل کے کل ممبر دیسی زبان سے واقف ہوتے ہیں اسواسطے کوئی انگریزی نہ جاننے والا ممبر کونسل اپنی زبان میں بخوبی گفتگو کر سکتا ہے۔

راقم جب کونسل میں تھا تو اسی طرح کیا کرتا تھا۔ اگرچہ اوس وقت میرا طرز عمل ایسا نہ تھا لیکن اسوقت میرا قصد تھا کہ اگر میں کونسل کا ممبر ہو جاؤنگا تو سوالات کو بھی اُردو میں لکھکر بھیجا کرونگا کیونکہ اسواسطے کہ سوالات کیواسطے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ دیسی زبان میں نہ ہوں۔

مقننوں نے نہایت عاقلانہ یہ کام کیا ہے کہ کونسل میں انگریزی زبان کو شرط نہیں قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ وسیرایکل کونسل کے واسطے انگریزی دانی لازم نہیں ہے اور اسکا سبب یہی ہے کہ ملک کی زبان انگریزی نہیں ہے اور درحقیقت کونسل اگر غیر انگریزی دانوں کو الگ کر دے گی تو ہرگز اسکا دعویٰ وہ نہیں کرے گی کہ اوس میں ملکی خیال والے موجود ہیں۔ انگریزی داں کتنے آدمی ہیں۔ گریجویٹ ہزار میں ایک بھی نہیں ہے

پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ زمیندار اور تاجر جو انگریزی نہیں جانتے۔ ملک کی حکومت میں اس طرح بے دست و پا ہو جائیں تو پولیٹیکل ایجیٹیشن میں ان کا کوئی حصہ ہی نہیں ہے۔ اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ چند گریجوئیوں کو جن کے خیالات ملک کے عام خیالات سے جدا ہیں۔ حکومت سپرد کر دی جائے۔ نہایت افسوس ہے کہ انگریزی دانی کو کونسل کی ممبری کے واسطے معیار قابلیت قرار دینے کی یہاں تک زور پکڑ لیا ہے کہ غیر انگریزی داں جو ہر طرح لائق اس کام کے ہیں اگر گریجوئیوں سے زیادہ لائق ہیں ان کی ہمت باہر نکلنے کو نہیں پڑتی لیکن اس کا علاج صرف یہ ہے کہ وہ لوگ جو انگریزی زبان نہیں جانتے ہیں ہمت کر کے باہر نکلیں اور اہل ملک سے اپنا حق مانگیں اور لوکل سیلف گورنمنٹ کا استعمال کریں۔

وکیل اور زمیندار

یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ ہندوستان زمینداروں کا ملک ہے یعنی ہندوستان ان لوگوں سے آباد ہے جن کی معاش زمین سے متعلق ہے۔ اور یہی گروہ ہے جو اپنی آمدنی میں سے نصف سے زائد گورنمنٹ کے خزانہ میں داخل کرتا ہے اور یہی وہ گروہ ہے کہ جو علاوہ مذکورہ بالا جبائی ٹکس کے شفاخانوں۔ اسکولوں۔ کالجوں۔ غرضکہ تمام مفید عام کاموں میں اپنا روپیہ لگاتا ہے اور یہی گروہ ملک میں اصلی صاحب اقتدار ہے۔ فقط بوجوہ بالا اور نیز اس وجہ سے کہ یہ گروہ سب سے زائد ٹکس دیکر اوسکو سب سے زائد حق اس ٹکس کے خرچ پر غور کرنیکا ہے یہ لازم ہونا چاہیئے کہ اوسکے قائم مقام کونسلہای واضع آئین و قوانین میں سب سے زیادہ ہوں۔ لیکن کیسی حیرت کی بات ہے کہ معاملہ اسکے برعکس ہے۔ اور زیادہ تر یہ مسئلہ اس بنا پر قابل التفات پبلک کے ہو جاتا ہے کہ پبلک ہی کی مدد تو بھی زمینداروں کو اونکے حق سے محروم رکھا ہے جیسا کہ آگے چلکر واضح ہوگا۔

گورنمنٹ نے (علاوہ دو زمینداروں کے گروہ کے) چار بڑی میونسپلٹیوں کو (ایک ایک ممبر) آٹھ ڈویژنوں اور چار مسلمانوں کے حلقوں کو انتخاب ممبری کا حق دیا۔ جسکا نتیجہ انتخاب اس مرتبہ میں یہ ہوا ہے۔

نام حلقہ	تعداد ممبران	کون لوگ منتخب ہوئے		
		زمیندار	وکیل	دیگر
بڑی بڑی میونسپلٹیوں	۴	۱	۲	۱
کمشنریاں	۸	۵	۳	۰
مسلمان	۴	۰	۴	۰
میزان	۱۶	۶	۹	۱

یعنی حالانکہ وکیل زمینداروں سے باعتبار تعداد کے فی صدی ایک بھی نہ ہوں گے کونسلوں میں اُن کی تعداد انتخاب زمینداروں سے ڈیوڑھی ہے۔
اگر اسمیں وہ دونوں ممبر بھی ملا دیئے جائیں جو گروہ زمینداروں نے منتخب کئے ہیں تو بھی تعداد زمینداروں کی بمقابلہ ۹ وکیلوں کے ہوتی ہے۔ اور یہ تعداد بھی ویسی ہی غیر اطمینان بخش ہتی ہے جیسی کہ بغیر اسکے جمع کرنے کی تھی۔ الغرض انتخاب کا یہ نتیجہ زمینداروں اور ملک کے واسطے ہرگز تشفی بخش نہیں ہے اور زمینداروں کا پورا حق ہے کہ ووٹ دینے والے صاحبوں سے آئندہ الیکشن کے وقت اسطرف توجہ اور انصاف چاہیں۔ اور یہ کہیں کہ ایسا گروہ (یعنی گروہ زمینداران) جو باعث پرورش ملک ہے مستحق اس بے التفاتی کا نہیں ہے۔
سب سے اہم پہلو اس انتخاب کا مسلمان زمینداروں اور مسلمان رائے دہندوں کے اپنے ہی کو مسلمانوں کے چاروں حلقوں سے وکیل ہی انتخاب کئے گئے ہیں (چونکہ مسلمانوں میں ایسے وکیل منتخب ہوئے ہیں جو زمیندار نہیں ہیں اور ایسا کوئی زمیندار منتخب نہیں ہوا ہے جو وکیل نہ ہو اسواسطے وہ زمیندار جو وکیل ہیں وکیلوں کے شمار میں آنی چاہئیں نہ کہ زمینداروں کے شمار میں)
بے شک مسلمانوں کی اس عجیب طرز عمل کا حل سہل نہیں ہے مگر ہم اپنے اور دوسروں کے قیاس اور رایوں کو ذیل میں قلمبند کرکے ناظرین رسالہ کی توجہ کو اس طرف مائل اور مبذول کرتے ہیں۔
۱۔ مسلمانوں نے قانونی کونسلوں میں اصول قایم مقامی کو بخوبی سمجھا نہیں ہے۔
یعنی نہ تو زمینداروں نے اس ضرورت کو بخوبی محسوس کیا ہے جو قانون ساز کونسلوں میں اونکے ہونے کی ہے اور نہ ووٹ دینے والوں نے اس محنت کش فرقہ کو مدد دینے کی ضرورت اور استحقاق کو پیش نظر رکھا ہے۔
۲۔ مسلمانوں میں یہ غلط خیال غالب ہے کہ کونسلوں میں غیر انگریزی داں کار آمد نہیں ہیں (اسپر ہم نے زیر عنوان اُردو دانی کافی بحث کردی ہے۔)
۳۔ مسلمان غلطی سے وکیلوں کے وجود کو کونسلوں میں ویسا ہی ضروری جانتے ہیں جیسے کہ عدالتوں میں اون کے ہونے کو۔
حالانکہ یہ بالکل غلط خیال ہے۔ کونسلوں اور عدالتوں کی کارروائی میں باہم بڑا تفاوت ہے۔ عدالت

کا کام موجودہ قوانین کے بموجب عمل کرنا ہوتا ہے جسکے واسطے واقف کاران قانون اور وکیلوں کی قطعی ضرورت ہے
تاکہ یہ لوگ مدعی و مدعا علیہ دونوں کے مفید تنقیحیں و قواعد پر عدالت مجوزہ کو متوجہ کرتے رہیں۔ لیکن قانون ساز کونسلوں
کے واسطے اس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس میں نمائندوں یا گروہ کے اون قایم مقاموں کو موجود ہونا چاہیئے
جن کے خود اوپر اس قانون کا اثر پڑے۔ تاکہ وہ قایم مقام اپنے اور اپنے گروہ کے نفع اور نقصان کو زیر بحث
مسودہ میں اچھی طرح سمجھکر کونسل کو معقول مشورہ دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی لحاظ سے کوئی کونسل ٹھیک ویسا وقت
کام کرسکتی ہے جبکہ تمام مختلف گروہوں کی کافی نایندے شامل ہوں۔

اگرچہ پہلی اون تجربوں کے اوپر بھی اس وجہ سے قانون ساز کونسلوں میں زمینداروں کی حق تلفی ہوتی تھی یعنی
زمینداروں کو انتخاب نہیں کیا جاتا تھا۔ گورنمنٹ آف انڈیا نے از راہ معدلت شعاری اب یہ بندوبست کر دیا
ہے کہ زمینداروں کے قایم مقام خاصکر انتخاب ہوا کریں۔ مگر چونکہ اون کی تعداد اب بھی بہت کم ہے اور کونسل
میں جس گروہ کے جسقدر قایم مقام زیادہ ہوں گے اوسیقدر وہ گروہ قوی ہوگا اسواسطے زمینداروں کو اوس حق
انتخاب سے بھی جو اونکو کمشنریوں یا ضلعوں کے حلقہ میں ملا ہے۔ مزید فائدہ اوٹھانے کی پوری کوشش
کرنا چاہیئے۔

یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہیئے کہ کونسلیں فضول اور لاطائل گفتگو کا اکھاڑا نہیں ہوسکتیں جس کیواسطے
وکیلوں کی ضرورت ہو۔ بلکہ وہاں تو سنجیدگی سے ضروری الفاظ میں غرض اور مطلب کا بیان کر دینا کافی ہے
جس کے واسطے ہر زمیندار بخوبی کارآمد ہے۔ یہ خیال ہرگز نہیں کرنا چاہیئے کہ کونسلوں کی قرارداد رائے کو
جلسہ میں اگر کسی وکیل یا بیرسٹر کی فصاحت و بلاغت پھیر سکتی ہے۔ یہ تو محض نمایشی باتیں ہوتی ہیں
بلکہ بعض وقت کونسلوں کا وقت اسطرح رائگاں جایا کرتا ہے۔ پس امیدوار زمینداروں کو باطمینان تمام ووٹ
مانگنا اور ووٹروں کو باطمینان تمام زمینداروں کے حق میں ووٹ دینا چاہیئے۔

۴۔ مسلمان زمیندار اسمیں یعنی انتخاب میں اپنے واسطے کوشش کرنے کو باعث کسر شان اور درد سری
جانتے ہیں۔

بلاشبہ ووٹ لینے کا وہ طریقہ جو خودداری اور اخلاق سے گرا ہوا ہو اختیار کرنے کا مشورہ نہیں دیا جاسکتا۔
مگر زمینداروں کو زمانہ کے رنگ میں رنگا جانا ضرور پڑے گا۔ جبکہ انتظام ملک کا کونسل کے اندر ووٹ دینے
والوں کے ہاتھوں میں ہے کونسل کے ممبر ہوئے بغیر زمیندار اپنے حقوق کی حفاظت نہیں کرسکیں گے۔

اور آخر کار پس از پشیمانی وہی کرنا پڑے گا جسکا اسوقت مشورہ دیا جا رہا ہے۔

۵۔ وکیل لوگ قانونی کونسلوں میں پہنچ جانے کو اپنے واسطے باعث ترقی مدارج جانتے ہیں۔ اسوجہ سے وہ اپنی توجہ خاص طور پر اِس طرف مائل کرتے ہیں۔

ہم وکیلوں کے حق میں ناانصافی کرنا نہیں چاہتے۔ ہماری راے میں اونکو بھی ضرور کونسل میں آنا چاہئیے اور اپنے حقوق کی حفاظت کرنے سے اونکو ہرگز روکنا نہیں چاہئے۔ مگر ہماری راے میں اونکو کافی موقع بڑی میونسپلٹیوں میں قسمت آزمائی کا ہے۔ جہاں پر بوجہ شہری سکونت کے اونکا خاص حق بھی ہے۔ اور ہمارے نزدیک بڑی میونسپلٹیوں سے اونکے کافی قایم مقام کونسل میں پہنچ جایا کریں گے۔

۶۔ وکیلوں کو اپنے پیشہ کی مناسبت سے بغیر خرچ کئے ہوئے لوگوں سے واقفیت پیدا کرنے کا خاص موقع حاصل ہے۔ زمیندار لوگ بغیر ذاتی روپیہ کے لگائے ایسی عام واقفیت پیدا نہیں کر سکتے۔

۷۔ وکیلوں کو اون کے ہم پیشہ لوگ مفت کے پیروکار ہر ضلع میں مل جاتے ہیں۔ جن کی خدمات زمینداروں کو بغیر گراں معاوضہ کے حاصل نہیں ہو سکتیں۔

۸۔ ملک میں ایسی فیلنگ موجود ہے کہ زمینداروں سے صرف اسوقت تک تعلق رکھنا چاہئیے جبتک پبلک کاموں کے واسطے اون سے روپیہ لینے کی ضرورت ہو۔ اوسکے بعد ایسی فیلنگ والے زمیندار کا دور رکھنا ہی پسند کرتے ہیں۔

ہماری راے میں اگر ایسی عادت والے اشخاص نے اپنا طرز عمل نہ بدلا اور وہ زمینداروں کے معاون اور مددگار نہ بنے تو زمینداروں اور اونکے درمیان میں رابطۂ اتحاد کم ہو جاے گا۔ اور ملک انسٹی ٹیوشنوں کو خدا نخواستہ نقصان پہنچے گا۔

بہرحال ان اسباب کے بیان کرنے کے بعد حلقہ مسلمانان اور حلقہ ہاے ٹیریٹوریل الیکشن کے زمینداروں کو اگر اونکو اپنے حقوق کی حفاظت کونسل میں منظور ہے اور اگر وہ چاہتے ہیں کہ اون کے کافی قایم مقام اور ہم پیشہ کونسلوں میں جائیں تو ہم یہ مشورہ دیں گے کہ وہ ایکا کر لیں کہ کوئی زمیندار سواے زمیندار کے کسی اور کو راے نہ دے گا۔

حلقہ مسلمانان کے سرکاری ملازموں اور پنشن خواروں کو بھی زمینداروں کا حق فائق سمجھنا چاہئیے۔ کیونکہ اول تو سرکاری ملازموں اور پنشن خواروں میں بھی بہت سوں کا تعلق زمینداریوں سے ہوگا۔ دوسرے سرکاری

وفاداری کا مادہ زمینداروں میں بمقابلہ دوسروں کے چونکہ زیادہ ہے اسواسطے سرکاری خیرخواہوں کو ضرور قوت دینا چاہیئے۔

میونسپل ایلکشن

سپریم گورنمنٹ نے آٹھ میونسپلٹیوں کو انتخاب میں چار چار کو حق عطا فرمایا ہے کہ وہ اپنی اپنی طرف سے ایک ایک ممبر کونسل میں بھیجتے رہیں۔ ہماری رائے میں یہ امر قرین انصاف و مناسب ہے کہ قانونی پیشہ امیدواروں کو کوشش کرنے کا ان الیکشنوں میں پورا موقع دیا جاوے اور تاجروں کا مقابلہ وکیلوں سے ان بڑے شہروں میں رہا کرے کیونکہ شہری زندگی میں دونوں فرقوں تاجروں اور وکیلوں کا پورا حق ہے۔ کثرت کر اونکے پسندیدہ اشخاص کونسلوں میں جائیں۔

ڈویژن کے الیکشن

ڈویژن کے الیکشنوں میں اگرچہ چھوٹی میونسپلٹیاں بھی شامل کر دی گئی ہیں مگر ہماری رائے میں ان الیکشنوں میں صرف زمینداروں اور تاجروں کو ووٹ ملنے چاہئیں۔ کیونکہ شرکت ہو ڈویژن کے اندر زمینداروں اور تاجروں کا پورا حق ہے کہ اون کی طرف سے صرف زمیندار و تاجر منتخب ہوں چونکہ ان میونسپلٹیوں کی طرف سے جنکو جداگانہ انتخاب کا حق ملگیا ہے کافی یا مناسب تعداد سے زیادہ میں انتخاب ہونگے اسواسطے ڈویژنل الیکشن میں اون کو جگہ دیے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ڈویژنل الیکشن کے بحث میں ایک خاص امر قابل غور کے ہے اور وہ یہ ہے کہ ان انتخابوں کا میلان اس طرف ہی ضرور رہنا چاہیئے کہ انتخاب میں وہ چھوٹے چھوٹے زمیندار و تاجر ضرور آجائیں جو قانوناً آ سکتے ہیں یعنی جنکو قانون نے قابل ممبری گردانا ہے۔

ہم بڑے بڑے تعلقہ داروں کے خلاف نہیں ہیں بلکہ ہماری رائے میں انکا کامل حق ملکی انتظام میں شرکت کا ہے۔ لیکن ہم چھوٹے زمینداروں کو کونسل میں نہ جانیکا موقع نہ ملنے کے خلاف ہیں۔ (اول تو) جبکہ قانون نے ممبری کونسل کی قابلیت کے واسطے تین ہزار آمدنی کی شرط لگا دی ہے تو گویا مقننوں نے اس آمدنی کو کافی سمجھا ہے۔ پس ایسے زمینداروں کو اونکے ساتھ تخیل کرنا بیجا ہے۔ (دوسرے) دیہاتی زندگی کی تلخیوں پٹواریوں کی چالاکیوں کا جو تجربہ چھوٹے زمینداروں کو ہوتا ہے وہ بڑے تعلقہ داروں کو نہیں ہوسکتا ہے۔ پس اصول قایم مقامی سے یہ بالکل خلاف ہوگا کہ چھوٹے چھوٹے زمینداروں کو رائے دینے والے کونسل

میں جانے سے روک سکتے ہیں۔ اور اس طرح کونسل کو ان فوائد سے محروم کر دیں جو چھوٹے زمینداروں کی وجہ سے اوسکو پہنچتا۔

ہم بافسوس ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبروں کی فہرست میں بعض ایسے شخصوں کے ناموں کو سنتے ہیں۔ جن کے پاس ایک بالشت زمین نہیں ہے اور نہ جن کے ہاتھ میں کوئی تجارت ہے۔

ممبران ڈسٹرکٹ بورڈ کو چاہیئے کہ اپنے ضلع کے حکام سے اسکی اطلاع کریں اور فضول ناموں کو خارج کرا دیں۔

مخلوط الیکشن بوجہ اسکے کہ عادل و دوراندیش گورنمنٹ نے مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کا حق عطا فرمایا ہے اور نیز وہ اپنے نامزدگیوں میں بھی اسکا خیال رکھتی ہے کہ مسلمانوں کو بھی حصے ملے اسواسطے ہندو اور مسلمان کی بحث مخلوط الیکشنوں میں قریب قریب ختم کے ہوگئی ہے۔ جدید اور اولین الیکشن میں موجودگی حالات مذکورہ بالا مخلوط حلقوں میں سے صرف دو مسلمانوں کا بمقابلہ ۱۱ ہندو صاحبوں کے کامیاب ہونا کچھ بہت قابل اعتراض اور التفات کے نہیں ہے۔ اگرچہ بعض صاحب ان دونوں انتخابوں کو بطور اسپیشل کیے کے قرار دیتے ہیں اور اوسکے اوپر تائید کے واسطے خالف ہیں۔ مگر چونکہ ہم نتیجے کو نسبت قیاس کے زیادہ قوی جانتے ہیں اسواسطے جب تک اسکے خلاف عملوں کو آنکھ سے دیکھ نہ لیں اسکے اسپر زیادہ توجہ دینا اور دلانا نہیں پسند کرتے ہیں۔ ہاں بلاشبہ اگر ہماری عادل گورنمنٹ نے مسلمانوں کو جداگانہ حق عطا فرمایا ہوتا تو ضرور یہ فارم اونکے واسطے پورا مایوس بخش ہوتا۔

سوائے اسکے مخلوط انتخابوں میں غالباً وہ کوشش مسلمانوں کی طرف سے نہیں کی گئی جو مناسب طور سے کیجا سکتی ہے ورنہ ضرور ایک ممبر مسلمان اور بڑھ جاتے۔

مگر باوجود اسکے بھی مسلمانوں کو مخلوط انتخاب میں کامیاب ہونے کے واسطے پر مشکلات ایسی ہی ہیں جنکو فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے اور آسان نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن چونکہ ہم اسوقت اس بحث کو بڑھانا نہیں چاہتے۔ بلکہ مزید تجربوں کے کرنے کے مویدہیں اسواسطے خاموشی اختیار کرنا مناسب جانتے ہیں۔

ووٹر ووٹروں یعنی رائے دینے والے صاحبوں کو بہ نسبت امیدواروں کے بہت زیادہ احتیاط اور دوراندیشی سے کام کرنے کا وقت ہے۔ کیونکہ وہی ممبر گر ہیں۔ اور امیدواروں میں سے موزوں یا ناموزوں ہونے کی جانچ جسطرح وہ کر سکتے ہیں۔ اوسطرح خود کوئی امیدوار نہیں کر سکتا ہے۔ اور یہی وہ ہے کہ کسی انتخاب شدہ شخص کے افعال و کردگار کے ذمہ دار رائے دہندے ہو سکتے ہیں۔

جن مسلمان ملازمان سرکار اور پنشن خواروں کو حق انتخاب عطا ہوا ہے اونکا اولین فرض یہ ہے کہ وہ ایسے
شخص کو کونسل سے دور رکھیں جو باعث ملال باہمی انگریزوں اور مسلمانوں کے ہو سکتا ہو۔ ملازموں اور پنشن یافتوں
کو یہ بھولنا نہیں چاہیے کہ نمک خواری اور جان نثاری ہم معنی لفظ ہندوستان کی ڈکشنری میں ہیں۔ اور جسکا
نباہنا اوسکا ہمارے قدیم الشان مذہب ہے۔

جن رائے دہندوں کو اونکو جنکو زمینداری سے تعلق ہے یہ لازم کہ وہ جان لینا چاہیے کہ اونکی بہبودی اسی
میں ہے کہ وہ فقط حقیقی زمینداروں کو کونسل کا ممبر بنائیں۔ سرکاری ملازموں اور پنشن خواروں کو بمقابلہ دوسرے
کے زمینداروں اور تاجروں کا ساتھ دینا چاہیے اسوجہ سے کہ یہی دونوں گروہ ملک کے مزدور ہیں۔

اس الیکشن میں یہ تجربہ ہوا ہے کہ بہت سے اون ووٹروں کو جنہوں نے سادگی سے ابتداً وعدہ اور تحریری عہد
کسی امیدوار کو دیدیا اونکو اپنی اس جلدی کا افسوس رہا۔ پس ہر ووٹر کو قطعی لازم ہے کہ بعد ازیں کسی سے فوراً
وعدہ اور تحریری وعدہ نہ کر لیں اور کل امیدواروں کو پیش ہو جانے دیں۔ پھر اون میں سے سب سے مستحق کے
حق میں رائے دیں۔ اگر کوئی رائے دہندہ فروقت تک اپنی رائے کو ظاہر نہ کرے اور کلکٹر صاحب کے سامنے
جاکر بیباکت اپنے پسندیدہ شخص کے حق میں رائے دیکر چلا آوے تو وہ ہر طرح عقلمند کہے جانے کا مستحق
ہے۔ اظہار مافی الضمیر کر دینے سے بسا اوقات رائے دہندہ غضب میں پڑ جاتا ہے اور اپنی چاروں طرف
کی بناوٹ سے راست بازی کو کھو دیتا ہے۔ رائے دہندوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ اون کے ہاتھ میں ہے
کہ وہ ملک کو نقصان پہنچائیں یا نفع۔ اگر وہ غلط رائے دینگے تو ضرور بیجا ذمہ داری اپنے سر لیں گے۔ سعی و
سفارش کا بے واجبی اثر رائے دہندوں پر نہیں پڑنا چاہیے اور اسکا بہترین علاج یہی ہے کہ کسی سے وعدہ
نہ کیا جاوے اور مخفی رائے دیدی جاوے۔ مقننین نے نہایت متانت اور لیاقت ظاہر کی ہے کہ مخفی ووٹ
کا قاعدہ تصنیف کیا ہے۔ جس سے ملک کی خاطر فائدہ اوٹھانا رائے دہندوں پر لازم ہے۔

بعض مرتبہ رائے دینے والے دریافت کیا کرتے ہیں کہ کس امیدوار کو کسقدر ووٹ ملنے کی امید ہے اور
اس سے غرض اون کی یہ ہوتی ہے کہ جسطرف زاید ووٹ آنے کی امید ہو۔ اوسکے شامل وہ بھی ہو جائیں
تاکہ اونکا ووٹ ضائع نہ جاوے یا کامیاب سے بیر کیوں بنیں۔ ہماری رائے اس طرز عمل کی تائید میں نہیں
ہے۔ کیونکہ اول صحیح اندازہ اسکا کہ اسکو کتنے ووٹ ملیں گے نہیں ہو سکتا۔ اور غالباً جبکہ مخفی ووٹوں کا طریقہ
اچھی طرح یا رواج جاری ہو جاوے گا تو ناممکن ہوگا کہ کوئی امیدوار بتا سکے کہ اوسکو کسقدر ووٹوں کی امید ہے سوائے

اسکے یہ ایک کمزوری کی بات ہے اور ذمہ داری کے خلاف ہے کہ صرف کثرت رائے کا لحاظ رکھے اور اپنی ذاتی رائے اور فرض کو پس پشت ڈالدے۔

تتمہ۔ یہ بحث ختم نہیں ہونی چاہیئے جب تک کہ یہ ظاہر نہ کر دیا جائے کہ اب لوگوں کا صرف یہی کام نہیں ہے کہ اپنے تمام آرام و چین کو ممبری کونسلوں کے واسطے کھودیں۔

جیسا کہ ہم نے اوپر کہا ہے اگر کونسل کی ممبری سے مقصد اپنے گروہ کے فوائد کی حفاظت ہے یا اس سے ملک اور گورنمنٹ کی خدمت کرنے کا ارادہ ہے تو اسکی مناسب جستجو قابل اعتراض نہیں ہے۔ مگر اس سے بھی ضروری تر ہر ایک شخص کے واسطے اپنی مالی اور اخلاقی حالت کی درستی اور ترقی کی فکر ہے۔ مال و دولت کے خلاف اگرچہ بہت کچھ کہا جاتا ہے مگر کسی شاعر کا یہ شعر بالکل صحیح ہے۔

اے زر تو خدا نئی و لیکن بخدا
ستار عیوب و قاضی الحاجاتی

اور نیز یہ شعر (کوڑی کے سب جہاں میں نقش و نگین ہیں ہا کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں) یہی کیفیت عمدہ چال چلن کی ہر ایک کے واسطے ہے۔ قوم نام مجموعہ افراد کا ہے۔ اگر کسی گروہ کا ہر فرد اپنی مالی اور دماغی حالت کو درست کرے تو وہ گروہ خود بخود متمول اور عقیل کہلانے لگے گا۔ پس ہر ایک شخص کا اپنی ذاتی حالت کی درستی کی طرف توجہ کرنا بلاشک قومی فلاح اور درستی کا پیش خیمہ ہے۔ اور ممبری کونسل کی طرف توجہ سے زیادہ مفید ہے۔

اسکے بعد سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر کوئی اپنی ملک و ملت کی خدمت کرنا چاہتا ہے تو قومی کام کرنے کیواسطے ایسے ایسے وسیع میدان ویران پڑے ہوئے ہیں جن کے آباد کرنے میں عمریں اور نسلیں کھپ سکتی ہیں۔ مسلمانوں کا عام افلاس ہی ایک ایسا مشکل سوال ہے جسکے حل کی طرف سب سے مقدم ہر ایک مسلمان کی توجہ ہونا چاہیئے۔ تعلیم ایکدوسرا اہم سوال ہے جو ہر طرح غور کا مستحق ہے۔ کوئی مسلمان جب تک کہ بقدر اپنی طاقت اور قوت کے اپنی اولاد اپنے عزیزوں اور متوسلوں کی اولاد کو لیٹریری یا مرفتی تعلیم میں صرف ہمت و زر نہیں کرے گا۔ یہ نہیں کہا جائیگا کہ اوس نے فرض سے سبکدوشی کر لی ہے مسلمانوں میں اپنی اولاد کو کارآمد تعلیم دلانے کا اسقدر کم رواج ہے کہ اوسکو مثل صفر کے سمجھا جائے تو بیجا نہیں ہے۔ تربیت اولاد کی طرف تعلیم سے بھی کم توجہ ہے۔ حالانکہ عمدہ تربیت تعلیم سے کسی طرح بھی درجہ دوم نہیں ہے اور

ارکان دین سے ناواقف ہونے کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ مرتد ہوئے جاتے ہیں اور آریہ بنے جاتے ہیں اور یہ
دونوں باتیں ایسی ہیں کہ اونپر دیندار اور دنیادار دونوں قسم کے مسلمانوں کی توجہ یکساں ہونا چاہیئے۔ کس
واسطے کہ مساجد کی رونق دار ہونے سے مسلمانوں کو عبادت کی رغبت ہوگی اور دوسری قوموں کی نظروں میں
مسلمانوں کی عزت بڑہے گی۔ اور مسلمانوں کی ارتداد سے اون کی تعداد میں جو کمی ہو رہی ہے وہ پولٹیکل نظر
سے بھی مسلمانوں کے حق میں سخت خطرناک ہے۔

علما کی اس طرح دستگیری کرنا کہ وہ ایک درجہ تک قوت و کفاف اہل و عیال سے فارغ ہو سکیں پھر
اون سے وہ خدمتیں لینا جو علما کے ساتھ مخصوص ہیں۔ نہایت ہی کارآمد مسلمانوں کے واسطے ہوگی۔ چونکہ
اس قسم کے سب کام چندہ اکٹھا کرنے سے ہوتے ہیں اس واسطے ملکر کام کرنے کی خراب عادات کو چھوڑنے
جماعتوں اور انجمنوں میں خود غرضی کے خیال کو ترک کرنے کے واسطے جہد نفس کے بغیر مسلمان کبھی قومی کام
انجام نہیں دے سکتے۔ اسواسطے مسلمانوں کو اسطرف خاص توجہ کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ مسلمانوں
میں ضرور یہ عیب موجود ہے کہ وہ رفاہ عام کے کاموں کی طرف زیادہ تر اپنے ذاتی رسوخ اور اعزاز کی وجہ سے
متوجہ ہوتے ہیں اور اون کے اس خوف سے کہ دوسروں کا نام نہ ہونے پائے ان کاموں میں اس طرح کا
غلط مبحث ہو جاتا ہے کہ آخرکار وہ کام یا خود غرضی کے دریا میں ڈوب جاتے ہیں یا بغیر اصلاح کے بیڈول اور
ناکارہ رہجاتے ہیں۔ کچھ شک نہیں ہے کہ ذاتی رسوخ اور اعزاز کی خواہش ایک طبیعی خواہش ہے بلکہ جسمیں
یہ فیلنگ نہ ہو تو وہ انسانیت کے درجے سے گرا ہوا سمجھا جانے کے لایق ہے۔ لیکن چونکہ حد اعتدال سے
تجاوز تمام خواہشیں آخرکار نقصان رساں ہوتے ہیں۔ لہذا ایثار نفسی اور ضبط النفس اور فیاضی کے خیال بغیر اجتماعی
کاموں میں کامیابی نہیں ہو سکتی ہے۔ رفاہ عام کے کام کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ اوروں کو اپنے کام میں
ازبراے نام بلکہ حقیقتاً شریک کریں۔ نیک نیتی کی نکتہ چینیوں پر غور کریں اور کام کے حصے دوسروں کے سپرد
کرکے اون سے مدد حاصل کریں۔ دوسرے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اچھے کام کرنے والوں کی ہمت بڑہائیں اور
بلاوجہ کے روڑے نہ اٹکائیں۔ کاموں کی اسقدر کثرت ہے کہ ہر ایک شہر کے سمجھدار اشخاص اگر چاہیں تو سبکو
کوئی نہ کوئی مفید کام ملسکتا ہے۔ پس اس طریق عمل کو اختیار کرنا چاہیئے کہ مختلف کام کرنے والوں کے سپرد ایک
ایک کام ہو اور دوسرے سب اُس کام میں اوسکے مددگار بنیں اور وہ کام کرنے والا دوسرے صیغوں میں اوروں
کا مددگار رہے۔ ایک شہر یا صوبہ یا ملک کے کاموں کو خود اپنے واسطے تجویز کر لینا میرے نزدیک تو مہا ایک

کی خیرخواہی نہیں ہے بلکہ بدخواہی اور غباوت ہے اور ضرور مسلمانوں میں یہ خودغرضی اور خبط اور تنگ ظرفی موجود
ہے۔ کوئی کام ہی انکا اور انکو کوشش اسلوبی اور کما حقہ انجام دینے کے واسطے اسقدر وقت اور مصروفیت
کی ضرورت ہے کہ دوسرے کام کے واسطے (علی الخصوص کاروباری آدمیوں کا) وقت نہیں بچ سکتا ہے۔
پس بہت سے اور متفرق کاموں پر قبضہ کرنے کی خواہش اور عادت کے معنی بنا بر خمیہ یہ ہیں کہ کوئی کام نہ ہونے
پائے اور حاجات قوم اور ملک خسارہ میں رہے گو ہمارا مسرت پیدا نہ ہونے پائے۔ مگر اب وقت آگیا ہے کہ ان
بیجا طریقوں عملوں کا خاتمہ ہونے کی کوشش ہونا چاہئے۔

غرض یہ ہے کہ اگر مسلمان اپنی اور اپنی قوم کی بہبودی کے کام کرنا چاہیں تو یہ اور ایسے ایسے اور بہت سے
کام ہیں جو اپنے معاون اور مددگاروں کو انکا دست و تلاش سے دیکھ رہے ہیں اور اگر مسلمانوں میں اپنی
اور اپنی قوم کی مدد کرنے کی خواہشیں موجود نہیں ہیں تو ایک نہیں لاکھ بیس لیگ کونسلیں اونکو کچھ فائدہ نہیں
پہنچا سکتیں۔ سب سے آخر میں اگر ایک بہترین مشورہ جو مسلمانوں کو ہم دے سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اون میں
انگریزوں کے ساتھ دلی محبت کرنے اور خلوص سے پیش آنے کی عادت پڑنی چاہیے۔ بیشک اسوجہ سے
بھی کہ یہ قوم ہمارے حکمران ہے اس سے صلح رکھنا ہمارا فرض ہے۔ لیکن اس سے زیادہ اس سے شریف قوم کو
انکا اتفاق اور اون سے محبت کریں اسوجہ سے ہے کہ وہ یورپ کی سویلائزڈ ہے۔ ہمکو بھی اون سے ملکر اون
جیسا انسان بننے کی کوشش کرنا چاہئے۔ دنیا میں ہر ایک شخص اور قوم کو دوستوں اور مددگاروں کی ضرورت
ہمیشہ رہتی ہے اور اس ضرورت سے مسلمان بھی مستغنی نہیں ہیں۔ اور چونکہ ہمیشہ بہترین شخص سے دوستی کرنی
چاہیئے۔ اسواسطے سب سے مستحق انگریز ہیں۔ کہ مسلمان اون سے دوستی کریں۔ مگر کسی کی اصلی دوستی اوس وقت
تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ دل میں اوسکی سچی محبت دوستی کی خواہشمند میں نہو اور نیز شائستگی اور
تہذیب میں اون کی ہمسری نہ حاصل کرلی جاوے۔ ایک مسلمان پکا اور پورا مسلمان رہکر بلاشک و شبہ انگریزوں کا
سچا دوست اور یورپین تہذیب کا کامل پیرایہ بن سکتا ہے۔ مگر یہ جب ہی ہوگا جبکہ دل نفاق سے صاف ہو دہوکا
دینا مقصود نہ ہو اور پہلے خود بے ریا دوست بنجاوے۔

اسپر فخر کرنے میں کسی مسلمان کو پس و پیش نہیں کرنا چاہئے کہ پہلے ازیں کے زمانہ میں لوگوں کی قوم من
حیث القوم گورنمنٹ انگریزی کی وفاداری میں ثابت قدم رہی ہے۔ لیکن بعض لغزشیں بھی بعض افراد
قوم سے ضرور ایسی سرزد ہوئی ہیں۔ جنہوں نے عام وفاداری کے خوشنما چہرہ کو گو بگاڑ نہ دیا ہو مگر گردآلود ضرور کردیا

ہے۔ دوستی اور محبت کا میدان بہت وسیع ہے جسقدر زیادہ طے کیا جائیگا اوسیقدر گل و یاسمین کی خوشبوؤں اور نظاروں سے دماغ اور آنکھیں زیادہ حظ اوٹھائیں گے اور دل کو راحت و آرام ملے گا۔

(تم انگریزوں پر اعتماد کرو تاکہ وہ بھی تم پر اعتماد کریں۔ تم اونکو قوت دو تاکہ وہ بھی تمکو قوت دیں۔ زبان سے اعتبار نہیں دلایا جا سکتا ہے بلکہ عمل سے دلایا جا سکتا ہے۔)

اسمٰعیل

جدید کونسلوں کی افتتاحی اسپیچوں کا خلاصہ

غالباً رسالہ کے ناظرین اسکو پسند کریں گے کہ جدید کونسلوں کی افتتاح میں جو جو اسپیچیں گورنروں اور لفٹنٹ گورنروں نے کیں اونکا خلاصہ ہم چھاپ دیں۔ کیونکہ ان سے رہنمائی ہوتی ہے۔ جن صاحبوں نے اول یا آخر اسپیچیں پڑھی ہیں اونکو بھی سب کا ایک جگہ جمع ملنا پسندیدہ ہوگا۔

(یہ سب تقریریں اودھ اخبار سے نقل کیگئی ہیں۔)

کونسل مدراس

۴- جنوری)۔ مدراس۔ جدید لیجسلیٹو کونسل مدراس کا اول اجلاس آج دوپہر کو دعوت والے ہال میں منعقد ہوا کُل ممبر موجود تھے گورنر بہادر مدراس نے ایک مختصر تقریر کے ذریعہ سے ممبروں کا خیر مقدم کیا اور یہ تقریر ارشاد فرمائی۔

"میں خیال کرتا ہوں کہ مدراس میں بہر حال یہ امر ثابت ہو جائیگا کہ آئینی اصلاح جن اصولوں کے مطابق کی گئی ہے ان کا عملدرآمد شروع ہو گیا۔ یہ ایک قسم کی آزمائش ہے اور مجھے یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے اس بات کا میلان پایا جاتا ہے کہ اس کارروائی کو سبک قرار دیں اور اسکی اہمیت کو کم کر کے بیان کریں لیکن میرے خیال میں لارڈ مارلے نے یہ بہت صحیح بیان کیا تھا کہ ان تغیرات کے ساتھ ہم برٹش ذمہ داری کی تاریخ کا ایک بہت بڑا باب شروع کر رہے ہیں۔ مجکو اس میں کسی طرح کا شک نہیں ہے کہ یہ کونسل اپنے

ہیں جن کے بارہ میں یہ امر مناسب اور مطلوب تصور کیا گیا کہ انتخاب خواہ نامزدگی کے ذریعہ سے مقاصد مذکورہ بالا
کے حامی اور قایم مقام اس کونسل میں مقرر کئے جائیں ایسے قایم مقاموں کی حیثیت سے آپ کا فرض ہے
کہ جن لوگوں کے نائب آپ مقرر ہوئے ہیں ان کے مقاصد پیش کریں لیکن آپ لوگوں کو ایسی معقول
پسندی اور اعتدال کے ساتھ یہ کارروائی عمل میں لانا چاہئیے کہ آپ اس بات کے لئے تیار رہیں کہ دوسرے
گروہوں کے اشخاص جو متناقص دعاوی اور دلائل پیش کریں انہیں آپ اسی نگاہ سے دیکھیں جسطرح آپ
چاہتے ہیں کہ جو امور آپ کی جانب سے پیش ہوں ان کی طرف توجہ کیجائے۔ یہ بات صاف عیاں ہے کہ
جسوقت ایک بڑی مجلس ہے اسمیں کا ہر شخص ہر بات کو اپنے ہی طور پر نہیں کر سکتا اور یہی مدبری یہی ہے کہ
اس حالت میں دعاوی کی نسبت اعتدال سے کام لیا جاوے۔ اور دوسروں کے جائز حقوق مقدم اور اپنے
دعاوی موخر قرار دیئے جائیں جس کارروائی کا اسوقت ہم ذکر کر رہے ہیں وہ مسلمہ ایک آزمایش کے طور کی
ہے اور اسکی کامیابی اسی مدبری پر موقوف ہے جیسی آپ کریں گے مجھے یقین ہے کہ آپ پر جو اعتماد کیا گیا
ہے اسکے متعلق آپ مایوسی کو نہ پیدا ہونے دیں گے۔ میرا ارادہ یہ نہیں ہے کہ آپ لوگوں کو زیادہ عرصہ تک منتظر
رکھوں اور میں سب سے بڑھ کر اس بات کا خواہشمند ہوں کہ آپ کے فرائض اور کاموں کے متعلق کوئی طولانی
تقریر بیان کروں۔ میرے نزدیک یہ بالکل غیر ضروری امر ہے کیونکہ آپ لوگوں میں سے بہتیرے اشخاص
میرے نہایت ہی قدیم اور آزمودہ کار اور عزیز دوست ہیں جنکے مشورہ اور امداد کا میں پہلے سے شکرگزار ہوں مجھے
یقین ہے کہ میں اس بات پر بہت اچھی طرح بھروسہ کر سکتا ہوں کہ آپ لوگ ہر قسم کی رقابت اور ذاتیات کے خیالات
کو دور کریں گے۔ اور سب کی یہی ایک خواہش ہوگی کہ جن لوگوں کے بارہ میں آپ سے مشورہ طلب کیا جاتا
ہے اونکی بہبودی اور سرسبزی کے لئے کوشش کریں گے۔ جن حالتوں میں آپ کو کام کرنا ہے ان سے
آپ بخوبی تمام آگاہ ہیں اور قبل اسکے جو باتیں میں نے بیان کی ہیں انکا لحاظ کرکے جب آپ متحد اور متفق ہو کر
اس صوبہ کیلئے ترقی کی کوشش کریں گے تو ممکن نہیں ہے کہ آپ کی کوششیں ناکام رہیں اور میں یہ
پیشینگوئی کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ جب آپ لوگ اپنی مدت ممبری ختم کریں گے تو آپ کو یہ معلوم کرکے
فخر کے ساتھ اطمینان ہوگا کہ ہم نے اس صوبہ کے باشندوں کی دولتمندی اور سرسبزی اور اطمینان و عافیت
کے بارہ میں کچھ کم کوشش نہیں کی ہے۔

کونسل بمبئی

(تقریر گورنر بہادر)

۲۰ جنوری بمبئی۔ آج توسیع شدہ کونسل بمبئی کے پہلے اجلاس کے موقع پر گورنر بہادر نے ایک طولانی اور نہایت عمدہ تقریر بیان فرمائی۔ جس کے بعض مطالب کا ذیل میں اقتباس کیا جاتا ہے۔ گورنر ممدوح نے بیان فرمایا۔

"مجھے اس بات کا فخر ہے کہ آج ایک ایسے کام کو شروع کرتا ہوں جس سے ہندوستان کی تاریخ کا ایک نیا زمانہ شروع ہوا ہے اور ایک تبادلہ عظیم کے عملدرآمد میں شریک ہوتا ہوں جسکا اچھا خواہ بُرا اثر اس ملک کی گورنمنٹ کے کل افسروں پر دور تک پڑے گا۔ جن اصلاحات کے سبب سے اس کونسل کی ہیئت ترکیبی از سر نو قایم کی گئی ہے اونپر بڑی سنجیدگی سے غور اور عرصہ تک مباحثہ اور سی قدر نکتہ چینی بھی ہوئی ہے۔ ان کی کامیابی کا صحیح اندازہ برسوں کے گزرنے کے بعد ہو سکے گا کوئی امر یقینی نہیں ہو سکتا بجز اسکے کہ تمام انسانی کام بسطریقے سے انجام پاتے ہیں۔ اوسی طرح یہ بھی انجام پاسے بعض مقامات پر جیسی امید کی جاتی ہے اوسکے مطابق کل امور ایک ہی دن انجام نہیں پا سکتے اور دوسرے گروہوں میں جو خوف کیا جاتا ہے امید ہے کہ وہ صحیح ثابت ہو مجھے تو بہت کچھ بھروسہ اور یقین ہے میں یقین کرتا ہوں کہ نیک خواہشوں کا بول بالا رہے گا لیکن مجھے دل سے یقین ہے کہ یہ امر بالکل اس خیال پر موقوف ہے جسکے مطابق جدید کونسلوں کا کام چلایا جائے گا جہانتک اس احاطہ کا تعلق پایا جاتا ہے وہانتک یہ ہمارا ہی کام ہے جنہوں نے اول توسیع یافتہ کونسل کے مرتب کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے کہ خوش فہمی اور معقولیت اور متانت کے ساتھ بحث کرنے اور عام مقاصد کے لئے عام کوشش کرنے کی عمدہ نظیریں قایم کریں تاکہ ہمارے بعد کے لوگ آئندہ برسوں میں ان کی پیروی کریں۔"

اسکے بعد گورنر بہادر نے کونسل بمبئی کے تاریخی حالات بیان کرکے یہ اپنی تقریر کا سلسلہ اسطرح شروع کیا۔

"کونسل ہذا کی ہیئت ترکیبی کے باب میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ اس احاطہ کے پبلک لوگوں کی اعتدال پسندی اور خوش فہمی پر بھروسہ کرکے ابتدا ہی سے اس بات پر قانع رہی کہ غیر سرکاری اشخاص کی رائے کو قبول کرے۔ قانون کی رو سے جہانتک ضرورت تھی ہم نے اُس سے بھی کچھ تجاوز کیا منجملہ کئیں"

نامزد شدہ ممبرون کا گورنر اس بات کا مستحق ہے کہ موجودہ سرکاری افسرون کو کونسل مین داخل کرے لیکن اس حیثیت سے صرف نو آدمی تجویز کئے گئے اور اس طرح غیر سرکاری اشخاص کے لیے بارہ جگہین مل گیئن۔ اس انتظام کو خواہ مخواہ دوامی نہ سمجھنا چاہیئے۔ لیکن ہماری خاص خواہش یہ ہے کہ سرکاری عنصر کو جہان تک ممکن ہے پبلک وجوہ سے نہین بلکہ اس وجہ سے کم رکھین کہ ہمارے سرکاری افسرون کے اوقات بڑی کوشش اور جانفشانی مین گزرتے رہتے ہین اور وہ کونسل کے اجلاسون مین شریک ہونے کا وقت مشکل سے پیدا کر سکتے ہین۔ اسکا نتیجہ یہ ضرور ہوگا کہ تعلیم ناکافی ہوگی۔

لیکن ہمین یقین ہے کہ کونسل ہذا کا کام اس طریقہ سے چلایا جائیگا کہ ہمین زیادہ تعداد کے سرکاری تقرر رکھنے کی ضرورت نہوگی۔ مسلمانون کے جداگانہ انتخاب کے مسئلہ مین بہت شدید اختلاف ہوا بہت سے معقول پسند اشخاص نے اس بات کو تسلیم کیا کہ مسلمان جماعت چونکہ عام آبادی سے بوجہ اپنے مذہب اور زبان اور علم ادب اور دستورات اور انکی روایات اور خیالات اس طرح جدا اور علیحدہ ہے کہ وہ ایک خاص قوم مین داخل ہو گئی ہے اس وجہ سے مسلمان مستحق ہین کہ انہین جداگانہ حق نیابت حاصل ہے لیکن بحث یہ پیدا ہوئی کہ آیا جماعت مذکورہ کے لیڈرون کے مشورہ سے نامزدگیان کیجائین۔ یا اُن کے لیے جداگانہ انتخابی جماعتین قایم ہون عمل دوسری شق پر کیا گیا اور اسے خیرخواہی کے ساتھ قبول کرنا چاہیئے۔

اب یہ خیال کر لینا چاہیئے کہ یہ مسئلہ ختم ہو گیا اور مسلمانون کو منجملہ اکیس منتخب شدہ ممبرون کے جو آٹھ ممبر ملے ہین اُسپر انہین بوجہ معقول مطمئن ہونا چاہیئے۔ مجھے بخوبی تمام اس بات کا یقین ہے کہ اس کونسل کے تمام ممبر کامل اتفاق کے ساتھ بلا امتیاز قوم یا مذہب یا ذات کے عام بہبودی کے لیے کوشش کرین گے۔ مالی بیان کے ضابطہ کا ذکر کرنے کے بعد جسکے متعلق کارروائی کرنے کا اختیار نہایت ہی اہم اور ضروری ہے جو اس ایکٹ اور ضوابط کی رو سے دیا گیا ہے گورنر موصوف نے بیان کیا کہ گورنمنٹ کو امید ہے کہ رزولیوشن کی تحریک کے جدید اختیارات دیے گئے ہین۔ کہ خاص خاص امور کے متعلق وہ بحث کئے جائین اس انتظام کے سبب سے عام طور کی نکتہ چینی کرنے کی ضرورت نہین ہے کہ ایسے رزولیوشنون کی نسبت اگر منظور ہے کہ وہ کچھ بہتر ہین تو انہین عملی طور کا ہونا چاہیئے ایسی تدبیرون کا پیش کرنا جنکی فی نفسہ کبھی ہی ضرورت کیون نہو۔ لیکن اُن کا سرمایہ نہ بہم پہنچ سکتا ہو۔ صراحتاً فضول ہے خاص ممبر اس بات کو غالباً بہت اچھی طرح سمجھتے ہونگے کہ کسی رزولیوشن کے متعلق تاوقتیکہ اس بات کا یقین نہو کہ اقل وجہ کونسل کی ایک معقول قلیل

تعداد اُس کی موجود ہوگی اسوقت تک اُسکا پیش کرنا فضول ہے لیجس لیٹیو صیغہ کے پروگرام کا ذکر کرنے کے بعد حضور پرنور بہادر نے تقریر کا سلسلہ یوں اس طرح شروع کیا۔

(الحد اور فتنہ پردازی)

جنٹلمینیو۔ اب مین اول اجلاس کے اس موقع کو بغیر اسکے چھوڑ نہین سکتا کہ ایک سنگین مسئلہ کے متعلق چند باتین بیان نہ کرون اُمید تھی کہ اصلاحات کی فیاضانہ اسکیم سے جو ہندوستان کے لئے جاری کی گئی ہے عام طور پر لوگ مطمئن ہوجائین گے اور وہ جرائم جنکی وجہ سے زمانہ حال مین اہل ہند کی نیکنامی پر داغ آیا ہے موقوف ہوجائین گے لیکن نہایت بدقسمتی کی بات ہے کہ یہ اُمید ین مایوسی سے مُبدل ہوگئین تھوڑے ہی عرصہ کے اندر دو سخت واقعے گذر گئے پہلے احمدآباد مین ہز اکسلنسی ویسرائے کی جان پر حملہ کیا گیا اور اب ناسک مین مسٹر جیکسن نہایت بیرحمی سے مار ڈالے گئے بیشک آپ سب لوگون کو معلوم ہے کہ مسٹر جیکسن ایک ایسے شخص تھے جنکو ہندوستانیون کا بڑا خیال اور اُن سے نہایت ہمدردی تھی وہ ہندوستانی زبانون اور ہندوستان کے علم وادب کے ایک ماہر اور فاضل تھے اور وہ ان باتون مین بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس غرض سے مشغول رہا کرتے تھے کہ ہندوستانیون کے خیالات دریافت کرین اور انکی بہبودی مین کوشش کرین جہان جہان وہ مقرر کئے جاتے تھے وہان وہ نہایت مستعدی کے ساتھ اس امر مین کوشان رہتے تھے کہ امن وامان کو قائم رکھین اور لوگون مین عمدہ خیالات کو ترقی دین۔ ایسا شخص جو ہندوستانیون کا سچا دوست اُسی طرح کا ہو جیسے ولیم کرزن تھے جو اس کے قبل مارے گئے اُس پارٹی مین شریک ہونے کے بعد جو اُنکے اعزاز مین انکے ہندوستانی دوستون نے قائم کی تھی انہین لوگون کے مجمع مین نہایت کمینہ پن سے مار ڈالا گیا۔ ان دونون مکروہ جرمون مین بہت سی باتون کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ دونون کے قاتل نوجوان اشخاص تھے جنکو مقتولین سے کوئی ذاتی شکایت نہ تھی۔ دونون قاتلون نے بعض مضامین پڑھنے کے بعد اس فعل کا ارتکاب کیا اور دونون صورتون مین خفیہ سازش کرنے والون کی ایک جماعت کی ترغیب سے ارتکاب جرم ہوا اور جیسا کہ بیان کرچکا ہون دونون صورتون مین مقتول ایسے تھے جنکو ہندوستانیون سے خاص طور کی ہمدردی تھی مجھے ایسی تحریرین وصول ہوئین ہین جن مین نہایت ہی زوردار الفاظ مین مسٹر جیکسن کے اعلی اوصاف اور اُن کی سخت مصیبت زدہ بیوہ سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا ہے

مجھے خوب معلوم ہے کہ آپ سب لوگ ان خیالات مین شریک ہین لیکن مجھے آپ سے یہ کہنا لازم ہے کہ اس معاملہ پر آپ ذرا ایک گہری نگاہ ڈالین انسانی معاملات کے متعلق بعض اوقات بعض ایسے اسباب پیدا ہوجاتے ہین۔ جنکے خاص نتائج پیدا ہوتے ہین اگر قومی عداوت کے تخم بونے کے ارادے اسی تدارد اصرار کے ساتھ ہوتے رہے اور جرم کے چھپانے کے لئے غلط خیالات پھیلائے گئے۔ بلکہ مجرم کی تعریف کی گئی تو ہندوستان ایسے ملک کی اشتعال انگیز آبادی مین ایک نہ ایک قاتل یقیناً پیدا ہوتا رہے گا۔ تجربہ سے یہ امر ثابت ہوچکا ہے کہ جہان قتل کرنے کا خیال پیدا ہوگا تو اس بات کا خیال نہین رہیگا کہ مقتول کس قوم کا ہے بم کے گولے پھینکنے والے اور ٹرینون کے تباہ کرنے والے ہمیشہ اس بات پر رضامند رہا کرتے ہین کہ اپنے نہایت بیقصور ہموطنون کا خون کر ڈالین اور ہندوستانی افسر بڑی بیرحمی کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرنے کی بابت قتل کئے گئے۔

جنٹلمینو! ان سب باتون پر اپنے دلون مین غور کیجئے اگر ہم اس بات کی کوشش کرین گے کہ جو زہر اس احاطہ کے باہر اپنا مہلک اثر ظاہر کر رہا ہے اسکا معدن اور مخرج دریافت ہو تو بعض افعال کی مذمت کرنے سے کچھ فائدہ نہین۔ اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ جو اسباب ان وقعات کا باعث ہوئے ہین ان کا کچھ تدارک کیا جائے اور یہی عین مدبری ہے اگر آپ لوگ اس بارہ مین سب ملکر توجہ کرینگے تو مجھے یقین ہے کہ آپ اور تمام سچے آدمی اپنے افعال کارروائیون کے ذریعے ایسی تدبیرات مین جنکی ضرورت ثابت ہو گورنمنٹ کے عمدہ معین ہونگے اور ہمارے اُن نوجوانون کو اُن تاثیرات اور تعلیمات سے محفوظ رہینگے جنکے سبب سے صراحتاً حیلتاً یہ قتل کی وارداتین وقوع پذیر ہوتی ہین اور اس بات مین ہماری مدد کرین گے کہ احاطہ کی بدنامی کو مٹادین۔

(مشکلات حکومت)

ہز اکسلنسی نے اپنی تقریر کے آخری حصہ مین بیان کیا کہ جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے اُس کی نسبت آجکل گورنمنٹ کا کام بہت پیچیدہ اور دشوار ہے ایسے مسائل بہت کم ہین جو درحقیقت سیدھے اور آسان ہون آپ کو بہت سے کاغذات دیکھنا ہون گے جو کشادہ دلی کے ساتھ آپکے لئے بہم پہونچائے جائین گے۔ مین یہ التماس کرنے کی جسارت کرتا ہون کہ ابھی آپ نتائج پیدا کرنیکا قصد نہ کیجئے بلکہ پہلے واقعات کو جمع کیجئے سالانہ بلوبکین جو ہندوستان کی ترقی کے متعلق شائع

ہوئی ہین اور حال مین جو یادداشتین گزشتہ پچاس برس کی نظم ونسق ہندوستان کے متعلق نکلی ہین اُن پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے اور معقول نتائج پیدا کرنے کا مادہ کثیر ہو جائیگا یہ ایک نہایت ہی یادگاری موقع ہے اصلاحات کی اس اسکیم سے برٹش قوم کے بزرگون نے اپنے ہندوستانی ہمجنسون کے ساتھ کہین زیادہ فیاضانہ اور درد رس طریقہ کی ہمدردی ظاہر کی ہے جسکی آج کے دو برس پیشتر اُمید کیجا سکتی ہے جنکے جو وعدے کئے گئے تھے اونکو پورا کر دیا ہے ہندوستانی باشندون کے تمام مقامونکو اپنے منشوء مین نیابت بخشی گورنمنٹ کی جانب سے مین یہ کہنا چاہتا ہون کہ مجھے اس بات کا پورا یقین ہے کہ جدید حقوق جس دلسے عطا کئے گئے ہین اسی دل سے قبول بھی کئے جاوینگے اور جس عالی ظرفی اور نیک اندیشی کے ساتھ سابق مین مباحثات ہوا کئے ہین آئندہ بھی اسی طرح ہون گے اسوقت ہمارے سامنے ایک صاف اور کورے کاغذ کا صفحہ کھلا ہوا ہے اور یہ ہمارا کام ہے کہ اس صفحہ پر بجز اس کے ایسی کوئی بات نہ لکھی جاوے جو ایمانداری اور عزت داری کے مطابق ہو ہمکو نیک نامی حاصل کرنا چاہیئے اپنے فرائض کا خیال کرکے باہمی محبت سے کام کرنا چاہیئے اور یہ خیال اسیوقت پیدا ہو سکتا ہے جب ہم باشندگان ملک کی عافیت اور بہبودی کو ترقی دینے کی خواہش سے کام کرین۔

سر لوئی ڈین بہادر کی تقریر

(جو پنجاب کی جدید لیجسلیٹو کونسل کے پہلے اجلاس مین کی گئی) حضرات! سب سے پہلے یہ ضروری امر ہے کہ ہم کام کرنے والے ہون نہ باتین کرنیوالے۔ مین نے یہ ضروری نہین سمجھا کہ اس اجلاس کا کسی اہم تقریب سے افتتاح کرون۔ مین آپ کا وقت لیجسلیٹو کونسل کے مدعا کو بیان کرکے ضائع کرنا نہین چاہتا علاوہ ازین آپ مین سے بہت سے لوگون نے کونسلون ۔ ڈسٹرکٹ بورڈون اور میونسپل کمیٹیون مین کام کیا ہے۔ اس لئے آپ ان جماعتون کے دستور العمل اور اس کونسل کی تاریخ سے بخوبی واقف ہین۔ اس لئے یہ غیر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مین آپ کو یہ بتلاؤن کہ ہمکو کیا کیا کرنا ہے مین آپ کو خوش آمدید کہنے کے ساتھ ہی یہ کہنا چاہتا ہون کہ مجھے اس امر سے بڑی خوشی حاصل ہوئی ہے کہ آپ جیسے لائق اور منتخب لوگ اس کام مین میری مدد کرین گے۔ مین بڑا خوش قسمت ہون کہ ۱۸۹۷ء مین جب یہ پنجاب کونسل قائم

کی گئی تھی تو مین اس کا چیف سکرٹری تھا - اور مین ہی پہلا شخص تھا جس نے اس مجلس مین سب سے پہلا قانون جنرل کلا نز ایکٹ جو ابھی تک ہمارا قانون ہے پیش کیا تھا مین اور بھی زیادہ خوش ہون کہ مین سب سے پہلا لفٹننٹ گورنر ہون - جو اس توسیع شدہ کونسل کا پریسیڈنٹ بنا - اب یہہ کونسل بڑی وسیع ہو گئی ہے پرانی کونسل مین صرف ۱۰ ممبر ہوتے تھے جن مین سے ۵ سرکاری اور نامزد شدہ ہوتے تھے اس لئے اصلاحات نے جو تبدیلی پیدا کی ہے وہ پنجاب مین نہایت اہم ہے - اب اس کونسل کے زیادہ سے زیادہ ۳۰ ممبر ہو سکتے ہین اور معمولی طور پر پچیس جنمین سے ۱۴ غیر سرکاری اور ۵ منتخب ممبر ہوتے ہین -

اسکے علاوہ بجٹ پر بحث کرنے اور رزولیوشن پیش کرنے کا حق بھی اس کونسل کو دیا گیا ہے -

یہ وہ حقوق ہین جو زیادہ ترقی یافتہ صوبون کی کونسلون کو مدت ہوئی کہ حاصل کر چکے ہین - اس کونسل کی طاقت آبادی کے لحاظ سے دوسرے صوبون یعنی بنگال اور ممالک متحدہ کی کونسلون سے مقابلتاً زیادہ ہے اگرچہ ان صوبون نے مہذب حکومت کا زیادہ دیر تک مزہ لیا ہے - مجھے معلوم ہے کہ یہ تبدیلی قبول کرنے مین مینے بڑے داناؤن اور لایق آدمیون کی مرضی کے خلاف کیا ہے جنکو پنجاب کا تجربہ ہے - مجھے یقین ہے کہ آپ اس اعتماد کا جو مین نے آپ پر کیا ہے ناجائز فائدہ نہین اٹھائینگے اور یہ نئی کونسل پرانی کونسل کیطرح نہ صرف مفید ثابت ہوگی بلکہ لوگون اور گورنمنٹ کے رشتہ دار اتحاد کو مضبوط کر دےگی - اور گورنمنٹ کو بتلائےگی کہ لوگون کی رائے کیا ہے - اور لوگون پر گورنمنٹ کی تشفیق پالیسی کی حقیقت کا انکشاف کرےگی - مجھے یقین ہے کہ اس سے ہماری مالی حالت اچھی ہو جائیگی کیونکہ لوگ بجٹ کی خوب نگرانی کرینگے - اور مجھے اُمید ہے کہ اسوقت مالی انتظام زیادہ لوگون کے ہاتھون مین آجائیگا - جب امپیریل گورنمنٹ کو یہہ معلوم ہوگا کہ لوگ اپنے مالی معاملات مین زیادہ دلچسپی لیتے ہین - مین آپ کو یہ یاد دلانا چاہتا ہون کہ ہمارے پیشرون نے قانون سازی مین بہت بڑا کام کیا ہے اغلباً غیر ضروری ہے - پرانی کونسل کے ۴۸ جلسے ہوئے تو ۴۲ قانون پاس ہوئے -

یہ قوانین لوگون کے اطمینان کا باعث ہوئے مگر بعض لوگون کا اُن سے اطمینان نہین ہوا - ہر ایک کو خوش کرنا بڑا مشکل امر ہے ان لوگون کی غیر طمانیت غلط فہمی کی وجہ سے تھی جو ایسے معاملات مین اکثر ہو جایا کرتی ہے - جو کام ہمین کرنا ہے اُس کی تفصیل قبل بیان کرنا قبل از وقت ہے -

ہمکو بہت سے ضروری قانون بنانے ہین میونسپل ایکٹ کی ترمیم کرنی ہے - پنچایتون کا

وغیرہ وغیرہ کرنا ہے یہ سب قانون گورنمنٹ کے زیر بحث ہین اسلئے اُن مین سے کوئی بھی ابھی پیش نہین کیا جا سکتا۔ لیکن مین یہ کہنا چاہتا ہون کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کو بڑا سخت کام کرنا پڑیگا اور شاید آپ کو ایسی فرصت نہ ملے جیسی کہ پہلے ممبرون کو ملی تھی جبکہ انھون نے سب کام ختم کر دیا تھا مسٹر لوسس اس کونسل کے وائس پریزیڈنٹ قرار پاسکتے ہین مجھے امید ہے کہ بہت سے قانون ہم گرمیون مین اور موسم خزان مین بنالین گے تاکہ ہم بجٹ پر زیادہ توجہ دیسکین۔ آپ لوگون کے شاید وہ قواعد منضبط ہونیکے لئے جنکا ملحوظ پابند ہونا پڑیگا۔ ان کا آپ بغور مطالعہ کرلین یہ آپکو کام مین بڑی مدد دینگے شاید وہ وقت ابھی آجائے کہ ہمین اس کونسل اور اس کمرے کی جس مین ہم بیٹھے ہین۔ مالی امداد کے لئے کوئی قانون بنانا پڑے کیونکہ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایسی بات جو کونسل کی منشا کے خلاف ہے ہمین کرنی پڑیگی مگر وقت کے کم ہونے اور صوبہ کی مالی حالت نازک ہونے کی وجہ سے ابھی بہت ہے مجھے امید ہے کہ وہ نیک گھڑی دور نہین۔ جب ہمارے پاس اس کونسل اور اس کی کمیٹیون کے لئے کافی جگہ ہوگی۔ مالی حالت کا ذکر کرتے ہوئے۔ مجھے بجٹ کے متعلق کچھ عرض کرنا ضروری ہے۔ ہمارا آج سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ہم بجٹ کمیٹی کو منتخب کرین

چونکہ اس سال ہمارے پاس وقت بہت کم ہے اور مالی حالت سخت نازک ہے اس لئے مین تجویز کرتا ہون کہ اس کمیٹی کے صرف چار ممبر ہون اور چیف سکرٹری اس کا پریزیڈنٹ قرار پائے مسٹر ہالنسٹن کو مین نے دوسرا سرکاری ممبر منتخب کیا ہے۔ اب آپ غیر سرکاری ممبرون کا فرض ہے کہ اپنے مین سے دو آدمیون کو منتخب کرین جو اس کمیٹی مین کام کرین۔ کمیٹی کا کام دس دن کے اندر شروع ہوگا۔ اور دوسرا کام غیر سرکاری ممبرون کا یہ ہے کہ وہ امپیریل کونسل کیلئے ایک ممبر کو منتخب کرین۔

ہندوستانی جنتری ۱۹۱۰ء باتصویر۔ یہ جنتری کیا بلحاظ عمدگی مضامین اور کیا بلحاظ اپنی دلچسپ تصاویر کے اس قابل ہے کہ ہر تعلیم یافتہ ہندوستانی کے پاس ضرور رہنی چاہیے۔ ایک باتصویر انگریزی کا ترجمہ بھی اسمین شامل ہے۔ قیمت صرف ۲؍

ملنے کا پتہ۔ منیجر عزیزی پریس آگرہ

ایڈیٹر کے مختصر نوٹ

ــــ ہماری لوکل گورنمنٹ نے پنشن خوارون کو حق انتخاب دیکر اونکو ایک تازہ زندگی عطا کر دی ہے اب وہ یہی نہ سوچا کرین گے کہ ہم کو جو کچھ کرنا تھا کر چکے۔ بلکہ اپنے ملک کی خدمت کرنے کی ترغیب و تحریک اون مین پیدا ہو جائیگی۔ جیسا ہم نے اسی مہینہ کے رسالہ مین کسی جگہ تذکرہ کیا ہے اگر پنشن یاب حضرات صرف اپنے محلہ کے بچون اور بچیون کو باقاعدہ مفت تعلیم دینا شروع کر دین تو ایک خدمت اپنی قوم کی بیحد اور زیادہ موزون طور سے نعمت حیات کو صرف کرنے والی ہو جائین گے۔

ــــ حضور سر جان ہیوٹ نے ایک بھاری ثبوت اسکا کہ حضور ممدوح کو ہندوستانیون پر کسقدر اعتبار ہے اس اپنے عمل سے دیا ہے کہ سرکاری ملازمون سے کونسل کی ممبری کے لئے دو ہندوستانی بھی (ایک مسلمان اور ایک ہندو) نامزد فرمائے ہین۔ امید ہے کہ یہ نفیس کارروائی اس پسندیدہ نتیجہ پر ختم ہوگی کہ ہم ہندوستانی بھی گورنمنٹ اور انگریزون پر دلی اعتبار ظاہر کرکے یہ ثابت کر دین گے کہ ہم مین دیکھنے والی آنکھین اور سمجھنے والا دماغ موجود ہے۔

ــــ نیشنل کانگریس کے آخری اجلاس مین مسلمانون کی جداگانہ انتخاب اور مشترکہ انتخاب مین اونکے شمول پر طرح طرح سے اظہار ناراضگی کیا گیا ہے۔ چونکہ ہندوستان ایک منصف گورنمنٹ کے سایہ مین گذر کر رہا ہے۔ اسواسطے میری رائے مین مسلمانون کو اس طرف توجہ کی ضرورت نہین ہے اور مسلمانون کو پورا اطمینان رکھنا چاہیے کہ انگریزی راج کبھی اونکی حق تلفی نہین ہونے دیگا لیکن اہل کانگرس کا مسلمانون کی جائز اور واجبی حقوق کے ملنے پر اس طرح ناراض ہونا ضرور اسکا کامل ثبوت ہے کہ ہندوستان کے واسطے وہ طریقہ حکومت جمہوری برٹش کالونیون مین ہے ہرگز موزون نہین ہے بلکہ ہندوستان کی بہتری کے واسطے لازم ہے کہ یورپین عنصر غالب رہے۔

ــــ ایک انگریزی اخبار نے جدید کونسلون پر اسطرح لکھا ہے جب جدید کونسلون کا اجلاس ہوگا تو گورنمنٹ اپنے آپکو ایک ایسی حالت مین پائے گی۔ کہ اوس کے دائین بھی مسلمان ہون گے بائین بھی مسلمان اور پیچھے بھی مسلمان غالباً گورنمنٹ کے خیال سے بھی یہ امر کبھی دوچار نہین ہوا ہوگا کہ ان کو سقدر مسلمانون سے پالا پڑے گا۔ مسلمانون کو کونسلون مین ممبران اپنے مذہب کے اتحاد سے بھی ملسکین گی

اور مقابلہ کے انتخابات کے ذریعہ سے بھی جو انہون نے ہندؤون سے بچے ہاصل کئے ہین مگر ہندؤون کو کونسل کی ممبریان مذہب کے اعتبار پر نہین ملسکین گی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ ذلیل مسلمان جدیہ کونسلون مین پیش پیش رہے گا۔ اور یہ کہ حکام اوس سے وق آجائین گے اور اپنے مضامین تبدیلی کرنے پر آمادہ ہو جائین گے

(البشیر مطبوعہ ۱۱- جنوری ۱۹۱۰ء)

—— اگرچہ یہ الفاظ تلخ مین مگر ہماری راے مین بجاے اُنسی ناراض ہونے کے ہمارے آنریبل ممبرون کو چاہیے کہ وہ اپنی تمام تر لیاقتین اس مین صرف کرین کہ یہ منحوس پیشین گوئی ہر طرح غلط ثابت ہو جاے۔ ہمکو امید کرنا چاہیے کہ مسلمان ممبران کونسل اس طرح کام کرین گی۔ کہ گورنمنٹ پر نہ صرف اون کی لیاقت اور وفاداری کا سکہ بیٹھیگا بلکہ اونکی عمدہ طرز عمل سے اون کی قوم اور زیادہ معزز اور ممتاز ہو جاے گی۔

—— مسٹر جیکسن شہید کے قتل مین شرکت رکھنے کی شبہ پر کئی ایک آدمی پکڑے گئے ہین جس سے معلوم ہوتا کہ ہماری پولیس نہایت قابلیت سے کام کر رہا ہے۔ غالبًا عنقریب وہ وقت آنیوالا ہے کہ مفسدون اور ان کے شر کا پورا پورا استیصال ہو جائیگا۔

—— "ہور مین مقدمات بغاوت جو چل رہی ہین اُن سے ایک قدیم سلسلۂ سازش خلاف برٹش گورنمنٹ ظاہر ہوا ہے۔ جس مین کئی ایک اول سے مشتبہ پایک لیڈرون کی شرکت پائی جاتی ہی امید ہے کہ عدالت سے پوری تحقیق کے بعد کامل سزا اون کمبختون کو ہو گی جو برٹش گورنمنٹ جیسی عدالت شعار سلطنت کے خلاف مین اپنی اوقات رائیگان کر کے ملک کو تباہی مین ڈالا کرتی ہین۔ اصل یہ ہے کہ جب چیونٹی کی موت آتی ہے تو اوس کے پر نکلا کرتے ہین ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ❊ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ۔ گو ہمکو یہ بڑی خوشی ہے کہ مسلمان ایسی نالائقیون مین شریک نہین ہین مگر ہمارا دل تو یہی چاہتا ہے کہ ہمارے ہمسایہ غیر مسلم اقوام ہند بھی ان خراب باتون سے باز رہین۔ اور پھر مسلمان غیر مسلمان اور یورپین سب مل جلکر ہندوستان کی بہتری اور ترقی مین کوشش کرین۔

—— یکم جنوری کو چند معزز ہندو صاحبون نے حضور لفٹننٹ گورنر پنجاب کی خدمت عالی مین حاضر ہو کر اپنی قوم کی طرف سے فرمان برداری تاج کا یقین دلایا۔ جسپر حضور ممدوح نے اظہار اطمینان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ لیڈرون کا صرف یہی کام نہین کہ وارداتون کے ہو جانے کے بعد اظہار افسوس

کیا کرین ملکان کو چاہیے کہ اپنا اثر اس طرح کام مین لائین کہ بدمعاشون کا حوصلہ پست ہو جائے
اور لاحکومتی کا انسداد ہو جائے ہماری رائے مین حضور ممدوح کا ارشاد بالکل بجا اور درست ہے

——— مثل دوسرے والیان ملک کے مہاراج جیپور نے بھی اپنے حدود کے اندر
(۵۱) مفسد اخبارون کا داخل ہونا بند کر دیا ہے۔ ہماری رائے مین اس عاقلانہ کارروائی سے
مہاراج اور اون کے وزیر باتدبیر نواب سر ممتاز الدولہ آنریبل محمد فیاض علیخان دونون مدح اور
ستائش کے لایق ہین۔

——— مدراس ایجوکیشنل کانفرنس رنگون مین (۲۷ دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء) خود حضور لفٹنٹ گورنر برہما مع جناب لیڈی صاحبہ کے تشریف لا کر شریک ہوئے جو اس کا مزید ثبوت ہے کہ انگریزی قوم کو کس قدر دلچسپی اس سے ہے کہ ہونکی رعیت علوم و فنون سے بہرہ ور ہو۔ پریذیڈنٹ کانفرنس کی اسپیچ سنکر ذیل کے حوصلہ افزا کلمات بھی حضور ممدوح نے ارشاد فرمائے۔ مجھے یہ دیکھکر خوشی ہوئی ہے کہ ہندوستان کے مختلف حصص کے مسلمان یہان آکر جمع ہوئے ہین۔ مسلمان برہما مین کسی قدر اہمیت رکھتے ہین۔ وہ اس صوبہ کی سرسبز ترین جماعت ہین۔ رنگون مین کانفرنس کا یہ پہلا اجلاس ہے اور ملک کے دور دراز حصون سے مسلمانون کا سلطنت کے ایک دور افتادہ مقام پر جمع ہونا برٹش سلطنت کی عظمت استحکام اور اتحاد کی دلیل ہے۔ رنگون کے مسلمان نہایت وفادار اور پابند قانون لوگ ہین۔ مین نے آپ کے نامور پریسیڈنٹ کے ایڈرس کو غور سے سنا ہے یقین ہے کہ یہ کانفرنس دانشمندی کے ساتھ کام کرے گی اور اس سے مسلمان برہما کو مفید تعلیمی مشورے ملینگے۔ جہان تک ذرایع مین گنجائش ہوگی حتے الامکان اس صوبہ کے مسلمانون کی تعلیم کا خیال کیا جائے گا۔

——— حضور لفٹنٹ گورنر برہما کے اس بیان سے کہ صوبہ برہما کی مسلمان رعایا اپنی نیک چلنی سے گورنمنٹ کے نزدیک وفادار اور پابند قانون ثابت ہوئی ہین نہایت دل خوش ہوا ہے خدا تعالے مسلمانون کو مزید توفیق اپنے نیک نیت حکام کی اطاعت اور جان نثاری کی عطا کرے جہان تک علم حاصل ہو سکا ہے اسمین ذرا بھی شک و شبہ نہین ہے کہ انگریزون کا طرز حکومت دنیا کی تمام موجودہ حکومت فرنگی طرز سے بہتر اور رعایا کی مفید ہے۔ خوش نصیب ہین وہ ملک جن پر انگریز حکمران ہین۔

—— غالباً ناظرین العزیز اس بات کو اطمینان سے دیکھیں گے ایڈیٹر العزیز کے دلی پالیسی قدیم سے ہے جسکے اوپر کہ اب اور لوگ بھی زور دے رہے ہیں۔ چنانچہ حال میں ہز ہائینس آغاخان نے جو اپنی رائے ظاہر کی ہے اور جسکو ہم نقل کرتے ہیں وہ ہمارے دعوے کی کافی دلیل ہے۔

۱۱ جنوری۔ بمبئی۔ کل شام کو انجمن اسلامیہ نے ایک اڈریس ہز ہائینس آغاخان کی خدمت جو انگلستان سے واپس آئے ہیں پیش کیا ہز ہائینس نے اسکے جواب میں بیان کیا۔ اگر ہم ایک ایسی حالت میں رہے جس سے انارکی کا زور شور رہا تو ملک میں کسی ترقی کا ہونا غیر ممکن ہے کیونکہ انارکی کے سبب سے حاکم و محکوم اقوام میں اعتماد قائم نہیں رہ سکتا اور آخر میں عام سوسائٹی پر بھی اسکا اثر پڑتا ہے۔ ہمیں فراموش نکرنا چاہیے کہ ہندوستان کی تاریخ میں پہلے پہل فرمانرواؤں نے اس بات کی بہت بڑی اور سچی کوشش کی ہے کہ باشندگان ملک کو گورنمنٹ کی ذمہ داری میں شریک کرے گورنمنٹ بخوبی تمام اس بات کی قابلیت رکھتی ہے کہ فسادات اور انارکیانہ حرکات کا استیصال کرے جس بیہودہ جرائم کی وجہ سے حال میں ہندوستان کی نیک نامی پر داغ لگ گیا ہے بیشک کل ہندوستان نے اس کی مذمت کی ہے لیکن اعتراض اور بیزاری کا اظہار اسوقت تک کارگر اور مفید نہیں ہو سکتا جبتک سوسائٹی مجموعی حیثیت سے جد و جہد کرکے اس بات کی عملی اور قومی تدبیریں نہ کرے کہ عمدہ حالتیں پھر پیدا ہو جائیں اور انارکیانہ خیالات لوگوں کے دماغوں سے نکل جائیں ایک ناشائستہ حرکت کے وقوع کے بعد اسکی مخالفت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمکو زیادہ گہری نظر ڈالکر یہ سوچنا چاہیے کہ ایک ایسی حکمت عملی قائم کریں جس سے طبیعت کی وہ حالتیں بدل جائیں جو ایسی قومی حرکات کے باعث ہوتی ہیں خیرخواہ باشندوں کا فرض ہے کہ ہر قسم کا نقصان گوارا کرکے ان اسباب کو دور کریں۔ جنسے یہ خوفناک نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ ہمکو خود اپنا خیال کرکے مجرمانہ کارروائیوں کے ان اسباب کے دور کرنے میں گورنمنٹ کی مدد کرنا چاہیے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو انسداد کی کارروائیاں اور بھی زیادہ مصیبت کا باعث ہونگی جنکا اثر قصورواروں ہی پر نہیں پڑے گا بلکہ اکثر بیقصور اشخاص بھی مبتلائے مصیبت ہو جائینگے۔ ہمکو لازم ہے کہ سنجیدہ مشنری خیرخواہی کا وعظ دینے کو روانہ کریں گمراہ گرمجوش لوگوں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ عقل سے کام لیں اور راستبازی کے ساتھ اس بات پر نظر کریں کہ ہندوستانی سوسائٹی اور گورنمنٹ کے درمیان محبت و اتحاد کے سچے رشتے کیونکر قائم ہو سکتے ہیں ہم لوگوں کو لازم ہے کہ ہر شخص اپنے کو ایک برادرانہ مشنری جماعت کا ممبر تصور

ثبت امور بو تحمل کرنے کہ جس باعث سے ایک شخص کو ضرر پہونچیگا اوس سے ہر شخص کو پہونچ سکتا ہے اور ہمکو اس بات کی کوشش کرنا چاہیے کہ انسانی ہمدردی کے مقدس قانون کے خلاف ورزی نہونے پائے۔

——— ایک مخبر نے پولس کو لکھنؤ کے چند اشخاص کی نسبت اطلاع دی کہ اون کے گھرون مین بم بنانے وغیرہ کا سامان ہے مگر بعد تلاشی ثابت ہوا کہ مخبر نے جھوٹی اطلاع دی تھی اسپر پولس نے اس کی معافی مالکان مکان سے مانگ لی اور جھوٹے مخبر پر دروغ بیانی کا مقدمہ چلایا ہے امید ہے کہ اسکو سزا ہو جانے سے دوسرون کو عبرت ہوگی اور وہ خلاف واقع بیان کرکے لوگون کو ستا نہ سکینگے

——— مختلف مقامات پر مفسدانہ قتل اور حملے دیکھ کر گورنمنٹ نے ازراہ دور اندیشی شورشانہ جلسون کی روک کے واسطے سنہ ۱۹۰۷ء مین جو قانون نافذ کیا گیا تھا اوسکو (صوبہ پنجاب۔ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ۔ مدراس اور بمبی مین بہی نافذ فرمایا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جب کوئی جلسہ ہو تو اوس کی اجازت اول سے پولس سے لے لی جائے۔ ملک کے اشرار کی حرکات کو پورے طور پر قلع و قمع کر دینا چونکہ ضرورتر ہے اسواسطے اگر کوئی دقت کسی کو اس سے ہو (گو بظاہر اول سے اجازت حاصل کرنے مین کوئی دشواری نہین ہے) تو اوسکو صبر اور فراخدلی سے برداشت کرنا چاہیئے۔ گورنمنٹ درحقیقت ایسے عملدرآمد پر مجبور ہے۔ بدمعاشون نے بہت ہی سر اوٹھا رکھا ہے اون کے سر کچلنے مین ہمکو ہر طرح گورنمنٹ کی مدد کرنا چاہیے اور گورنمنٹ کا ہاتہ بٹانا چاہیئے۔

——— خان بہادر شمس العالم شہید ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولس بنگال (جو انارکسٹانہ جرایم کی بیخ کنی مین دل و جان سے مصروف رہتے تھے)۔ ہائی کورٹ کلکتہ مین ایک پاجی انارکسٹ کے ہات سے مارے جانے نے ایک مزید ثبوت اسکا پیدا کر دیا ہے کہ یہ گروہ کیسا کچہ دشمن ملک و گورنمنٹ ہے۔ نہایت غور کے لائق ہے کہ باوجود اسقدر پکڑ دھکڑ کے یہ حرام خور اسوقت تک باقی ہین۔ اور اپنے وحشیانہ حرکات سے جو سراسر ملک کو تباہ کرنے والی ہین باز نہین آتے۔ اور گورنمنٹ کو مجبور کر رہے ہین کہ وہ مزید سخت کارروائی کرے۔ ہمارے حاکمون نے جس حلم اور بردباری سے ابتک کام لیا ہے وہ ایسا بے نظیر ہے کہ ایشیائی حکمرانی مین اوس کی کوئی مثال نہین ملیگی نہایت بدنصیبی کی بات ہے کہ بجائے اسکے کہ انگریزون ہندوستانیون ۔ حاکمون محکومون

مین محبت اور اعتبار بڑہنے کی کوشش ہم اہل ہند کرین۔ ہم مین سے ایسے روسیاہ ناشدنی پیدا ہو گئے مین جو صبر و استقلال کو ہلائے ڈالتے ہین۔ ان ہی لوگون نے ایجوکیشن کو سخت بدنام کیا ہے۔ اللہ تعالے ان وحشیون کے ناپاک وجود سے جلد ہندوستان کو پاک کرے تاکہ سرکار دولت مدار اور اہل ملک کو چین و آرام ملے۔ آمین

ابتدائی زنانہ نصاب تعلیم

(مولفہ مسز فاطمہ شیخ ایڈیٹر رسالہ پردہ نشین آگرہ)

ان کتابون مین عورتون کے متعلق بہت سی کارآمد باتین بتائی گئین جس سے پڑہنے والی لڑکیون کا دل اُچاٹ نہین ہوتا اور وہ شروع سے ایسا سبق حاصل کرتی ہین کہ اُنکی آئندہ زندگی مین اور معاملات خانہ داری مین نہایت کارآمد ہوتا ہے اہل ملک کو ایسی تصانیف کی قدر کرنا چاہئے اور اپنی لڑکیون کو یہ مفید کتابین ضرور پڑہانی چاہئین۔ بڑا مفید سلسلہ ہے۔

لڑکیون کے پڑہنے کا قاعدہ ... قیمت فی جلد ۹ پائی

لڑکیون کی پہلی کتاب ... ار

لڑکیون کی دوسری کتاب ... ۲ر

لڑکیون کی تیسری کتاب ... ۳ر

لڑکیون کی چوتھی کتاب ... ۴ر

لڑکیون کی پانچوین کتاب ... ۵ر

ملنے کا پتہ

منیجر کارخانہ عزیزی پریس آگرہ

خلوص مذہ ایک نئی طرز کا ناول لکھا ہے جسمیں ہندی مسلمانوں کو شعراء کی تعلیم کی ضرورت کا اظہار کیا ہے مفکر قوم یعنی مولانا
حالی اقبال اور ڈپٹی نذیر احمد صاحب کی مشہور نظموں کا خلاصہ روپ دکھایا ہے۔ نہایت خوش قلم مختلف رنگین وشتی سو
کاغذ ولایتی اعلیٰ درجہ کا قیمت علاوہ محصول ۴ر

تاریخ افغانستان معہ حیات حبیبیہ

ہندوستان کا ہر چھوٹا بڑا افغانستان کے معاملات علاوہ سرحدی حالات سے دلچسپی رکھتا ہے۔ بالخصوص
جبسے کہ امیر حبیب اللہ خاں والی کابل ہندوستان کی سیاحت فرما گئے ہیں۔ یہاں کی مخلوق
اپنی سرکار برطانیہ کیلئے اس تعلق کو نیک فال سمجھنے لگی ہے۔ اس قابل دید انتخاب میں
افغانستان کے متعلق کافی واقفیت بڑھانیوالے مضامین اور تاریخی حالات درج ہیں۔ قریب اٹھ دس تصویریں امیر صاحب
اور انکے متعلقین کی شامل ہیں۔ ٹائیٹل پیج رنگین اور لکھائی چھپائی نہایت نفیس۔ قیمت بلا جلد بندھی ہوئی ۱۲ر فی جلد
مجلد ۸ر علاوہ محصولڈاک۔

قومی گیت

ملک پر فدائیان قوم اور جوانان ملت اس قابل قدر انتخاب کو منگا کر ملاحظہ فرمائیں۔ بڑے بڑے
قومی شاعروں کے چیدہ کلام جمع کئے ہیں۔ پروفیسر اقبال خواجہ الطاف حسین صاحب حالی
نواب صدر یار جنگ۔ چودھری خوشی محمد بی۔ اے۔ آغا شاعر دہلوی۔ عبد المجید صاحب پلیڈر۔ عبد الرحیم صاحب پلیڈر لاہوری
جیسے سحر نگار قومی شاعروں کے جذبات ملاحظہ کرنے ہیں تو قومی گیت کی ایک جلد ضرور منگا کر اپنے کتب خانہ میں شامل
کیجئے۔ اگر عورتیں اس نادر مجموعہ کو پڑھیں تو اخلاق و تہذیب کی مجسم دیویاں بنجائیں۔ قوم کے بچے اگر زبانی یاد کرلیں تو سونے
بنکر مال پر چال لائیں۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ درجہ کی ہے قیمت ۴ر علاوہ محصول۔

شریف بیبیاں

جبتک عام مستورات کو یہ معلوم ہو کہ ہمارے فرقہ کی جنسیں ہی دنیا میں کیا کیا نام کر گئی ہیں
اور ان میں وہ کیا قابلیت تھی جسکی وجہ سے انکی ساری دنیا تعریف کرتی ہے۔ اس وقت
تک عورتوں کو اپنی حالت درست کرنے کا شوق پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ کتاب مشہور عورتوں کے حالات کا ایسا اچھا
انتخاب ہے کہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ قیمت ۵ر علاوہ محصول۔

ملنے کا پتہ۔ کارخانہ عزیزی پریس آگرہ۔

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کا ایک مشہور پولیٹیکل و علمی رسالہ
العزیز آگرہ
اڈیٹر - - - حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب
سب اڈیٹر - - - منشی محمد عبدالرؤف خاں آلف
ہر انگریزی ماہ کی ابتدائی تاریخوں میں شائع ہوتا ہے۔
قیمت سالانہ دو روپیہ (عہ)
منشی محمد عبدالعزیز خاں ناشر کی اہتمام سے مطبع عزیزی پریس آگرہ میں چھپا

فروری ۱۹۱۰

العزیز

(قیمت سالانہ عمر)

مقاصد رسالہ

(۱) مسلمانوں میں پولیٹکل اور علمی روشن ضمیری پھیلانا۔

(۲) مسلمانوں کی ترقی مدارج کے ذرائع پر بحث کرنا۔

(۳) انگریزوں اور مسلمانوں میں حقیقی دوستی پیدا کرنے اور بڑھانے کے اسباب پر غور کرنا۔

رسالہ "العزیز" کی قیمت منشی عبدالعزیز خاں صاحب مالک رسالہ العزیز کے نام پر محلہ قرول باڑہ شہر آگرہ کے پتہ سے آنا چاہیے۔

مضامین کے متعلق خط و کتابت حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب رئیس دتاولی اڈیٹر رسالہ العزیز سے سول لنس آگرہ کے پتہ پر براہ راست یا بوساطت منشی محمد عبدالعزیز خاں صاحب مالک رسالہ العزیز یا سب اڈیٹر رسالہ العزیز کے ہونا چاہیے۔

رسالہ العزیز کی خریداری کی درخواست دونوں صاحبوں میں سے کسی سے یعنی حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب یا منشی محمد عبدالعزیز خاں صاحب سے کیجا سکتی ہے۔

بابت ماہ فروری ۱۹۱۰ء

سیلاب مکہ مکرمہ میں

چونکہ اس سال ۱۰ جنوری مطابق ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ ہجری میں پھر ایک سیلاب مکہ مکرمہ میں آیا جس سے جان و مال کا نقصان ہوا اس واسطے غالباً رسالہ العزیز کے ناظرین دلچسپی سے مکہ مکرمہ کے سلسلہ وار گذشتہ سیلابوں کے حال کو پڑھیں گے۔

مکہ مکرمہ میں سیلاب

مکہ مکرمہ کی تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں پر ہمیشہ سیلاب آتے رہتے ہیں ایوب صبری آفندی نے اپنی کتاب (مرآت مکہ) میں لکھا ہے کہ ہر پندرہ برس میں ایک سیلاب ضرور آتا ہے۔ مگر ہر سیلاب طوفان خیز نہیں ہوتا۔ معمولی سیلاب چھوٹے ہوتے ہیں جن سے صرف راستے کچھ کٹ جاتے ہیں لیکن کبھی یہ سیلاب ایسی بڑی آتی ہیں کہ مکانات دوکانات ڈھ جاتے ہیں اور حرم محترم ایک تالاب ہو جاتا ہے۔

اگرچہ ابواب حرم شریف اسی غرض سے زمین سے چند فٹ اونچے بنائے گئے ہیں مگر پانی کے بڑے بہاؤں کو وہ روک نہیں سکتے اور پانی داخل مسجد ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ بعد ازیں مفصل معلوم ہوگا۔

مکہ مکرمہ کی بارش اور موقع شہر و حرم

جس قطع زمین پر شہر مکہ مکرمہ واقع ہوا ہے اوس پر بارش بہت کم ہوتی ہے۔ اکثر سال سال دو دو سال کا وقفہ ہو جاتا ہے مگر تاہم بارش کے مہینے اوس ملک میں۔ دسمبر جنوری اور فروری ہیں۔ مکہ مکرمہ میں بادل و بارش جنوبی سمت سے آیا کرتے ہیں اور تین چار انچہ مینہ ان مہینوں میں برس جاتا ہے۔ وہاں مینہ ہمیشہ نہایت کڑک اور چمک سے

برستا ہے شاید ہی کبھی خاموش بادل آتے ہوں ورنہ رعد تسبیح خواں بھی گزرا کرتا ہے۔
جدہ سے لیکر جبل قرا تک (جن میں تقریباً اسی میل کا فاصلہ ہوگا) برابر ڈھلوان زمین ہے۔ اور شہر مکہ کرمہ
تخمیناً فاصلہ میں جدہ اور جبل قرا کے واقع ہے۔
شہر مکہ وادی (میدان) میں آباد نہیں ہے بلکہ چند پہاڑیوں (جبل ہندی۔ جبل ابی قبیس۔ جبل فلفل۔ جبل صفا مروہ وغیرہ) پر بلند و پست آباد ہے اور حرم محترم ان سب پہاڑیوں کی جڑوں میں بنا ہوا ہے۔
شہر مکہ کرمہ کی بلند سمت کو جو تقریباً جبل قرا کی طرف ہے۔ (معلی) کہتے ہیں اور پست سمت کا نام مسفلہ ہے۔

پس جب کبھی بارش شہر مکہ کی بلند سمتوں کی اون پہاڑوں پر ہوتی ہے جن کے پانی کے بہاؤ کا قدرتی راستہ حرم شریف کے پاس سے ہے تو وہاں ایک سیلاب آجایا کرتا ہے اور جبکہ بارش کچھ بھی زیادہ ہے تو مسجد شریف تک میں پانی گھس پڑتا ہے۔ اگرچہ اسکا انتظام وقتاً فوقتاً بند لگاکر یا بڑی بڑی موریاں بناکر کیا گیا ہے کہ سیلاب کا زور خانہ کعبہ کی طرف سے ہٹ جاوے مگر اوس سے اسوقت تک کامیابی نہیں ہوئی ہے اور جب کبھی پانی تیزی سے آتا ہے تو اپنے ساتھ راستہ کی پڑی ہوئی لکڑی ڈنگری کنکر پتھروں کو لیتا ہوا آتا ہے جس سے بدررو میں اور مجرائے آب بند ہو جاتے ہیں اور پانی بے قابو ہو جاتا ہے۔
مگر امید ہے کہ ترکی پارلیمنٹ فن انجنیری کی ترقی کردہ قوت کے ذریعہ سے اب کے سیلاب کو دیکھ کر اسکا کافی انسداد آئندہ کے واسطے کرسکے۔

سیلابوں کے تاریخی حالات

زمانہ جاہلیت کے متعلق ایک سیلاب کا تذکرہ تاریخ کی کتابوں میں اسطرح ملتا ہے کہ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ ایک چھوٹے سے ٹیلہ پر بنایا مگر تاہم سیلابوں کے سبب سے وہ کافی محفوظ نہ تھا حتیٰ کہ کبھی کبھی پانی اوسکے اندر تک چلا جاتا تھا۔
اسواسطے (قبیلہ بنی خزاعہ) نے ایک سیلاب کے آنے کے بعد جس سیلاب کا نام (سیل القارہ) اسوجہ سے پڑگیا کہ اونکے قبیلے کی ایک مشہور بی بی (قارہ) نامی اُس سیلاب میں ڈوب گئی تھی خانہ کعبہ کے گرد ایک چھوٹی سی دیوار بنادی تھی تاکہ اُس سے بعد آنے والے سیلوں کی زد سے بیت المقدس گھر بچا رہے۔

لیکن بعد از ہجرت آنے والے بہت سے سیلابوں کا حال کتب تاریخ میں تذکرہ ہے۔ مثلاً:-

(سیل ام نشہل) جناب امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب کے عہد خلافت میں ۱۷ھ ہجری میں آیہی اس سیلاب میں (مقام شریف یعنی وہ پتھر جس پر چڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام و بیوار کعبہ شریف کو بنایا کرتے تھے) بہہ گیا۔ بعد پانی کے اوتر جانے کے اہالی بیت اللہ نے بہ تلاش تمام اوس پتھر کو نصف میل کے فاصلہ پر حاصل کیا۔ مگر چونکہ اوس جگہ کا ٹھیک تعین یہ لوگ نہ کر سکے جہاں پر کہ اول وہ متبرک پتھر تھا تو سب نے اسکی اطلاع (مدینہ طیبہ) میں خلیفہ اول کو کی۔ اور آپ اس خبر کو پاکر فوراً مکہ مکرمہ میں تشریف لائے۔ اور یہ معلوم کر کے (مُطّلِب بن ابی وداعہ سہمی) نے احتیاطاً ایک لکڑی کے ذریعہ سے (مقام شریف) کا فاصلہ خانہ کعبہ اور چاہ زمزم سے کسی وقت میں ناپ رکھا تھا۔ (مُطّلِب) موصوف کو مع لکڑی کے بلا بھیجا اور پھر اُس لکڑی سے ناپ کر مقدس پتھر کو وہاں پر رکھدیا جہاں پر اول تھا اور وہ وہی جگہہ ہے جس مقام اِس وقت مقام ابراہیم ہے۔

اِس سیلاب میں چونکہ (ام نشہل) بنت عبیدہ بن سعید بن العاص بن امیہ ڈوب کر مرگئی تھیں اسوجہ سے اسکا نام (سیل ام نشہل) پڑ گیا۔

(سیل الجحاف) ۸۰ھ ہجری میں (عبد الملک ابن مروان) کے عہد میں آٹھویں ذالحجہ کو جبکہ حجاج حج کے واسطے بیرون شہر جاکر جمع ہو رہے تھے صبح کی نماز کے وقت اوپر کی طرف سے ایسی تیزی سے پانی کا آنا شروع ہوا کہ لوگ اپنے سامان وغیرہ کو چھوڑ کر پہاڑیوں پر چڑھ گئے اور یہ سیلاب تمام سامان کو حاجیوں کے لیتا ہوا خانہ کعبہ کے پاس سے اسطرح گذرا کہ سامان مذکور کعبہ شریف کی چاروں طرف جمع ہو گیا اور نقصان کثیر لوگوں کا ہوا۔

چونکہ (جحف) چھلکا اوتارنے یا نقصان پہنچنے کو کہتے ہیں۔ پس اس سیل کا نام اس مناسبت (سیل الجحاف) ہو گیا۔

جبکہ عبد الملک کو یہ خبر پہنچی تو اونہوں نے خاص کمیشن اس کام کے واسطے مقرر کیا جس نے تمام گرے ہوئے مکانوں کو بنوایا اور سیلاب کے آنے کے راستہ کو کھلا اور پختہ کیا اور اہالی مکہ کی بے حد مدد کر کے اونکے نقصانوں کی تلافی کر دی۔

(سیل عمر بن عبد العزیز) ۹۷ھ یا ۹۸ھ ہجری میں آنے والے سیلاب کا نام ہے۔

مذکورہ بالا دونوں سالوں میں سے ایک میں عمر ابن عبدالعزیز حج کو تشریف لائے تھے اوس زمانہ میں کئی سال سے اوس ملک میں بارش نہیں ہوئی تھی پس وہاں کے عابدین اور اشراف کے کہنے سے دعاء باراں فرمائی۔ خدا نے اوس دعا کو قبول کیا۔ مگر بارش زیادہ ہونے کے سبب سے نوبت سیلاب کی پہنچ گئی لیکن کچھ زیادہ نقصان نہیں ہوا۔

(سیل ابو شاکر) سنہ ۱۲۰ ہجری میں ایک سیلاب آیا۔ چونکہ اُس سال کے حاجیوں کے قافلہ سالار کا نام "ابوشاکر" تھا اسوجہ سے یہ سیل اوسکے نام سے مشہور ہو گئی۔

(سیل مخبل) سنہ ۱۸۴ ہجری کی ایک شدید سیلاب کا نام ہے۔

(سیل حنظلہ) سنہ ۲۰۲ میں ایک بڑا سیلاب آیا جس میں اس خوف سے کہ کہیں (حجر ابراہیم) بہ نجاسے لوگوں نے اوسکو اوکھاڑ کر ایک بلند جگہ پر رکھ دیا تھا جسکو بعد چلے جانے سیل کے اصل جگہہ پر جما دیا۔ اس سیلاب میں بکثرت مکانات گرے اور بہت نقصان ہوا۔

اس سال میں دوالی مکہ۔ گورنر مکہ) کا نام (حنظلہ) تھا اسواسطے یہ سیلاب اوسکے نام سے موسوم ہے۔

اس سیلاب کے چھ برس کے بعد ایک اور ایسا بڑا سیلاب آیا کہ حرم شریف کی دیواریں جا بجا سے گر گئیں اور تمام حرم باہر سے بہکر آئے ہوے مٹی اور کنکروں پتھروں سے بھر گیا۔

سنہ ۲۵۳ ہجری میں حرم محترم میں اتنا پانی بھر گیا تھا کہ (حجر اسود) تک چڑھ گیا (حجر اسود تین گز چار انگل زمین سے اونچا ہے۔)

سنہ ۲۶۲ ہجری میں بھی ایک سیلاب آیا۔

سنہ ۴۳۴ ہجری میں ایک سیلاب آیا۔

سنہ ۶۵۳ ہجری میں ذیقعدہ کی چودہویں کو ایک سیلاب آیا جسکا حال (قاضی برہان الدین) نے لکھا ہے کہ حرم شریف کے اندر پونے آٹھ ہات پانی بھر گیا تھا اور پانی کے زور سے بہت سے ستون مسجد شریف کے اکھڑ کر گر گئے۔

سنہ ۸۳۰ ہجری میں ایک ایسا سیلاب آیا کہ خانہ کعبہ کے اندر ایک بالشت پانی تھا (خانہ کعبہ کی دہلیز چار گز آٹھ انگل زمین سے اونچی ہے)

سنہ ۸۰۲ ہجری میں ۱۰ جمادی الاول روز پنجشنبہ کو ایک سیلاب عظیم آیا جس سے بہت نقصان شہر کو

حرم شریف کا ہوا۔ پھر اس کے آٹھ سال کے بعد ۲۲ ذی الحجہ سنہ ۸۱۰ ہجری کو عصر کے وقت ایک سیلاب آیا
سنہ ۸۸۰ ہجری میں جو سیلاب آیا اسکا حال (امام سمہودی) نے لکھا ہے کہ مکانات کی چھتوں تک پانی
چڑھ گیا۔ اور جب پانی اوتر گیا تو حرم شریف کے اندر ایکسو اسی لاشیں آدمیوں کی نکلیں۔
سنہ ۸۸۴ ہجری میں چودھویں ذیقعدہ کو جو سیلاب آیا اوسمیں خانہ کعبہ کے اندر ایک قدِ آدم پانی ہو گیا تھا۔
شہر کے سیکڑوں مکانات اور دوکانیں گر گئیں۔ حرم شریف کے اندر ستر لاشیں ملیں۔
ما بین سنہ ۸۸۴ھ و سنہ ۱۰۳۹ھ ہجری دو سیلوں کا آنا تاریخوں میں لکھا ہے مگر اون کے سنوں کا پتہ نہیں ہے
سنہ ۱۰۳۹ ہجری میں ایک بڑی سیل آئی۔ اس میں خانہ کعبہ کی دو دیواریں بالکل گر گئیں۔
(اسکے متعلق کسی قدر مفصل حال ہم آگے کو لکھیں گے۔)
سنہ ۱۰۹۰ھ میں بھی ایک بڑا سیلاب آیا۔
سنہ ۱۰۹۱ ہجری میں پھر ویسا ہی بڑا سیلاب ۲۳ ذی الحجہ کو آیا۔ اس تاریخ میں عصر کے وقت معمولی سا
مینہ برس کر تھم گیا تھا کہ رفتہ رفتہ سیل کا آنا شروع ہوا حتیٰ کہ خانہ کعبہ کے اندر تک پانی چلا گیا۔ مگر جلد اوتر بھی گیا۔
سیلاب کے اوتر جانے پر پچیس لاشیں دستیاب ہوئیں مکانات اور دوکانات بہت ٹوٹ گئیں۔
سنہ ۱۲۷۸ ہجری میں بعہد (سلطان عبد العزیز خاں مرحوم) ایک بڑا سیلاب آیا۔ یہ سیلاب رات کے وقت
ایسی حالت میں آیا کہ لوگ اپنے گھروں میں اور نیز حرم شریف کے اندر سو رہے تھے جن میں سے بکثرت
ڈوب کر جنت میں آرامگاہ ہوئے۔ ایک ہفتہ تک یہ سیلاب رہا اوسکے بعد آہستہ آہستہ اوترا۔ جب پانی نکل گیا
تو حرم شریف کے اندر جا بجا مٹی اور پتھروں کے بڑے بڑے تودے بنے ہوئے پائے گئے جنکو بمشکل
اوٹھایا گیا۔
سنہ ۱۲۹۳ ہجری میں پھر ایک بڑا سیلاب آیا مگر اس مرتبہ اول کی نسبت کم تھا۔
اسکے بعد سنہ ۱۳۲۷ھ کا سیلاب ہے جسکی وجہ سے یہ مضمون لکھا گیا ہے۔

سنہ ۱۰۳۹ھ کے سیلاب کا مفصل حال

اس سال میں سیلاب کے آنے سے اول کعبہ شریف کی دیواریں چونکہ بہت بوسیدہ تھیں اسواسطے سیلاب زیر بحث سے پہلے اول کے حالات بھی بیان کر دینا مناسب ہے۔ پس اول ہم اونکو لکھیں گے اور اسکے بعد سنہ ۱۳۲۷ ہجری کے سیلاب کا حال لکھیں گے۔

جو اب سلطنطنیہ کے نائب حکومت (مصطفےٰ آغا) متعینہ جدہ کو لکہا کہ تم بلا توقف تعمیر حرم وکعبہ کا کام جو کچہ ہو میری ذمہ داری پر شروع کردو اور شریف (مسعود) امیر مکہ جو ہے اوسکی تعمیل کرو۔ چنانچہ مصطفےٰ آغا معہ چوب عمارت وغیرہ کے جسقدر سامان ملسکا فوراً مکہ مکرمہ آیا۔ اور بمشورت امیر مکہ اور علی بن شمس الدین معتمد انجنیر گری ہوئی دیواروں کو تختی وغیرہ لگاکر مضبوط کردیا اور چہت کی روک کے واسطے شہتیر کہڑے کردیئے۔ یہ اصلاح ۱۹ شعبان شریف جمعرات کے دن سے شروع ہوکر تیسویں شوال تک ختم ہوئی۔ اور شہر سے معمولی کپڑا مول لیکر اوسے ہرا رنگاکر اوس سے کعبہ شریف کو ڈہانپ دیا۔

اگرچہ اس تمام حالات کی (محمد پاشا) والی مصر نے حضور سلطانی میں اطلاع کردی تہی اور مذکورہ بالا حکم احکام بہی نائب جدہ کے نام جاری کردیئے تہے۔ مگر تاہم یہ خیال کرکے کہ حج کا زمانہ بہت قریب ہے اپنے ایک سرکیشین غلام (رضوان آغا) کو بہی خلعت فاخرہ دے کر مکہ مکرمہ کو روانہ کیا اور ہدایت کی کہ چونکہ اسطنبول سے احکام آنے میں دیر ہوگی تم خود وہاں پہنچ کر جو کچہ ضروری انتظام ہو بمشورت شریف مکہ شروع کردو۔ اور شریف مکہ اور دیگر علماء اور اراکین مکہ کے واسطے خلعت وغیرہ بہی حسب قاعدہ اوسکے ساتھ کردیئے۔

(رضوان آغا) ۲۲ شوال کو شنبہ کے دن معہ خلعت وغیرہ کے مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ اور شریف مکہ نے اوسکو بڑی تکریم وتعظیم سے لیا اور یہ حکم مشورہ اوسکے اوس نواح سے جسقدر اونٹ۔ خچر وغیرہ میسر ہوسکے جمع کیا اور مٹی وپتہروں کے انبار اونکو جو حرم محترم میں جمع ہوگئے تہے نکلوانا شروع کردیا۔ غرضکہ ۲۰ دن کے عرصہ میں مسجد شریف کو ہر طرح صاف کردیا۔ سہیلی آفندی نے اپنے روزنامچہ میں لکہا ہے کہ ہر روز قریب چالیس ہزار بوجہوں کے (بوجہ سے مطلب ہے اونٹ یا گدہے کے اوپر ایک مرتبہ میں لادی ہوئی مقدار) مٹی وغیرہ نکالی جاتی تہی۔

رضوان آغا نے ایک رپوٹ خدیو مصر کو شروع ذیقعدہ میں روانہ کی جس میں اوس سامان کی تفصیل تہی جو درستی خانہ کعبہ کے واسطے مطلوب تہیں۔ چنانچہ اوس اطلاع کے پہنچتے ہی مصر سے تمام سامان معہ کاریگر بڑہیوں اور لوہاروں کو روانہ کیا گیا جو آخر ذیقعدہ تک جدہ میں پہنچ گیا۔ مگر جدہ سے مکہ مکرمہ تک لوازمات عمارت کے آنے میں بوجہ کاروبار حج کے ایک مہینے سے زاید لگا۔ غرضکہ ۱۲ محرم ۱۰۴۰ھ ہجری تک میں یہ سب سامان (یعنی چوب عمارت اور آلات معماری ونجاری وغیرہ اشیا) مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ چونکہ اس سیلاب عظیم کے سبب وہ نہریں بہی جن کے ذریعے مکہ مکرمہ میں پانی آتا تہا ٹوٹ اور اَٹ گئی تہیں۔ اس سبب سے

رضواں آغا نے بمشورت شریف و علما و اعیان مکہ اون کی درستی کرانا شروع کردیا تھا جن کاموں کے ختم ہونے کے بعد ۱۴ ربیع الثانی سنہ ۱۰۴۰ ہجری تعمیر دیوارہاے کعبہ شریف کے بنا کیجانے کا انتظام شروع کیا۔ اوسوقت کے انجینیروں کی یہ راے تھی کہ (۱) چونکہ بقیہ دیوارہاے کعبہ جا بجا سے کہلی ہوئی ہیں انکو سب کو توڑے بغیر اگر جوڑ لگایا گیا تو کام قطعاً بیہودہ ہوگا اسواسطے اونکو بھی توڑ ڈالنا چاہیئے۔ (۲) جو دیواریں کہ گر گئی ہیں اون کے بہت سے پتھر چورا ہوگئے ہیں پس اون پتھروں کو پھر لگانے سے کام مضبوط نہیں ہوگا۔ اسواسطے اون کو خارج کرنا چاہیئے اور اون کے عوض میں جدید پتھر لگائے جائیں۔ اسپر بہت سے علما اور اہالی شہر نے بسرگروہی (محمد علی بن علان) مفتی شافعی یہ کہکر کہ خانہ کعبہ کی بقیہ دیواروں کا ڈہانا جایز نہیں ہے اور بنیاے کعبہ کے واسطے دوسرے پتھروں کا استعمال جایز ہے اور اس پر یہ بھی اضافہ کرکے کہ (رضواں آغا) کا تقرر چونکہ بحکم سلطان نہیں ہوا ہے اسواسطے اوسکو کوئی حق تعمیر و ترمیم کعبہ کا نہیں ہے سخت مخالفت کی اور کاریگروں کو کام کرنے سے جبراً روکدیا۔ مگر رضواں آغا ایک مستقل مزاج اور سمجھدار شخص تھا اس شور و غل سے اوسنے بھی فوراً دوسرے عالموں کو یعنی (شیخ خالد بن احمد مفتی مالکی)۔ (عبد العزیز زمزمی مفتی ثانی شافعی)۔ (احمد بن محمد آق شمس الدین مفتی حنفی)۔ (عبد اللہ بن ابی بکر القرشی مفتی حنبلی) کو جمع کرکے سب حال بیان کیا جنہوں نے بالاتفاق یہ فتویٰ دیدیا کہ (یہ کام فرض کفایہ ہے اور چونکہ ضرورت اسکی ہے اسواسطے یہ کل عمل جایز ہیں) اس فتوی کے حاصل ہونے سے کارکنوں کی ہمت بڑہ گئی اور عوام الناس بھی خاموش ہوگئے اور کام شروع ہوگیا۔

اس عرصہ میں تمام واقعات یعنی سیل و انہدام کعبہ کی خبریں درسعادت (قسطنطنیہ) میں بھی پہنچیں اور باب عالی نے بلا کسی تاخیر کے فوراً حضور سلطانی میں یہ کاغذات پیش کردیئے جس پر ایک فرمان بنام والی مصر (محمد پاشا) کے صادر ہوا۔ کہ یہ کام قاضی مدینہ طیبہ (سید محمد افندی) کے سپرد کیا جاے اور خزانہ مصر سے یہودیوں کے جزیہ میں سے کافی مقدار روپیہ کی اس اہم کام کی غرض کے لیئے بھیجدی جاے اور مصر کے کسی دیندار کو بطور میر عمارت کے بہ ماتحتی سید محمد آفندی مقرر کردیا جاے۔ چنانچہ جب یہ فرمان مصر میں پہنچا تو خدیو مصر نے اپنے سیکرٹریوں وغیرہ کی ایک کمیٹی میں واسطے تعمیل کے اس مسئلہ کو پیش کرکے اون سے راے لی کہ میر عمارت کون ہو؟ چونکہ اس عرصہ میں (رضواں آغا) کارگزاری کی خبریں ان پہنچتی تہیں اسواسطے سب نے یہی مشورہ دیا کہ بماتحتی (سید محمد آفندی) کے (رضواں آغا) کو ہی میر عمارت مستقل کردیا جاے۔ چنانچہ والی مصر نے بھی اس راے کو پسند کرکے اسطنبول سے آئے ہوئے خلعت و فرمان کو (شریف مسعود شریف مکہ)

کے پاس معہ تمام دوسرے لوازم عمارت کی جو اس عرصہ میں مکہ مکرمہ سے طلب کئے گئے تھے اور روپیہ کو ایک خاص جہاز کے ذریعہ سے جس کے کپتان کا نام محمد بے تھا روانہ کردیا۔ یہ جہاز ۲۲ ربیع الثانی کو منگل کے دن جدہ پہنچ گیا۔ (اور یہ وہی زمانہ تھا جب کہ مکہ مکرمہ میں کعبہ شریف کے تعمیر کے شروع کرنے پر قال و قیل ہو رہی تھی) جہاز کے جدہ میں آتے ہی لکڑی کے تختوں (جمع تختے کی نہ کہ تخت کی) کو اونٹوں پر لدوا کر مکہ مکرمہ کو بھیجدیا جو تیسرے دن وہاں پہنچنا شروع ہو گئے۔ ان تختوں کے آتے ہی سب سے اول رضوان آغا نے بمشورت انجینیروں وغیرہ کے یہ کام کیا کہ اطراف کعبہ میں اون کی ایک دیوار تیار کرانی شروع کرادی تا کہ دیواروں کا گرانا وغیرہ عوام کی نظر سے پوشیدہ رہے۔

اس اثنا میں قاضی مدینہ (سید محمد آفندی) بھی مکہ مکرمہ میں پہنچ گئے اور ۲۷ ربیع الثانی کو فرمان عالی سلطانی بحضوری قاضی مذاقی و علماء و اعیان و اکابر و اشراف مکہ بڑی طمطراق سے پڑھا گیا اور خلعت وغیرہ تقسیم کئے گئے مگر اس عرصہ میں شریف مکہ (شریف مسعود) سخت علیل تھے اس وجہ سے قرأت فرمان کی رسم میں وہ خود حاضر نہ ہو سکے بلکہ اپنے شریف بھائی (شریف عبدالکریم) کو وکالتاً اپنی طرف سے بھیجدیا تھا۔

بحکم الٰہی دوسرے دن شریف مسعود کا انتقال ہو گیا جس کے سبب سے مکہ مکرمہ میں ایک ہلچل مچ گئی اور امن عامہ میں خلل سا آنے کے سبب سے تعمیر کعبہ میں بھی از سر نو خطرہ پیدا ہو چلا۔ مگر رضوان آغا نے بمشورت اعیان و اکابر شہر مکہ جرأت کر کے شریف مرحوم کی جگہ (شریف عبداللہ) کو تا آمدن حکم سلطانی کے جانشین ہونے پر راضی کر کے مقرر کر دیا۔ جس کے سبب سے از سر نو امن ہو گیا اور سب کاروبار جاری ہو گئے

اختصار بیان کے واسطے بطور روزنامچہ کے حالات کا لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

یکم جمادی الاول سنہ ۱۰۴۰ ہجری، در جمعہ علماء اور اشراف و عمائد شہر اور حکام سرکاری نے ان پتھروں کا بین کر اکٹھا کرنا شروع کیا جو دیوار ہائے کعبہ کے گرد پہلے پڑے تھے۔

اور اسی تاریخ سے دیوار میں لگانے کے واسطے جدید پتھروں کا چھیلنا شروع کیا گیا۔

۲ جمادی الاول کو یہی کام ہوتا رہا اور مطاف میں جو سنگ مرمر میں وہ اوکھاڑے گئے۔ اور خانہ کعبہ کے گرے ہوئے پتھروں میں سے جو کام کے قابل تھے اون کی چھیل چھال کی گئی اور لکڑی کا چیرنا شروع کیا گیا۔

۳ جمادی الاول کو وہ پٹیاں ملبہ میں سے نکالی گئیں جو مضبوطی کعبہ کے واسطے سنہ ۱۰۲۱ھ میں لگائی گئی تھیں (ان پٹیوں پر سے جو سونا اوتارا گیا اوس کی مقدار دس ہزار درم ہوئے اور جو چاندی اوتاری گئی اوسکی

مقدار ایک لاکھ بیس ہزار درم کے برابر ہوئی۔ مگر اس مقدار میں وہ سونا چاندی شامل نہیں جو درکعبہ کے سمت کی دیوار کی اینٹوں میں سے نکلا۔)

۲۲ جمادی الاول ایک دیوار تختوں کی مطاف کے گرد اوٹھانا شروع کی گئی تاکہ اون دیوار ہاے کعبہ کا ملبہ اوسمیں جمع کیا جاے جو اب گرائی جانے لگیں۔

۲ جمادی الثانی کو خانہ کعبہ کی اون دیواروں کو جو سیل میں گرنے سے رہ گئی تہیں۔ اشراف وسادات مکہ نے بوجود گی رضوان آغا اور انجنیروں اور معماروں کی از سرنو اس غرض سے ملاحظہ کیا کہ آیا انکا بدستور چہوڑ دینا از روے فن عمارت ممکن ہے یا نہیں۔ چنانچہ سب نے بالاتفاق قرار دیا کہ یہ بالکل بوسیدہ ہیں انکا بدستور چہوڑ دینا خطرناک ہے۔ اسپر ایک محضر تیار کیا گیا جسپر سب نے معہ دوسرے بہت سے اہل شہر دستخط اور مہریں کیں۔

۳ جمادی الثانی کو اس محضر کے تیار ہوجانے پر ان دیواروں کا گرانا بہی شروع کیا گیا۔

۶ جمادی الثانی (شریف علی بن برکات) اور تمام علما اور اکابر شہر جن میں (شیخ محمد علی ابن علان) بہی شامل تھے جمع ہوے اور سب نے اپنا اطمینان ظاہر کیا کہ کام بہت خوبی سے ہو رہا ہے۔

۱۸ جمادی الثانی تک تمام دیواریں ٹوٹ چکی تہیں صرف اوس کونہ کی چند پتہر جس میں کہ (حجر اسود شریف) ہے۔ کوئی دیوار باقی نہیں رہی تہی۔

۱۹ جمادی الثانی کو نیو میں سے پتہروں کا نکالنا شروع کیا گیا اور اوسکو اسقدر گہرا کیا گیا کہ بنا (ابراہیمی) کی علامت کی سبز پتہروں کی نکل آئی۔

۳۰ جمادی الثانی کو اتوار کے دن نیو کا بہرنا شروع ہوا۔

۲۴ جمادی الثانی کو محلہ (شیخ محمود) سے لون جدید پتہر نکالانا شروع ہوا جو وہاں پر کعبہ شریف کے واسطے گہواے کئے تہے۔

۲۶ جمادی الثانی نیو زمین مطاف کی برابر آگئی۔ اور اس تاریخ میں شریف مکہ اور علماء مکہ نے جمع ہوکر بادشاہ وقت کے حق میں دعاء خیر کی۔ اور جو خلعت منجانب سلطان اس تقریب کی مناسبت سے آئے ہوئے تھے اونکو رضوان آغا نے شریف صاحب قاضی۔ نایب الحرم اور دوسرے مستحقین کو پہنایا۔

حاضرین میں سے کسی عالم نے (جسکے نام کا پتہ نہیں ملتا ہے) (رفع اللہ قواعد بیت الحرام) مادہ تاریخ

تجویز کیا۔

اس جلسے کے ختم کے بعد تمام حاضرین نے تلاوت کلام مجید فرمائی اور سلطان کے واسطے پھر دعا کی۔ اور رضوان آغا نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ چاروں مصلوں پر علما جمع ہو کر پورے قرآن مجید کا ختم کیا کریں اور ختم کے بعد دیوار کعبہ کے پاس دعا کیا کریں اور نیز تین فقیہ صبح علی الصباح حاضر ہو کر معماروں کے کام کرنے سے اول سورہ فاتحہ پڑھا کریں۔ چنانچہ ختم عمارت تک یہی دستور رہا۔

۳۰ جمادی الثانی کو رکن یمانی کا پتھر لگایا گیا۔ (یہ پتھر ٹوٹ گیا تھا جسکو سیسہ پگھلا کر جوڑا گیا ہے۔)

۱ رجب کو حجر اسود کے پاس کے پتھر درست کر کے لگائے گئے۔

جس وقت کہ حجر الاسود کے پتھر لگائے جاتے تھے تو معماروں نے کہا اگر اجازت ہو تو حجر مقدس کو ذرا ہٹا کر لگا دیا جائے مگر رضوان آغا نے یہ کہا کہ یہ کوئی میں نہیں ہے منع کر دیا اور حجر الاسود جہاں پر تھا وہیں قایم رہا۔

۲۰ رجب کو خانہ کعبہ کی چوکھٹ لگائی گئی

۱۲ شعبان کو خانہ کعبہ کے اندر کے ستون کھڑے کئے گئے۔

۱۵ شعبان کو خانہ کعبہ کی چھت بننا شروع ہوئی۔

۲۶ شعبان کو میزاب رحمت یعنی پرنالہ شریف لگایا گیا۔

۲۹ شعبان کو طواف کعبہ میں جو لکڑیوں کی دیواریں اور پاڑہ وغیرہ تھیں اونمیں سے اکثر اوتاری گئیں۔

یکم رمضان شریف کو شریف صاحب و قاضی صاحب و علما و سادات و اکابر شہر خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور غلاف شریف پہنایا گیا اور دروازہ شریف میں کواڑیں لگائی گئیں۔ اور اوسکے بعد جناب سلطان خلعت فاخرہ شریف صاحب اور والی مکہ اور شیبی صاحب اور سید محمد آفندی اور دوسرے معماروں اور نجاروں کو پہنائے گئے۔

۵ شوال کو اس تعمیر کے بعد اول داخلی ہوئی۔

اسمٰعیل

نوٹ۔ غالباً اس موقع پر ہمارے رسالے کے ناظرین کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوگی کہ منجملہ اون معماروں کے جنکو اس مقدس عمارت کے بنانے کا شرف حاصل ہوا ایک ہندوستانی معمار بھی تھا جسکا کہ نام (محمود) تھا رحمت اللہ علیہ۔

دُمدار تارے

اُردو (دُمدار یا پُچھلا تارہ)۔ انگریزی (کامٹ) عربی (ذوذنب)

چونکہ آجکل ایک دمدار تارہ نکل رہا ہے اور دوسرا ایک دمدار تارہ نکلنے والا ہے اسواسطے ان کے متعلق کچھ لکھنا اور ذیل کی سطریں ہدیہ ناظرین کرنا ہر طرح موزوں ہے۔

موجودہ دمدار تارے کی، اور اس دمدار تارے کی جو اگلی اپریل میں نکلنے والا ہے۔ خاص خاص حالات ہم آخر میں بیان کریں گے۔ کیونکہ اول میں عام حالات کا بیان کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ دُمدار تاروں کی ماہیت اول معلوم ہوجاوے۔

دُمدار تارہ کسکو کہتے ہیں

اگرچہ عام طور پر دُمدار تارہ اوس تارہ کو کہتے ہیں جس کے ساتھ روشن دم ہوتی ہے۔ مگر علماء ہیئت نے دمدار تارہ ایک خاص قسم کے تاروں کا نام رکھا ہے جن میں سے بعض کی دم ہوتی ہے اور بعض کے نہیں ہوتی بلکہ اکثر کے نہیں ہوتی اور یہانتک تحقیق ہوا ہے (جیساکہ آگے آئے گا) کہ دمدار تاروں کی دُمیں بھی کسیوقت میں بالکل جاتی رہتی ہیں۔

ویسے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ دُمدار تارے مدتوں بعد نکلا کرتے ہیں (اور یہ سمجھا جاتا ہے سچ بھی ہے کہ بڑے بڑے دمدار تارے شاذونادر ہی ایسے موقعوں پر آجاتے ہیں کہ بغیر دوربین اور آلات کے آنکھوں سے دیکھہ پڑتے ہیں) لیکن اصل یہ ہے کہ ایسے تارے قریب چھ سو کے معلوم ہوچکے ہیں جنکو دمدار کہتے ہیں۔ اور دوربینوں کے ذریعہ روزمرہ نکلتے اور چھپتے معلوم دیا کرتے ہیں۔

پہلے زمانہ میں خیال تھا کہ دُمدار تارے کرۂ نار میں کسیطرح کسی مادہ کے جلنے سے پیدا ہوکر پھر ناپید ہوجاتے ہیں مگر زمانہ حال میں یہ تحقیق ہوا ہے کہ جس طرح سورج کے گرد عطارد۔ زہرہ زمین وغیرہ سیارہ گھوما کرتے ہیں اوسی طرح اکثر (اکثر کے لفظ کو یاد رکھنا) دمدار تارے بھی گھوما کرتے ہیں گویا کہ دمدار تارے سیارہ ہیں لیکن۔ ان سیاروں اور دُمدار تاروں کی چال میں فرق یہ ہے کہ ان تاروں کا راستہ بہ نسبت تمام سیاروں کے راستوں کے نہایت طویل بیضوی دائرہ بناتا ہے جیساکہ نقشہ ذیل سے بخوبی سمجھ میں آئیگا۔

س۔ سورج
ع۔ عطارد
زہ۔ زہرہ
زم۔ زمین
مش۔ مشتری
زح۔ زحل
یو۔ یورنیس
پن ۔ پچوں
د ۔ دمدارتارہ

دمدار ستارہ (جیسا کہ نقشہ سے واضح ہے) سیاروں کے راستوں کو کاٹتا ہوا سورج کے پاس چلا آتا ہے اور پھر اسی طرح سب سے دور چلا جاتا ہے۔ مگر ہر دمدار ستارہ سورج کے اتنے پاس نہیں آجاتا کہ کل سیاروں کے راستوں کو کاٹ دے بلکہ بعض دمدار تارے بعض سیاروں کی نسبت سورج سے دور ہو کر نکل جاتے ہیں۔

غرضکہ جن تاروں کی آمد و رفت کے ایسے طویل قطر کا بیضوی دائرہ بناتے ہیں کہ کچھ یا کل سیاروں کے راستوں کو کاٹتے ہوئے سورج کے پاس پہنچ جائیں اون کو اس زمانہ میں دمدار ستارہ کہتے ہیں (خواہ اونکے ساتھ دم ہو یا نہ ہو) چونکہ ایسے دمدار تارے بھی دکھائی دیا کرتے ہیں کہ جو ایکمرتبہ آکر ہمیشہ کے واسطے چلے جاتے ہیں اسواسطے ہمنے اوپر اکثر کا لفظ لکھدیا تھا یعنی یہ کہ اکثر دمدار تارے ہمارے سورج کے گرد مثل دوسرے سیاروں کے گھوما کرتے ہیں۔ جو دمدار تارا ایکمرتبہ آکر پھر نہیں آتا اونکی بابت تین خیال ہیں ایک تو یہ کہ اوس کے راستہ کے بیضوی دائرہ کا قطر اتنا لانبا ہے کہ وہ ہزاروں برس کے بعد شاید پھر آئیگا۔ چنانچہ "دوناتی" نام ایک دمدار تارے کی بابت جو ۱۸۵۸ء میں نکلا تھا حساب سے معلوم ہوا ہے کہ وہ دو ہزار سال کے بعد پھر نظر آئے گا۔

دوسرے یہ خیال ہے کہ بعض دمدار تارے فضا ناتمناہی میں گھومتے ہوئے جب کبھی ہمارے سورج کی قوت جاذبہ کے حدود میں آجاتے ہیں تو ایکمرتبہ اوسکا بھی چکر لگا جاتے ہیں مگر پھر کہیں اور کو چلے جاتے ہیں اور دوبارہ اس نظام شمسی میں نہیں آتے۔

تیسرے یہ خیال ہے کہ چونکہ دمدار تاروں کی چال کبھی کبھی بے قاعدہ ہو جاتی ہے اسواسطے ہمارے سورج کے ساتھ والے دمدار تارے اوس کی قوت کشش سے کبھی باہر چلے جاتے ہیں اور کوئی دوسرا گھر پیدا کر لیتے ہیں اور اسلئے پھر لوٹکر نہیں آتے۔

بعض دمدار تاروں کی تاریخی حالات اور شکلیں۔

ہم نے اوپر کہا ہے کہ دمدار تارے دو چار دس بیس نہیں ہیں بلکہ سیکڑوں ہیں لیکن اون میں سے بعض ممتاز ہیں جنکے تاریخی حالات خالی از دلچسپی نہیں ہیں۔

سب دمدار تارے ایک شکل کے نہیں ہوتے ہیں یعنی بے دُم کے بھی ہوتے ہیں اور دُموں کی شکلیں بھی جدا جدا ہوتی ہیں بعض کے ایک دُم ہوتی ہے بعض کے دو اور بعض کے اس سے بھی زیادہ حتیٰ کہ چھ دُم والے تارے تک دیکھے گئے ہیں۔

۱۵۸۵ء اور ۱۶۸۲ء میں ایسے تارے نکلے جو مشتری کی مانند روشن تھے مگر اون کے دُمیں نہ تھیں۔ ۱۶۴۴ء

میں ایک دُمدار تارہ نکلا جس کی چوڑائی تیس اور اس کی دُموں کا طول دو کروڑ چالیس لاکھ فرسخ تھا۔ سنہ ۱۷۴۴ء کی تصویر ملاحظہ کرو تصویر والا صفحہ میں نمبر ۳ سنہ ۱۸۱۱ء میں دو دُموں کا ایک تارہ نکلا تھا اسکی تصویر ملاحظہ کرو صفحہ تصویر میں نمبر ۴۔

دمدار تاروں میں سے سنہ ۱۶۸۰ء اور سنہ ۱۷۰۲ء اور سنہ ۱۲۴۰ء اور سنہ ۱۶۲۹ء کے مشہور تاریخی تارے ہیں۔

سنہ ۱۸۱۹ء میں جو ایک دمدار تارہ شکل کا نمودار ہوا تھا۔ اوسکی تصویر ملاحظہ کرو صفحہ تصویر والا میں نمبر ۲ سنہ ۱۸۱۱ء میں ایک دمدار تارہ اس صورت کا نکلا تھا جس کی تصویر صفحہ تصویر والا میں نمبر ۱ پر ہے۔

اس تارے کا سر کا قطر ایک سو پچیس فرسخ تھا اور اوس کے سر کے اطراف کی روشن جھالر کا قطر اٹھتیس ہزار فرسخ پیمایش میں آئی اور اوسکی دُم تیس لاکھ فرسخ لانبی تھی اس تارہ کے متعلق خیال ہے کہ وہ اپنا دایرہ تین ہزار سال سے کم میں طے نہ کرسکے گا۔

دوناتی نامی دمدار تارہ جس کی بابت حساب سے معلوم ہوا ہے کہ وہ دو ہزار برس کے بعد پھر نکلے گا۔ اکتوبر سنہ ۱۸۵۸ء میں نکلا تھا۔ اس تارہ نے اوس زمانہ میں جبکہ وہ نظر آتا رہا آٹھ چھلکے اپنے اوپر سے اوتارے جو گولائی لئے ہوے تھے ساتویں چھلکا جب اوترا تو تارہ میں ایک سیاہ نقطہ سا نظر آیا۔ اول میں اسکی دُم سیدھی تھی مگر پھر خم کھائی ہوئی بنگئی۔ اور اس تارے کے سر میں سے روشنی کے فوارہ چھوٹتے ہوے کبھی معلوم ہوتے تھے۔ اور یہ تمام تبدیلیاں اوسوقت ہوئیں جبکہ سورج کے قریب یہ ستارہ تھا شکل اسکی ملاحظہ کرو صفحہ تصویر والا میں نمبر ۵

دُمدار تاروں کا قاعدہ ہے کہ آہستہ آہستہ آتے اور جاتے معلوم ہوا کرتے ہیں یعنی چھوٹے سے زرا بڑے پھر اوس سے زرا بڑے ہوتے جاتے ہیں اسی طرح رفتہ رفتہ غائب ہو جاتے ہیں مگر ۱۷ مارچ سنہ ۱۸۴۳ء ایک دمدار تارہ جس کی دُم چالیس درجے لانبی تھی اسطرح پر دفعتاً نمودار ہوگیا کہ اوس سے پہلے کی رات میں اوس کا نام تک نہ تھا۔

یہی حال موجودہ دُمدار تارے کا ہے کہ ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء کو دفعتاً جا بجا نظر آیا یعنی اول سے کسی کو اس کے ظاہر ہونے کی توقع نہ تھی (اس تارہ کا اور حال آئندہ مضمون میں لکھا جائے گا۔)

سنہ ۱۶۸۰ء میں ایک دمدار تارہ سورج کے اسقدر پاس ہو کر گذرا کہ اوسکے اور سورج کے درمیان میں دو لاکھ فرسخ کا فاصلہ رہگیا تھا۔ اس تارہ کی بابت (نیوٹن) نے حساب لگایا کہ اوسکو اوس گرمی سے جو سرخ رنگ کے تپتے ہوے لوہے میں ہوتی ہے دو ہزار زیادہ درجہ کی گرمی سورج کے پاس جاکر محسوس ہوئی ہوگی۔

۵۔ اس دوری کا اندازہ اسطرح ہو سکتا ہے کہ سورج زمین سے تین کروڑ ۴۵ فرسخ ہے۔ ایک فرسخ مساوی تین میل کے ہوتا ہے۔

شبیہ ہیلے صاحب محقق ہیلے کامٹ
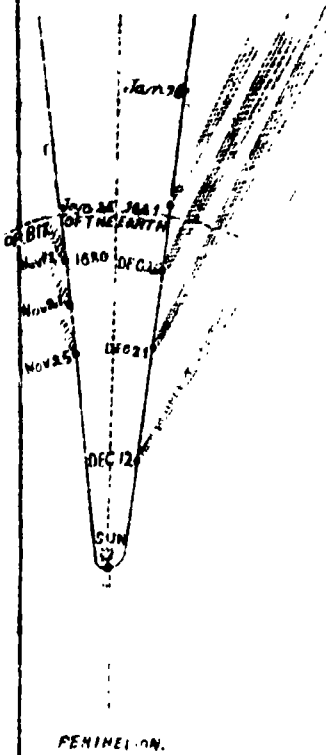
اس تارہ کی چال کا مفصل حال برابر والے نقشہ سے معلوم ہوگا۔

سنہ ۱۸۴۳ء میں ایک دُمدار تارہ اس سے بھی زیادہ سورج کے پاس پہنچ گیا تھا یعنی اوسکا فاصلہ سورج سے صرف بتیس ہزار فرسخ رہ گیا تھا۔

بعض دمدار تاروں کے نام بھی اون عالموں کے نام پر رکھ لئے گئے ہیں جنہوں نے اوس تارہ کی چال وغیرہ کو تحقیق کیا ہو چنانچہ دمدار تاروں میں سے ایک (Encke اینک) نامی ایک تارہ ہے جو بارہ سو دن کے اندر اپنا دورہ ختم کر لیتا ہے۔

(Biela) نامی ایک تارہ ۶½ سالوں میں سورج کے گرد گھوم جاتا ہے اور (Faye) نامی ساڑھے سات سال میں۔ ایک (بروسن Brorsen) نامی دمدار تارہ ہے جسکا دورہ ساڑھے پانچ برس میں تمام ہوتا ہے۔

اب جو تارہ نکلنے والا ہے اوسکا (ہیلے کامٹ) یعنی ہیلی صاحب والا دمدار تارہ نام ہے جو چھہتر برس اور ستر اسّی دن کے بعد نکلا کرتا ہے۔

چونکہ دمدار تاروں کے نام اون تاروں کی حقیقت حال کو معلوم کرنے والے دانشمند ہیئت دانوں کے ناموں پر رکھ لئے گئے ہیں۔ اسلئے ہیلے کامٹ جو نمودار ہوا چاہتا ہے اوسکی بابت پروفیسر ہیلے نے سنہ ۱۶۸۲ء میں قرار دیا تھا کہ یہی تارا ہے جو سنہ ۱۳۵۱ء میں اور سنہ ۱۶۰۷ء میں نکل چکا ہے اور جو ہمیشہ چھہتر سال اور اسقدر دنوں کے اندر اپنا دور پورا کرتا ہے۔ پس اسوجہ سے اسکا نام ہیلے کامٹ پڑ گیا۔

جس طرح اس سال میں ایک تارہ نکل رہا ہے اور دوسرا نکلنے والا ہے اسی طرح اور سالوں میں ہو چکا ہے کہ ایک ایک سال میں کئی کئی دمدار تارے نمودار ہوے ہیں چنانچہ سنہ ۱۸۴۶ء میں۔ (براسینس)۔ (ریڈیس)

سنہ ۱۸۴۳ء واضح رہے کہ سورج پر جو شعلے اونٹھا کرتے ہیں اون کی اونچائی سطح سورج سے تریسٹھ ہزار فرسخ تک کے قریب ہوتی ہے۔ پس گویا یہ تارا سورج کے شعلوں میں ہو کر گذر گیا تھا۔

(ڈی وکو) میں اور ۱۸۵۲ء میں (بائیلا) - (ویسٹ پھل) دو دمدار تارے نکلے تھے۔

دمدار تاروں کے دوسرے قسم کے حالات

(۱) سورج کے تابع تمام سیاروں کی حرکت خاص اور معینہ سمت کو ہے مگر مختلف دمدار تاروں کی چال مختلف سمتوں سے ہوا کرتی ہے یعنی اونکے طلوع و غروب کے واسطے مقام معین نہیں ہے (۲) انکے نظر آتے رہنے کا زمانہ معین نہیں ہے مگر چھ مہینے سے زیادہ نظر آنے والا کوئی تارہ اب تک ظاہر نہیں ہوا ہے۔ (۳) عموماً دمدار تارے اپنے سر کے مرکز میں بہ نسبت محیط کے زیادہ گہرے مادہ سے مرکب نظر آتے ہیں۔ اوسکے پار نظر نہیں آتا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مادہ روشن ہے۔ مگر بعض تارے ایسے کثیف نہیں ہوتے چنانچہ ۱۸۱۹ء والا دمدار تارہ (ملاحظہ کرو تصویر نمبر ۳) جب سورج کے پاس سے گزرا تو اوسکا شبہ سورج پر نظر نہیں آیا یعنی سورج اوس میں سے ہوکر دکھتا رہا اور اس کی دم میں سے ہوکر دوسرے تارے پار نظر آیا کئے۔

(۴) بعض دمدار تارے ایسے نمودار ہوئے ہیں کہ دیکھتے دیکھتے اون کی شکل بدل گئی ہے چنانچہ ۱۸۲۵ء میں علامہ ہرشل نے کیپ آف گڈ ہوپ میں ایک ایسا تارہ دیکھا جو ہر رات کو نئی شکل میں نظر آتا تھا۔ بیلا (Biela) نامی دمدار تارہ ۱۸۴۶ء میں دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا جو دونوں ساتھ ساتھ چلتے رہے اور جبکہ ۱۸۵۲ء میں پھر یہ تارہ نکلا تو اون دونوں کا فاصلہ بہ نسبت اول کے زیادہ تھا۔

دمدار تاروں سے خوف

ان تاروں سے ڈرنا اور خوف دو طرح سے ہے ایک تو یہ کہ ان کے نکلنے سے قحط پڑے گا۔ یا لڑائی ہوگی یا وبا پھیلے گی مگر علم کی روشنی پھیلنے اور واقفیت میں وسعت ہونے سے یہ خوف روز بروز کم ہوتا جاتا ہے۔ مگر ایک دوسرے قسم کا خوف ہے جو علمی زمانہ میں پیدا ہوا ہے۔

یعنی یہ کہ دمدار تارے جو مختلف سیاروں کے راستوں کو کاٹتے ہوئے نکل جاتے ہیں اور نیز اون کی رفتار اور راستوں میں کسی وجہ غیر معلوم سے فرق پڑ جاتا ہے اسواسطے ممکن ہے کہ کسی وقت میں زمین سے ٹکرا جائیں اور زمین اور اوسکے باشندوں کو تباہ و برباد کردیں۔

ایک دمدار تارہ جسکا (چارلس کن) نام رکھا گیا جبکہ ۱۸۵۵ء میں نکلا تھا اوسکے متعلق پیشینگوئی ہوئی کہ ۱۲ جولائی کو وہ زمین سے ٹکر کرے گا۔ اسپر تمام یورپ میں بڑی کھلبلی مچگئی تھی مگر ظہور اوسکا کچھ نہیں ہوا۔ بیلا نامی دمدار تارا ۱۸۳۲ء اگر ایک مہینے اول نکلتا تو زمین سے اوسکی مٹ بھیڑ ضرور ہو جاتی۔

مگر رفتہ رفتہ یہ خیالات بھی متروک ہوتے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ معلوم ہوگیا ہے کہ دمدار تارے بالکل گیس کی

حالت میں نہ ہیں اور اسوجہ سے اونمیں وزن برائے نام ہے یعنی اونکے ٹکرا جانے سے زمین کو صدمہ نہیں پہنچیگا علاوہ اس قیاس کے کچھ تجربہ بھی ہوا ہے چنانچہ سنہ ۱۸۶۱ء میں ایک دمدار تارہ زمیں کے بہت قریب آگیا یعنی اوسکے اور زمین کے مابین چھ لاکھ میں ہزار فرسخ کا فاصلہ رہگیا تھا اور زمین اوسکی دم میں ہوکر گذر گئی تھی مگر اوسکا کچھ اثر زمین پر نہیں ہوا سوائے اسکے یہی تارہ مشتری اور اوسکے چاندوں کے درمیان سے (مشتری سے سب دور اوسکا چاند زمین اور چاند کے فاصلہ کی چارگنا دوری) نکلگیا مگر نہ تو مشتری پر نہ اوسکے چاندوں پر اسکا کچھ اثر ہوا بلکہ خود اوس دمدار تارہ کی راہ بدل گئی یعنی مشتری کی قوت کشش کا تو اوسپر اثر ہوا۔ مگر اوسکا کچھ اثر نہیں ہوا

دمدار تارہ کی ترکیب اور دُم

دمدار تاروں کی بابت خیال یہ ہے کہ گیسوں سے مرکب ہیں یعنی ٹھوس نہیں ہیں۔ اور زمانہ اخیر میں آلہ طیف (سپکٹروسکوپ) کے ذریعہ سے ثابت ہوگیا ہے کہ انمیں سے اکثر میں ہیڈروجن۔ نیٹروجن اور کاربن بشکل گیس ہیں اور کسی کسی میں آکسیجن گیس بھی ہے۔

دموں کی بابت کوئی مستحکم رائے قایم نہیں ہوسکی ہے اگرچہ عموماً یہ خیال تھا کہ ان کی دُمیں ان گیسوں کا بقیہ اوسی طرح پر ہیں جسطرح پر جلتی ہوئی ناشپال یا ہوائی کو پھینکنے سے اوسکے جلے ہوے مادہ کی لکیر بنجاتی ہے مگر اس قیاس کے مان لینے میں دشواری یہ آتی ہے کہ دمدار تارہ جسوقت آتا ہے تو اوسکا سر آگے ہوتا ہے اور دم پیچھے مگر جبکہ وہ واپس جاتا ہے تو دُم آگے کو جاتی ہے اور سر پیچھے پیچھے پس اگر دم اوسطرح ہوتی جسطرح ناشپال یا ہوائی میں ہوجاتی ہے تو آگے کو کاہے کو ہوتی۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ دمدار تارہ کا سر ہمیشہ (یعنی آتے وقت بھی اور جاتے وقت بھی) سورج کی سمت میں ہوتا ہے اور دم اوسکی خلاف سمت میں ہوتی ہے۔ اور سب دُم والے تاروں کی دُمیں اُس اوس قدر بڑی ہوتی جاتی ہیں جس قدر کہ وہ سورج کے قریب آتا جاتا ہے اور جبکہ وہ سورج سے بہت دور چلا جاتا ہے تو دُمیں غایب ہوجاتی ہیں۔ پس ہر طرح ممکن ہے کہ دمدار تاروں کی دُم اوس تبخیر کو ظاہر کرتی ہے۔ جو سورج کے پاس آنیسے اون میں گرمی پہنچکر پیدا ہوتی ہے اور یہی سبب ہے کہ اون کی دُمیں ہمیشہ سورج کے خلاف سمت میں ہوتی ہیں۔ اور جب ہی کہ وہ دور چلا جاتا ہے تو تبخیر کم یا بند ہو جانے سے دُم کم اور ناپدید ہو جاتی ہے۔

علمی ترقی اور حالمیں نظر آنے والے (ہیلی کامٹ کا) مزید حال

ایک زمانہ تھا جبکہ دمدار تارے صرف آنکھوں سے نظر پڑتے تھے مگر پھر دوربین کی ایجاد سے اوس سے زیادہ دور کے دکھائی دینے لگے۔ اب زمانہ کی علمیت نے اسقدر ترقی کرلی ہے کہ تارہ آسمان

پہلے معلوم ہوجاتے ہیں جہاں دوربین کی رسائی ہو ۔ یعنی فوٹوگرافی کے ذریعہ اوس مقام کے تاروں کی تصویریں بن سکتی ہیں جہاں بڑی سے بڑی اور قوی سے قوی دوربین وہاں تک نظر کو نہیں پہنچا سکتی ہے۔

چنانچہ عکسی تصویر کے ذریعہ سے جبکہ ستمبر ۱۹۰۹ء میں حال میں نظر آنے والا ہیلی کا دمدار تارہ معلوم ہوا تو ایمپائر لنڈن ٹیمیں نے جو آرٹکل لکھا ہے اوسکی نقل ہم کرتے ہیں جس سے اس تارہ کی بہت سے تاریخی حالات اور واقعات معلوم ہوں گے۔

(منقول از اودھ اخبار)

ہیلی صاحب کا دمدار ستارہ

پروفیسر اولف متعلقہ رصد خانہ کونگ سٹہی واقع ہیڈلبرگ نے مہندسوں کو اعلان دیا ہے کہ یہاں گذشتہ یکشنبہ کو آدہی رات گئے کے بعد ہیلی صاحب کا دمدار ستارہ نظر آیا۔ لنڈن ٹیمیس مورخہ ۱۴ ستمبر میں بیان ہے کہ اس تار برقی سے زیادہ دلچسپ تار برقی مہندسین کے نام بہت کم شائع ہوئی ہوگی گو یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ابھی ستارہ مذکور کا نظر آنا دشوار ہے لیکن دو برس سے برابر فوٹو اتارنے کی کوششیں ہوتی آتی تھیں پروفیسر مولڈ شششٹ ساکن دانمارک نے دمدار ستاروں کی روشنی دریافت کرنے کے فن کی خاص طور پر تشخیص کی ہے اور اونہوں نے اطلاع دی تہی کہ موسم گرما کے قبل ہیلی کا دمدار ستارہ اٹھارہویں مقدار کے ستاروں سے زیادہ شفاف حیثیت میں نظر نہ آسکے گا۔ اسوقت اسکی روشنی ساڑہے پندرہ درجہ کی مقدار کے ستارہ کے برابر ہے جو ہر مہینے میں ایک مقدار تک بڑہتی رہتی ہے اور آخر سال حال تک اسی طرح بڑہتی رہے گی اب جو روشنی مشاہدہ میں آئی وہ پیشین گوئی کی نسبت نصف مقدار تک دہیمی پائی جاتی ہے اور یہ کچہ زیادہ نہیں ہوئی اور اس سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ۱۸۳۵ء سے اسوقت تک ستارہ مذکور کی چمک میں کچہ زیادہ کمی نہیں واقع ہوئی ہے اور ہم معقول وجوہ سے امید کر سکتے ہیں کہ ماہ مئی آئندہ میں ذوذنب مذکور اچھی طرح سے دکہائی دے گا۔ قرن اوسط میں ہیلی صاحب کا دمدار ستارہ ضرور نہایت ہی روشن نظر آتا ہوگا جسکا ثبوت یہ ہے کہ سنہ ۱۰۶۶ء اور ۱۴۵۶ء میں اوسکے نکلنے سے ایک تہلکہ مچگیا تہا۔ سابق میں جب وہ ہمارے پیش نظر ہوا تہا تو اوسوقت نارمن قوم کی فتحمندی میں صرف چند مہینے باقی تہے اور تاریخ میں لکہا گیا ہے کہ اس دمدار ستارے کے نکلنے سے نارمن و انگلستان دونوں ملکوں میں بہت ہی خوف پیدا ہوا تہا تا آنکہ بادشاہ ولیم نے قرار دیا کہ اس ستارہ کا نکلنا میرے حق میں فال نیک ہے

اور اس بات کی علامت ظاہر کرتا ہے کہ ایک سلطنت کے لئے ایک بادشاہ کی ضرورت ہے۔ ہنوز ٹیپیسٹری (پردوں وغیرہ کے نقش و نگار وغیرہ) سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سے نارمن لوگ اس دمدار ستارہ کو انتظار کے عالم میں دیکھ رہے ہیں اوسکا بہت بڑا سر اور چوڑی دم بنائی گئی تھی جس کے نیچے کچھ عبارت بھی تھی۔ اس حالت سے دکھایا گیا ہے کہ وہ دمدار ستارہ کے نکلنے اور نارمن لوگوں کے ملک میں اترنے اور اہل نارمن کے حملے ان تمام باتوں کے مشترک اثر سے کانپ رہا ہے۔

۱۸۳۵ء میں جب ستارہ نمودار ہوا تو اوسکی چمک ویسی نہیں تھی جیسی اوسکے قبل کے زمانہ میں پائی گئی تھی اور اصل یہ ہے کہ انیسویں صدی میں جو دمدار ستارے سب سے زیادہ روشن ظاہر ہوئے اون سے (یعنی ۱۸۱۱ء و ۱۸۴۳ء و ۱۸۵۸ء و ۱۸۹۲ء کے دمدار ستاروں سے) اوسکی چمک فی الواقع بہت گھٹی ہوئی تھی لیکن ہر حال میں وہ بغیر دوربین کے دکھائی دیتا تھا اور دوربین سے دیکھتے وقت نہایت ہی خوشنما اور دلچسپ نظر آتا تھا کیونکہ بہت ہی تیزی کے ساتھ اوسکی شکل بدلتی جاتی تھی۔ بیسل صاحب نے لکھا ہے کہ اوسکی اس حرکت سے ظاہر ہوتا تھا کہ جیسے وہ پانچ دن میں اپنے محور کے گرد چکر کھا جاتا ہے۔ چنانچہ مسٹر اور ایم مچل اوسکے بارہ میں لکھتے ہیں۔

اوسکا مرکز بعض اوقات بہت اچھی طرح سے دکھائی دیتا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اوسکی روشنی کا مادہ گاڑھا اور منجمد ہے اور اوسکے گرد و پیش کم و بیش ہیولائی قسم کی ہی روشنی پیدا ہو جاتی تھی بعض اوقات مرکز کے قریب ایک روشن ہلال کی سی شئے دکھائی دیتی تھی جس کی وجہ سے ستارہ مذکور کی عجیب و غریب ہیئت ہو جاتی تھی ایک مرتبہ مسٹر سمرڈی نے ستارہ مذکور کو اس حالت سے دیکھا کہ اسکے متعلق دو روشنیاں اور بھی پائی جاتی ہیں جو بہت ہی لطیف اور خوشنما ہیں ایک مرکز سے آگے اور دوسری اوسکے پیچھے دکھائی دیتی تھی بعض اوقات وہ اس حالت سے دیکھا گیا کہ اوسپر گویا ایک نیم مدور شکل کی نقاب پڑگئی جو روکر دوہری روشنی کے ایک سلسلہ کی وجہ سے غائب ہو جاتی تھی اور یہ خاص روشنی اصل ذوذنب کے جسم سے بہت فاصلہ پر دکھائی دیتی تھی۔

اس ستارہ میں جو تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں اون کے دیکھنے اور سمجھنے کے لئے بیشک آلا اسپکٹرسکوپ اور کیمرہ سے بہت کچھ مدد ملے گی لیکن عام خلائق کو یہ خبر دینا چاہیئے کہ انہیں بغیر آلات لگائے ہوئے ستارہ مذکور صرف اوسیوقت دکھائی دینے لگے گا جیسا آخر ماہ مئی تک اوسکی روشنی زیادہ بڑھ جانے کی ستارہ مذکور کو مغرب کی جانب بہت پستی میں ہوگا اور غروب آفتاب کے بعد صرف تھوڑی دیر تک نظر آئیگا۔

لیکن یہ امر ہرگز سہل و آسان نہیں ہے کہ اس بات کی پیشینگوئی کردی جائے کہ فلاں زمانہ اور فلاں وقت میں یہ ذو ذنب نمودار ہوگا اور وہ صحیح بھی نکلے کیونکہ مشتری اور زحل سے جنگی ستارے اوس زمانہ پر اپنا بڑا اثر ڈالیں گے (اور اوسے اناسی برس کے سب سے بڑی مقدار سے بدلکر سانہ سے چہتر برس کی اقل مقدار کی نوبت پہنچا دینگے آخر الامر تعداد اس وقت کے حلقہ گردش کی بیان کی گئی ہے اور یہ امر قابل بیان ہے کہ اس ستارہ کی گردش کی کل تاریخ میں مذکورہ بالا رفتار سب سے زیادہ تیز ثابت ہوتی ہے کیونکہ بعض زمانوں میں اوسکا دورہ دو ہزار برس تک کا بھی ثابت ہوا اسکے حال کے دورہ میں تین مرتبہ رفتار کا اندازہ کیا گیا پہلی مرتبہ کونٹ ڈی پونٹ کولینڈ کا اندازہ سنہ ۱۸۶۴ء میں شائع ہوا تہا اور دوبارہ وہ اسکے ظاہر ہونے کی تاریخ ۱۶ مئی سنہ ۱۹۱۰ء قرار دیتی تہی (اونہوں نے یہ بھی پیشینگوئی کی تہی کہ سنہ ۱۹۱۳ء میں وہ پہر ظاہر ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا صرف چند دنوں کا فرق نکلا) اسکے سوا دو پیشینگوئیاں سال حال میں مشتہر ہوئی ہیں مسٹر شکاول اور کیلن نے ۱۶ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء کی تاریخ قرار دی تہی کہ اوس تاریخ یہ ستارہ ظاہر ہوگا اور ایک اور صاحب نے اپنا اصلی نام ظاہر کیا تہا لیکن فرضی نام قرار دیکر یہ پیشین گوئی کی تہی کہ ستارہ مذکورہ ۱۷ جون سنہ ۱۹۱۰ء کو نمودار ہوگا۔ حال میں جو اور مشاہدات کئے گئے انکا بھی لحاظ کرکے اب کسی قدر صحت کے ساتھ ۱۹ خواہ ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء کی تاریخ قرار دیجا سکتی ہے۔

جمعہ کی صبح کو گرنوچ کے رصد خانہ میں فوٹوگراف لیکر اوسکے ذریعہ سے ستارہ کی تلاش کی گئی اور دو مقامات کا فوٹو لیا گیا لیکن دوسرے روز اوس وقت موسم ناموافق پایا گیا اور ستارہ کا کچہ حال ظاہر نہ ہوسکا مگر جو میں جو فوٹو لئے گئے تہے اون میں اوس ستارہ کا کہیں پتہ نہیں لگا۔ لیکن مذکورہ بالا تار برقی وصول ہونے کے بعد پہ اوسکی تلاش کی گئی تو نتیجہ یہ ہوا کہ بعض مقامات پر اوسکے کچہ خفیف آثار دکہائی دیئے اور اوس تحقیقات کا جو نتیجہ پیدا ہوا تہا وہ ہیڈلبرگ کی تحقیقات سے جب مطابق کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بیشک ستارہ کی صحیح شکل فوٹو میں اتری ہے۔

مسٹر س کاول اور کرامیں نے بہی بہت ہی بعید زمانہ گذشتہ کے متعلق تحقیقات کی اور قطعی طور سے قرار دیا کہ دو سو چالیس برس قبل سنہ عیسوی کے بعد ہر مرتبہ جب یہ ستارہ ظاہر ہوا تو دو مرتبہ کو چہوڑ کر بیشتر سے اوسکی کیفیت دریافت ہوسکی۔

آئندہ دو تین مہینے تک یہ ستارہ صرف فوٹوگراف کے ذریعہ سے معلوم ہوسکے گا جنوری کے آخر تک

بڑی دوربینوں کے ذریعہ سے دکھائی دینے لگے گا آخر اپریل تک صبح کے ستارہ کے طور پر بغیر دوربین لگائے خالی آنکھوں کو دکھائی دیگا اور اوسکے ایک مہینے کے بعد شام کے ستارہ کی حیثیت سے نظر آئے گا اور اوس وقت جنوبی نصف کرہ زمین کے مبصروں کو یورپ کے مبصروں کی نسبت زیادہ عمدہ حالت میں دکھائی دے گا۔ جیسی عمدہ حالت میں اس مرتبہ دکھائی دے گا اس طرح اسکے قبل کبھی نہ دکھائی دیا ہوگا۔ ۱۷۵۹ء میں اقتران کے ستتر روز پیشتر سے دکھائی دیا تھا اور اقتران کے بعد ایکسو دو یوم تک دکھائی دیتا رہا تھا ۱۸۳۵ء میں پہلی نوبت پر ایک سو دو روز سے نظر آنے لگا اور دوسری نوبت پر ایک سو پچاسی یوم تک نظر آتا رہا۔ اس مرتبہ زمانہ اقتران سے دوسو بیس یوم پیشتر سے اوسکا حال معلوم ہوا ہے اور یہ محض فوٹوگراف سے مدد لینے کا نتیجہ ہے کیونکہ اوس میں دھیمی روشنی کے بینولا بھی اتر آتے ہیں جو دوربین کے ذریعہ سے دکھائی نہیں دے سکتے۔

اس تارے یعنی ہیلے کامٹ کی بابت ایکدوسرے اخبار نے یوں لکھا ہے۔

ہیلے کامٹ کی بابت شبہ کیا جاتا ہے کہ اوسکی دُم میں ایسا ہی کوئی زہردار مادہ ہے جیسا کہ (موری ہوس) تارہ میں تھا جو ۱۹۰۸ء میں نمودار ہوا تھا۔ ہیلی کامٹ نہایت تیزی سے زمین کی طرف دوڑتا چلا آرہا ہے۔ جبکہ وہ ۲۰۔ اپریل کو سورج کے قریب پہونچے گا تو اوسکی رفتار تین لاکھ میل فی یوم ہوگی اور ۲۰ و ۲۱ مئی کو یہ تارہ زمین سے قریب تر ہوگا یعنی زمین سے ایک کروڑ بیس لاکھ میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ اور تیز تر روشنی سے دکھائی دے گا۔

آج کل جو دمدار تارہ نکل رہا ہے اوسکی بابت ایک اخبار نے یوں لکھا ہے۔

جو تارہ آج کل نکل رہا ہے اوس کی بابت یہ تحقیق ہوگیا ہے کہ یہ (ہیلی کامٹ) نہیں۔ بلکہ یہ وہی ہے جس کا حال سنسکرت کی کتاب نجوم موسوم بہ (تیرگ نتہ) میں کیا گیا ہے جو کہ اب سے پانچ ہزار برس پیشتر کی ایک رشی کی لکھی ہوئی ہے۔ سنسکرت میں اس دمدار تارہ کا نام (دہولرکیتی) ہے۔ ملاحظہ کرو کتاب (تیرگ نتہ) کا صفحہ ۱۷۔ ۷۸۔

یہ ستارہ اب بحساب فی منٹ ۲۷۱۲ میل سفر کر رہا ہے۔ اور اس کا فاصلہ زمین سے (۱۵۲۰۰)

کے قریب ہے۔ یہ ستارہ ۳۰ مئی سنہ ۱۹۱۰ء تک نظر آسکے گا۔ اور پھر جنوب کی سمت میں غایب ہو جائیگا اور سنہ ۱۹۲۴ء میں پھر نمودار ہوگا۔

یہ ستارہ مصائب و بیماری۔ قحط و زلزلہ اور کثرت اموات کی خبر دیتا ہے اور یہ اوسوقت ظاہر ہوتا ہے جبکہ گناہ بڑھ جاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسمٰعیل

نوٹ۔ اڈیٹر العزیز نے اس آخری جز کو صرف اس وجہ سے نقل کر دیا ہے تاکہ لوگوں کے عقیدے کا حال معلوم ہو۔ ورنہ یہ باتیں سب مہمل ہیں۔ جبکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ دمدار تارے اوقات مقررہ کے بعد نکلتے اور ڈوبتے رہتے ہیں تو ان کے نکلنے کو گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے قرار دینا بالکل خرافات ہے۔ البتہ قحط زلزلہ یا بیماری ان کے اوپر شبہ ہو سکتا ہے کہ دمدار تارے زمین کے قریب آجانے اور اس طرح زمین پر اسکا گرم یا سرد اثر پڑنے سے بادلوں کی پیدایش کم یا زیادہ ہو جائے گی پچھلے تجربوں سے چونکہ اسکی تصدیق نہیں ہوئی اس وجہ سے اسکا بھی یقین کرنا بیجا ہوگا۔ اب رہا ایسے واقعات کا ہونا جو دمدار تاروں کے نکلنے کے زمانہ میں یا اوسکے قریب کبھی کبھی عجیب قسم کے ہوں جیسے کسی عظیم جنگ کا ہونا یا جس طرح اس سال میں اسی عرصہ میں شہر پیرس میں سیلاب عظیم آیا ہے انکو بھی دمدار تاروں سے منسوب کرنا ایک صریح غلطی ہے کیونکہ دمدار تاروں کا اوقات معینہ پر نکلنا اور اون کے ہر نکلنے پر یکساں واقعات کا ظہور نہ ہونا اس پر یقین کرنے سے ہمکو روکتا ہے کہ یہ عجیب واقعہ دمدار تارے کے نکلنے کے ساتھ منسوب کیا جائے۔

اگر پیرس کے حال سیلاب کو مثلاً دمدار تارے کے نکلنے پر محمول کریں تو کیا وجہ ہے کہ ہر مرتبہ دمدار تارے کے نکلنے کے ساتھ پیرس میں سیلاب نہیں آیا۔ اور نیز ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جبکہ یہ دمدار تارہ سوائے پیرس کے اور جگہوں میں بھی دیکھا گیا تو ان سب جگہوں پر اوس کا ایسا خطرناک اثر کیوں نہیں ہوا۔ اب رہا کسی دمدار تارے کا زمین سے ٹکرا جانا بلا شبہ تردد پیدا کرتا ہے مگر جب تک ایک مرتبہ ٹکرا نہ جائے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہوگا۔ علاوہ بریں یہی تارے اور یہی زمین کروڑوں برس سے ہیں۔ جب کہ کروڑوں سالوں سے اب تک ایسی ٹکر نہیں ہوئی جس سے زمین برباد ہو جاتی تو اب بھی اسکا خوف ایک قسم کا مالیخولیا ہے۔

اڈیٹر۔

مونھ زوروں کیواسطے ایک نئی لگام

پریس ایکٹ

اِس فروری کے اندر گورنمنٹ نے بدلگام اخباروں کی سرزوری کو روکنے کے واسطے ایک جدید قانونکی ضرورت کو محسوس کیا اور دو ہفتے کے اندر ایک قانون کو پیش کر کے پاس کر دیا۔

اگر ہم کسی کی راے کی تقلید نہ کریں اور صرف اپنی ذاتی راے کو ظاہر کریں تو ہم کہ سکتے ہیں کہ یہ قانون کسی طرح سخت نہیں ہے۔ بلکہ اِس کے ذریعہ سے پھر موقع دیا گیا ہے کہ شریر یا احمق اخبار نویس اب بھی باز آئیں اور اپنی کمبخت تحریروں سے ملک کو گمراہ کرنے کی عادت کو چھوڑ دیں۔

اِس عرصہ میں ہم نے کئی اخباروں میں یہ پڑھا ہے کہ انارکی اور لاحکومتی کی تحریک کا الزام اخباروں پر نہیں آسکتا۔ مگر ہم اس کے خلاف ہیں۔ کیونکہ جبکہ مفسد وہی کرتے ہیں جسکی ترغیب وقتاً فوقتاً گندے اخبارات صریحاً یا کنایتاً دیتے رہے تو کون شخص ہے جو اخبار نویسوں کی اِس ڈیفنس کو مان لیگا کہ لاحکومتی کے خیال کو پیدا کرنے والے اخبار نویس نہیں ہیں۔

پریس کی آزادی کے شیدا جیسے انگریزوں کی قوم ہے غالباً پردۂ دُنیا پر کوئی دوسری قوم نہ ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ اوس نے چھاپے کی فساد انگیزی کو ہمیشہ تال بال کی نظر سے دیکھا۔ مگر چونکہ سلطنت کے قیام اور ملک میں امن وامان رکھنے کے بھی یہی لوگ یعنی انگریز ذمہ دار ہیں اسواسطے کسی طرح اون قیود پر جو ناجائز آزادی کے روکنے کے واسطے پریس پر اِس عرصہ میں لگائی جا رہی ہیں اعتراض نہیں ہو سکتا ہے۔

مسٹر سِنہا نے جنھوں نے اِس مسودہ کو پیش کیا تھا۔ اپنی دوران تقریر میں آسٹریا کے اُن قوانین کا کچھ تذکرہ کیا تھا جو وہاں کے پریس پر عاید ہیں۔ ہم بھی اِس سلسلہ میں گورنمنٹ عثمانیہ کے قوانین میں سے چند احکام نقل کرتے ہیں۔ تاکہ ہمارے اہل ملک خصوصاً ہمارے ہم پیشہ اخبار نویس یاد رکھیں کہ پریس کی ناجائز آزادی کی روک تمام ہر ملک میں ملک داری کے واسطے لازم سمجھی گئی ہے۔

ترکوں کے پریس کے قانون میں درج ہے کہ ہر پریس پر لازم ہے کہ وہ شاہراہ عام کی طرف کا دروازہ کھلی ہوئی جانب رکھکر اپنا کام کرے۔ اور سرکاری ملازموں کو جو اِس کام کے واسطے مقرر ہیں کہ پریس کے اندر بہ اطلاع

اشیا کا ملاحظہ کرتے رہیں اونکو ہر وقت اختیار ہے کہ وہ چھاپہ خانہ کے اندر بلا اجازت داخل ہو جائیں اور ہر قسم کی ضروری معلومات حاصل کر لیں۔ کسی کتاب کا چھاپنا حتی کہ مذہبی کتاب کا بھی چھاپنا بغیر اجازت کے جایز نہیں ہے۔ تمام ایسی تحریروں کا ذکر جن میں حکومت وقت یا مذاہب معروف موجودہ ملک کی اہانت یا ہجو ہو گی یا کسی قسم کے جرایم کی تشویق ہوگی چھاپنا جرم ہے۔ غیر ملک میں چھپائی ہوئی تحریرات کا بھی وہی حکم ہے جو ملک کے اندر چھاپے ہوئے کاغذوں کا ہے یعنی بغیر پیشگی اجازت لئے ہوئی غیر ملک کی تحریریں ملک میں داخل اور شائع نہیں ہو سکتی ہیں اور کسٹم ہوسوں اور ڈاکخانوں کو اون کے روک لینے کا حکم ہے۔ اخباروں وغیرہ کے بیچنے والوں کے واسطے یہ لازم کر دیا گیا ہے کہ وہ کسی اخبار کے نام کے سوا اور کوئی لفظ آواز لگانے میں استعمال نہ کریں۔

اسی طرح وہاں کے قانون تعزیرات میں صاف الفاظ میں سرکاری ملازموں اور مختلف الجنس رعایا میں سے کسی کے خلاف اخبار یا کتاب یا اشتہار میں لکھنا جرم قرار دیا گیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

اگرچہ ہم اس مضمون کو بہت کچھ بڑھا کر لکھ سکتے ہیں مگر چونکہ وہ اسپیچ جو جدید قانون کو کونسل میں پیش کرتے وقت آنریبل مسٹر رسل نے کی تھی ہمارے ان خیالات کا جو اس بابت تیس برس سے زیادہ سے ہم نے وقتاً فوقتاً ظاہر کئے ہیں خلاصہ اور تصویر ہے اور ہم اوس کی ایک ایک لفظ اور فقرہ سے اتفاق کرنے کو تیار ہیں اسواسطے صرف اسپر اکتفا کریں گے کہ اوس اسپیچ کی نقل ہدیہ ناظرین دانش آگین کر دیں اور ہم اس جملے پر اس تحریر کو ختم کریں گے کہ گو بظاہر یہ بندشیں جو پچھلے دو سالوں سے پریس کے خلاف ہو رہی ہیں سنگین معلوم ہوتی ہوں۔ مگر حقیقت میں اوسی طرح اخباروں اور ملک کے واسطے مفید ہیں۔ جس طرح شریر اور آوارہ بچوں کو ادب دینا خود اون کے اور اون کے اہل خاندان اور ہمسایوں کے واسطے آخر کار فائدہ بخش ہوتا ہے۔ اور امید ہے کہ ناپاک لیٹریچر سے اخباری دُنیا بہت جلد صاف ہو جاوے گی۔

اسمٰعیل

پریس بل

(مسٹر ہربرٹ رسلی نے بل پیش کرتے وقت کہا)

مائی لارڈ میں ہندوستانی پریس کی روک ٹوک کے واسطے یا دوسرے الفاظ میں پریس کو خواہ وہ یورپین ہو یا ہندوستانی انگریزی ہو یا دیسی باقاعدہ مباحثہ کی حد کے اندر رکھنے کے واسطے ایک بل پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ یہ مضمون بہت بڑا ہے اور میں نے بہت غور کیا ہے کہ کس طرح وہ کونسل میں پیش ہو تاکہ اس کے خاص اور ضروری پہلو صاف صاف ظاہر ہو سکیں اور ان تواریخ اور ان اصولوں پر پوشیدہ نہ ہو جائیں جو کہ اب بیکار ہو گئے ہیں۔ پہلے میں مختصر طور پر یہ عرض کروں گا کہ بل سے کیا کام لئے جانے کی تجویز ہے۔

بل کے متعلق تجاویز

یہ بہتر ہوگا اگر میں پہلے وہ مضامین بتاؤں جو نہیں شائع کئے جا سکتے ہیں۔ یہ بل کے چوتھے کلاز میں ۸ مختلف اقسام سے لکھے ہوئے ہیں۔

ان میں سے پہلی قسم وہ ہے جو قتل یا اکسپلوسوز ایکٹ کے مطابق جرائم یا زبردستی کی طرف لوگوں کو مائل کرے۔ اس قسم کے جرائم نیوز پیپر ایکٹ حسنہ میں شامل ہیں لیکن وہ اس بل میں اس لحاظ سے شامل کئے گئے ہیں کہ اگر ضرورت ہو تو کم سختی سے کام کیا جائے بمقابلہ اسکے جو کہ پریس ایکٹ کے مطابق ممکن ہے۔

دوسری قسم ممنوع تحریرات کی جس سے یہ مد نظر ہو کہ کوئی ملازم سرکاری یا سپاہی یا ملاح اپنے فرض پورا کرنے سے باز رہے۔ اسپر کسی توضیح کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہ ظاہر ہے کہ اس قسم کی تحریریں پبلک کے آرام میں خلل ڈالتا ہے۔

تیسری قسم وہ ہے جو ہز میجسٹی نے گورنمنٹ یا کسی قانونی افسر کے یا دیسی رئیس یا کوئی اور راجہ جو برٹش سلطنت کو خراج دیتا ہے کے خلاف نفرت پھیلانے یا ہز میجسٹی کی گورنمنٹ یا ایسے دیسی رئیس یا راجہ کے خلاف بد دلی پھیلانے کی کوشش کرے یا مختلف اقوام ذات یا فرقہ مذاہب کے لوگوں میں دشمنی پھیلانے کی کوشش کرے۔ اس قسم میں اکثر جرائم ایسے ہیں جو تعزیرات ہند کی دفعات ۱۲۴-الف و ۱۵۳ الف میں موجود ہیں۔ لیکن دو قسمیں اہم باتیں بڑھائی گئی ہیں اول تو دیسی رئیس و راجگان کے خلاف

سڈیشن کرنا اسمیں شامل ہے۔ ایسی مثالیں کم نہ ملیں گی کہ ہندوستان میں چھپے ہوئے اخبارات ریاستوں
کے خلاف سڈیشن پھیلاتے ہیں۔ گورنمنٹ ہند اسے برداشت نہیں کرسکتی۔ وہ یہ گوارہ نہیں کرسکتی کہ ان
کے علاقہ میں لوگ دیسی روسا کے خلاف سڈیشن پھیلائیں اور سزایاب نہوں۔ دوسری چیز جو اس میں
شامل ہے اور تعزیرات ہند میں نہیں ہے یہ ہے کہ کسی افسر کے خلاف نفرت پھیلانا یا اوسے ذلیل کرنا۔
بہت سے زہریلے نشتر مجسٹریٹوں اور ججوں پر نیز ایگزیکیوٹو کے جونیر ہونے میں ان کی روک تھام لازمی ہے
چھے تھے خوف دلانا یا بدنام کرنا۔ اسمیں دیسی روسا کو بدنام کرنا بھی شامل ہے جن کے خلاف لارڈ لٹن
کے ایکٹ ۱۸۷۸ء میں ذکر ہے۔ پانچویں ایسی تحریرات کے شائع کرنے کی ممانعت ہے کہ قانونی کارروائی
کرنے سے لوگوں کو باز رکھنے کی جرأت یا ترغیب دلائے۔ انڈین کرمنل لا امنڈمنٹ ایکٹ ۱۹۰۸ء کے
مطابق گورنمنٹ کو اختیار ہے کہ کسی انجمن کو جس کے اغراض خلاف قانون ہو بند کردے۔ پس اخباروں
کی ایسی حرکت کرنے سے باز رکھنا لازمی ہے جو کہ انجمنیں نہیں کرسکتیں۔

ضبط کرنیکے اختیارات

دوسری بات بل سے متعلق یہ ہے کہ ممنوع تحریرات کے شائع ہونے پر لوکل گورنمنٹ
کو اختیار ہوگا کہ ضمانت ضبط کرے۔ اگر پریس یا اخبار بعد اس حکم کے اپنا کام جاری رکھنا چاہے
تو اوسے نیا ڈکلریشن داخل کرنا ہوگا اور پہلے سے زائد ضمانت دس ہزار تک داخل کرنا
ہوگی جیسا کہ مجسٹریٹ حکم دے۔ اگر اسکے بعد بھی ممنوع تحریرات کی اشاعت ہوئی تو لوکل گورنمنٹ کو اختیار ہوگا
کہ ضمانت ضبط کرے اور پولس کے معاملہ میں پریس کی ضبطی کا بھی حکم صادر کرے۔ میں ممبران پر یہ صاف
طور پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ مطابع پر اسکا مطلق اثر نہ پڑے گا تاوقتیکہ وہ اس قسم کے جرم کے مرتکب
نہوں۔ اوسوقت اون سے ضمانت طلب کی جائے گی اگر پھر بھی جرم کے مرتکب ہوئے تو ضمانت ضبط
اور تیسری مرتبہ ضمانت اور پریس سب ضبط ہوگا۔ یعنی یہ کہ پہلی ضمانت کی ضرورت نہیں پھر ضمانت طلب
کیجائے گی۔ اس سے یہ مطلب ہے زائد ضمانت اور پھر ضمانت اور پریس ضبط۔ نئے مطبع کی رجسٹری کے
وقت شروع ہی سے ضمانت طلب کی جائے گی۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ وہ رجسٹریاں جو برائے نام ہیں
ہیں قانون کے خلاف ورزی نہ کرسکیں۔

دوہری ضمانت

اسکے قبول کرنے میں دریغ نہ ہوگا کہ اگر ضمانت لی جائے تو پریس سے ضرور لیجائے
کیونکہ اسکے قانون پر اثر ہو تو صرف اخبارات ہی پر اسکا عمل نہ ہونا چاہیئے بلکہ تمام

کتابوں، رسالوں پر چونپیر اور ہر قسم کے کاغذوں پر جنسے سڈیشن پھیلانا ممکن ہو۔ آخری سب کلاز میں پبلک سرونٹ کو خوف دلانے کا ذکر ہے جو لفظ بلفظ ۱۸۷۰ء کے ایکٹ سے نقل کر دیا گیا ہے۔ جو حفاظت کہ سب کلاز دے گا اسکی اب زیادہ ضرورت ہے بمقابلہ میں برس اس طرف کے۔

روک تھام کے نئے تجویزیں۔

اب میں بیان کرونگا کہ کسطرح کی تحریرات کس طرح سے شائع ہونے سے روکی جائینگی۔ آنریبل ممبر واقف ہیں کہ پریس اینڈ رجسٹریشن آف بکس ایکٹ ۱۸۶۷ء کے مطابق ہر ایک شخص جو مطبع، رسالجات یا کتابوں کے چھاپنے کے واسطے کھولے ایک ڈکلریشن مجسٹریٹ کے پاس داخل کر دے۔ اسکے کسی کلاز میں یہی ہے کہ ہر اخبار کا شائع کرنے والا اور طبع کرنے والا بھی ڈکلریشن دے۔ اونکی فہرست رہتی ہے اور وہ ہر ایک شخص کی اطلاع کے واسطے جو پریس یا اخبار کے خلاف قانونی کارروائی کرے موجود رہتی ہے۔ نئے بل کے دفعہ ۳ میں درج ہے کہ آیندہ جو شخص ڈکلریشن مطبع کا داخل کرے وہ ضمانت پانچ سو سے لیکر پانچہزار تک جیسا کہ مجسٹریٹ حکم دے داخل کرے۔ دفعہ ۸ میں اخبارات کے شائع کنندوں کے واسطے بھی یہی شرط ہے۔ اخبارات کے طبع کرنے والے سے ضمانت نہیں لی جاتی ہے کیونکہ وہ بحیثیت پریس کے پہلے ہی داخل کر چکا ہے۔ یہ صرف آیندہ ہی اثر رکھتے ہیں۔ موجودہ مطابع یا اخباروں سے ضمانت نہ لی جاوے گی تاوقتیکہ وہ ممنوع تحریرات کی چھاپنے کے مرتکب نہوں۔ لیکن جب ایسی تحریرات شائع ہوں گی لوکل گورنمنٹ کو اختیار رہوگا کہ مطبع یا اخبار کے پبلشر سے ضمانت طلب کرے اور اون شرائط کا پابند ہو جو نئے رجسٹریشن کے واسطے ضروری ہیں لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پرنٹر سے ضمانت لیکر پھر پبلشر سے ضمانت لینے کی کیا ضرورت ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ ہم ہمیشہ اخبار کا پتہ اسکے مطبع کے ذریعہ سے نہیں لگا سکتے کیونکہ ایسی مشکلات پیش ہوئی ہیں جبکہ یہ نہیں معلوم ہوا کہ اخبار کس پریس میں طبع ہوا ہے اکثر چھوٹے چھوٹے اخبارات جو کہ مشہور بجرم ہیں کوئی اپنا پریس نہیں رکھتے ہیں بلکہ معمولی مطبع میں چھپتے ہیں جو کہ ماہ بماہ بدلتا رہتا ہے اور یہ معلوم کرنا آسان کام نہیں کہ کوئی خاص پرچہ جس میں ممنوع تحریرات کی اشاعت ہوئی ہے کس مطبع میں چھپا ہے۔ علاوہ بریں اگر اخبار کے پبلشر سے ضمانت نہ لی جاوے تو وہ جرم کرے گا اور سزایاب نہ ہوگا جیسا کہ مختلف مطبع ہونگے جہاں کہ وہ چھپا ہے۔ ہم نے ضمانت کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ تعداد مقرر کر دی ہے تاکہ افسروں کو علمدرآمد کا طریقہ معلوم ہو جاوے۔ لیکن ایسی حالت میں جبکہ پریس چھوٹا ہے جہاں محض نوٹس یا رسالے چھپتے ہیں

جو کوئی اوا قع اخبار نمبر میں لیکن اُسکی تعریف سے الگ نہیں رہ سکتے مجسٹریٹ کو اختیار ہوگا کہ ضمانت کم لے یا بالکل نہ لے۔

کتاب اور پمفلٹ

ابتک تو میں اخبار یا ایسے مطابع کا ذکر کرتا تھا جو کہ شہر میں ہیں۔ لیکن ہمکو کتابوں اور پمفلٹ کے متعلق بھی یہ کہنا ہے خصوصاً پمفلٹ جو کہ شہر کے باہر یا اندر پوشیدہ طور پر شائع ہوتے ہیں ایسے معاملات میں لوکل گورنمنٹ کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ ایسے کاغذات کی ضبطی کا حکم دے اور انکی تلاشی کیواسطے وارنٹ جاری کرے۔ اسکی امداد کیواسطے محکمہ کسٹم کے افسران کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ شناکی پیکٹ روک لیں اور لوکل گورنمنٹ میں امتحان کی غرض سے پیش کریں ڈاک کے افسروں کو اجازت ہوگی کہ وہ ایسے پیکٹ کو اسی غرض سے کھولکر روک لیں جسمیں کہ شک ہو کہ کوئی خراب چیز بذریعہ ڈاک کے بھیجی گئی ہے اسکی بھی ممانعت ہے کہ ڈاک کے ذریعہ سے کوئی اخبار نہ جاسکے جسکی بابت ضمانت اور ڈکلریشن طلب ہونے پر داخل نہ ہو چکے ہوں۔ آخرالامر یہ کہ ہمنے ہر ایک پرنٹر کا فرض مقرر کیا ہے کہ ہر ایک اشاعت کی دو کاپیاں بلاقیمت گورنمنٹ کو دے۔ اسکی ضرورت اسوجہ سے محسوس ہوئی کہ بعض اخباروں کے مالک اخبار کی کاپیاں جو کہ سرکار نے خریدی ہیں ٹھیک وقت پر نہیں دیتے اور اکثر تو معمولی قیمت سے دگنی قیمت لی گئی تھی۔

ہائیکورٹ سے اپیل

ابتک میں نے ان اختیارات کا ذکر کیا تھا جو کہ اس ایکٹ سے حاصل ہونگی اب میں اس روک کا ذکر کرونگا جو کہ ہو جائیگی۔ ہائیکورٹ کی خاص عدالت جس میں تین جج ہوں اونکے سامنے ضبطی کے حکم کے خلاف اپیل ہو سکتی ہے اگر ہائیکورٹ کو یہ ثابت ہو کہ جس مضمون کیوجہ سے ضبطی کا حکم دیا ہے وہ دفعہ ۴ کے اندر نہیں آیا ہے تو ضبطی کے حکم کی منسوخی کا حکم صادر ہونا میں خیال کرتا ہوں کہ یہ گورنمنٹ کی جلدی اور غیر مناسب حرکات پر اچھی روک ہے پس ہم نے اور قانونی علاج بھی بند کر دیئے ہیں۔

دو دفعات اور قابل ذکر ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ضمانت نہ داخل کرنے کی وہی سزا ہوگی جو ڈکلریشن نہ داخل کرنے کی پریس اور رجسٹریشن اف بک ایکٹ کے مطابق ہے دوسرا یہ ہے کہ اور قانون کے مطابق بھی کارروائی کی جاسکتی ہے۔

اس ایکٹ کے اندر آزادی

میں نے یہ بیان کر دیا ہے کہ اس بل کی تجاویز میں کیا کیا ہیں اب میں اسکی

کمی کا ذکر کر دنگا کیا کرنے کی تجویز ان میں سے ہے اولاً یہ سنشر شپ نہیں قایم کرتی - یہ پریس پر کوئی روک بہی نہیں لگاتی - پریس کو اختیار ہوگا جو چاہے چھاپے۔ اسے اختیار ہے کہ دماغی کارروائی اس حد تک جو کہ قانون نے مقرر کی ہے معقول کرے۔ ثانیاً یہ محض اگزیکٹو کی بابت ہی مثل پریس ایکٹ ۱۸۷۸ء کے نہیں ہے۔ اسمیں شک نہیں ہے کہ پہلے اسکا عملدرآمد اگزیکٹو گورنمنٹ کی طرف سے ہوگا لیکن انصاف کی اعلیٰ عدالت سے اپیل کرنے کا اختیار تمام خود مختاران اور جلد بازی کے حرکات کی روک تمام ہے۔

غیر لایسنس یافتہ مطبع کی آزادی جس کے واسطے لمٹن نے سارہے تین سال اوسطرف حمایت کی تھی اور بے سود حمایت کی تھی اوسکو اس بل سے مطلق تعلق نہیں ہے۔ اس ایکٹ کے منظور ہونے کے بعد جو اخبارات جاری ہوں اون سے ضمانت طلب کی جاسکی اور یہ بدیں وجہ ضروری ہے کہ اصلی کی شناخت میں تغیر نہ ہوسے جس کی نسبت بنگال میں پیش آئی ہیں لیکن ضمانت امر دیگر ہے اور لایسنس کی پابندی دوسری بات ہے جمہور کے فائدہ کے لحاظ سے ضمانت جائز طور پر لیجا سکتی ہے تاکہ اس امر کی ذمہ داری قایم ہوجاوے کہ جو لوگ اول بار رعایا کو پبلک کے متعلق تعلیم دینے کی اہم ذمہ داری کا کام انجام دینا شروع کریں وہ اپنے کام کے متعلقہ ذمہ داریوں سے پوری طور پر آگاہ ہویں۔

موازنہ میں غیر ممالک کے نظائر اور بجنسہ واقعات پیش کرکے زیادہ مصالحہ جمع کرنا نہیں چاہتا ہوں - حسب ارشاد لارڈ مارلی صاحب بہادر کوئی پولٹیکل اصول ایسا نہیں ہے کہ جو بلا لحاظ حالتوں کے ہر موقع اور محل پر ہر حالت میں عائد ہوسکتا ہو ہر ایک ملک کے اپنے مسائل ہیں اور یہ لازم ہے کہ ہر ایک ملک اونکو اپنے طریقہ پر حل کرے۔ ہندوستان کے سامنے ایک سنگین مسئلہ پیش ہے ہمکو یہ لازم ہے کہ اپنی راہ پر قدم ماریں اور اسقدر ہدایات سے کام لیں جو ضروری معلوم ہو دیں۔ ہم غیر کی شمع کی روشنی میں قدم نہیں اوٹھا سکتے ہیں۔ لیکن اگر یورپ کا کوئی ایسا ملک ہے کہ جسکے تجربہ سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں اور جسکی نظیر پیش کرسکتے ہیں تو وہ آسٹریا ہے۔ جہاں اس قسم کی مختلف اقوام فرقوں زبانوں اور مذاہب کا مجموعہ ہے جیسا کہ ہندوستان میں پایا جاتا ہے اور جہاں کی نسبت بسمارک صاحب نے ایک عرصہ گزرا یہ بیان کیا تھا کہ اخبارات کے ایک حصہ نے خراب رجحان پیدا ہونے کا اثر ڈالا ہے۔ لیکن اب یہ دیکھنا ہے کہ موجودہ بل کا موازنہ کہاں تک اوس عملدرآمد سے ہوسکتا ہے جو آسٹریا میں پایا جاتا ہے۔ آسٹریا میں نہ صرف یہی قاعدہ ہے کہ بلا لایسنس حاصل کئے کوئی شخص مطبع کہول نہیں سکتا ہے بلکہ ہر ایک پرچہ رسالہ کا قبل اشاعت کے پولس کے پاس

بیچا جاتا لازمی ہے تاکہ اگر اسمیں خلاف ورزی قانون کی پائی جاوے تو فوراً تمام جلدیں ضبط کرلی جائیں۔ تمام
سامانِ خواہ اون سے کوئی جرم سرزد ہوا ہو یا نہ ہوا ہو مجبور ہوکر ایک رقم معین جرمانہ ادا کرنے کی ضمانت میں جمع کردیں
پولیس بسا اوقات یہ علم دیتی ہے کہ اخبار کے کالم سے وہ مضمون خارج کردیا جاوے جو اسکی نظر میں غیر مناسب
معلوم ہووے اور روزانہ اخبارات کو آگاہ کردیتی ہے کہ بہتر ہوگا کہ سردست کسی خاص مضمون پر قلم نہ اوٹھایا جاوے
آخری کارروائی یہ ہے کہ کانسٹی ٹیوشنل حقوق کے اخبارات کو وہ اون کا آنا جانا معطل کرسکتا ہے۔ یہ عملدرآمد
اوس ملک میں ہے۔ جہاں اخبارات میں پبلک رائے پر معقول دباؤ ہے۔ ہر ایک پولیٹکل پارٹی کیواسطے
ایک ایک آلہ اظہار خیالات کا ہوتا ہے۔ اور گورنمنٹ کے بھی اس قسم کے آلے ہیں۔ ایک جانب سے جو کچھ
بیان ہوتا ہے اوسکی تردید دوسری جانب سے ہوتی ہے۔ ہندوستان میں اوس قسم کی کوئی پابندی نہیں پائی
جاتی ہے کہ جو قابل تذکرہ ہووے باانیہمہ اس مسودہ کے ذریعہ سے پولیس کو کوئی اختیارات دینا مقصود نہیں
ہے۔ پولیس کو اس بل سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اور نہ اس کے عملدرآمد سے پولیس کو سروکار ہوگا۔

سابق کے پریس ایکٹ

حضور والا میں نے بیان کردیا ہے کہ ہماری تجاویز کہاں ہیں اور کہاں نہیں ہیں۔
اسوقت میرا یہ فرض ہے کہ اون تجاویز کو ثابت کروں اور بدیں غرض میرا یہ فرض ظاہر
کرتی الامکان نہایت وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ متعلقہ کا ردیو پیش کروں اور
اس سوال کا جواب دوں کہ کیوں کوئی خاص قانون اسوقت پر ضروری ہے اور کیوں گورنمنٹ موجودہ قانون
فوجداری پر قانع نہیں رہ سکتی ہے۔ بدیں غرض میں اوسوقت سے شروع کرتا ہوں کہ جب سے موجودہ خرابی
پیدا ہونی شروع ہوئی ہے ہندوستان میں پریس (باستثنائے دو زمانہ) کے عرصہ گذشتہ ۷۰ سال سے آزاد
رہا ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ پریس اسوقت سے آزاد ہے جب سے سر چارلس مٹکاف صاحب نے اُس
ایکٹ لائیسنس کی ترمیم فرمائی تھی جو ۱۸۳۵ء میں رائج تھا۔ دو زمانے جنکا میں نے ذکر کیا ہے اون میں اول
غدر کا زمانہ تھا جبکہ تمامی پریس پر ایک سال تک (اوس سے زائد نہیں) کامل اقتدار رہا۔ اور دوسرا زمانہ
۱۸۷۸ء سے ۱۸۸۱ء تک رہا جبکہ پریس کے ایک حصہ پر ۱۸۷۸ء کی پریس ایکٹ کے بموجب برائے نام
اقتدار رہا۔ میں سابق کے زمانہ کا ذکر نہ کرونگا بلکہ اوس زمانہ کے وسط سے شروع کرونگا جو میں نے بیان کیا ہے
اور یہ دکھانے کی کوشش کرونگا کہ حال میں پریس نے لارڈ مٹکاف صاحب کی عطا کی ہوئی رعایت سے
کس طور پر فائدہ اوٹھایا۔ ۳۲ سال کا عرصہ گذرا کہ میں بحیثیت سیکرٹری گورنمنٹ بنگال ایک مشہور دربار میں

موجود تہا جو مسٹر اشلی ایڈن صاحب نے بمقام بلویڈیر بتاریخ ۱۲ اگست ۱۸۷۶ء منعقد فرمایا تہا اِس دربار میں حاضرین
کو خطاب کرتے ہوے لاٹ صاحب بہادر نے نہایت زوردار الفاظ میں اُس بدخواہی سرکار اور بغاوت کی
ملامت فرمائی تہی جو بنگال کے نیٹو پریس میں بر ملا اوقات شائع ہوئی تہی اُس زمانہ میں بہی افراط کے ساتھ
بغاوت کی وعظ ہوتی تہی اور آزادی کے واسطے جنگ کرنیکا تذکرہ رہتا تہا۔ اور یہی وجہ مسٹر اشلی ایڈن صاحب
نے اون لوگوں کو آگاہ کر دینا مناسب خیال فرمایا تہا جنکو آپ خطاب فرما رہے تہے کہ ورنیکلر پریس کا وطیرہ
بہت جگہہ بنگالیوں کی وفاداری پر خراب اثر ڈال رہا ہے۔ لیکن اِس تنبیہہ کی پرواہ نہیں کی گئی اور آسکے ایکسال
بعد اخبارات کی طرز تحریر اور میلان نے ایکٹ ۱۸۷۸ء کا منظور کیا جانا لازمی قرار دیا اوس ایکٹ کا منشا مانند موجودہ
بل کے یہ تہا کہ بغاوت کا سد باب کیا جاوے نہ یہ کہ بغاوت کے واسطے سزا دیجاوے ہر شخص کو معلوم ہے
کہ اِس ایکٹ پر صرف ۴ سال تک عملدرآمد رہا اور اِس عرصہ میں صرف ایک مرتبہ اوس ایکٹ کی شرایط
سے کام لیا گیا اوسکے نقائص ہماری موجودہ نکتہ خیال کے لحاظ سے صریح طور پر عیاں ہیں اِس ایکٹ کو
صرف ورنیکلر پریس سے تعلق تہا اور اُن اخبارات سے اسکو کوئی تعلق نہ تہا جو انگریزی زبان میں شائع
ہوتے تہے خواہ اِن کے مالک ہندوستانی تہے یا انگریز۔ یہ ایکٹ کی منشری سراسر انگزیکیوٹو تہی۔ جوڈیشیل
دخل اندازی صریحاً دور رکہی گئی تہی اور اِس ایکٹ میں ملامت کے واسطے ایک ایسی ناممکن العمل دفعہ تہی
کہ جو فوراً ترمیم کر دی گئی۔ یہ تمام ایکٹ ۱۸۸۱ء میں ترمیم ہوا۔ اور اُسوقت سے آج تک معمولی قانون کے
تحت میں پریس چلا آتا ہے۔ ۱۹۰۷ء تک گورنمنٹ کی پالیسی حد درجہ کی چشم پوشی کی تہی اور مقدمات قایم
کرنے کی بہت کم نوبت آئی تہی۔ اسمیں شبہ نہیں ہے کہ ۲۷ سال کے اندر یعنی ۱۸۷۰ء سے ۱۹۰۷ء تک
صرف ۱۲ مرتبہ قانون سے کام لیا گیا۔ اور اِن مقدمات میں ایک بہی ایسا نہیں ہے کہ جس میں ملزم بری
ہوا ہووے۔ دو مرتبہ جوری نے جج کی راے سے اتفاق نہیں کیا لیکن اگر گورنمنٹ ملزمان کی معافی قبول
نہ کرتی تو پہر مقدمہ چلاتی۔ میں نے یہ ذکر کیا ہے کہ ہم نے حد درجہ کی چشم پوشی کی تہی۔ بہت لوگ اسکو حد سے
زیادہ بیان کرتے ہیں۔ لیکن تمام انگریزوں کا پختہ طبعی رنگ دخل اندازی کرنے کے خلاف ہے۔ حتیٰ کہ
وہ مقدمہ بازی بہی پسند نہیں کرتے ہیں اور ہم اِس امید میں تہے کہ زمانہ اور تعلیم راہ راست پر لگا دے گا۔ لیکن
ہماری امیدیں بے سود ثابت ہوئیں۔ پریس نے اپنا وطیرہ درست نہیں کیا۔ روز بروز حالت بدتر ہوتی گئی۔ اور
آخرکار اِن سے ایسا تاگریز نتیجہ پیدا کیا کہ ظالمانہ اور جابرانہ طریقہ بائیکاٹ جاری ہوگیا۔ مزید براں یہ ظاہر تہا کہ

ان معاملات کا خاتمہ ایسے نہیں ہونے والا ہے اور آئندہ بدتر حالت کا سامنا ہونے والا ہے۔ یہ سبکو معلوم ہوا کہ ہم کو اس حالت کا زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا پس بتاریخ ۳ جون ۱۹۰۷ء بعد غور و فکر گورنمنٹ ہند نے رزولیوشن مندرجہ ذیل شائع کیا۔

رزولیوشن بابت ۱۹۰۷ء

پنجاب و مشرقی بنگال میں حال میں غداری کے ایسے فسادات کے ساتھ چند ایسی حالتیں نظر آئیں کہ گورنمنٹ ہند اس جانب توجہ کرنے کو مجبور ہوئی کہ متعدد انگریزی و دیسی اخبارات نے جان بوجھ کر رعایا میں جوش پیدا کرنے مختلف فرقوں میں ملال پیدا کرنے اور گورنمنٹ کے مقابلہ میں صریح مخالفت پیدا کرنے و مختلف طریقوں سے امن و امان عامہ میں خلل ڈالنے کی کوشش کی۔ گورنر جنرل صاحب بہادر کی یہ خواہش نہیں ہے کہ پریس کی جائز آزادی کو گورنمنٹ کی نکتہ چینی کے متعلق کسی طرح دبا دیں۔ اور وہ کسی طرح یہ گوارا نہ ہوگا کہ وہ بہت سے باقاعدہ اخبارات کی آزادی میں دخل کریں اگرچہ بدخواہ اخبارات کے وطیرہ اچھے نہیں ہیں۔

لیکن جناب گورنر جنرل صاحب بہادر جو کہ مختلف ملت و مذہب کی آبادی میں امن و امان قائم رکھنے کے ذمہ دار ہیں اور آپ کسی طرح ان تحریرات کی اشاعت کی چشم پوشی نہیں فرما سکتے ہیں جو سوسائٹی کے غیر امن پسند عناصر کو ابھاریں اور گورنمنٹ کے خلاف متشددہ کارروائیاں اختیار کرنے کی اشتعالک دیویں ان وجوہات سے جناب نواب گورنر جنرل صاحب بہادر نے یہ طے فرمایا ہے کہ بغاوت اور مختلف فرقوں میں ملال پیدا ہونے کا سد باب حسب منشاء قانون فوجداری نہایت استحکام کے ساتھ عمل میں آوے۔ پس بہ منسوخی احکامات سابقہ حضور پرنور با جلاس کونسل لوکل گورنمنٹوں کو یہ اختیار دیتے ہیں کہ اپنے مشیر قانونی سے مشورہ کرکے ایسی حالتوں میں مقدمات قائم کرنا شروع کریں جہاں جان بوجھ کر خلاف ورزی عمل میں آوے حضور پرنور کو امید ہے کہ اس وقت جو تنبیہ کی جاتی ہے وہ ایک حد تک شمار مقدمات قائم ہونے کی نوبت نہ لاوے گی لیکن اگر بدقسمتی سے یہ امید پوری نہوئی تو آپ یہ اعتماد رکھتے ہیں کہ مقامی حکام اس خرابی کیواسطے موثر تدابیر عمل میں لاوینگے۔

بے اثر قانون

گذشتہ سال کے اخیر تک احکامات مندرجہ بالا کے مطابق ۷۴ مقدمات چلائے گئے اسمیں سے ایک مقدمہ میں بھی ناکامیابی نہیں ہوئی اگرچہ مقدمات میں۔ اڈیٹر منیجر یا پروپرائیٹر بچ گئے اور صرف دو پرنٹر یا پروپرائیٹر مجرم قرار پائے جن کے نام درج رجسٹر تھے۔ بعض مقدمات

کی گورنمنٹ نے معافی کی درخواست قبول فرمائی اور مقدمہ اوٹھالیا۔ بایں ہمہ ہمکو اعتراف کرنا پڑتا ہے۔
کہ ہمکو شکست نصیب ہوئی۔ ہمکو اپنے مقاصد میں صرف اس حد تک کامیابی ہوئی کہ چند مجرمان کو ہم نے
سزا دیدی لیکن ہمارا اہم اور خاص مقصد تھا کہ یہ خرابی دفع ہوجاے اس میں ہمکو ناکامیابی ہوئی۔ ہم نے یہ
ثابت کردیا ہے کہ موجودہ قانون بغاوت کے واسطے مقدمات قایم کرنے کے لئے کافی ہے۔ لیکن اسکے
ساتھ ہی ہم نے یہ ثابت بھی کردیا ہے کہ یہ قانون پریس کو جایز حد مباحثہ کے اندر رکھنے کیواسطے کافی نہیں ہے
باوجودیکہ ہمکو مقدمات قایم کرنے میں کامیابی ہوئی لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہندوستانی اخبارات کا بااثر حصہ جو
اکثریت پڑھا جاتا ہے متواتر اس کام میں مشغول ہے کہ رعایا کی نظر میں گورنمنٹ کو قابل نفرین قرار دیوے۔ چونکہ
گورنمنٹ غیر ملکی ہے پس وہ خودغرض اور جابر ہے۔ وہ اس ملک کی دولت گھسیٹ رہی ہے۔ رعایا کو مفلس
بنادیا ہے۔ اور اس درجہ شدید قحط متواتر نازل کئے کہ سابق میں انکا ذکر بھی نہ تھا۔ اس گورنمنٹ کی سڑکیں اور
ریلیں۔ نہروں نے ملیریا بخار پیدا کردیا کنووں میں زہر ڈالکر طاعون پیدا کردیا۔ آبادی کو کم کرکے اوسکو طابع رکھنے
کے واسطے اس گورنمنٹ نے ہندوستانی کاشتکاروں کو اراضی سے۔ ہندوستانی کاریگروں کو دستکاریوں سے
اور ہندوستانی تاجر کو تجارت سے محروم کردیا۔ اس گورنمنٹ نے دہریہ طرز کی تعلیم سے مذہب برباد کردیا۔ یہ
گورنمنٹ ذات کو اس طور پر مٹانا چاہتی ہے کہ نمک اور شکر کو جو رعایا کھاتی ہے اور کپڑے کو جو رعایا پہنتی
ہے ناپاک بناتی ہے انگریزی نوآبادیوں میں ہندوستانیوں کے ساتھ بدسلوکیاں ہونے کی اجازت دیتی
ہے گراں ٹکس لگاتی ہے اور فوج میں اسکو صرف کرتی ہے۔ انگریزونکو بھاری بھاری تنخواہیں دیتی ہے۔
اور ہندوستانیوں کو صرف ادنیٰ عہدوں پر مقرر کرتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس گورنمنٹ نے تمام رعایا کو غلام بنالیا ہے جو اب آزادی کے واسطے کشمکش کررہی ہے
مین نے جو کچھ اوپر بیان کیا ہے اگرچہ یہ مکمل فہرست بیانات کی نہیں ہے لیکن یہ وہ چند بیانات ہیں جو
اون نوجوان تعلیم یافتہ نسلوں کے دلوں میں سے کئے جاتے ہیں جن میں سے ہم سول حکام کی جماعت
عظیم بھرتی کرتے ہیں جو ہندوستان میں حکومت کرتے ہیں۔ اگر اس معاملہ میں اور زیادہ بیان نہ کیا جاوے اور
پریس اس حد تک قناعت کرے تو اس سے بھی خرابی پیدا ہوتی ہے لیکن اس سے زیادہ بیان کیا جاتا
ہے۔ بہرو اخبارات علانیہ اور اشارتاً بیان کرتے ہیں کہ ہندوستان میں تمام خرابیوں کا علاج یہ ہے کہ غیر
ملکی حکومت سے آزادی ملے اور وہ آزادی ایثار علی النفس اور بہادرانہ کارناموں سے حاصل کیجاوے۔

نوجوان کسی قسم کی زیادتی اختیار کرکے شہید ہونے کیواسطے مستعد ہوویں۔ ہندو دیوتا قدیم اور موجودہ زمانہ کی تاریخ خصوصاً انقلاب عظیم کے متعلق یورپ کے لٹریچر سے انقلاب عظیم جائز بنانے کیواسطے نظیریں پیش کیجاتی ہیں اور یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ کامیابی ہرنی لابدی ہے۔ سرکیشیا۔ اسپین و جنوبی افریقہ کا طریقہ کشت و خون۔ پولٹیکل مقابلہ کیواسطے بہتری کی وعظ۔ کوشہ کی نہایت بدتر عقاید۔ روس نہلسٹوں کی کارروائیاں۔ مارکوئس ریٹو کا قتل کیا جانا۔ گیتا میں ارجن اور سری کرشن جی کی گفتگو جو ہندوں کے حق میں ویسی ہی کتاب ہے جیسی کہ لیوتھر کی کتاب جو شیلے عیسائی کیواسطے ہو سکتی ہے یہ تمام تمثیلیں نوجوانوں کے دلوں میں جوش پیدا کرنیکے واسطے کام میں لائی جاتی ہیں۔ آخری تمثیل شاید نہایت ہی بدتر ہے۔ میں اس سے بڑھکر اور کوئی شرارت خیال نہیں کرسکتا ہوں کہ ایک قوم کے خون آلود ہاتھ ہندوستانی گرتھ بک ترین اور افضل ترین فلسفہ اور مذہبی وجد کی ایک نادر تصنیف پولیٹکل مقابلہ کی وعظ کے کمینہ کام میں تبدیل کی جاوے۔

بغاوت

غرض یہ زہر مختلف طریقوں سے پھیل گیا ہے اور اسکا علاج کوئی نہیں ہے۔ انڈین پریس میں گورنمنٹ کی حمایت کرنیوالے چند ایسے اخبارات ہیں جنکی اشاعت زیادہ نہیں ہے جو اُن لوگوں تک نہیں پہنچے ہیں جن کے دلونپر ان حملوں سے تعصب پیدا ہو گیا ہے۔ بغاوت کو سامعین پر اجارہ حاصل ہے اور اوسکے سامعین کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ اس تعداد کے بڑھانے کیواسطے کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکھا جاتا ہے اور رعایا کی جماعتوں میں زہریلا اثر پھیلایا جاتا ہے۔ جوشیلے نوجوانوں نے دیہاتیوں کی امن پسند زندگی میں خلل ڈالا ہے یہ نوجوان ان جاہلوں کے سامنے جو قدرتی طور پر نہایت شوق کے ساتھ سنتے ہیں وہ مضامین پڑھتے ہیں جنمیں اون عقائد کی وعظ ہوتی ہے جنکو میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ سادھوؤں کے بھیس میں قاصد تمام ملک میں سفر کرتے ہیں اور غداری کی وعظ اُن سادہ مزاج لوگوں کے سامنے کرتے ہیں جنکو اس امر کا یقین ہے کہ جو کچھ چھپا ہوا ہے ضرور صحیح ہے۔

سب سے بدتر خرابی یہ ہے کہ کوششیں ہو رہی ہیں کہ ہندوستان کی عورتیں بغاوت میں شریک ہوں اور زنان خانوں میں گورنمنٹ پر اتہامات رکھکر جنمیں سے خاصکر طاعون کے جاری کرنے کا ہے بری خیالات پھیلائے جاتے ہیں۔ کیا اس سے بڑھکر کبھی کوئی بدنامی کی بات ہوئی ہے کہ ہندوستانی عورتوں کے لئے جو خیالات اور اون کی نئی ذہنی بیداری کے شروعات میں ایسے اثرات پڑنیکا خطر پیدا ہو جاوے۔ آپ کے

یہاں سویبر کے زمانہ سے اور سابائن کی لڑکیوں کے متعلق روم کے پرانے قصوں کے زمانہ سے عورتیں دنیا میں صلح کن ہوتی رہی ہیں۔ انکا وجود قومی دشمنی کو رفع کرنے کا باعث ہوتا تھا نہ کہ اوسکے پیدا کرنے کا باعث کیا آیندہ زمانہ کی شکنتلا ایسی عقل کے خلاف جوانی پر پہونچے گی کہ وہ قتل کی سازش کرے گی اور ہم پلانے کے لئے تدابیر اختیار کرے گی۔ اگر وہ ایسا کرے گی تو یقیناً ہندوستان کے شاعر اوسے شکنتلا نہیں کہیں گے۔

اس ہمیشہ بڑہتی ہوئی ترغیب اور بہکانے کا یہ انجام ہوا کہ اب ہمارے اوپر حملے ہو رہے ہیں۔ چند سال قبل جسکے کچھ آثار ہونے کے پیش بینی کی گئی تھی وہ حقیقتاً اب واقع ہونے لگا ہے۔ موجودہ وقت میں ہم کو ایسی ایک قاتلانہ سازش سے مقابلہ ہو رہا ہے جسکا منشا ملکی گورنمنٹ کو غارت کرنے کا ہے اور برٹش راج کا قایم رہنا عام خطرات پیدا کرکے ناممکن کرنا ہے۔ اونکی ترتیب اثر پذیر اور دور تک پہونچنے والی ہے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ اونکی تعداد کثیر ہے لیڈران خفیہ طور پر کام کرتے ہیں اور اون کے نوجوان شاگرد آنکھ بند کرکے اونکے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ موجودہ وقت میں جو طریقہ وہ پسند کرتے ہیں وہ ملکی قتل کا ہے اور یہ طریقہ قتل نہایت خراب حالت میں ہے ابھی تک اونہوں نے بہت سے قتل کر ڈالے یا قتل کر ڈالنے کی کوششیں کرلی ہیں دو مرتبہ کوشش سر انڈریو فریزر صاحب کی گاڑی کو بم سے اڑانے کی کیگئی اور ایک مرتبہ اسی طریق پر کوشش اون کے ایک عام موقع پر گولی مار دینے کے لئے کیگئی جس سے کہ بدقسمتی سے ہم سب بخوبی آگاہ ہیں۔ دو مرتبہ کوششیں مسٹر کنگسفورڈ کے قتل کرنے کی کیگئی جسمیں سے ایک مرتبہ کی کوشش میں دو انگریزی لیڈیوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ از انجملہ سرسید ولعل بنرجی بابو آشوتوش بشواش پبلک پراسیکیوٹر علی پور۔ سر ولیم کرزن ولی۔ مسٹر جیکسن اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ شمس العالم بہت سمجھ بوجھ کر اور بیرحمانہ طریق پر گولی مار کر ہلاک کر ڈالے گئے۔ تین خفیہ حالتوں میں دو قتل کر ڈالے گئے اور تیسرے سے اس طرح سے بدلا لیا گیا کہ اوسکا بھائی اپنے ماں اور بہنوں کے روبرو قتل کیا گیا۔ مسٹر ایلین صاحب مجسٹریٹ ڈہاکہ کے پھیپھڑوں میں گولی لگی اور اونکی مشکل سے جان بچی۔ دو بم حضور وائسرائے پر احمدآباد میں پھینکے گئے مگر صرف اسوجہ سے کہ اون کی ساخت میں کچھ نقص رہ گیا تھا پھٹنے میں ناکامیاب رہے۔ زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ ایک بم سے انبالہ کے ڈپٹی کمشنر کو مارنے کی کوشش کی گئی تھی یہ سب باتیں قدرتی اور ضروری نتایج اس تعلیم کی ہیں جو چند اخبارات کے ذریعہ سے ہو رہی ہے۔ اُنہوں نے ان بی کے سرسبز ہونے کے لئے زمین تیار کرلی ہے۔ انہوں نے تخم بو دیا اور وہ اب اوسکی فصل کے لئے جوابدہ ہیں۔

یہ کوئی عام بیان نہیں ہے۔ سلسلہ وجوہات کا بالکل صاف ہے۔ صرف یہی نہیں ہے کہ گروہوں کی سختی اخبارات کی زبان میں تبدیلی ہونے کے وقت سے شروع ہوئی بلکہ خاص حملوں کے بعد خاص خاص طور پر ترغیب دینے میں ترقی ہوتی گئی۔

اور صاحبان اب میں اس کونسل کو اون سب مقامات کے نام پر جو محب ملک ہندوستانی کے دلوں میں ہیں اپیل کرتا ہوں کہ اس مسودہ سے اپنی دلی پسندیدگی ظاہر کریں۔ اس مسودہ کی ضرورت بلحاظ فوائد سلطنت و فوائد افسران ہندوستانی و یوروپین اور زیادہ تر آئندہ نسل نوجوانان کے ہے۔ ہندوستان کی بھلائی اسی میں ہے کہ حکومت انگریزی قایم رہے۔ اور یہ بھی اوسی طور پر ضروری ہے کہ گورنمنٹ اور تعلیمیافتہ جماعت کے درمیان تعلقات دوستانہ و محبانہ ہوں۔ اور اگر اس جماعت کے اخبارات ہر طرح سے کوشش کریں گے کہ ان تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو اور چھپی ہوئے اور اکثر کھلی ہوئی دشمنی کے دوامی غلو کے پیدا کرنے کی کوشش کریں گے تو یہ حالت عرصہ تک قایم نہیں رہ سکتی۔ بہت عرصہ کے بعد لوگ اس بات پر جو انکی لکھی جاوے گی اعتبار کر لیویں گے اور اس حالت میں اور یہی جبکہ ایسا ہے اون سے بسا اوقات کہا جائیگا اور دوسری جانب کی کوئی بات اونکے سننے میں نہ آوے گی۔ ہندوستان میں بہت کام کرنے کو پڑا ہے۔ لیکن اگر تعلیمیافتہ گروہوں کی طاقتیں متواتر گورنمنٹ کو برا کہنے اور اسپر شک کرنے میں صرف ہونگی تو یہ کام کبھی ختم نہ ہوگا۔ افسران سرکاری کے بارے میں صاف معاملہ یہ ہے کہ چاہئے جو ہو اونکے خطروں اور برائیوں سے ضرور حفاظت کی جاوے گی۔ اور ہمارے ہندوستانی سرکاری عہدہ داران کی حفاظت کرنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے کیونکہ سب سے زیادہ خطرے سے اونہیں کو سامنا پڑتا ہے۔ منفصل و خفیہ تحقیقات کا کام ضرور اونہیں کو پڑتا ہے اون کی اور انکے خاندان کو خاص نقصان پہونچایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے گذشتہ چند سالوں کی تکلیفات کے درمیان بہت مدح کے قابل کام کیا ہے اور نہایت آزمایش کی حالتوں میں ایسی بہادری اور وفاداری ظاہر کی ہے جو اس حد تعریف سے باہر ہے ہماری عزت ہمکو مجبور کرتی ہے کہ دھمکیوں۔ قتل اور حملوں سے اونکی حفاظت کریں جو کہ جلد یا دیر میں فی الحقیقت ظہور میں آجاتی ہیں۔

صاحبان میرے دل میں آتا ہے کہ موجودہ حالت کی سب سے خراب شکل خوفناک اثر اخبارات کا ہے جو جماعت طلبا پر پڑتا ہے۔ ایکماہ قبل میں اسکے متعلق ایک معروف ہندوستانی سے جو بنگال کے اسکولوں اور کالجوں سے قریبی تعلق رکھتا ہے گفتگو کر رہا تھا۔ اونکی نظر موجودہ حالت واقعات کے متعلق اور آئندہ کی

امیدوں کے متعلق نہایت تاریک تھی اونکے خیالات کے بموجب نوجوان نسل بالکل قابو سے نکل گئی اور بہت سے اونمیں دیوانے مجرم ہو گئے جن کے اوپر اونکے والدین اور استاد ونکا قابو نہیں رہا۔ اُس جوش کی جو اہر پھیلا ہوا ہے مثال دیکر اوسنے مجھ سے کہا کہ یونیورسٹی کے گذشتہ میٹریکلیشن امتحان کے ایک ممتحن کو یہ خوف دلانے والا پیام ملا کہ اگر وہ سرکاری عہدہ داران کو ایک سخت ترتیب کے متعلق رپورٹ دیگا تو ایک پستول اوسکے لئے طیار ہے۔ اسکے ساتھ ہی ایک ہم جنس یا اوسی قسم کی شہادت کے طور پر میں ذیل کی عبارت علی پور کی اپیل میں سرلارنس جنکینس صاحب کے فیصلہ کی پیش کرتا ہوں اخبار یگانتر کے بارے میں منصف والا لکھتے ہیں۔

شاید اس سے بڑھکر پر اثر شہادت اوسکے مضر اور پر فریب اثر کی نہیں مل سکتی جیسی کہ ایک پوسٹکارڈ نمبر ۱ سے ملتی ہے جو بنارس کے نام سے بھیجا گیا تھا اور نمبر ۴ راجہ کی گلی خانہ تلاشی کے دوران میں ملا تھا اوسکی تحریر حسب ذیل ہے۔

"بندے ماترم"

از مقام میراسی مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۰۸ء۔

جنابمن آپ کے اشتہارات۔ مضامین اور دلیرانہ تحریرات سے میں سمجھ گیا ہوں کہ صرف اُسی شخص کو جس کے دلمیں ارادہ فرنگیوں کی (برٹش) گورنمنٹ کے تہ و بالا کرنے کا ہے ہر طرح سے اخبار یگانتر پڑھنا چاہیئے میں ایک مدرسہ کا لڑکا ہوں جس کی بود و باش ایک ہماری ملک میں ہے میں فرنگیوں کے ظلم کو کچھ معلوم نہیں کرتا ہوں اور لوگوں کے روبرو بباعث کمی آگاہی کے کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اسلئے مجھکو یگانتر کی ضرورت ہے کیونکہ وہ بہت کچھ فرنگیوں کے نکالدینے کی تدابیر سے آگاہ کرتا ہے اور ہمکو ہمارے نقصانات کی آگاہی دیتا ہے میں حد سے زیادہ مفلس ہوں کہ مشکل سے دن بھر میں ایکمرتبہ مجھکو کھانا ملتا ہے باایں ہمہ میرے اخبار پڑھنے کی خواہش حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ بدیں وجہ میں مثل ایک گدا کے آپ سے التجا کرتا ہوں۔ آہ۔ میری آپ اس سرگرم امید کو مایوس نہ کیجئے۔ مہربانی کرکے میری التماس کو قبول کیجئے۔ میں اوس وقت قیمت دونگا جب میرے پاس دینے کے لئے کچھ ہوگا۔ مہربانی کرکے ایک نمونہ کا اخبار بھیجکر اور اپنے ارادوں کا اظہار کرکے مجھے مشکور کیا کیجئے؟ میں امید کرتا ہوں کہ آپ میرا نام فہرست خریداران میں درج کرکے میرے اوپر عنایت فرمائینگے۔ مہربانی کرکے نمونے کا ایک اخبار بھیجنے سے باز نہ رہئے۔ " راقم عریضہ ہذا"

سری دیندرو چندر بھٹاچارجی ڈاکخانہ مچھی کندی مقام میراسی۔ سلہٹ

یہ خوفناک حالت سب بلکہ خطرناک بھی ہے اور اس سے ہندوستانی طلبا کے پرجوش۔ پُر اثر اور باوقار نوجوانوں کی حالت کا بہت کچھ پتہ ملتا ہے۔ اب ہمکو جو کچھ ہم کرسکتے ہیں ان لڑکوں کے محفوظ رکھنے کے لئے کرنا چاہیئے۔ ہندوستان کے نوجوانان کی بد اخلاقی کی ترقی کو ہم غفلت کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتے ہیں بلکہ یقین ہے کہ یہ مسودہ قومی تعلیم کے لئے ایک صحت بخش اور مفید تدبیر ثابت ہوگا کیونکہ اس سے کچھ عرصہ کے بعد بہت سے نوجوان برے راستوں میں پڑنے سے روکدیئے جاویں گے اور اون کی زندگی کی امیدیں برباد نہوں گی اور اس مسودہ کے پاس کرنے سے ہزارون ہندوستانی والدین اس کونسل کے ہمیشہ شکر گذار رہیں گے۔

اڈیٹر کے متفرق نوٹ

اس اور پہلے مہینے میں اسقدر ضروری واقعات گذرے ہیں کہ اونپر ریویو کرنیکے واسطے رسالہ کا دونا حجم درکار تھا۔ ہم لکھنے اور محنت کرنے پر تیار ہیں مگر رسالہ کی مالی حالت اسقدر خراب ہے کہ یہ چار پانچ مہینا ہوا ہی ساٹھ فیصدی سے زاید نقصان پر چھاپے جارہے ہیں۔

—— حضور وائسرائے اور حضور لفٹنٹ گورنر صوبہ ہذا کی کونسلوں کی اختتامی اسپیچوں کو جو پچھلے مہینے میں درج نہ ہوسکیں تہیں ہم اس مہینے میں چھاپنا چاہتے تھے۔ مگر جدید پریس ایکٹ کی بابت اس مہینے میں لکھنا ضرورتر معلوم ہوا اور نیز اسوجہ سے کہ رسالہ کا حجم بہت بڑہ جاتا ہم اون دونوں اسپیچوں کو چھاپنے سے معذور رہے۔ مگر خدا نے چاہا تو آئندہ مہینے میں اونکو درج کرسکیں گے۔ کیونکہ وہ ضروری اسپیچیں ہیں۔

—— جدید پریس ایکٹ کے متعلق ہمکو اس بیان کرنے سے بڑی خوشی ہے کہ ہمارے ہندوستانی آنریبل ممبروں نے بھی عموماً اوسکی تائید کی اور ایسی بڑی بھاری ‌‌‌کثرت سے وہ پاس کیا گیا کہ بالاتفاق کا لفظ کہنا قریب قریب صحیح کی ہے۔

—— حضور ارل منٹو کی اس کارروائی پر کہ اونہوں نے اون نظربند اشخاص کو آزادی دیدی جو ۱۴ مہینے سے اپنے کئے کی سزا بھگت رہے تھے اگرچہ طرح طرح کے خیالات کا اظہار کیا جارہا ہے۔ مگر ہمارے اوپر

آخر اسکا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ انگریزی گورنمنٹ بالکل بے تعصب گورنمنٹ ہے۔ اوسمیں ضد ہرگز نہیں ہز
ایکسلنسی حضور وایسرائے کو یہ ثابت ہوگیا کہ ہندوستانی لوگ گورنمنٹ کا ساتھ دینے پر آمادہ ہیں فوراً ہی
اونہوں نے اپنی چشم نمائی ختم کردی - اور قیدیوں کو رہائی دیکر ثابت کردیا کہ اگر اہل ہند گورنمنٹ سے استمداد کریں گے تو گورنمنٹ بھی گذشتہ را صلواۃ کہنے پر عملاً تیار ہے۔

—— امید ہے کہ آیندہ سے ہمارا پریس بھی اپنا طریق عمل ایسا ظاہر کرے کہ اوسکا گیا ہوا اعتبار پھر لوٹ آئیگا۔ سچ یہ ہے کہ ہندوستان کی خوش قسمتی اسی میں ہے کہ ہندوستانی لوگ انگریزوں سے ملکر کام کریں

—— ہز آنر لفٹننٹ گورنر پنجاب نے ۲ فروری حال کو جو دربار دہلی میں منعقد فرمایا تہا اوسمیں اردو میں اسپیچ کی۔ ہم اس طریقہ عمل کا دیسی زبانوں میں ایسی کارروائی کی جامیں خیر مقدم کرتے ہیں۔ کیونکہ جبکہ ملک میں لوکل سلف گورنمنٹ کے خیال کو گورنمنٹ تقویت دے رہی ہے تو ہر طرح مناسب ہے کہ غیر انگریزی داں گروہ کی (جو کہ انگریزی دانوں سے بہت زیادہ ہے) حوصلہ افزائی کیجائے۔

—— ہمارے ایک پرانے دوست نے جنکو ہماری طرح مسلمانوں کی ترقی کا خبط ہے ہم سے یہ دو باتیں چہاپنے کے واسطے کہی ہیں۔ جو انکی رائے میں مسلمانوں کے حق میں مفید ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ہر روز غسل کیا کریں۔ وہ کہتے ہیں کہ گو بظاہر یہ بات انوکہی معلوم ہوتی ہو مگر اصل یہ ہے کہ دنیا کی تمام ترقی یافتہ اور کاروباری قوموں کا (جن میں ہندو بھی شامل ہیں) یہی طرز عمل ہے کہ وہ ہر روز غسل کیا کرتے ہیں تو ضرور اس میں کوئی ایسا راز مخفی ہے کہ گو سب کی توضیح نکیجا سکتی ہے مگر فائدہ مند ضرور ہے۔

دوسرے یہ کہ مسلمان ریا اور دکہاوے کو ترک کردیں جو کام کریں خلوص سے کریں نمایش اور دکہاوا پاس تک نہ پہٹکنے پائے۔

امید ہے کہ اس رسالے کے ناظرین ان مشوروں پر غور اور عمل کرنیکی کوشش کرینگے۔

—— چونکہ علیگڈہ میں مسلمانوں کا کالج ہے اس واسطے ہم اس سے اطمینان ظاہر کرتے ہیں کہ مسلم لیگ کا دفتر وہاں سے اوٹہ گیا۔ مگر پورا اطمینان اوس وقت ہوگا جبکہ علیگڈہ کالج کے منتظم اور مسلم لیگ کے کارکن بالکل الگ الگ ہوں گے۔ اب اسکا قطعی وقت آگیا ہے کہ تعلیم وہ فرقہ پالیٹکس سے اس قدر جدا رہے گویا اوسکو خبر ہی نہیں کہ ملک میں ہو کیا رہا ہے۔ اوسکو سوا سے پڑہانے اور پڑہوانے اور طالب علموں

کرتا ہو ہمیں منانے اور اونکو انسان بنانے کی اور کسی کام سے بحث اور تعلق ہی نہ ہو۔

—— گورنمنٹ اور مسلم لیگ اور پراونشیل مسلم لیگ دونوں کا دفتر ایک شہر میں ہونا کچھ بے معنی سا ہے بہتر ہوتا اگر ایک کا ہیڈ کوارٹر الہ آباد اور دوسرے کا لکھنؤ میں ہوتا۔

—— بلکہ ہماری تو یہ رائے ہمیشہ سے ہے کہ لیگ کا سنٹرل دفتر صوبہ بصوبہ منتقل ہوتا رہے اور کسی صوبہ میں پانچ سال سے زیادہ نہ رہے۔

—— مسلمانوں کو بہت نفع ہوگا اگر مسلم لیگ کا جائنٹ سکرٹری کوئی انگلش مین ہو مگر یہ قید ضرور ہو کہ وہ انگلش مین ہاؤس پارٹی میں سے نہ ہو۔ اس طریقہ عمل سے بشرطیکہ مسلم لیگ کے ارکان سلیقہ سے ہی کام لیں انگریزوں اور مسلمانوں میں خاص قربت ہو جاوے گی۔

—— مسلم لیگ کے دہلی کے جلسہ کی دھوم دھام کی خبریں ہم نے دلچسپی سے پڑھیں۔ مگر ہماری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کو پالیٹکس میں بہت سر کھپانے اور غل کرنے کی حاجت نہیں ہے مسلم لیگ کا نقطہ یہ کام رہنا چاہیئے کہ وہ اپنی قوم کے حقوق کی حفاظت کرتی رہے۔ اور اس غرض کے حاصل کرنے کے واسطے اس قدر دھوم دھڑکے کی ضرورت نہیں ہے۔

—— ہم اسکی بھی ضرورت نہیں سمجھتے کہ لیگیں ضلع وار قصبہ وار وغیرہ قایم ہوں بلکہ ملکی معاملات پر اسقدر زیادہ توجہ کو ہم مسلمانوں کے حق میں مضر جانتے ہیں۔ سب سے زیادہ جو پالیسی مسلمانوں کے حق میں مفید ہے وہ صرف یہ ہے کہ انگریزوں کا سچا اعتماد اور اعتبار اپنی وفاداری اور اطاعت پر حاصل کرلیں اور اوس کے بعد ضرورت کے وقت اپنے حقوق کو جتا دیا کریں۔

—— جیسا ہم نے بارہا کہا ہے اب بھی کہتے ہیں کہ ملک میں اقتدار حاصل کرنے کا ذریعہ تعلیم صنعت و حرفت اور تجارت میں کوشش کرنا اور گورنمنٹ کا وفادار رہنا ہے۔ انگریزی گورنمنٹ کا انصاف اور طرز حکمرانی کسی طرح کسی قوم کے قومی حقوق کو تلف نہیں ہونے دے گی لیکن ہاں علم و دولت میں ترقی کرنا خود ہر ایک قوم کے ہاتھ میں ہے اور اوس کا کامل علاج گورنمنٹ کے پاس نہیں ہے۔

—— اور باتوں کے ساتھ مسلمانوں کو سوشیل حالت میں بھی بہت کچھ اصلاح کی حاجت ہے۔ پارسیون کی قوم ہم اہل ہند کے واسطے پورا نمونہ اس کا ہے کہ جو قوم ترقی کرنا چاہے اوسکو کوئی روک نہیں سکتا ہے۔ اور نہ گورنمنٹ کی مدد کی اسکے واسطے حاجت ہے۔

—— اُس کامیابی کی وجہ سے جو مسلمانوں کو نیو فارم میں ہوئی ہے اُنکو وہ گُر نہیں بھولنا چاہیے جس نے منزل مقصود کی رہنمائی کی ہے۔ کچھ شک نہیں ہے کہ پچھلے پچیس تیس شور و شغب کے سالوں میں مسلمانوں کا خاموشانہ اور مودبانہ رویہ اُنکا اسکو ثابت کرتے رہنا کہ وہ ہندوستان کے اندر ایک مستقل قوم ہے اُنکا صرف وقت اور موقع سے اپنی نیچرل اور طبعی حقوق کی طرف گورنمنٹ کو مودبانہ توجہ دِلاتا اور گورنمنٹ کا پوری طاقت سے حکمراں ہونا اصلی اسباب مسلمانوں کے اُس بلندی پر پہنچنے کے ہیں جس پر کہ وہ اِس وقت نمودار ہو رہے ہیں۔

—— اگر مسلمان آئیندہ کو اسدرجہ پر اپنا مضبوط ہوجانا اور تمام اُن دوسری نعمتوں سے متمتع ہونا چاہتی ہیں جو برٹش گورنمنٹ کے زیر سایہ حاصل ہوسکتی ہیں تو آئیندہ کو بھی ۱۔ اون کو ویسا ہی مودبانہ اور خاموش رہنا ۲۔ اونکو اپنی ہستی کو بطور ایک مستقل قوم کی ثابت کرتے رہنا ۳۔ بجاے بے موقع مانگنے کے صرف اوقات مناسب پر اپنے حقوق کی طرف توجہ دلانا ۴۔ اور جسقدر اون کی طاقت میں ممکن ہو انگریزوں کو مدد دینا اور اُنکو قوت پہنچاتے رہنا چاہیے۔

—— اگرچہ یہ امر نہایت فخر اور خوشی کا ہے کہ مسلمان کمیونٹی کی وفاداری پر ہر طرف سے اطمینان کیا جاتا ہے۔ مگر تاہم خیال کی بعض اسپیچوں کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے اخوانِ دین سے یہ عرض کریں کہ (ایاز حد خود بشناس) مقولہ فراموش کرنے کے لایق نہیں ہے۔

اگر بر کہ پہ کنند از گلاب ــ سگے در روے افتد کند منجلاب

—— اگرچہ ہمکو ایک منٹ کے واسطے بھی یہ خیال نہیں گزرتا کہ جو لوگ (خواہ وہ سرکاری نوکر ہوں یا باشندہ ہند) اِس زمانہ میں سرکار انگریزی کو تقریراً تحریراً یا عملاً۔ کسی قسم کی بھی مدد پہنچا رہے ہیں وہ از طرف حکام امانت و رعایت کے مستحق ہیں۔ کیونکہ جو کوئی بھی ایسا کر رہا ہے وہ اپنا ملکی فرض اپنے ملک کی بہتری اور بہبودی کے واسطے ادا کر رہا ہے۔ مگر تاہم جو شاہی مدد بنگال گورنمنٹ نے سب انسپکٹر نندلال بنرجی اور خان بہادر شمس العالم شہیدوں کے پس ماندوں کو دی ہے وہ نہایت شکر گزارانہ ہے یقین ہے کہ اِس ذریعہ سے اِن کے وابستوں کی مصیبت میں کمی ہو جاے گی اور اون کے بال بچے بادشاہ اور حاکموں کو دعا دیں گے۔

—— تحقیق ہوکر کہ ہندوستان کو انگریز تاجروں کی مجمع کا خیال اسطرف رجوع ہوا ہے کہ ہندوستان کے سواحل کی

حفاظت ایسے نئے پہنچائی [illegible] اور نگہبانی [illegible] دوست کرینگے اطمینان ہوا ہے کہ اب یہ تحریک ضرور مکمل ہو جائیگی۔ یہ ایک نہایت ضروری مطلب ہے کہ اگر ہندوستان اس سے غفلت کریگا تو [illegible] گروہ یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ اسکا رتبہ برٹش ایمپائر کے اندر دوسری کالونیوں کی برابر ہے [illegible] ایسے [illegible] تعلق ہے جیسے مثل دوسری نو آبادیوں کے ہندوستانی طرز سے ہی قوانین بنائی جا رہی [illegible] سے ہے۔ مگر امید ہے کہ اب اسکے ظہور کا وقت قریب آگیا ہے۔

اگر انگریز اور ہندوستانی تاجر و زمیندار اور راجہ و نواب فکر کام کریں تو گرانقدر [illegible] کیواسطے باآسانی روپیہ فراہم ہو سکتا ہے

—— جو [illegible] ہے وہ [illegible] ہوتا جاتا ہے کہ ہندوستان کو اس [illegible] قدر ضرورت ہے کہ جب تک ہندوستانی اور انگریز ایک ہو جائیں۔ انگریز در حقیقت اجنبی نہیں ہیں ہم اور وہ ایک بادشاہ کی رعیت ہیں اور ہندوستان کی بہتری بغیر اسکے ناممکن ہے کہ ہم اہل ہند اور انگریز شیر و شکر ہو کر رہیں۔ ہمارے ملک کا امن و سرسبزی [illegible] صفائی اور سلیقہ جو کچھ ہمکو حاصل ہوا ہے وہ صرف انگریزوں کی ذاتی قابلیت سے حاصل ہوا ہے اور اب بھی ہندوستان دنیا کی ترقی میں حصہ لینے کیواسطے انگریزی سلیقہ کا اسیقدر محتاج ہے جسقدر اب سے سو سال اول تھا۔

—— آجکل بیشتر عام طور پر ہوتی ہے کہ [illegible] کا خیال مٹایا جاوے اور [illegible] کام اور پبلک [illegible] سے ہمدردی کیجاوے اور ان اغراض کو پورا کرنے کیواسطے رسالے یا اخبار جاری کئے جائیں اور موجودہ زبان دراز اخباروں کی تردید کیجایا کرے۔ ناچیز اڈیٹر العزیز اسپر اگر فخر کرے تو بیجا نہیں ہے کہ اوسنے موجودہ خطرے کے اول [illegible] اور بغیر اسکے کہ قانون تنبیہ کرے کئی سال سے کئی درجن پمفلٹ اردو اور انگریزی میں ان ہی ایام بد کی پیش بندی کیواسطے لکھے اور شائع کئے ہیں اور گذشتہ جولائی سے ایک باقاعدہ کام ہونے کیواسطے العزیز کی اڈیٹری قبول کی ہے۔ امید ہے کہ بعد ازیں ہمارے دوست ہمکو خوشامدی کا لقب دینے میں جلدی نہ کیا کریں گے۔ اور ہماری معروضات کو قدر اور عزت کے ساتھ پڑھا اور سنا کرینگے۔

—— اس مرتبہ جو سیلاب کہ مکہ میں آیا اسکا چشم دید حال ایک حاجی نے پیسہ اخبار لاہور مطبوعہ ۱۲ فروری سنہ ۱۹۱۰ء میں اسطرح بیان کیا ہے۔

ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۷ ہجری کو خبر آئی کہ جدہ اور مکہ مکرمہ کے درمیانی مقام بحرہ میں سیلاب آیا اور سو پچاس آدمی بہہ گئے۔ مگر یہ بھی کہتے ہیں کہ بچ گئے۔ یہ سیلاب مکہ معظمہ سے بیس کوس طائف سے آیا تھا اور مکہ معظمہ سے دو تین کوس بجگہ کوہ نور کی طرف سے جدہ کے رخ وادی میں سے ہو لیا۔ اور بحرہ میں جاتے ہوئے قافلوں کو جا لیا اور عارضی دوکانیں سواریاں اور آدمی بہہ گئے۔ اسکے بعد برابر کم و بیش بارش ہوتی رہی۔ مکہ معظمہ چونکہ خود پہاڑیوں کے درمیان میں ہے ذرا بھی پانی برستی تو چار طرف کیچڑ ہو جاتی ہے۔ ایسے ابر باراں میں چہارشنبہ ۲۲ ذی الحجہ کو صبح کی نماز تو ابر کے شامیانہ کے نیچے بڑی دھوم دھام

ملتے ہوئی۔ اور اس کے بعد بارش یہاں کم اور قریب نواح میں بہت زیادہ ہوئی۔ ۹ بجے دن کو خبر آئی۔ کہ
سواتے میں کم کم پانی اور حرم شریف میں تالاب کا سماں ہے۔ مجکو تعجب آیا اور فوراً بھاگا ہوا گیا۔ واقعی چار و نظرف
کے تہرے تہرے دالان اور درمیان کا صحن ایک بڑا گڈہ بنا ہوا ہے۔ کعبہ شریف درمیان میں نظر آتا ہے۔ کچھ
شوقین حاجی تیر کر طواف کر رہے ہیں۔ اور غوطہ مار کر سنگ اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔ قدِ آدم سے پانی زیادہ تھا۔
سنا ہے کہ شہر میں کچھ آدمی ڈوب مرے۔ شاید ایسا ہوا ہو شقدف ختریاں بہتی ہوئی مینے بھی دیکھے۔ ۔ دوپہر
سے پانی صاف کرنا شروع کیا گیا۔ تمام دروازوں پر لوگ ٹین کی بالٹیاں اور گھنتر لئے ہوئے پانی نکالنے لگے۔
بالکل یہ معلوم ہوتا تھا کہ چلو سے دریا ناپ رہے ہیں۔ چاہ زمزم بھی غرقاب تھا۔ اور میزاب رحمت کا پانی جو
بوند بوند کل تک تبرک طور پر ہم لوگ لیتے تھے آج اس میں ہزاروں من گرا ہوا پانی بھی جا رہا ہے کیچڑ آمیز پانی میں
ملا ہوا نکالا جا رہا تھا۔ شام تک کم کم پانی رہ گیا۔ کئی سال پہلے بھی ایسا ہو چکا تھا۔

۲۴ ذی الحجہ پنجشنبہ کی صبح کو کل پانی کی جگہ دالانوں اور صحن میں دلدل تھا۔ اور ہزاروں من کیچڑ تھی۔ یہ
دیکھکر جی بھر آیا اور عجب بھیانک صورت نظر آئی۔ میں رو دیا کہ ہائے کل تک جس میں لاکھوں آدمی نماز پڑھتے
تھے۔ آج وہ دلدل بنا ہوا سنسان ہے۔ خدا خدا کر کے دالانوں کی کیچڑ نکالی گئی۔ اور جمعہ کی نماز بمشکل
دالانوں میں ہوئی۔ کعبہ شریف کے گرد صحن میں طواف کی حد تک جہاں تک پتھر کا فرش ہے صاف کر لیا
گیا ہے۔ طواف ہوتا ہے۔

ریویو

فاتح ہسپانیہ (جلد اول و دوم) اردو علم ادب کے نازک خیال بادہ نوش چودھویں صدی (رسالہ) کے نام سے بخوبی واقف ہیں۔
اس پچانہ تہذیب الاخلاق کے مزے انھیں ابتک یاد ہونگے ضرورت وقت کے لحاظ سے اسکے معزز اڈیٹر اور ہمارے کرمفرما قاضی
سراج الدین احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لا نے راولپنڈی سے پھر یہ رسالہ از سرِ نو جاری فرمایا ہے۔ تاکہ اس
نامسعود اور انقلاب پذیر زمانہ میں اپنے برادرانِ اسلام کی بطریق احسن رہنمائی کر سکیں۔ اور ان میں اعلیٰ
درجہ کی اخلاقی تعلیم اور روشنضمیری کو وسعت ہو۔ نیز ملک کے نوجوانوں میں سے اس غلط فہمی کو دور
کیا جائے جس نے ہندوستان کی بیسی موجودہ انشیہ سلطنت میں تغیر عظیم پیدا کر دیا ہے اس قابل
قدر علمی رسالہ کے دوبارہ جاری ہونے کی مسرت انگیز خبر سنا دینے کے بعد ہمیں یہ بتانا ہے کہ قاضی

صاحب موصوف نے مندرجہ بالا نام سے ایک ضخیم ناول علی الترتیب ۲۵۶ اور ۲۸۰ صفحہ کے دو جلدوں میں تصنیف فرمایا ہے۔ جو کہ تحقیقت قابل دید ہے۔ اس ناول کو بالکل تاریخی اور اسلامی شان و شوکت کا ایک چمکتا ہوا تارا سمجھنا چاہیئے۔ پلاٹ نہایت دلچسپ اور عبارت سلیس ہے۔ ستائش مزید کی حاجت نہیں۔ اظہار خوبی کے لئے مصنف کا نام نامی ظاہر کر دینا کافی ہے۔

دونوں حصوں کی مجموعی قیمت ۱۲/ علاوہ محصول دفتر رسالہ چودہویں صدی راولپنڈی سے طلب کیجئے اور لہجیے داستان پاستان کے مزے لیجئے۔ ہاتف

تذکرۃ المصطفیٰ۔

مصنفہ جناب مولوی سید نواب علی صاحب ایم۔ اے۔ ایس۔ سی پروفیسر بڑودہ کالج اہل اسلام پر اس وقت تک یہ ایک بہت بڑا اعتراض تھا کہ وہ اپنے نبی مرسل اور پیشوائے دین متین کے صحیح حالات جن سے دشمنان اسلام اور اقوام غیر کی پوری پوری تشفی ہوسکے پیش نہیں کر سکتے تھے۔ مگر اب بفضل خدا اس اہم کام کو پروفیسر صاحب موصوف نے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات متبرکہ کے صحیح حالات نہایت کوشش سے فراہم کر کے طبع کرائے ہیں نئی روشنی کے مسلمان طلباء جو اپنے مذہب سے نابلد ہونے کی وجہ سے ڈانواڈول ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے مذہبی عقائد کی پیروی کرنا چھوڑ دیتے ہیں ان کے لئے یہ متبرک تذکرہ ایک تازیانہ کے بجائے ہے۔ جو ایکبار شروع سے آخر تک پڑھ لیگا اُسکے دل میں اسلامی شان اور مذہبی وقار بخوبی منقش ہو جاوے گا۔ چھپائی لکھائی قابل دید ہے۔ ۲۰۵ صفحہ قیمت علاوہ محصول عہ

ملنے کا پتہ

کارخانہ عزیزی پریس آگرہ

فہرست مضامین العزیز

جلد ۳ بابتہ ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۰ع مطابق صفر سنہ ۱۳۲۸ھ نمبر ۹

العزیز

آگرہ

بابت ماہ مارچ ۱۹۱۰ء

ترکی نظم کے نمونہ پر

اَللّٰہُ اَکبر! اَللّٰہُ اَکبر!
اَللّٰہُ اَکبر! اَللّٰہُ اَکبر!!
ہے دل کی قوت ہی دل کی فرحت
ہے اک ہدایت ہی اک بشارت

اَللّٰہُ اَکبر! اَللّٰہُ اَکبر!
موذن بلاتا ہی مسجد مین جا کر
مصلی پڑہین مین نمازین وہان پر
خدا رحمتین بہیجی ہے اونکے اوپر

خدا سب سے برتر ہی کچہہ شک نہین ہے
اِس اعلان سی یہ ہی مقصود دین ہے
اَللّٰہُ اَکبر! اَللّٰہُ اَکبر!
اَللّٰہُ اَکبر! اَللّٰہُ اَکبر!

عالم جراثیم

کتاب موسوم بہ "صور" مین اوسکے مصنف نے دنیا مائکروب کا حال شاعرانہ طرز پر خوب لکھا ہے جیسکا ترجمہ ناظرین "دور العزیز" کے پیش کش کرنے کو دل چاہتا ہے۔ مصنف کہتا ہے۔

"زندہ گی" صرف زمین پر چلنے والون ہوا مین اوڑنے والون۔ دریا کی موجون تلے پیرنے والون حیوانات مین ہی نہین پائی جاتی۔ یا زیادہ صاف الفاظ مین بطرح کہنا چاہیئے کہ جاندار صرف وہی نہین ہین جنکو ہم آنکھون سے دیکھا کرتے ہین۔ بلکہ ایک مدقق جس جگہہ پر غور کریگا وہین پر روح نظر آئے گی نیچرل ہسٹری کی عالمون کی آنکھون مین جتنی طاقت بڑہتی جاتی ہے اوتنا ہی دائرہ حیات اونکو وسیع معلوم ہوتا جاتا ہے۔

"حیات" کا وجود صرف جانورون ہی تک مین محدود نہین بلکہ نباتات مین بھی حتی کہ اون نباتات مین بھی جن کی جنس اور قسم کی تمیز اور تفریق کرنا محال ہے زندہ گی کا ہونا پایا جاتا ہے۔

ایک ایسی دنیا مین جسکا ایک ایک ذرّہ بجائے خود ایک ایک عالم ہے انسان کی چھوٹی سی عمر اس قابل نہین ہے کہ وہ خالق مطلق کی حقیقت کو پہچان سکے۔ اگر آدمی خوردبین (مائکراس کوپ) ہات مین لے اور اوس ہوا کو جو سانس کے ذریعہ سے اندر جاتی ہے بذریعہ اوسکے معائنہ کرے تو وہ تعجب کرنے لگے گا کہ کس طرح شکل کے ہزارون کیڑون کو وہ ہر سانس مین نگل رہا ہے۔ شاید یہ دیکھکر وہ کہے کہ کہین میری نظر کی غلطی یا ان شیشون (شیشہ ہائے خوردبین) کا نقص تو یہ نہین ہے جو مین دیکھہ رہا ہون۔ اگر ایسا وہم ہو تو اوسکو چاہیئے کہ ایک دوربین لے اور اجرام علوی (آسمان کے تارون) کو ملاحظہ کرے تو سمجھیگا کہ نہ یہ مغالطہ بصر ہے نہ خرابی آئینہ۔ کیونکہ وہان بھی وہ ایسی ہی عجائبات ملاحظہ کریگا۔

خوردبین کے ذریعہ سے تم ایسی مخلوق دیکھوگے جو کہ گو ہماری آنکھون کے قریب ہے مگر ہم کو نظر نہین آتی ہے اور یہ مخلوق زندہ ہے انڈے دیتی ہے۔ بچے نکالتی ہے چلتی ہے پھرتی ہے۔ اس مخلوق کے واسطے سوئی کی ایک نوک بقدر ایک وسیع عالم کے ہے۔ خردبین کے ذریعہ سے

ایک دیکھنے والی کو ایسی مخلوق نظر آئیگی جو ریشم کی ایک تار کی ہزارویں حصے سے بھی زیادہ پتلی ہے۔
اسی پتلی دبلی مخلوق کی نظر مین معمولی گرد ال ایک ہاتھی بلکہ اوس سے بھی کچھ زیادہ بڑی معلوم ہوتی ہوگی
ان مخلوق کی اکثر جنسیں اگرچہ مستقل شکل وصورت رکھتی ہین مگر بعض اون مین سے ایسے بھی ہین
کہ پانچ منٹ کے اندر اندر بیس شکلیں تبدیل کر ڈالتی ہین — اس خوردبینی مخلوق مین سے بعض کی
جیبیں معدے مین اور بعض کے معدون مین غذا کو ٹکڑے یا ریزے کرنیکے واسطے دانت ہین
ان سے بعض ہائیڈروبون مین اپنے جسم کی مناسبت سے بھینسون اور بیلون کی نسبتی طاقت سے
پچاس گونہ طاقت ہے۔ قادر مطلق نے اونکے بچاو اور اونکے جسم کی حفاظت کے واسطے چونکا
خول مثل کوڑی وغیرہ کے عطا فرمایا ہے — یہ جرمنیا کی ایک عالم کہ جسکا نام (ایرن برگ) نے خوردبینی کیڑون
کا نہایت غور اور فکر سے ملاحظہ کیا ہے۔ اوسنے دیکھا ہے کہ بعض ہائیڈروب ذرات گھومتے رہتے ہین اور
سیر کیا کرتے ہین اوس نے بارہ دن تک تھوڑی تھوڑی دیر بعد انکو دیکھا اور ہر وقت اونکو چلتے پھرتے ہی پایا —
وہ تعجب کرتا ہے کہ دران حالیکہ نباتات تک رات کو آرام کرتے ہین مگر یہ کیڑے کیسے ہین کہ کبھی سوتے
ہی نہین۔ یہ وہ کہتا ہے کہ شاید انکی رات و نوم یعنی سونے کا وقت بھی ایسا ہی ذرہ سا ہوگا جیسے کہ یہ
ذرہ سے ہین۔

انسان کے علم مین جسقدر وسعت ہوتی جاتی ہے اوسی قدر جدید باتون سے واقفیت ہوتی جاتی ہے۔
قطب کے ٹھنڈے سے ٹھنڈے مقام مین۔ دریا کے گہرے سے گہرے پانی مین افریقہ کی گرم سے
گرم جگہہ مین یہ خوردبینی مخلوق موجود ہے۔

اگر تم ایک اچھی خوردبین لو اور پانی کے ایک قطرہ کا معائنہ کرو تو تم کو اسقدر زندہ مخلوق اوس مین
ملے گی کہ اگر وہ آنکھہ سے دکھائی دیتی تو پانی حلق سے اوتارنا محال ہوجاتا۔

سیر دیکھنے کے واسطے اوس تالاب یا گڑھے کا صاف پانی لو جس مین سوار وغیرہ دریائی درختہون
اب اوس پانی مین سے ایک قطرہ لو اور خوردبین سے اوسکو دیکھنا شروع کرو تو تم کو ایک نئی دنیا مین اپنے
پہنچ جانے کا گمان ہوگا۔ کیونکہ ایک ہی بوند مین ہزارون جانور مختلف الشکل کے موجود پاؤگے
کہ جسطرح بڑی مچھلی چھوٹی مچھلیونکو نگل جاتی ہے اسی طرح ان ننھے ننھے کیڑون مین سے بعض
بعض کو نگلے جارہے ہین۔

دیکھو یہان بہی - زندہ گی کی چپقلش - کہانے کا بکھیڑا - بہوک کی بے تابی موجود ہے - اس بوند مین اسیے لاسبے سانپ سے بہی کیڑے نظر آوینگے - بعض کیڑون کی چال پر اگر تم غور کروگے تو ثابت ہوگا کہ وہ اس ایک قطرۂ آب کو خدا جانے کیا سمجہہ رہے ہین کیونکہ انکی رفتار اور چال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکثر اکڑ اکڑ کر مغرورانہ چال سے چل رہے ہین - تم ہرگز یہ یقین نہ کرو کہ تمہارا مشاہدہ آخری مشاہدہ ہے بلکہ آلات بصر کی جتنی طاقت بڑہتی جاویگی اوسی قدر اور چہوٹی مخلوق تم کو نظر آتی جاوے گی -

الغرض ایک قطرہ پانی کا جسکی ہم کوئی بہی قیمت نہین قرار دیتے ہین اوس مین کیا کیا کچہہ موجود ہے آدمی اپنی ہستی ہستی کے موقع پر کیا کچہہ اتراتا ہے - کتنا کچہہ غرور اور تکبر کرتا ہے مگر اسپر غور نہین کرتا - کہ جس زمین پر ہم ہین اوسکی نسبت اوس عالم مدار کل کے ساتھ جس مین بے تعداد سورج اور لا انتہا اجسام شامل ہے اوس نسبت سے بہی حقیر ہے جو قطرۂ آب کو ہماری زمین کے ساتھ ہے - ہماری زمین اجرام فلکی کے مقابلہ مین اوس ذرہ سے کم اور چہوٹی ہے جسکو ہم " ذرۂ فرد " یا جزو لا یتجزیٰ کہتے ہین -

سبحان من تحیر فی صنعۃ العقول
سبحان من بقدرۃ یعجز الفحول

اسمٰعیل

دمدار ستارے

اگرچہ ہم فروری کے پرچے مین کامٹون پر ایک مفصل مضمون لکھ چکے ہین - مگر دوسرے ہمعصرون
مین جو خیالات اس بارے مین ظاہر کئے گئے ہین اونکا بھی ناظرین کے سامنے پیش کر دینا مناسب
معلوم ہوتا ہے -

اودھ اخبار مطبوعہ ۲۴ فروری مین سوال مندرجۂ ذیل سے ترجمہ کیا گیا -

قدیم زمانے کے لوگ جو دمدار ستارون سے کچھ شگون کر لیا کرتے تھے اسکی کچھ نہ کچھ علت تو ضرور پائی
جاتی ہے اور وہ یہ کہ دمدار ستارون کے نمایان ہونے کے زمانے مین بعض اہم واقعات ضرور گذرتے
ہے ہین مثلاً دسمبر سنہ ۱۸۱۲ء کو جب پونس کمٹ اپنے مدار سے آفتاب کی طرف زیادہ قریب ہو کر گذرنے
لگا تو عین اوسی روز ماسکو کی آتشزدگی واقع ہوئی اور اسی وقت مین نپولین پر تباہی آئی ایک
بہت بڑا دمدار ستارہ سنہ ۱۸۵۴ء مین دکھائی دیا تھا اور اسی سال جنگ لیو مین داخل ہوئی جو انگلستان
کی تاریخ مین نہایت مشہور ہے - ایک اور دمدار ستارہ سنہ ۱۵۵۶ء مین نکلا تھا اور اسی سال شہنشاہ
چارلس پنجم نے تخت خالی کیا تھا لیکن ان سب باتون کو محض اتفاقیہ سمجھنا چاہیے - ذوذنب ستارون کو
واقعات مذکورۂ بالا سے اسی طرح کوئی تعلق نہین ہے جسطرح مٹ ورک کے دمدار ستارے کو جو آجکل
نکلا ہے لبرل وزارت کے شکست ہونیسے تعلق نہین پایا جاتا -

شاید دمدار ستارون کے متعلق سب سے زیادہ حیرت انگیز انکی گردش کا زمانہ ہے - ہمارے اکثر
ناظرین اس عمر کے ہونگے کہ انہون نے ڈونیٹائی صاحب کا دمدار ستارا جو سنہ ۱۸۵۸ء مین نکلا تھا دیکھا
ہوگا - پہلے اس ستارے کو فلورنس مین مہندس نے دیکھا تھا جس سے اسکا نام منسوب کیا گیا ہے - یہ
ستارہ ایک بیضاوی مدار یعنی حلقہ پر گھومتا ہے اور انیس سو برس سے لیکر دو ہزار برس مین اسکا
دورہ تمام ہوتا ہے - اسکو لوگون نے ولادت حضرت عیسیٰؑ کے پچاس برس قبل دیکھا ہوگا اور اب وہ
سنہ ۳۸۰۰ یا ۳۹۰۰ء مین پھر دکھائی دیگا صرف ان اعداد سے ستارۂ مذکور کی عظمت ثابت ہوتی ہے -
ورنہ امتداد ایام کی وجہ سے لوگون کو یاد نہین رہتا دوسرے چھوٹے ستارونکی جانب جو زمانہ حال
مین نکلتے ہین زیادہ توجہ ہوتی ہے - مسٹر چیمبین نے اپنی مشہور کتاب موسومہ "ہینڈ بک" مین

ین بعض مشہور و مدار ستارون کی مدت دور کا حساب درج کیا گیا ہے۔ جسکے دیکھنے سے حیرت پیدا ہوتی ہے۔

نام ذو ذنب	کتنے برسون مین اسکا دورا ختم ہوتا ہے۔
سنہ ۱۸۴۳ء کا ذو ذنب	۱۲۲۶۶۳ سال
ذو ذنب دوم۔ بابت سنہ ۱۸۴۴ء	۱۰۲۰۵۰ سال
سنہ ۱۷۸۰ء کا ذو ذنب	۷۵۳۱۴ 〃
سنہ ۱۸۴۷ء کا ذو ذنب	۱۳۹۱۸ 〃
سنہ ۱۸۶۰ء کا ذو ذنب	۱۳۶۶۴ 〃

ان اعداد کی نسبت سے کسی کو یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ سب سے زیادہ بھاری اور زیادہ سے زیادہ مدت مین اپنی گردش تمام کرنے والے ستارون کا یہ حساب بتایا گیا ہے بلکہ جو ستارے زیادہ مشہور ہین اور اکثر لوگون کو جنکے نام یاد ہین صرف انکی فہرست درج ہوئی ہے ورنہ دمدار ستارے اُنسے کہین زیادہ بھاری پائے جاتے ہین جنکے دور کی مدت انسے بہت ہی زیادہ پائی گئی ہے جو امریکا کے انجہانی مہندس پروفیسر مین نیو لکھتے ہین کہ ذو ذنب ستارون کی گردش کے سال عموماً ہزارون یا لاکھون بلکہ کرورون کی تعداد مین ہوتے ہین اور بعض چھوٹے بھی ہوتے ہین چنانچہ ایک صاحب کے نام سے جو دمدار ستارا مشہور ہے وہ سوا تین برس مین اپنے مدار پر چکر کہاتا ہے

(فاصلہ عظیم)

سنہ ۱۸۴۴ء کے ذو ذنب کا حساب لگایا گیا تہا کہ وہ آفتاب سے ۰۰۰۰۰۰۳۶۰۴ میل کے فاصلہ تک گردش کرتا ہوا چلا جاتا ہے اور یہ ستارے اسقدر بڑے ہین اور انکے فاصلے اسقدر عظیم ہین کہ اگر ایک لاکھ میل یا سو برس کی غلطی انکا حساب لگانے مین ہوجائے تو وہ غلطی نہین سمجھی جاسکتی اور اس مضمون کے پڑھنے والون کو اپنے دل مین تصور کرنا چاہیئے کہ گو ان حسابات کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ فضاے آسمانی کی کوئی حد و انتہا نہین پائی جاتی۔ لیکن ایک ایک انچہ وسعت مین ہر ہر ذو ذنب اور اسکا ہر ہر ذرہ ایک قانون کا تابع اور پابند ہے اور اسی پابندی کے ساتھ گردش کرتا ہے اور اسکے بعد یہ تصور کرنا چاہیئے کہ مندرجہ بالا فہرست مین گو سنہ ۱۸۴۴ء

کا دو ذنب سب سے بڑا ہے اور وہ بہت زیادہ فاصلہ تک چلا جاتا ہے لیکن قریب سے قریب ثوابت
جسقدر فاصلہ پر پائے جاتے ہین اسکے پانچوین حصہ کے برابر بھی وہ دور نہین جاتا یعنی یہ کہ
ستارہ منتوری جو ثابت ستارہ ہے وہ سنہ ۱۸۴۳ء کے ذوذنب کے انتہائیہ بعد سے پانچ گونہ
فاصلہ پر واقع ہے۔

انسانی علم مین قوت جاذبہ سے بڑھکر تعجب خیز امر کوئی نہین پایا جاتا۔ ہم لوگ درخت سے ایک
سیب یا ایک پتہ کی زمین پر گرنے کے دیکھنے کے ایسے عادی ہو گئے ہین کہ ہم کو اسکے گرنے پر
کوئی حیرت نہین ہوتی لیکن یہ ایک عجیب اسرار ہے جو مطلق سمجھ مین نہین آتا۔ برقی قوت کے متعلق
جو قیاسات کئے جاتے ہین انکے متعلق بھی اسقدر عجیب وغریب امر کوئی نہین پایا جاتا بہت کم لوگون
کو حیرت انگیز باتون کی جانب توجہ ہوتی ہے۔ لیکن اسکا گر یہ ہے (اور اس امر کو سر جی۔ بی ایری
سابق شاہی منجم نے بیان کیا ہے ") ایک جسم کا دوسرے جسم کو اپنی جانب جذب کرنا اس
شے کی جسامت پر جو کھینچ رہی ہو موقوف نہین ہے بلکہ اگر فاصلہ برابر ہو تو ہر جسم پر یکسان کشش پڑیگی
مثلاً فرض کیجیے کہ آفتاب کی طرف زمین واقع ہے اور پانی کے ایک کرہ سے اسکا وزن [illegible] ہے
پانچ گونہ زیادہ ہے اور یہ کرہ جسامت مین زمین کے برابر ہے اور اسکے سمت مقابل مین اتنے ہی
فاصلہ پر آدھ سیر یا سیر بھر کا ایک شہاب پایا جاتا ہے تو آفتاب کو مہتاب کی نسبت زیادہ جلد نہ پہنچ
سکے گا وہ ایک ہی وسعت کے اندر ہی مدت مین دونون کو اپنی طرف جذب کریگا۔ اسکا اصول
وہی ہے جسکو گیلیلیو نے بیان کیا تھا اور جس سے سننے والے گھبرا گئے تھے یعنی یہ کہ بھاری
اور ہلکی چیزین ایک ہی رفتار سے زمین پر گرتی ہین۔ اگر فاطر السموٰت والارض ایک سال
کے لیے یہ قانون اوٹھادے تو تمام کائنات کی حالت منقلب ہو جائے اور تمام چیزین خلط ملط ہو جائیں
اس بات کے باور کرنے کے معقول وجوہ پائے جاتے ہین کہ دمدار ستارے نہایت ہی مہین
ذرات سے جو بذریعہ خردبین بھی نظر آسکتے ہین شامل ہین اور وہ گاس کے ایک مادہ کے اسطرح
سے حرکت کرتے ہین کہ انکا مرکزی مقام ٹھوس یا منجمد ہوتا ہے لیکن ہر ذرہ انمین کروڑون در
کروڑون میلون کی مسافت پر اسی قانون کی متابعت کے ساتھ گردش کرتا رہتا ہے۔
کتاب موسومہ پرنسپیا کے چھپنے کے سات سو برس   قبل برٹن نے ۱۶۸۰ء سے کے

ذو ذنب کے حالات کے دریافت کرنے کی کوشش کی تھی۔ انکا قیاس آزمایش مین پورا اترا اور وہ یہ تھا کہ ستارۂ مذکور ایک بیضاوی شکل کے مدار پر گردش کرتا ہے۔ کیونکہ قانون مذکورۂ بالا کے بموجب اس شکل کا مدار لازم ہے۔ اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے کہ اسی اصول کے مطابق عمل کرنے سے مسٹر س کاول اور کرامیلن متعلقہ شاہی رصد خانہ گرنیوچ ٹھیک ٹھیک طریقہ سے بتا سکے کہ ہیلی صاحب کے ذو ذنب کو کہان ہونا چاہیئے اور پچہتر برس کے بعد اسکی جگہ معلوم ہو گئی

ذو ذنب ستارون کے اذناب یعنی دُمین

ذو اذناب ستارون کی سب سے زیادہ حیرت انگیز شئے انکی دُم ہوتی ہے۔ سر ڈبلیو۔ ایچ۔ ایم کراسٹی شاہی مہندس نے اپنے رسالہ مین جسکو کرایجین کالج سوسائٹی نے چھپوایا تھا ان اذناب کے بعض عجیب وغریب حالات لکھے ہین وہ بیان کرتے ہین کہ سنہ ۱۸۶۱ء کے ذو ذنب کی دم
.... ۴ میل سنہ ۱۸۶۰ء کے ذو ذنب کی دم .... ۶ میل سنہ ۱۸۱۱ء کے ذو ذنب
(جو سترہ مہینے تک دیکھا جاتا رہا) .... ۱۰ میل تھی اور سنہ ۱۸۴۳ء کے ذو ذنب کی دم شام کو
.... ۲۰ میل تک نظر آتی تھی اور یہ مقدار زمین کے مدار کے قطر سے بھی زیادہ ہے۔

کلرک میکسول صاحب کا قیاس یہ ہے کہ جب مادہ کے ذرات نہایت ہی چھوٹے یعنی ایک انچہ کے دو تین ہزار کے برابر ہوتے ہین تو آفتاب کی روشنی انکو اس سے کہین زیادہ دور تک ہٹا دیتی ہے جتنی دور تک ذو ذنب ستارہ کا مادہ انکو اپنی جانب گھسیٹ لاتا ہے مختلف آزمایشون سے یہہ قیاس صحیح ثابت ہوا اور کیمبرج یونیوسٹی کے مہندسین نے ثابت کیا ہے کہ اگر ذو ذنب ستارے ایسے ہی مہین اور لطیف اجرام سے شامل ہین تو روشنی کا فعل ان ذنبون کو بنانا اور انکی یہ شکل قایم کر دینا ہوگا۔ اور یہی وجہ ہے جو اجرام ذو ذنب منتشر نظر آتے ہین اور بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ متفرق مین۔ غالبًا سنہ ۱۹۱۰ء کے ذو ذنب سے یہ بات اچھی طرح دریافت ہو جائے گی روشنی کا فعل کیا ہوتا ہے اور زمانہ حال کے علم طبعیات کی یہ ایک نہایت ہی نمودار اور یادگار تحقیق ہے

حرکات ذو ذنب

شاید ذو ذنب ستارون کی ایک حیرت انگیز بات آفتاب کے قریب آنے پر انکی سرعت

رفتار رہتی ہے جس دمدار کو ۱۶۸۰ء مین نیوٹن نے دیکھا تھا اسکی رفتار فی سکنڈ دو سو پچاس میل تھی
اور ... دمدار کی رفتار فی سکنڈ مین سو ... میل تھی - زمین فی سکنڈ ساڑھے اٹھارہ میل
کے حساب سے حرکات کرتی ہے - دمدار کی رفتار مثل ایک گرتی ہوئی شے کے ہے - فرض کیجئے
کروڑون میل کے فاصلہ پر آفتاب سے واقع ہے اور اپنے ایک طرف کے مدار سے دوسری
جانب کے مدار تک آنے جانے کے لئے ایک ہزار برس کی مدت درکار ہے تو اس صورت مین
ہم کہہ سکتے ہین کہ وہ ایک ہزار سال سے آفتاب کی طرف گرتا چلا آتا ہے اور ہر ہر لمحہ پر اس کی
سرعت بڑھتی جاتی ہے - اب سوال یہ ہے کہ یہ دمدار آفتاب پر کیون نہین گرتا - اسکا جواب یہ ہے
کہ صناع عالم نے اسکی خلقت کے وقت اسکو کروڑون برس کی عمر دی تھی اور خود اسمین ایک
حرکت پیدا کی جسپر آفتاب کی کشش کا اثر پڑنے سے اسکی گردش بیضاوی شکل کی ہوئی - ازاودہ اخبار

ماخوذ از علی گڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ

خدا کی آسمانی مخلوق مین جس طرح اور کروڑون اجسام ہین اسی طرح دُم دار ستارے بھی ہین
جن کو نمائش تمام مظاہر قدرت مین انسان سب سے زیادہ خوف آمیز دلچسپی کے ساتھ دیکھتا ہے
اگرچہ دُمدار ستارے ایسی ہی بے ضرر چیز ہین جیسے معمولی ستارے لیکن انسان نہایت
قدیم زمانے سے اس بات کا عادی ہے کہ دنیا کے اہم واقعات کے اسباب کو دمدار ستارون
کے ساتھ منسوب کرے -

ذیل مین ہم چند ایسے سنین کی فہرست دیتے ہین جن مین کچھ اہم واقعات پیش آئے اور
چونکہ اتفاق سے اُن سنین مین دُم دار ستارا بھی نظر آیا اس لیے ان واقعات کو اُس سے منسوب کر دیا گیا

سنہ ۲۴۰ ق - م رومیون نے کارتیج والون کو شکست دی -

۱۶۳ یہودا نے شامیون کو شکست دے کر بیت المقدس پر قبضہ کر لیا -

۸۶ محاصرہ و فتح رومتہ الکبریٰ -

۱۲ دروسس رومی نے جرمنی کو فتح کیا -

۶۶ ب ع سال بھر بعد بیت المقدس تباہ ہوا -

۳۷۵ ب ع	قوم ہن نے سلطنت رومی پر حملہ کرکے قوم گاتھ کو ملک سے باہر کر دیا۔
۴۵۲	اس زمانہ کے نپولین اطیلا نے اٹلی اور قوم گال پر حملہ کیا۔
۵۵۱	ایران مین وبا نمودار ہوئی۔
۶۱۰	آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر نزول وحی کا آغاز ہوا اور آپ نے مکہ مکرمہ مین وعظ فرمانا شروع کیا۔
۱۰۶۶	ولیم فتح مند نے انگلستان کو زیر وزبر کیا۔
۱۱۴۶	دوسری صلیبی جنگ کا آغاز ہوا۔
۱۲۲۳	چنگیز خان نے ایران وخراسان کو فتح کیا۔
۱۴۵۳	ترکون نے قسطنطنیہ کو فتح کیا۔
۱۵۳۱	ہالینڈ مین ایک سیلاب عظیم آیا جس سے ۴ لاکھ آدمی غرق ہو گئے۔ لزبن مین زلزلہ آیا جس سے ۳۰ ہزار آدمی دفن ہو گئے۔
۱۶۰۷	ڈچ نے بمقام جبل الطارق ہسپانیہ کا بیڑہ غرق کیا
۱۷۵۸	مشرقی انڈیز مین انگریزون نے فرانسیسیون کو شکست دی اور روس و آسٹریا کی متحدہ فوج نے برلن پر حملہ کیا۔
۱۸۱۱	نپولین اعظم کی فوج روس کے معرکہ مین تباہ ہوئی۔

علاوہ ازین قتل ہابیل، طوفان نوح، ہلاکت عاد وثمود، اور شہادت عثمان وعلی کا سبب بھی ومدار ستارہ ہی قرار دیتے ہین۔

جدید تحقیقات سے ثابت کر دیا ہے کہ ہر دس سال بعد معمولی روشنی کا اور ہر ۳۰ سال بعد نہایت چمکدار دم دار ستارا نظر آیا کرتا ہے اس تحقیقات کو اگر واقعات مذکورہ کے ساتھ ملائین تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہم واقعات کو دمدار ستارون کے ساتھ منسوب کرنا محض اوہام اور عقائد باطلہ کا نتیجہ ہین یہ صرف اتفاق کی بات ہے جس سال دمدار ستارہ نظر آیا اُسی سال کوئی اہم واقعہ بھی پیش آگیا۔ کیونکہ اگر ان واقعات کا مدار دمدار ستارون پر ہو، یا یہ کہ اگر دمدار ستارون سے ایسے ہی واقعات ظہور پذیر ہوا کرین تو چاہیئے کہ ہر دس یا ۳۰ یا ۷۶ سال بعد

ایسا کوئی واقعہ درپیش ہا گرے حالانکہ لازمی طور پر ایسا نہین ہوتا۔ علاوہ برین تاریخی واقعات اس بات کا بھی پتہ دیتے ہین کہ بعض موقعون پر کسی ذو ذنب (دُمدار ستارا) کا طلوع ہونا دنیا کے لیے نہایت ہی سعادت کا باعث ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ستارون کی سعادت و نحوست پر اعتقاد رکھنا اسلام کی تعلیم کے بالکل مخالف ہے۔ جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وصال ہوا ہے اتفاق سے اس روز سورج گہن لگا ہوا تھا۔ لوگون نے خیال کیا کہ سورج کا گہنانا اسی حادثہ کی وجہ سے ہے۔ لیکن آنحضرت صلعم نے صاف کہدیا کہ ان الشمس والقمر ایتان من ایات اللہ وانہما لا ینکسفان لموت احد ولا لحیوۃ۔ یعنی سورج اور چاند خدا کی بہت سی نشانیون مین سے دو نشانیان ہین اور وہ کسی کی موت و حیات کی وجہ سے گہناتے نہین ہین۔ البتہ جب کوئی ایسا غیر معمولی قدرتی کرشمہ ظہور مین آئے۔ گو اس مظہر حقیقی کی تہلیل و تقدیس کرنا مین شان عبودیت ہے۔

شہنشاہ جلال الدین اکبر کے بقیہ حالات

تلادان

بادشاہ سال مین دو مرتبہ تلادان مین وزن کیا جاتا تھا۔ سونے کی ترازو نصب ہوتی تھی۔ اول مرتبہ جشن نوروزہ پر چیزون یعنی سونا۔ چاندی۔ ابریشم۔ خوشبو۔ لوہا۔ تانبا۔ جست۔ توتیا۔ گھی۔ دودھ۔ چانول ست نجا سے بارہ دفعہ تلتا تھا۔ دوسری مرتبہ جشن ولادت کے روز جو قمری حساب سے ۵ رجب کو ہوتا تھا۔ چاندی۔ قلعی۔ کپڑا۔ ۱۲ میوے۔ شیرینی۔ تلون کا تیل۔ سبزی۔ سیسہ سے تولا جاتا تھا اور یہ کل اشیا برہمنون اور مساکین کو تقسیم ہو جاتین۔ بادشاہ کے بیٹے اور پوتے جب تیسری سال مین لگتے تو وہ سال شمسی کے نوروز کو پہلی دفعہ ایک چیز سے تولے جاتے پھر ہر سال ایک نئی چیز انکے تولنے کے واسطے بڑھتی جاتی تھی۔ جب وہ بڑے ہوتے تو آٹھ سات چیزون سے علیحدہ علیحدہ تولے جاتے مگر بارہ چیزون سے زیادہ انکے تولنے کے لیے نہین بڑھتین اس کام کے واسطے ایک جداگانہ خزانہ تھا اور اوس کے انتظام کے واسطے ایک خاص مشرف مقرر تھا تاکہ شائستگی اور

انتظام سے صرف کرے - علاوہ جشن نوروز اور جشن ولادت کے اکبر نے بعض دیگر جشن بھی بہبودی خلایق کے لحاظ سے منعقد کئے -

مثلاً جو تاریخین کہ مہینے کے ہمنام ہوتی تہین اونمین قدیم آتش پرست اور پارسی نہایت جشن و جلوس کیا کرتے تہے - شہنشاہ اکبر نے بہی رفاہ عام کی غرض سے اون تاریخون مین جشن قایم کرکے رعایا کو فایدہ پہونچایا - یہ تاریخین مندرجہ ذیل تہین -

۱۹ ر فروردین - ۳ ر اردی بہشت - ۶ ر خرداد - ۳ ر تیر - ۷ امرداد - ۴ ر شہریور - ۶ ر مہر - ۱۰ ر ابان ۹ ر آذر - ۸ و ۱۵ و ۲۳ - دی - ۲ ر بہمن - ۵ ر اسفندارمذ - ان تاریخون مین شہنشاہ اکبر امراء وغیرہ کی دعوتین کرتا اور خیرات مبرات سے خلایق کو مالامال کرتا -

نیا بازار و زنانہ بازار و خوش روز

جب جشن کے آداب و شان و شوکت مین اپنے خزانہ خالی کردیے اور آرایش و زیبایش کی بہی دستکاری خرچ ہو چکی تو اُن ایوانون مین جو درحقیقت ایجاد و عقل و شعور کے بازار تہے - زنانہ ہوجاتا ہر مہینے کی تیسری تاریخ مین زنانہ بازار لگتا - وہان محل کی بیگمات آتی تہین - امرا و شرفا کی بی بیونکو بہی اجازت تہی جو چاہے آئے اور تماشا دیکہے عورتین ہی محافظ اور چوکیدار مقرر ہوتین دکانون کو آراستہ کرکے عورتین بیٹہ جاتین اور ہر ملک کا اسباب سجاتین - خرید و فروخت ہوتی بادشاہ خود تشریف لاتے اور مناسب مقام پر رونق افروز ہوتے - بادشاہ بیگم - بہنین بیٹیان پاس بیٹہتین تہین - امرا کی بی بیان آکر سلام کرتین - نذر دیتین - بچون کو سامنے کرتین اونکی نسبتین قرار پاتین - اس موقع پر بادشاہ ملک کی پوشیدہ باتون اور مخفی حالات سے واقف ہوجاتا اور اوسکا انتظام اور بند و بست کرتا اس روز کا نام بادشاہ نے خوش روز رکہا تہا - زنانہ بازار کے بعد مردون کے بازار کا انتظام ہوتا - ہر ملک کے سوداگر اشیاء نادرہ سے دوکانات کو سجاتے - اہل دربار خریدتے اور بادشاہ داد و ستد کا امتحان کرتا ہر گروہ و ملت کے آدمی اس موقع پر بلا تکلف اپنے مقاصد بادشاہ کے حضور مین عرض کرتے اور کامیاب ہوتے - بادشاہ نے مینا بازار کے انتظام کے واسطے خزانچی اور مسرف جداگانہ مقرر کئے تہے تاکہ سوداگرون کا مال و اسباب جو اہل دربار امراء کی خریداری

سے بچے، وہ انکو خود بادشاہ خریدے اور تاجرونکو فائدہ پہونچے ۔

سفر مین بارگاہ شاہی کا نقشہ

جب سفر مین شہنشاہ اکبر تشریف لیجاتے یا شکار کو جاتے بارگاہ شاہی عجیب شان وشوکت کی صورت مین نظر آتی ۔ جنگل مین منگل ہو جاتا ۔ پانچ میل کے دور مین خوشنما رنگ برنگ کے پرتکلف خیمون کا خوبصورت شہر بسجاتا جا بجا بازار لگ جاتا خیمہ گاہ بہت نفیس اور با ترتیب محلون اور بازارون سے آراستہ ہو جاتا ہے ۔ باہر سے کل خیمہ سرخ نظر آتے لیکن اندر مختلف رنگون کے بیشمار مکانات اور خوشنما سب عیش وعشرت کے سامان سے اراستہ وپیراستہ ہوتے ۔ وسط مین بارگاہ خاص ۳۰۰ گز مربع احاطہ مین قلعہ کی صورت مین معلوم ہوتا اور آئینہ طلائی شامیان اور نگین شاہی عظمت وشوکت کا اظہار کرتے ۔

بارگاہ خاص سے ۔ ۔ ۱۰۰ گز فاصلہ پر دائین بائین پیچھے پہرہ دار کھڑے ہوتے تھے سو گز کے فاصلہ پر وسط مین بجانب پشت مریم مکانی ۔ گلبدن بیگم اور دیگر بیگمات اور شاہزادہ دانیال کے خیمے ایستادہ ہوتے ۔ بجانب دائین شاہزادہ سلیم ۔ بائین سمت شاہزادہ مراد رونق افروز ہوتے ۔ پیچھے فاصلہ پر توشہ خانہ ۔ باورچی خانہ وغیرہ دیگر کارخانہ ہوتے ۔ انکے ہر گوشے مین ۳۰ گز کے بعد پر چوپڑ کا بازار ہوتا ۔ بازار کے دونون طرف امرا کے خیمے مناسب ومراتب کے لحاظ سے نصب ہوتے ۔ پنجشنبہ جمعہ اور شنبہ کو چوکیدار قلب گاہ مین یکشنبہ دوشنبہ کو دائین طرف اور سہ شنبہ وچہارشنبہ کو بائین جانب محافظت کے واسطے باری باری سے متعین ہوتے ۔ آئین اکبری مین جس کیفیت سے بارگاہ عالی کا نقشہ کھینچا ہے اور جن تکلفات وزیب وزینت کے ساتھ گلال بار ودولت خانہ خاص ۔ دولت خانہ عام ۔ حرم سرا ۔ چوبین روائی ۔ دو آشیانہ منزل ۔ (جھروکہ عجائبی) منڈل آٹھ کھنبہ ۔ خرگاہ ۔ اچکی خانہ (خلوت خانہ) صحبت خانہ نقارخانہ ۔ سراپردہ گلیمی ۔ قلندری وغیرہ کو سجایا تھا وہ ہم کو آج مبالغہ آمیز نظر آتا ہے ۔ لیکن یوروپین مورخین وبعض سیاح جو اوس وقت اکبر کے دربار مین تشریف لائے تھے ابوالفضل کے کلام کی تصدیق کرتے ہین ۔

شب کو بارگاہ شاہی کے وسط مین اکاس دیا روشن ہوتا تھا یہ ایک چراغ تھا جو چالیس گز کے لمبے

سے لمبے ستون پر روشن ہوتا اوسسے ۱۵ طنابین تانے کھڑی رہتین ۔ اسکی روشنی دور تک ہوتی تھی
اور تیز تھی کہ شب تیرہ و تار مین دور دور سے لوگ خیمہ گاہ مین بلا وقت بپہونچ جاتے تھے ۔ کل شاہی
خیمہ گاہ مین کئی اکاس دیے روشن ہوتے تھے ۔ بارگاہ شاہی کے انتظام کے واسطے میر منزل
مقرر تھے ۔ میر منزل کا یہ کام تھا کہ مناصب اور عمدہ مقام تجویز کرے اور بادشاہ کی تشریف آوری
سے قبل کل خیمے نہایت قابلیت و خوش اسلوبی سے ایستادہ کرا دے ۔ خیمون اور دیگر سامان
کی باربرداری کے واسطے ۱۰۰ ہاتھی ۵۰۰ اونٹ ۴۰۰ چھکڑے دو سو کہار مقرر تھے ۔ ۵۰۰
منصبدار واحدی ہزار فراش ایرانی و تورانی و ہندوستانی ۵۰۰ بیلدار ۲۰۰ سقے ۵۰ بڑھئی ۔
بے شمار خیمہ دوز و مشعلچی ۔ ۳۰ چرم دوز ۱۵۰ خاکروب خدمت کے واسطے ساتھ چلتے ۔ غرضکہ
جو مقام بارگاہ شاہی سے رونق افروز ہوتا وہ دفعتاً طلسمات کا شہر بن جاتا اور عجیب و غریب تماشا
نظر آتا ۔ نادر و نایاب خیمون ۔ کلال بار ۔ دولت خانہ خاص و عام و سراپردون وغیرہ کی ایجاد اکبر
کی جانب سے منسوب کی جاتی ہے ۔ انکے علاوہ شہنشاہ اکبر نے دیگر مفید و کارآمد چیزین بھی
ایجاد کین جو درج ذیل ہین ۔

اکبری ایجاد و اختراعات

اگرچہ شہنشاہ اکبر کا دماغ علوم کی روشنی سے منور نہ تھا اور مدارس فنون مین بھی اوس نے
باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی تھی لیکن وہ علم دوست ہنر پرور ایجاد پسند ضرور تھا اور یہی وجہ تھی کہ اہل
علم اور اہل کمال کی قدر و منزلت کرتا تھا گھر بیٹھے اونکی تنخواہین اور وظائف مقرر تھے وہ روزمرہ
نئی باتین ایجاد کرتے اور بادشاہ کو موجد قرار دیتے ۔ بادشاہ نے محل کے قریب بڑے بڑے
کارخانے قایم کیے تھے ۔ انمین توپین ڈہلتین ۔ بندوقین تیار ہوتین ۔ آلات حرب بنائے جاتے
بادشاہ ان چیزون کو دلچسپی کے ساتھ بہ غور ملاحظہ فرماتے اور ذہانت و جلال طبع کے باعث
نئی نئی باتین پیدا کر کے شہرت حاصل کرتے ۔

(۱) بادشاہ نے ایک ایسی توپ بنائی تھی کہ اوسکے پرزے علحدہ علحدہ کر کے بہ آسانی
لڑائی مین لیجاتے اور پہر ملا لیتے ۔ سترہ توپون کو اس عمدگی سے ترتیب دیا تھا کہ ایک فتیلہ

چہوٹ جاتین تہین ۔ ایک ایسی توپ ایجاد کی کہ اوسکو ایک ہاتہی لیجا سکتا تہا ۔ بعض بعض توپین ایسی تیار کی جاتین کہ اونمین ۳۰ من کا گولہ چہوٹتا تہا اور کئی ہاتہی اور ہزارون بیل اوسکو لے کر چلتے تہے ایک توپ ایسی نایاب بنائی کہ صرف ایک آدمی لیجا سکتا تہا ۔ جنکو ایک ہاتہی لیجا سکتا تہا اونکا نام گجنال دعتہال تہا ۔ علامہ ابو الفضل تحریر کرتے ہین کہ جسقدر توپین یہان ہین اتنی بجز روم کے کہین نہین ۔

(۲) بادشاہ کو بندوقون کی جانب بہی توجہ خاص تہی ۔ ایسی بندوقین ایجاد کی تہین کہ اگر اونکو لبالب بارود سے بہر کر چہوڑ دو تو بہی نہ پہٹے ۔ ایک بندوق بنائی تہی کہ بغیر فتیلہ آتش کے تہوڑی حرارت سے چہوٹ جاتی ۔ اکثر گولیان یہان ایسی بنائین کہ وہ بدن پر لگ کر تلوار کا کام دیتین شاہی بندوقون مین ایک بندوق سنگرام کے نام سے موسوم تہی جس سے فردوس مکان جہانگیر بادشاہ ... الہی مین ایک ہزار نو سو جانور شکار کرتے تہے بادشاہ کی قدر دانی سے بڑے بڑے بندوق ساز اوستاد موجود تہے خصوصاً اونمین اوستاد کبیر جو بندوق سازی مین بے مثل تہے ۔ بندوقون پر نام کاریگر ۔ مقام ساخت و مہینہ و سال کندہ ہوتے تہے ۔

(۳) ایک ایسا چرخ ایجاد کیا تہا جسکو ایک بیل حرکت دیتا تہا اور سولہ بندوقین تہوڑی دیر مین اندر سے صاف ہو جاتی تہین ۔ بادشاہ نے ہزارون بندوقون مین سے اپنے واسطے ۱۰۵ بندوقین پسند کی تہین ۔

(۴) ایک چکی بنائی تہی جس سے آٹا پستا تہا ۔ (۵) ایک کل بنائی تہی جو دور سے پانی کہینچ لاتی تہی (۶) بنگالے کی طرز کی نایاب اور عمدہ کشتیون کے سرون پر عجیب جانور بنائے ۔ کشتیون پر نشیمن و مکانات و بالاخانے و چوپڑ کے بازار وغیرہ قابل دید تہے یہ معلوم ہوتا تہا کہ دریا پر ایک آباد شہر چل رہا ہے ۔ (۷) سنہ ۱۰۰۲ھ مین دریاے راوی کے کنارے جہاز تیار ہوا ۔ ۵۳ گز اونچا کا مستول تہا ۲۹۴۲ بڑے بڑے شہتیر سال اور ناجو کے ۴۶۸ من دو سیر لوہا خرچ ہوا ۔ ۲۴۰ بڑہئی اور لوہار وغیرہ روزمرہ کام کرتے تہے ۔ جب تیار ہوا جر ثقیل کے عجیب و غریب آلات لگائی گئی ہزار آدمیون کی کوشش سے دس روز مین بمشکل تمام پانی مین ڈال کر لاہری بندر کو روانہ کیا ۔ سنہ ۱۰۰۴ھ مین دوسرا جہاز تیار ہوا یہ جہاز ۵ ہزار من سے زیادہ بوجہ اوٹہا سکتا تہا ۔

جسکو وقعنیت ملکی زبان سے ہو اوسکو چند روزہ ملازم رکھا جاوے تاکہ آسانی بیان کی چند روزہ سکونت
مین ہو یہ قرار دیکر ترام گاڑی مین تکیہ گاہ پہونچے ایک عرب صاحب مہتمم ہین مکانات وہان کے
شکستہ بے مرمت ہین۔ کوئی ہندی مسافر نہین دیکھا۔ بخاری تکیہ البتہ اچھی حالت مین دیکھا۔
اوسکے اندر خوشنما بغیچہ مکانات صاف لیکن اور ملک کا مسافر وہان نہین رہ سکتا دیکھہ بھال چلی
آئے۔ ہفتہ عشرہ عثمانی ہوٹل مین قیام کرکے ایک بخاری صاحب کے ذریعہ سے جو فارسی زبان
اونکی اصلی ہے اور ملک کی زبان دان ہین عرصہ کثیر سے استنبول قیام پذیر ہین وہان نکاح کرلیا
ہے۔ محمود پاشا بازار مین ایک خان کوٹھری چار مجیدی کو جسکے دس روپیہ ہوتے ہین کرایہ لے کر
ٹھر گئے۔ اوس ولایت مین ہوٹل کو لکنڈہ سرا کو خان کہتے ہین۔ خان مین ادنی درجہ کے مسافر
رہا کرتے ہین۔ جب وہان مستقل قیام کرلیا اپنے دونون آدمیونکو تنبیہ کی چونکہ ہم کو معلوم ہولیا
تھا یہان خفیہ پولیس شہر مین جابجا گشت بکثرت کرتا رہتا ہے نیز کھلا پولس ہر وقت ہم سے بازپرس
کرتا رہتا تھا جو سچا حال ہے بازپرسی پر بیان کرنا۔ میرا حال احوال اصلی حالت حیثیت
پر ظاہر کرنا۔ یعنی ہندوستان مین ادنی درجہ کا آدمی ہے۔ بندہ نے استنبول کے متواتر
تین دور دیکھے۔ شخصی حکومت۔ شورشغب تزلزل حکومت دستوری حکومت۔

اول ہم شخصی حکومت کا حال لکھتے ہین

اوسی خان مین ایک ترکی نوعمر قریب
پچیس برس کا نعمت اسد نام خاص
قونیہ کا رہنے والا اوسی خان مین قیام پذیر تھا اسکو شش مین بہت روز ہوچکے تھے خود کو خدمت
سرکاری سے بری کرائے۔ نیک جوان صالح ادب لحاظ کا آدمی دیکھا۔ فیاض سے بہت دوستی
ہوگئی مجھے اکثر کہا کرتا تھا کہ مجھے پولس بہت تنگ کرتا ہے ہر وقت دریافت کرتا ہے یہ کون لوگ
مسافر کیسا چلن رکھتے ہین کس پیشہ کے ہین ہم جواب دیا کرتے ہین ہم کچھ نہین جانتے سوا اسکے
یہ لوگ ہم سے اچھے ہین گاہ گاہ پولس افسر تمغہ یافتہ میرے پاس آتا۔ آفندی نعمت اسد
کے ذریعہ سے بات چیت چا نوشی کرکے چلے جاتے آفندی موصوف ٹوٹی پھوٹی ہندی زبان
جانتے تھے تین چار برس مکہ معظمہ مدینہ منورہ رہنے سے اونکو بہت کاوش تھی اونچے درجہ کے
آدمیون سے ملاقات شناسائی ہو مجھسے ہر وقت کہا کرتے تھے باین الفاظ۔

توفیق پاشا یبان جو ناظر خارجیہ کے ہین بولائے گئے اطلاع کرانے پر اونکے فرزند دوم نوری
آفندی جو سلطنت مین عہدہ دار ہین اسپنے خاص مکان مین لے گئے جو نہایت صاف شفاف تھا
درمیان مین ایک میز جسپر چند کتابین رکھی تہین متعدد کرسی قرینہ سے تہین اونکے اشارے سے
ہم دونون بیٹھہ گئے مقابل کرسی پر خود بیٹھے بٹن دبانے سے گھنٹی کی آواز ہوئی خدمتگار کی حاضری
پر کچھ اشارہ ہوا قہوہ لایا میرا مافی الضمیر دریافت کرکے اپنے باپ پاس گئے تھوڑی دیر مین واپس
آئے فرمایا آپ کا جو مقصد نماز جمعہ حضوری مین یا سلاملق دیکھنا ہے یہی وقت تنگ ناکافی ہے
تاہم بخاطر عزیز کوشش کرتے ہین - چونکہ ترکی قوم ریل حجازی کی خوشی منانے سے خوش ہوتی ہین
خلیق میزبان نے فرمایا سواری ریل حجازی ساتھہ خیر کے نصیب ہو - تھوڑی دیر کو ہم یہان ہی
اوسکی سیر کرا دین - یہہ فرماکر اپنے ہاتھہ سے ایک کرسی پہلو کی میز سے لگا دی جسپر مجھے اشارہ بیٹھنے
کا کیا دریا کا نظارہ بالکل سامنے ہوگیا جس سے کیفیت آمد و رفت اور جہازون کی بخوبی نظر
آتی تہی - میرے راست جانب خود خمیدہ کھڑے ہوگئے ایک صندوقچہ سا میرے روبرو کردیا
جسکی درازمین بالشتی شیشے ڈالنے شروع کئے - جہان سے ریل کا کام شروع ہوا ہے وہ
دیکھنا شروع کیا کسی شیشے مین خارستان جنگل ہے جسکو فوج ہموار کر رہی ہے کسی شیشہ
مین پہاڑ کاٹ رہی ہے کسی شیشہ مین افسر برہنہ سر دعا کر رہے ہین کسی شیشہ مین فوج
بیخودی کی حالت مین جلد جلد سڑک آہنی پہیلا رہی ہے ہر شیشہ کل دبانے سے گرجاتا تہا -
اوسکی جگہہ دوسرا شیشہ اپنے ہاتھہ سے رکھتے جاتے تھے - میرے دل مین یہ خیال کرکے
کہ ایک جلیل القدر افسر میری خاطر داری مین کھڑا تماشا دیکھہ رہا ہے میری آنکھون مین آنسو بھر آئے
نظر تاریک ہوگئی ہر چند خودداری کی مگر قریب تہا آنسو بہنا شروع ہون - مین نے دیکھنے سے سر
اوٹھا لیا میرا حال دیکھکر آفندی نے ترجمان کو دیکھا ترجمان سے مین نے خود اپنا حال کہنا شروع
کیا - خدمتگار آیا مکرر قہوہ نوشی ہوئی فرمایا آپ کو صدر اعظم کے پاس یہان سے جانا ہوگا - وہ
حکم مناسب دینگے - میری گاڑی باہر کھڑی تہی فاصلہ پر وہان تک خود پہونچانے آئے اونکے
ساتھہ ایک کتا تہا چھوٹی نسل کا جو ہم سب مین مل کر چلتا تہا - بندہ ہندوستانی عادت سے
بچتا چلتا تہا - یہ دیکھکر آفندی صاحب نے بانکڑی سے اشارہ کیا جو ایک پہلو ہوگیا -

ہم دونون کو ایک گاڑی مین بٹھاکر ایک پولیس افسر اپنے ساتھ مجکو صدر اعظم فرید پاشا کے پاس لے گیا جو شاندار
بارعب آدمی دیکھے۔ بااخلاق بامروت۔ فرمایا۔ ایسی اہم نمایش بہت تنگ وقت کرتے ہو کل جمعہ کا
روز ہے ایسے وقت رسائی مشکل ہے آیندہ جمعہ کا ارادہ کرو شاید کامیابی کے دو بجے تک
رسائی ہو ہیں سلطانی کی آیندہ جمعہ غالبا قونیہ کے سفر مین ہوگا یہ آرزو میرے ساتھ پورا کرے گی
وہان کی واپسی مین دوسرا سفر سر پر چڑھا ہوگا۔ یہ سنکر فرمایا وقت بہت کم ہے مگر کل تم تیار رہو کر ہمارے پاس
آؤ ممکن ہوا تو حضور سلطانی مین پیش کر دینگے۔ دریافت فرمایا تمہارے ساتھ اور کوئی ہے بجواب
عرض کیا دو نوکر ہین جو مکان پر ہین۔ فرمایا اونکو ساتھ نہ لانا یہ اجازت ناممکن ہے۔ تھوڑا سکوت
کرکے عرض کیا ایسی نعمت کے محروم رہنے سے وہ شکستہ خاطر ہونگے۔ مابین لے جبکا ہمسفری
مین مجھے بڑی ملال ہوگا۔ جواب فرمایا۔ اچھا ساتھ تو لاؤ۔ ہم رخصت ہوکر مسکن پر پہونچے اپنے آدمیون
سے سارا حال کہا دوسرے روز علی الصباح آمادہ ہوکر کپڑے بدل کر طیار عید کی خوشی مناتے۔ معہ
محمد علی صاحب ہم چارون پل جوبلی پر پہونچے وہان سے گاڑی کرایہ کرکے وزیر اعظم کے مکان پر پہونچے
اطلاع ہونے سے حکم ہوا یہ مہمان خانے مین بٹھایا جاوے۔ ساتھ ہی یہ بھی استفسار ہوا یہ دونون
آدمی ساتھ آوینگے یا نیچے رہین گے۔ فیاض (جو ایک ناخواندہ آدمی ہے) کو باش کاتب بتاکر ساتھ لیا
صاحب خان کو نیچے چھوڑا مسمی مذکور کا بیان ہے کہ خدمتی آدمی اشارہ کنایہ سے میری خاطرداری
مین مصروف تھے۔ اچھی نرم جگہ مین بٹھایا قہوہ سگرٹ پلایا۔ تھوڑی دیر مین ہم تینون کو صدر اعظم نے
طلب کیا۔ اپنے قریب مجھے جگہہ دی اپنے درجے پر محمد علی صاحب ترجمان بیٹھے مقابل کو فاصلہ پر
فیاض ترکی نئے کپڑے خرید کر پہنے تھا ترجمان سے دریافت کیا یہ کون ہین۔ میرا باش کاتب بتایا گیا
جسکو ہندوستان مین میرمنشی کہتے ہین۔ پھر میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا ہم بہت خوشی ہوئے۔ آپ
لوگون کی اس سفر اختیار کرنے سے مزید بران قونیہ جانے سے اسی سلسلہ مین فرمایا امید کرتے قونیہ
جاتے وقت ہم کو مطلع کروگے۔ بندہ سلام کرکے خاموش رہا۔ بندہ نیچے نظر کئے بیٹھا تھا۔ وزیر صاحب
غالبًا چاہتے تھے کوئی سلسلہ گفتگو میری طرف سے شروع ہو مجھے تلے اوپر بغور دیکھ رہے تھے۔
نظر اونکی اوپر سے چلکر میرے پیرون پر رکتی تھی۔ میرے پیرون مین کامدار جوتہ معہ جراب تھا جسمین اونگلی
جوتے اوپر نکلی ہوئی تھی۔ یہ حال دیکھکر ترجمان نے نیم قد ہوکر صدر اعظم سے کچھ عرض کیا جسکا جواب

چین بہ جبین ترش پایا لیکن یہ معمّا میری سمجھ مین نہین آیا اوسی حالت غصہ مین دستک دی ایک افسر فوجی تمغہ پہنے حاضر ہوا اوس سے زوردار آواز سے اول کچھ پوچھا اوسکے جواب پر تیز آواز سے کچھ اوسکو ہدایت کی۔ بندہ اپنے دل مین سمجھا وہی غصہ کا اثر چلا جاتا ہے کیا بات ہے۔ اور کام مین مصروف ہوئے جو چھوٹی سی میز پر کاغذات رکھے تھے۔ کچھ دیر مین وہی افسر تمغہ یافتہ آیا ترکی مین کچھ کہا گیا۔ سب سنکر ترجمان سے فرمایا جاؤ جلد لے جاؤ وقت قریب آگیا یہ سنکر ہم سب کھڑے ہو گئے۔ مجھسے ہاتھ بڑہاکر مصافحہ کیا۔ درجہ بدرجہ قالین فروش سے گذرتے ہوئے نیچے پہونچے دیکھا دو گاڑی دو گھوڑون کی کھڑی ہین۔ وہان کھڑے ہوکر محمد علی صاحب سے مین نے دریافت کیا کہ تم نے ایسی کیا بات کہی تھی جس سے وزیر صاحب تیز مزاج ہو گئے۔ بجواب کہا چونکہ تم ساکت خموش بیٹھے تھے اونکا دل باتونکو چاہتا تھا اسی خیال مین تم کو بار بار اوپر نیچے دیکھتے تھے۔ چونکہ نظر اونکی تمہارے پیر و نپر روک رہی تھی پھٹی اونگلی کی وجہ سے جو جراب مین جونہ سے اوپٹی اوٹھی تھی ترکی زبان مین یہ حال بیان کیا ادنکو غالبًا عیب کا بیان کرنا ناگوار ہوا۔ ترشی سے یہ کہا تھا یہ کیون حال بیان کیا۔ فوجی افسر کو جو زور سے حکم دیا اور ہدایت کی وہ سقل ساعت رکتا تھا۔ غرض سرکاری گاڑی مین جب ہم سوار ہونے محمد علی آفندی نے میرے ساتھ بیٹھنا چاہا تیزی سے اونکا ہاتھ پکڑکر کہا دوسری گاڑی مین جاؤ ہم آفندی کے ساتھ ہونگے چنانچہ میرے روبرو گاڑی مین بیٹھ گئے غالبًا مجھے وزیر اعظم کے ہمنشین دیکھکر ہفت زبان جانا ہوگا۔ بیٹھتے ہی سلسلہ گفتگو شروع کیا مجھے عاجز دیکھہ خاموش ہو گئے۔ پہر ٹوٹی پہوٹی عربی شروع کی طرفین سے بہ تکلف تکلیف گفتگو شروع ہوئی۔ جب گاڑی نے یلدز کا رخ کیا اور عمارات نمودار ہونے شدہ وندہ ن نما سے کہا شوقت ہذا بیت مولانا۔ ایسے ہی ہوتے ہوتے گاڑی اندر داخل ہوئی پہرہ والے نے گاڑی روک کر پوچھا جواب پاتے ہی گاڑی آگے بڑہ گئی ایک وسیع میدان مین گاڑیان چھوڑ دی گئین۔ وہان سے جب چلنے کا ارادہ کیا ایک طرف چند پولس عسکر کھڑی تھی۔ ہمارے ساتھی ترکی کو اشارہ سے بولایا۔ محمد علی آفندی نے مجھسے پوچھا انکو کیا کیا باتین ہوئین بجواب گومگو کہا گیا۔ بندہ پہلوار وقت مین پہول پہلوار کی بہار جہک کر دیکھنے لگا تیز قدمی سے اگر ترجمان کے ذریعہ سے کہا ایسا عمل ممنوع ہے ایسے ہی درجہ بدرجہ گذرتی ہوئی ایک عالیشان محل مین پہونچے جسکے بہت سارے درجے تھے ہر درجہ عمدہ قالین فروش سے مزین تھا۔ ایسے مکان مین داخل ہوئے جہان چار کرسی تین دو

مسلہ پر گفتگو کر رہا تہا ایسی حالت مین اطلاع ممنوع تبائی گئی۔ اسی چہل قدمی سے لوگ محمد علی سے کچہہ پوچہتے اور میرے ہاتہہ یا جبہ کو بوسہ دیتے مجہسے آفندی نے کہا جانتے ہو کیون ایسی تعظیم کرتے ہین کہا خدا جانے۔ آج تم کو اخبار مین چہپا دیکہکر مجہسے دریافت کرتے ہین یہی مولوی علی گڈہ ہین جنکو مولانا کی حضوری یعنی سلطان کی نصیب ہوئی۔ اسی بات چیت مین ایک سپاہی آیا محمد علی سے کہا بولاتے ہین معہ ہندی مولوی کے جب اندر گئے دیکہا کہ ایک سفید ریش نورانی صورت صدر کرسی پر بیٹہے کار و بار سلطنت انجام دے رہے ہین نیم قد تعظیم دیکر مقابل بٹہا لیا پہر اپنے کام مین مصروف ہو گئے۔ نوکر کو شربت لانیکا حکم دیا محمد علی نے مخاطب کو متوجہ کرنیکو کوئی بات کہی مین چپ رہو کہکر خاموش کر دیا۔

جب شربت تین گلاس آیا کام چہوڑکر مخاطب ہوئے صاف ہندی زبان مین فرمایا میرا نام حسن حسیب ہے بیس بائیس برس ہندوستان مین جابجا رہا ہون بڑا حصہ بمبئی مین گذرا خدمت کونسل انجام دیتا رہا اور ریاست رامپور کو بہی دیکہا ہے۔ یہ ملاقات ہمارے شمار مین نہین ہے ہمارے گہر ہی آکر رہو دریائی راستہ طے کرنا ہوگا ترجمان کی طرف اشارہ کر کہا یہ چاہتے ہین سفر قونیہ اور قرارداد ہوا سفیر کو آب دیدہ ہوکر بولے مولانا باپ ہمارے کو دعا کرو۔

پہر رخصت ہوکر اور گہر آکر لفافہ کاغذ فیاض سے منگاکر مکان پر صدر اعظم کو گذارش لکہی۔ فارسی مین یعنی حسب الحکم بنابر اطلاع سفر قونیہ حاضر باب عالی ہوا اتفاق سے باریابی نہ ہوئی۔ مگر یہ عرضی غالبًا میری جانیسے تیسرے روز پیش ہوئی۔ عصر کے بعد شیخ الاسلام کے گہر گئے اطلاع سے تہوڑی دیر بعد بولائے گئے بالاخانہ کے وسیع کمرے مین جو ترکی طریقہ سے آراستہ تہا ہم دونون بٹہائے گئے۔ دو ترکی صاحب پہلے سے منتظر بیٹہے تہے بندہ دل مین پس و پیش کر رہا تہا کہ اخبار نے تو علمائے علی گڈہ چہاپ دیا ہے کاش کوئی علمی بات دریافت کی تو سوائے مجوبی کے اور چارہ کار نہین مین اسی خیالات مین محو تہا کہ شیخ الاسلام برآمد ہوئے حسب تعلیم بندہ نے جبہ کو بوسہ دیا۔ ترجمانی ذریعہ سے میری خیر و عافیت پوچہی ایسی جگہہ کا اشارہ جہان سے دریائی نظارہ پیش نظر ہوا بندہ نیچی نظر کیے بیٹہا رہا وزیر اعظم کے انداز سے مجہے دیکہا گیا کوئی سلسلہ بات شروع نہ ہوتے میری طرف سے پیش قدمی ہوئی دیر بعد بندہ نے سر اوٹہا جانیکی اجازت چاہی فرمایا ذرا اور بیٹہو زیارت کراؤ سوچ کر عرض کیا۔ قونیہ جانیکا ارادہ ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے یہ سُنکر

ہوئے زبان مبارک سے یہ مصرعہ فرمایا۔ ع سینہ خواہم شرح شرحہ از فراق ؎

رخصت کے وقت فرمایا تم زیادہ خوش ہونگے مکرر ملاقات کرنے سے۔

ایک جماعت مین جس کی نماز پڑھ چکا تھا میری بار ایک ترک سن رسیدہ تھے اور نماز کے بعد میری طرف ہاتھ بڑھایا جسکو مصافحہ سمجھا ہاتھ بڑھانے پر میرے ہاتھ مین ترکی روٹی دیدی جو مدور [illegible] بڑی ہوتی ہے [illegible] بتفصیل انشاء اللہ۔ باقی آیندہ۔

ایڈیٹوریل نوٹ

تعلیمی معاملات پر

[illegible] ایک تاریخ بنانے کا گورنمنٹ کا خیال نہایت قابل شکرگزاری کے ہے [illegible] تعلیم کی ترقی ہندوستان کے واسطے نہایت خوشی آیند ہے۔

یہ معلوم ہوکر کہ امرتسر کے مسلمانوں نے ایک انجمن از نام (انجمن ترقی تعلیم) قایم کی ہے اور اسکا مقصد طریقہ تعلیمیہ یا ترتیب کے مطابق [illegible] مکانون مین مختلف قسم کی (جس مین پیشون کی تعلیم بھی شامل ہے) تعلیم دلانا ہے ہم دلی خوشی کا اظہار کرتے ہین اور امید کرتے ہین کہ تمام دوسرے شہرے اور خصوصاً آگرہ کے مسلمان اس کی تقلید کرینگے۔

[illegible] ترقی تعلیم عام صنعت و حرفت مین مدد کرنا عطیون سے ہم زیادہ پسند کرتے ہین کیونکہ اسطرح طالب علمون مین سیلف ریسپکٹ قایم رہتی ہے اور اہل دولت کا نقصان نہین ہوتا۔ اور تھوڑا روپیہ بار بار دیتے رہنے سے بہت زیادہ فائدہ مند ہو سکتا ہے۔

صوبہ آگرہ و اودہ کے بڑے بڑے سرکاری سات باغونمین یورپین ماہر سپرنٹنڈنٹ رہا کرتے تھے۔ اب حضور سکریٹری آف اسٹیٹ بہادر نے قرار دیا ہے کہ آیندہ سے صرف پانچ اسامیونپر یورپین مقرر ہون باقی پر ماہر ہندوستانی مقرر کیے جائین۔ اس عہدہ کے حاصل کرنے کے واسطے کانپور کا سرکاری اگریکلچر کالج مین دو سال کی تعلیم حاصل کرنا ہوگی۔ اوسکے بعد چودہری کا

اور ۳۲۸ ۱۶ ۱ روپیہ مین تیار ہوا تہا (۸) اکبر نے شمعدان ایک گز بلند ایجاد کیا تہا اوسپرہ فانوس نصب
کئے تہے - ہر فانوس پر ایک جانور کی صورت تہی - ایمن کافوری شمع تین گز سے زیادہ بلند لگائی جاتی
ماہ قمری کے اول دوم سوم شب کو آٹہہ فتیلے روشن کئے جاتے تہے - چہارم سے دہم تک ایک
ایک فتیلہ کم ہوتا جاتا - دسوین کو چاندنی خوب ہوتی تہی تو ایک فتیلہ روشن ہوتا - اسطرح گیارہ تاریخ
تک روشنی ہوتی سولہوین سے اونیسوین تک ایک بتی روزانہ بڑہتی جاتی - کئی روز یکسان روشنی
ہوتی جو بیسوین سے سلخ تک آٹہہ بتیان جلتی تہین - ہر بتی مین ایک سیر روغن اور آدہ سیر روئی
جلتی تہی - بعض مقام پر بجاے تیل کے چربی کی بتیان روشن ہوتین - (۹) باقی آیندہ

ترقی و تنزل

اللہ رے مرتبہ مرے عجز و نیاز کا	گویا جواب ہے یہ ترے کبر و ناز کا
یوسف کو چاہ مین تو مسیحا کو چرخ پر	دکہلا دیا تماشہ نشیب و فراز کا

تاریخ یونان مین لکہا ہے کہ ایک مرتبہ اہل ایتہنس کسی بڑی لڑائی مین تیاری کر رہے تہے
ہر شخص صفائی اسلحہ و درستی سامان جنگ مین سرگرم تہا - حکیم ڈایوجینز نے دیکہا کہ تمام آدمی کسی
نہ کسی کام مین مصروف ہین مگر میرے کرنے کو کوئی کام نہین ہے ہاتہہ پر ہاتہہ دہرے بیکار
بیٹہا ہون - پس اپنا ٹب گہسیٹنا شروع کیا - ٹب تہا بڑا اور وزنی جسکے زمین سے رگڑ کہانے مین
بلا کی کہڑکہڑاہٹ اور قیامت کا شور ہوتا تہا - مگر اس ٹب کو ایتہنس کے گلی کوچون مین نہایت تندہی
اور مستعدی سے گہسیٹتا پہرا تاکہ عام کاروبار کی ریل پیل اور سرگرمی مین آپ بیکار و کاہل نہ نظر آوے
وقت کی پُر اسرار طاقت نے تاثیرات قرن گذشتہ کی ایما سے موجودہ زمانہ کو مساعی حصول
ترقی کے نہایت قوی جزر و مد کا زمانہ بنا دیا - اہل یورپ و امریکہ کی روز افزون ترقیون کے
شور و غوغا کی آوازین آزادی پریس اور قوت اسٹیم و برقی کی سریع الاثر کرشمہ پردازیون سے چاردانگ
عالم مین گونج اوٹہین - یہانتک کہ عشرآباد سکون یعنی ایشیا مین بہی حرکت و جنبش کے آثار
پیدا ہوئے اور پامال مشرق کی خوابیدہ قومین سبزۂ بیگانہ کی طرح اپنا اپنا رنگ جمانے لگین -

ابھی عام اہل جہان نے زمانے مین جبکہ ہر فرقہ ہر قوم ہر ملک اپنا نوعی اقتدار اور قومی زیست قایم رکھنے
کے سبب ترقی و تنزل کی جان توڑ جدوجہد مین ناگہان مبتلا ہو گیا ہے۔ ہمارے ملک کے عقلا
یعنی دانشمند [illegible] گوارا کرتے۔ چنانچہ یہان کے ہر ایک ڈالو جینیر نے اپنا ڈب
[illegible] شروع کر دیا ہے جبکہ شور و شغب مین ترقی و تنزل کی جنگ عظیم کی چیخ پکار
[illegible] ساعت [illegible] ہو گئی ہے۔

ایک طرف حامیان تعلیم و تربیت علوم مین سرگرم ہین اور اس کوشش مین اپنا لہو پانی ایک کیے
دیتے ہین کہ کسی طرح علوم جدیدہ کے سرچشمے اس وسیع ملک مین شرق سے غرب اور جنوب سے
شمال تک آب حیات بہانے لگین اور ہر کہ و مہ سیراب ہو۔ انکے نزدیک قومی فلاح
اور ملی عظمت [illegible] پر موقوف ہے۔ قومی عقلی و ذہنی ہر جگہ اور ہر حال مین قوت
[illegible] کہتے ہین۔ علم قومی عقلی و ذہنی کو مجلا اور انکی کارگزاریون کو مکمل کرتا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ بقول [illegible] آگہی جس شے کا نام ہے وہ عالم اور اہل پر حکمرانی کر رہا ہے۔ اور
ترقی کی علت غائی سب بلکہ علت نوعی و صورتی بھی یہی ہے۔ بغیر علم کے ترقی اور عروج تو
کجا ترقی کے معنی اور عروج کا مفہوم بھی سمجھ مین نہین آسکتا۔

دوسری طرف عورتین حامیان تعلیم کی ہمنوا ہین۔ اگرچہ انکی شیرین اور پر نغمہ آوازون مین اک دوسرا
نغمہ تہذیب نسوانی کا بھی ملا ہوا ہے۔ یہ کہتی ہین کہ موجودہ بچے آیندہ کی قومین ہین کیونکہ یہی بڑھکر قوم
ہو جائین گے۔ اس لیے انکی تعلیم و تربیت پر ملک کے مستقبل کا انحصار ہے۔ لیکن تاوقتیکہ ان کی
مائین تعلیم یافتہ اور مہذب نہون ان کی تعلیم تکمیل کا درجہ امتیاز حاصل نہین کر سکتی۔ ان نازک
بنیاد و نیر دلفریب منطق کا خاتمہ اس نتیجہ پر ہوا کہ ملک کی آیندہ ترقی۔ بہبودی۔ فلاح۔ عروج
سب کچھ یہان تک کہ موت و زیست بس اتنے پر ہے کہ عورتین علوم جدیدہ اور تہذیب موجودہ
سے بہرہ تمام حاصل کرین۔ ہرچند کہ انہین اسلاف کی طرز زندگی کو قاطبتاً چھوڑنا پڑے۔
غرض کہ تہذیب و شایستگی کی ہوائین پردے سے باہر نکل پڑی ہین گویا زبان حال سے بقول
شاعر کہہ رہی ہین "ہمارا پردہ ہمارے مردون کی عقل پر پڑ گیا" مردون کو بھی سمجھ لینا چاہیے
کہ جو کام ان سے نہ ہو سکا عورتون سے ہوگا یعنی وہ ملک کو ورطہ زوال سے نہ نکال سکے۔

اب عورتین نکالین گی۔
تیسرا گروہ گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہا ہے کہ یہ سب فضول و عبث ہے۔ نری تعلیم اور کوری تہذیب ہی تہذیب سے کچھ نہین ہونیکا صنعت و حرفت و تجارت مین ترقی کرنا چاہیئے۔ قوم نادار اور ملک مفلس ہے۔ افلاس ہی اصل زوال ہے جب تک یہ دور نہ ہوگا کسی قسم کی ترقی ممکن نہین علوم کی کثرت بھوک کی شدت کو کم نہین کرسکتی۔ تہذیب کی ہدایات سے کسی کا پیٹ بھرتے نہین سُنا۔ اور بھوکون ننگون سے نہ کبھی ترقی ہوئی ہے نہ اب ہو۔ اپنا پیٹ پال سکتے نہین، بدن ڈھانپ سکتے نہین عروج و عظمت حاصل کرینگے۔ بقول حکیم شیرازی رحمت اللہ علیہ۔
"از معدہ خالی چہ قوت آید واز دست تہی چہ مروت وا ز پاے بستہ چہ سیر و از دست گرسنہ چہ خیر" ملازمتین عنقا۔ زمینداریان محدود۔ اور اگر بفرض محدود و عنقا نہ بھی ہون تو بھی نفس وجہ دولت نہین افلاس دور کرنے کی فقط ایک تدبیر ہے **صنعت و حرفت** دولت پیدا کرنے کا صرف ایک طریقہ ہے **تجارت**۔ بس یہی ہمارے امراض کی دوا اور ہمارے احتیاجون کی اکسیر ہے۔ اسی سے اور فقط اسی سے ترقی اور عروج حاصل ہو سکتا ہے۔
مدبران ملکی کچھ اور کہتے ہین۔ اُنکے جوش دلی سے لرزان آوازین قلوب کو بے چین کر رہی ہین بلکہ مردہ دلون مین بھی اس خیال کی چنگاریان اُڑا رہی ہین کہ ملک و قوم کی موجودہ اور آیندہ تمام ترقیون کا راز پولیٹکس مین مخفی ہے۔ وہ تسلیم کرتے ہین کہ علم و تہذیب اچھے بہت اچھی چیزین ہین اور صنعت و حرفت بھی خالی از منفعت نہین تاہم ایک پولیٹکل بل ان تمام کو ملک اور اہل ملک کے لیے بیکار و باکار اور مفید و مضر کرسکتا ہے۔ بلکہ اس سے زائد یہ کرسکتا ہے کہ تمام ملک کی تجارت و تعلیم و صنعت و حرفت کی ترقی کی بیخ کنی کردے۔ یا انکے غیر معمولی نمو اور سرسبزی کا باعث ہو جائے الحاصل ملک کی تمام ترقیون کا دارومدار پولیٹکس پر ہے۔ وہ فقط سیاسی طاقت ہے جو ملک کی جملہ حالتون کو سدھارنے اور بگاڑنے کی حقیقی اور تحقیقی قوت رکھتی ہے۔
غرض کہ جتنے منہ اتنی باتین۔ ہر شخص کے خیالات بجاے خود اک نئے دنیا ہین۔ گو فطرت انسانی ہر جگہ ایک اور یکسان ہے تاہم جذبات کے طرق انفعالی اور ذہن و خیال کے مہمات عملی گوناگون۔ پھر حالتین جداگانہ۔ ضرورتین بوقلمون ہمارے اتفاس عنصری ہرچند کہ ایک ہی

مٹی کے بنے ہین لیکن طرز ساخت رنگ وروپ خط وخال سب کے علیحدہ علیحدہ ہین اسی طرح جو پرندے ہمین مقفس ہین ناخدا ان سب کا ایک ہے اور وہ خود بھی یکسان اور ہمجنس ہین۔ مگر اونکی بیٹ۔ تڑپ۔ چال ڈہال۔ بال پر طرح طرح اور بہانت بہانت کے ہین۔ ہر مرغ نئی بولی بولتا اور نئے سمت پرواز کیا چاہتا ہے۔ یہ نوبت اس تمام اختلاف۔ ہل چل۔ تو تو مین مین سے کم از کم اتنا ضرور ثابت ہے کہ ہمارے یہان بھی ایک نہین بفضلہ متعدد دل ودماغ ایسے موجود ہین جو ترقی وتنزل کی تمام کشمکش مین کسی طرح بیکار وناکارہ نظر آنا پسند نہین کر سکتے اس لیے اپنا اپنا قالب اپنے اپنے طریقہ پر محنت شاقہ کے ساتھ گھسیٹنے مین مصروف ہین۔ چاہے کوئی کچھ کہے مگر ہم ضرور اعتراف کرینگے کہ ترقی کے مالٹکیہ آوازے کو ہندوستان مین جس صورت مسیحائی سے قم باذن اللہ کہکر بتنا وہ انہین مختلف دھون کا شور وشغب تہا اسی سے آب عزیزی کیا بلکہ خود دہ ہدیون سے بہتی ہوئی وادی مین جان ڈال دی۔ بیکارون کو باکاری کے قدر اور رغبت نہ کرنے والون کو بہت کچھ کرنے کی تمنا ہو چلی ہے۔ بیہوش سہی پر اتنا ہوش تو ہوا کہ بیہوشی کو بیہوشی سمجھنے لگے۔ کیا یہ ترقی کم ہے کہ اپنے بر سر تنزل ہونے پر تاسف صادق پیدا ہوگیا ہے

کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ ہے یون کہ مجھے دُرد تہ جام بہت ہے

اس موقع پر سوچنے والے دماغون مین یہ نازک سوال پیدا ہوئے بغیر نہین رہ سکتا کہ اصلی ترقی اور زوال کس شئے کا نام ہے۔ اور ان کے اسباب واقعی کیا ہین۔ کیا ملک مین علم وتہذیب کا ہونا عورتون کا تعلیم یافتہ نہ ہونا۔ تجارت وصنعت وحرفت اور پولٹیکل قوت کا نہ ہونا زوال ہے؟ اور برعکس اسکے کیا انکا فرداً فرداً ہونا ترقی ہے؟ یا ان سب مین بحالت مجموعی ترقی کرنا ترقی ہے؟ آخر قومی عروج اور ملکی عظمت اور زوال کا مفہوم اصلی کیا ہے؟ اور انکے اسباب واقعی کیا ہین؟

یہ سوالات جسقدر پیچیدہ ہین اوسی قدر اہم اور ضروری بھی ہین ہر طرف ترقی کی پکار ہے ہر سمت سے آوازین آرہی ہین کہ بڑہے چلو۔ ترقی کرو۔ مگر

کس نہ دانست کہ منزل گہِ مقصود کجاست این قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

ایسی حالت مین ضرورت اس بات کی ہے کہ خاص و عام کو ترقی و زوال کی ماہیت اور انکے اسباب کی حقیقت کا کامل طور پر علم ہو جائے تاکہ وہ بلا کسی غلطی و اشتباہ کے انکا احساس صحیح کرنے کے قابل ہون۔ ہر دو نقطون کے درمیان صرف ایک ہی خط مستقیم کھچ سکتا ہے۔ تنزل سے ترقی کی راہ راست بھی ایک ہی ہو گی مگر وہ کیا ہے ؎

آخر اے خانہ برانداز سرا سے توکجاست
ہیچ جوئندہ ندانست کہ جا سے توکجاست

اہل الرائے وطن پرستون سے توقع ہے کہ اسطرف اپنی گرانبہا توجہ منعطف فرمائین اور اس اہم و نازک مسئلہ پر اپنے خیالات کے اظہار سے پبلک کو مستفیض و مستفید کرین۔

العزیز کے فاضل نامہ نگارون کی خدمت مین بالتخصیص عرض ہے کہ آئندہ ماہ کے پرچے مین ترقی و تنزل کی گتھیان سلجھانے کے متعلق اپنی نظر غائر کے جوہر دکھاکر واقفیت عامہ کی اس کمی کو پورا کرین جو ملک مین عام طور پر محسوس ہو رہی ہے اور جسکا پورا ہونا آئندہ اور موجودہ ترقی کے لیئے بدرجہ اتم ضروری ہے ؎

بخت مرا زیمن نظر ارجمند کن
اے سنگ را بہ یمن نظر لعل میکنی

ہر چند ناپسند تو باشد پسند کن
این کارخانہ ایست کہ عون شیر میشود

سید محمود حسین جعفری

تاثیر صحبت

مصنفہ منشی حسن الدین خاموش۔ اس کتاب کے متعلق ہم دعوے سے کہتے ہین کہ اگر جس نوعمر کو ایک بار پڑھایا جائے اور پھر بری صحبت مین بیٹھے تو ہم دس روپیہ جرمانہ ادا کرینگے۔ ایسا نصیحت خیز اور پر درد قصہ ہے کہ پڑھنے والے کے آنسو نکل آتے ہین اور بغیر ختم کئے کتاب چھوڑنے کو مطلق جی نہین چاہتا۔ کم عمر اولاد کو ضرور پڑھانا چاہیے تاکہ آگے کو کان ہو جائین اور بری صحبت سے بچے رہین اس کتاب کے متعلق اخبارات نے بڑے اچھے اچھے ریویو کیئے ہین

قیمت پختہ ۶ر علاوہ محصول ملنے کا پتہ

کارخانہ عزیزی پریس آگرہ

لارڈ بیکنس فیلڈ سابق وزیر اعظم انگلستان کی ایک انگریزی نظم کے مفہوم کو بصورت قطعہ و مثنوی مشرقی زبان کی لباس مین جلوہ گر کیا جاتا ہے

شکوۂ بیداد

وہ ساز دل کہ جسپہ کبھی ہمکو ناز تھا — برباد ایک مستِ تغافل نے کردیا

پردے کھلے ہوے ہین تو ٹوٹے ہوے ہین تار — اب ہاے اوسکا نغمۂ رنگین کدھر گیا

گو ہاکہ بیخ و درد والم سے بھرا ہے یہ — ہے آہ اسکی گلشن فردوس کی ہوا

لذت جو درد مین ہے تو عاشق ہے بیخبر — پر ہمدل ہی جانتا ہے مزا اوس آہ کا

مین رو رہا ہون جسکو گر نایاب کر کے — بخشش مین ہاے اب تو وہ غیرون کو آگیا

وہ پھول جسکے چننے کی تھی آرزو — غیرون نے ہاے توڑ کے دامن مین رکھ لیا

کس بیوفا کے غم مین کہ تمک ہا ہون — رحمت خدا کی تجہ پہ جو ہونا تھا سو ہوا

اے مستِ ناز پھینک مرے دل کے ساز کو — ایسا کرے کہ پھر کبھی پیدا نہ ہو صدا

ہین تیرا اسکو عشق مین پھرنا ہون نصیب
انجام ہے دل لگانے کی بیجا سے کچھ سزا

ہاے وہ دل جس سے پیدا تھی صدائے ارغنون — دستِ رنگین سے ہوا اک بیوفا کے اوس کا خون

اب شکستہ دل مرا ٹوٹا ہوا اک ساز ہے — آہ خون آلودہ جسکا رشتۂ آواز ہے

گو تغافل سے کسی کے یہ سراسر درد ہے — پر نسیم باغ رضوان اسکی آہ سرد ہے

نغمہاے غم سے بھی پیدا ہے آوازِ طرب — ہے سراپا سوز لیکن پھر بھی ہے سازِ طرب

کیون نہ تڑپین دمبدم ہون کیون نہ ہر دم بیقرار — ہم رہین مجبور ہو غیرون کا او سپر اختیار

جسکے ہم بلبل ہین یون اوجھا ہوا ہو خار مین — کیا قیامت ہے وہ گل ہو دامن اغیار مین

بن نہین آتی ہے کچھہ بہی ایخدا ہم کیا کرین — جو نہ چاہے ہم کو ہم کبتک اسی چاہا کرین
آرزو ہے دست رنگین سے کسی کے پہوٹ کر — سازِ دل ایسا گرے ہو ٹکڑے ٹکڑے ٹوٹ کر

نغمہائے غم بہی پہر اس سے کبہی پیدا نہون
وہ سزا دل کو ملے آیندہ ہم شیدا نہ ہون

سید تصوف حسین واصف اکبرآبادی

سفرنامہ مشرق قریبہ

تعارف

حاجی محمد عبدالکفیل خان صاحب ہمارے دوست مسافر موضع بلونہ واقع ضلع علی گڈھ کے رہنے والے اور زمیندار ہین اُن کو سیر و سفر کا شوق محض تفریحًا ہے۔ علاوہ حجاز کے چندبار کے سفر کے عراق عرب مین بغداد وغیرہ کا آپ نے سفر کیا ہے اور ۱۹۰۸ء مین ایک رفاقت ملجانے سے قسطنطنیہ چلے گئے تھے جہان سے لوٹتے وقت حجاز ریلوے مین مدینۂ طیبہ تک آئے۔

اس سفرنامہ مین ایک خاص خوبی اور وصف یہ ہے کہ یہ بالکل نیچرل ہے یعنی منشیانہ نہین ہے جس مین الفاظ کی آب و تاب سے کبہی کبہی اصلی خیالات غیر مرئی ہو جاتے ہین۔ اس سفرنامے کے پڑہنے سے ناظرین بائمکین کو الف لیلہ کے قصون کا لطف بہی آئیگا۔ اور پرانے زمانے کی باتین بہی پیش نظر ہو جاینگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

سیروا فی الارض

العزیز مین نمایان سلف ہو رہے مرحوم کے اوصاف دیکھکر دل چاہتا ہے کہ اسلامی
سلطنت ترکی کے حالات چشم دید لکھون ۔

(حدیث زندہ گویم مردہ در گور)

بائیس جون سنہ ۱۹۱۰ء کو ہمارا جہاز قسطنطنیہ مین داخل ہو نیکو تہا جسکی خوشی مین رات بہر سب مسافرین
کے دل مین ولولہ شوق و اشتیاق بہرا ہوا تہا ۔ علی الصباح سے آثار نمایان ہوئے ۔ بندہ تک دو دو
مین اوپر نیچے جانے آنے سے خستہ درماندہ ہو کر بستر کے سہارے بیٹھ گیا ۔ دس بجے دنکا وقت ہو گیا ۔
ایک صاحب میرے قریب آکر بولے حتی کو رشوف بیت دولاهلی ۔ اوپر جاکر دیکھا پر لطف
نظارہ تہا جہاز آہستہ چال جا رہا تہا دو طرفہ سرسبز نظارہ پیش نظر تہے ۔ چونکہ تمبا کو پر محصول بہت
ہے اور ہمارے ساتھ زیادہ تہا تین رتل کرکے پوشیدہ کیا جسوقت جمرک (کسٹم ہوس) پر ہمارا سامان
ہوا تو بادام اور پان کی ٹوکری جو آگے تہی جمرک والہ دیکہ بازیگر تماشا بتانے لگے یعنی اسکے تماشے سے
ہمارے اسباب کی زیادہ جستجو جاتی رہی سرسری نظر سے دیکھہ بہال چلدیئے ۔
بارہ بجنے کے قریب جہاز سے اوترکر داخل شہر ہوئے حسن اتفاق سے جس جہاز مین اسکندریہ
سے سوار ہوئے وہ نمبر یونی عثمانی نام تہا عثمانی حکومت عثمانی ہوٹل ٹہرنے کو تجویز ہوا اوسی وقت
سامان رکہا کر مقفل کرکے بازار چلے گئے جامع آیا صوفیا کی زیارت کرکے قہوہ خانہ مین آن بیٹہے
قہوہ نوش کرکے بازگشت سیر کرتے ہوئے بعد مغرب قیام گاہ پر پہونچے جہاز کے ہمسفر لوگون کی
متفرق ہونے سے ایسی طبیعت افسردہ پژمردہ ہوئی نیز زبان ملک کے نہ ہونے سے پریشانی
چہا گئی کہ ہفتہ بہر گوشہ ہوٹل مین پڑا رہا سوچا کیا تا کے ایسے ایام گذاری ہوگی ۔ یک کتاب مین حاجی
عبدالرحمن صاحب سے ضروری روزمرہ کہانے پینے کے الفاظ ہندی سے ترکی مین ترجمہ کرلئے تہے
میرے ساتھ دو نوکر میرے دوست کے تہے ایک کا نام فیاض دوسرے کا صاحب خان انکو
وہ الفاظ سکہا کر مشکل رفع حاجت کی جاتی تہی بازار بہی جاتے تہے چندروز مین ہر وقت بازار جانے
آنے سے مجہے زیادہ واقفیت ہو گئی ۔ کام کاج مین آسانی پیدا ہو گئی ۔ مینے دونون سے مشورہ
کیا یہان بہت روز رہنا ملی اس کرایہ سے ایام بسر نہ ہونگے ارزان کرایہ کا مکان تلاش کرنا چاہیئے
یا ہندی تکیہ دیکھو وہان بلا کرایہ رہ سکتے ہین وہان شاید یہ بہی نفع پہونچے ۔ کوئی ہندوستانی ملجاوے

عہدہ ملیگا اور جسکی ترقی سوپرنٹنڈنٹ تک ہوگی۔ آگرہ مین ایسے مسلمان بکثرت ہین جو ہمیشہ تحصیل معاش کی فکر مین رہتے ہین نا امید ہے وہ بلا مزید سوچ بچار کے اپنے بچون کو کانپور کے مدرسے مین بھیجدینگے۔ غالبًا کانپور کے ایگریکلچرل کالج مین داخل ہونے کے واسطے انٹرنس کی شرط ہے۔

——— ہمارے ذہین ہمعصر سرمور زنگار مطبوعہ ۲۴ فروری مین مسلمان تعلیم یافتون کو اسقدر توجہ دلائی ہے کہ وہ اُن اراضیات کو جو ... اڑون مین بے زراعت پڑے ہوئے ہین جوتنے اور آباد کرنے کی طرف اپنی خیال کو رجوع کرین ہم دل سے اسکی تائید کرتے ہین اور نہ صرف تعلیم یافتون بلکہ اونکے مربیون کی توجہ اسطرف مبذول کراتے ہین۔

تا بد کان خان نہ ور گروی
ھرگز ای خامہ آدمی نہ شوی

مسئلہ ہندیان ٹرانسوال

——— ہم جسطرح فروری کے پرچے مین ہندوستانی ممبران کونسل کی اس کارروائی پر کہ انہون نے بالاتفاق پریس ایکٹ کی تائید کی تعریف کرچکے ہین اوسی طرح اس مہینے کے رسالہ مین یورپین میمبران کونسل کی اوس تائید پر اظہار مسرت اور اطمینان کرنا اپنا فرض جانتے ہین جو اونہون نے ٹرانسوال کو جانے والے قلیون کی روک کے واسطے بالاتفاق آنریبل مسٹر گوکھلے کے رزولیوشن کی کی ہے

——— مذکورہ بالا رزولیوشن کا مقصد یہ ہے کہ آیندہ سے ہندوستانی قلی ٹرانسوال کو اُسوقت تک نہ بھیجے جایئن جب تک اہل ٹرانسوال ہیان کے قلیون کے ساتھ نیک سلوک کا وعدہ نہ کرین مگر یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو گورنمنٹ کی نظر سے بچا ہوا نہ تھا اور بغیر اسکے کہ آنریبل مسٹر گوکھلے اسطرف حضور والیسرائے اور کونسل کی توجہ مائل کرین اول سے گورنمنٹ آف انڈیا نے سکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا سے ایک اسی قسم کے بل کے پیش کرنے کی منظوری حاصل کرلی تھی جسکی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ چندے اور انتظار کے بعد یعنی اگر ٹرانسوال کی گورنمنٹ معقول رعایت نہین کرنگی

تو وہ ان پیش کیا جاویگا۔

دیکھنا یہ ہے کہ اس کارروائی کا اثر کیا ہوتا ہے یعنی ٹرانسوال کی گورنمنٹ اس دہمکی سے کہ ہم ڈکو [illegible] نہیں دینگے۔ کچھ خوف کھاتی ہے یا نہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر وہ لوگ ہندوستان سے [illegible] جاوینگے بغیر اپنے کاروبار کو نہیں چلا سکتے تو وہ کچھ نہ کرسکینگے ورنہ جیسا مناسب جانینگے ویسا کرینگے۔ [illegible] آئندہ [illegible] دوران کے جانے کی روک کا مسئلہ اس ملک کی موجودہ ایک لاکہ [illegible] اہل ہند کی حالت کو درست نہ کرسکیگا۔

افسوس ہے کہ [illegible] پیش نہیں ہوتے ہین جو ٹرانسوال کی گورنمنٹ اس اہم بحث کے متعلق لیتی ہے [illegible] معاندانہ کارروائی کو نہ فقط حزم واحتیا بلکہ انصاف کے خلاف [illegible] ہین [illegible] یہ شعر ہمکو بار بار یاد آتا ہے کہ ؎

[illegible]

[illegible]

نظر برین ہماری یہ راے ہے کہ اول چند سنجیدہ ہندوستانیون کو چاہیے کہ وہ ٹرانسوال جاکر یا انگلینڈ مین ٹرانسوال کے قایم مقامون سے مل کر بلکہ دونون طرح سے تمام معاملات کی حالت کو بطور رنج کے نہ بطور زبق کے کہین اور پہر گورنمنٹ ٹرانسوال سے اوس کے حل کی بابت دوستانہ گفتگو کرین اور تمدنی اخلاقی دلایل سے سمجھا بجہا کر کوئی کارآمد راستہ نکالین۔

ہماری راے مین آزاد اہل ہند باشندگان ٹرانسوال کو اپنی سوشیل حالت عام طور پر ضرور اونچی کرنا چاہیے۔ علاوہ برین اہل ایشیا اور خصوصاً اہل ہند اگر آسانی سے اپنی ترقی چاہتے ہین تو انکو اپنے تئین یورپ کے واسطے ایک دہمکی نہین بنانا چاہیئے۔ بلکہ ایک خاندان کے دو فرد ایک باپ کے دو بیٹون کی مانند اپنے آپ اور یورپین کو سمجھنا چاہیئے۔ اور اپنے اخلاق وطرز معاشرت کو ایسا بلند کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے کہ یورپ والے بجاے حقارت کے رشک کرنے لگین۔ جاپان نے عزت عناد سے حاصل نہین کی ہے بلکہ علم وفضل سے اور کاروباری بنجانے سے اسکے [illegible] بندہی ہے۔ مزیدبران جبکہ اہل یورپ نے ہمکو تعلیم وتربیت دیکر اس قابل بنالیا کہ ہم ترقی اور تنزل کے معنی سمجھنے لگے ہین تو کوئی ناانصافی اس سے زاید نہین ہوسکتی کہ ہم دشمنی سے

اونکے ساتھہ پیش آئین اور ایک ایسی خدائی مین جس مین ہم اور وہ امن اور محبت سے رہ سکتے ہین باعث دنگہ وفساد نہین۔

——ٹرانسوال سے کیا ہے ہم لوگون کو دوسرے ملکون مین جاکر درجہ حاصل کرنے کی لیاقت ہی نہین ہے۔ مکہ معظمہ جس مین تمام دنیا کے مسلمان بستے ہین سب سے زیادہ حقیر ہند؛ وہان ہین (ہندی ملکسور القدح) بطور ضرب المثل کے مکہ مکرمہ مین زبان زد ہے۔ امیر کابل نے ہم لوگون سے کام لینا چاہا مگر بجز اسکے کہ وہان ایسا اعتبار حاصل کیا جاتا کہ اور اہل ہند کی مانگ بڑھ جاتی اپنے آپ کو ذلیل کرکے ہمیشہ کے لیے دررزق بند کرلیا۔

——ٹرانسوال کے متعلق یہ امر بہت اطمینان کے قابل ہے کہ انگلینڈ کے معزز اخبارات گورنمنٹ ٹرانسوال کو اسکے بیجا طرز عمل پر جو وہ برتر ہی ہے اظہار ناراضگی کررہے ہین۔ امید ہے کہ اسکا مفید اثر ضرور اس مسئلہ پر پڑیگا۔ جو سنجیدہ لوگ ہمیشہ سے یہ کہ رہے تھے کہ انگریز ایک نہایت مہربان اور ہمدرد قوم ہے وہ ان اخبارون کی تحریرون کو بخوبی اپنے عقیدہ کی تائید مین پیش کرسکتے ہین۔

——کہا جاتا ہے کہ ٹرانسوال کی ہندوستانیون کی بستی جداگانہ کردیگا وہانکے حکام اور منتظمین نے حکم دیا ہے۔ ہماری رائے مین غیرت اسکی مقتضی ہے کہ یہ ہندوستانی لوگ اپنی آبادی کی صفائی اور انتظام کو ایسے رتبہ پر پہنچا دین کہ ٹرانسوالی اپنے اس حکم سے خود شرمندہ ہوجاوین۔ ہمکو خیال ہے کہ ۱۸۸۵ء مین جب ہم شہر اسمرنا کو گئے تھے تو معلوم ہوا کہ اس شہر مین مسلمانون اور یورپین کی آبادی جدا جدا ہین۔ ہم کو خوب یاد ہے کہ وہان یورپین (غیر حکمران قوم) کے محلے زیادہ بارونق اور صاف تھے۔

——ٹرانسوال گورنمنٹ کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ اوس ملک کے ہندوستانیون کی تعلیم کا بندوبست نہین کرتی ہے۔ یہ ایسا اعتراض ہے جسکا غالبًا کوئی جواب ٹرانسوال والون کے پاس نہین ہوگا۔ اور یہ ایک ایسا بخل ہے جسکا جواب خدا کے یہان بھی اونکو دینا پڑیگا۔ مگر کیا وہان کی اور نیز یہان کے ہندوستانیون کا یہ کام نہین ہے کہ اپنے پڑھنے کا ضروری انتظام کرین۔ سنا جاتا ہے کہ وہان کے آزاد ہندوستانیون (آزاد سے مراد غیر متعہد قلیون سے ہے) کے پاس دولت ہے خصوصًا مسلمان خاصا روپیہ پیدا کرتے ہین پس ضرور اپنی تعلیم کا کچھ بندوبست کرنا چاہیے۔

بجز اہل ہند کے اونکے واسطے روپیہ کا اور نیز ایسے نیک دل لوگون کے بہیجنے کا بندوبست کرنا چاہیے جو تعلیم نسوان پر بحیثیت دارالنسواں کی ہندوستانیون کو رہا مین - ہم کو اس موقع سے سچے دل سے اپنی قوم کی ناقابلیت اور کمزوری کا اظہار کرنا پڑیگا یعنی یہ کہ ایسے جوانمرد شاید ہندوون مین سے ملنا ممکن ہو نہ کہ مسلمانون سے اسکی ہمکو ہرگز توقع نہین ہے -

---

افلاس دافع افلاس ہے

ہم نے معاصر الترقی اخبار مطبوعہ ۲۸ فروری کے چند فقرے اوس تحریر کے نقل کرتے ہین جو افلاس کے عنوان اوس مین چہپی ہے اور وہ یہ ہین -

(افلاس)

رہا جب تک پاس اون کے خزانہ — سبہی لوگ تبلاتے تہے انکو دانا

جو مفلس ہوگئے وہ تو اسدا کبر — لگے کہنے سب لوگ اونکو دیوانا

ملاحظہ کیجئے - وہ شریف وضع - اُجلے پوش - غمگین شخص جو اپنے دروازے پر سر جہکائے فکر مین بیٹہا ہے - گو اس کے خوش نصیب باپ نے اپنی آزاد زندگی فارغ البالی کے ساتھ بسر کی - مگر اوس مین انجام بینی اور عافیت اندیشی کا مادہ نہ تہا - جو اپنی اولاد کی حالت سنبہالتا - یا اونکے واسطے کوئی معقول سرمایہ چہوڑ جاتا - یہ بیچارہ متفکر شخص جو سر جہکائے سوچ مین بیٹہا ہے "جسقدر فکر اور کوشش عزت کے ساتھ کرنا چاہیے تہی روزی کی تلاش مین کرچکا ہے مگر بے سود ہے -

جس طرف جاتا ہے تقدیر یہی کہتی ہے — اس طرف کیا چلا آتا ہے ادہر کہیں بہی نہین

اور کیونکر روزی کی تلاش نہ کرتا - ایک دن اور رات اس کی نیک بی بی اور معصوم بچون پر بے کہائے گزر چکا ہے - گہر مین اس لیے نہین جاتا کہ ننہے ننہے بچون کا بہوک سے بلکنا اور فاقون کے مارے بی بی کی پژمردہ حالت نہین دیکہی جاتی - وہ بیچاری بہی تہوڑی دیر ہوئی کہ ایک قریب کے مکان مین اس نیت سے گئی تہی کہ اُن لوگون کا زمانہ موافق ہے - کہاتے پیتے آدمی ہین - شاید مجہے افسردہ و غمگین فاقہ زدہ دیکہکر میرے معصوم بچون کی حالت پر رحم کہائین مگر وہان جاکر اس عصمت مآب بی بی کو

کوئی ایسا صدمہ اذیت آمیز ہوتا کہ وہ بیچاری اسپنے فاقہ کو بھی بھول گئی۔ اور گھر مین آکر بآواز بلند زار و قطار رونے لگی ہے ؎

ایسے نوحے کیے کہ محشر ہا رہین پیٹتا پڑ گیا قیامت کا

دیکھئے اس لئے مین عرض کرتا ہون کہ آپ کبھی افلاس کے نتیجے مین پھنسکر مفلس غریب نہ بنئے ؎

حدیق اکبر راجپوری۔

مفلسی کھوتی ہے جینے کی بہار مفلسی کھوتی ہے انسان کا وقار

آپ جانتے ہین بیوقوف مفلس کو کہتے ہین۔ کمین کی کوئی ذات نہین۔ آدمی غریب مفلس ہونے سے کمین و ذلیل حقیر بن جاتا ہے دنیا مین نقرئی شرافت اعلیٰ درجہ کی شرافت سمجھی جاتی ہے۔ بڑا خاندانی نجیب و شریف۔ عقلمند۔ تجربہ کار۔ روپیہ والا ہوتا ہے اوس کے عیب ہنر اوس کی برائیان بھلائیان بنکر نظر آتی ہین ؎

اے زر تو خدا نئی ولیکن بہ خدا ستار عیوب قاضی الحاجاتی

دنیا جہان کی غیرتین ہاتھ باندھے سامنے کھڑی رہتی ہین، قانون اُس کو ہر جرم کی دلیری کے ساتھ اجازت دیتا ہے بلکہ یورپ کے بعض ملکون مین مفلس ہونا جرم ہے۔ اور غریب مسلمانو کے حامی سرسید احمد خان صاحب بہادر[1] نے تو مفلسی کو کفر ہی کی حدتک پہونچا دیا ہے۔

نجیب ایک دولت مند چلتی ہوئی طبیعت کا آدمی گورنمنٹ آف انڈیا سے تمام عزتین۔ مرتبے خطاب حاصل کرسکتا ہے۔ ہند سے یورپ تک ہمیشہ کے لیے اوس کی یادگارین قایم رہ سکتی ہین۔ ہمارے شہنشاہ حضور عالم قیصر ہند شہنشاہ انگلستان کی راے مین اوس شخص کی ملکی اور قومی ہمدردی کا شکر یہ ادا کرنا مناسب سمجھا جاتا ہے مگر بغیر روپیہ کے یہ کچھ بھی نہین۔ اعزاز۔ نام آوری تو درکنار۔ میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کی ممبری بھی نصیب نہین ہوسکتی۔ بلکہ کیسا ہی لکھا پڑھا اہل الراے تجربہ کار لایق شخص کیون نہو بغیر مالی حالت کے دکھائے راے دہندون مین بھی نہین لکھا سکتا ؎

ہر چہ باشی باش لیکن اندکے زردار باش

مین پھر عرض کرتا ہون کہ آپ مفلس نہ بنئے۔ ورنہ آیندہ زمانے مین مفلسی سے بڑھکر کوئی دکھ درد تکلیف۔ ذلت۔ برائی کی چیز نہین غریب کا کوئی عزیز۔ قریب یار دوست شریک حال نہین ہوتا ؎

[1] سرسید نے نہین بلکہ جناب رسالت مآبؐ کا ارشاد عالی ہے کہ (کاد الفقر ان یکون کفرا)

مفلسی مین آشنا سے آشنا ملتا نہین   پانی ہو گیا دور دریا سے کنارہ ہو گیا

حضرت - دنیا جہان کی خوبیان - لذتین مزے عیش و آرام لطف زندگی روپیہ کے ساتھہ ہے - غریب مفلس کی تمام آرزوئین دل مین گھٹ گھٹ کر خاک ہوتین - امیدین تمنائین یاس و حسرت سے بدل جاتی ہین - ارمان بھری آنکھہ للچایا ہوا دل دنیا کی نعمتون کی طرف کیسا مچل مچل کے جاتا ہے - مثل مشہور ہے گانٹھہ مین دمڑی نہ بھڑ بھڑا اوٹھی - خالی ہاتھہ بیچارے کو پوچھتا کون ہے

جب دکھا آنکھہ تو بولے کہ ہے کیا تیرے پاس   اک وہی لالچ کی تھی تیرا آنکھہ للچائی ہوئی

نقیرت نیک بادشاہ سے مسکین کو مہور روپیہ پیسہ مانگتا ہے اگر زمیندار کو کچھہ نذرانہ دو تو کچھہ گانٹھہ گرہ مین ہو تو تجارت کرو - صاحب کو ڈالی دو - عملہ کی مٹھی گرم کرو تو نوکری لو - رب اکبر کی راہ مین دونون ہاتھون سے لٹاؤ تو جنت پاؤ - غرض حیات او نجات بغیر روپیہ کے محال ہے - (تمام شد)

—— مفلسی جو سب سے زیادہ مسلمانون کو دبا رہی ہے اوسکا علاج صرف واویلا یا خیرات و صدقات نہین ہین بلکہ مختلف تدابیر کو عملاً اختیار کرنا ہوتا ہے اس کی مثال کے واسطے ہم ذیل کی سطرین اخبار ہندوستانی مطبوعہ ۲ فروری سے نقل کرکے ناظرین سے اوسپر غور کرنے کی استدعا کرتے ہین اور نیز ہم نے پچھلے سالون مین دو تحریکین کی ہین جنکی اوپر از سر نو توجہ دلائی جاتی ہے - ایک مکانات کی شکست و ریخت کی بیمہ یا فنڈ کی دوسری اپنے بچون کے واسطے بیمہ تعلیم کے (ملاحظہ ہون رسالہ ہاے العزیز مطبوعہ نومبر ۱۹۰۹ء کے صفحات)

—— غربا کی امداد - ولایتی رسالہ ہاے میگزین سے یہ دلچسپ کیفیت معلوم ہوئی ہے کہ گذشتہ ۳۰ سال کی مدت مین گورنمنٹ جرمن نے حد درجہ کوشش کی ہے کہ اپنی رعایا کے غربت انشورنس سوسائٹی کے ذریعہ دور کرے - انشورنس کو اس حد تک ترقی دی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص جرمن مین بیمار پڑے تو جہہ کا علاج انشورنس فنڈ سے ہوتا ہے وہ تمام اہل جرمن جنکی آمدنی ۵۰ روپیہ ماہوار سے لیکر ڈھائی سو روپیہ ماہوار تک ہے وہ پابند ہین کہ اپنا انشورنس کرائین - ماہوار آمدنی سے کچھہ رقم وہ کمپنی کو دیتے ہین جس کے معاوضہ مین بحالت بیماری اونکی تیمارداری ہوتی ہے - جب بڈھے ہوگئے ہین یا کسی حادثہ کی وجہ سے کام کرنے کے لایق نہین رہتے ہین تو اونکی مدد کی جاتی ہے مزدورون کے ملازم رکھنے والون سے نصف اور مزدورون کی آمدنی سے نصف رقم جمع کی جاتی

ہے کہ حالت جُرنابے ہین اونکی۔ دیکھا وسے اس طریقہ سے مہذب زندہ قومین اپنے اہل ملک کی امداد کرتے ہین۔ (منقول از اخبار ہندوستانی)

متفرقات

—— جناب حافظ عبدالرحیم صاحب جو پراونشیل پولیٹیکل کانفرنس کے پریذیڈنٹ اور انڈین نیشنل کانگریس کی وایس پریذیڈنٹ منتخب ہوئے ہین باوجود اسکے کہ ہماری اور اونکی پالیٹکس مین سخت اختلاف ہے مگر ہمارے گہرے اور پُرانے دوست ہین اگران عہدون پراونکا انتخاب قابل مبارکباد کے ہے تو ہم دلسے مبارکباد دیتے ہین۔

—— اب ضروری امر جو بعد ازین دیکھنے کے لایق ہے وہ یہ ہے کہ آیندہ کونسل کے انتخاب کے موقع پر بہی حافظ صاحب کو ہم اونکے مویدین کے ووٹون کی وجہ سے آنریبل کے لفظ کے ساتھ مخاطب کرکے مبارکباد دیسکین گے۔ یا اونکے دوست اس مثل پر عمل کرینگے (جیسا کہ ہم کو قطعی خوف ہے کہ) ؎

از صحن خانہ تا بہ لب بام از ان من
وز سقف خانہ تا بہ ثریا از ان تو

—— انڈین نیشنل کانگریس کے عہدہ منجملہ ۸ وایس چیرمینون کے ایک مسلمان وایس چیرمین (حافظ صاحب موصوف) اور ایک دوسرے مسلمان کا نام منجملہ ۹ جائنٹ سکرٹریونکے فہرست مین ہے۔ ہم اس طریقۂ عمل کو قطعی نمایشی جانتے ہین۔ کیونکہ تمام وہ پبلک جلسے جنمین فیصلہ بربناء ووٹ ہوتا ہو جب تک نصف مسلمانون کی تعداد سے شامل نہین ہونگی اوسوقت تک نہ قابل اعتبار ہین اور نہ لایق اطمینان۔ یہی حال عہدون کا ہے کہ مسلمانون کو نصف ملنا لازم ہین۔

—— سرکاری جلسون مین ایسے غیر مساوات کو ہم اس وجہ سے قابل استثنا جانتے ہین کہ اونمین یورپین کی موجودگی اور گورنمنٹ کی نگرانی موازنت کو قایم رکھہ سکتی ہے۔

—مسئلہ وقف علی الاولاد کی بابت بہ یہ سوال امپریل کونسل مین جو حکام کو توجہ دلائی گئی ہی اوسکی بابت ہماری یہ راے ہے کہ اسکے واسطے قانون سازی سے کام لینا بالکل ایک جداگانہ بات ہو جاتی ہے لیکن ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ مسئلہ نفع باقی نہین رہیگا۔ چونکہ اسوقت اتفاقات سے رائٹ آنریبل مسٹر امیر علی پریوی کونسل کے جج مین اور وہ مسئلہ وقف علی الاولاد کے حامی ہین اسواسطے اگر ایسا کوئی معاملہ اسوقت مین پریوی کونسل مین پہنچ جاے تو غالبا ہمیشہ کے واسطے صاف ہو جائیگا اور ایسا وقف شرع و رائٹ کے مذہبی صورت مین تسلیم کرلیا جاویگا۔

—مسٹر محمد عباس علی بیگ صاحب کا تقرر انڈیا آفس مین بجاے سید حسین صاحب بلگرامی کے بلحاظ قابل شکر و اطمینان کے ہے۔ اور ایک مسلمان کا یہ تقرر کافی ثبوت اس بات کا ہے کہ انگریزی گورنمنٹ مین یہ وعدہ بھی کی پوری قدر ہے۔ امید ہے کہ مسلمان آئندہ کو بھی علمی قابلیت اور طرز معاشرت مین شایستگی پر وفاداری ... رہنے کو زبانہ برابر ایمپائر پر ہمیشہ فوق دیتے رہیں گے۔

ریویو

ضرورت زمانہ۔ مصنفہ ماسٹر عبدالرحمن صاحب نو مسلم۔ البتہ کیسی کم تر بات ہے کہ مسلمان بچے اپنے پاک دین اسلام کے ضروری احکامات سے نفس ناواقف رہین۔ اگر انکو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ جس مبارک اور سچے مذہب کے گہوارہ امن مین ہم نے پرورش پائی ہے اسکے حقیقی اور نافع دنیا و ما فیہا احکامات ضروریہ کیا کیا ہین؟ تو ایک دن یہ ہونا ہے کہ مسلمانان در گور اور مسلمانی در کتاب والی مثل ہم پر صادق آجائیگی کچھ بچون ہی پر موقوف نہین احکامات و اصل اسلام سے ناواقف رہکر بڑے بڑون کی یہ حالت ہے کہ ان کے مکدر اور ملوث دلون مین نور اسلام کا پتہ نہین ملتا جسکا سبب خاص یہی ہے کہ وہ ابتدا سے اپنے دین متین کے اصل الاصول اور احکامات مذہبیات سے بالکل ناآشنا رہتے ہین کسی سلسلہ مذہب مین داخل ہو کر محض نام لیوا انکا اپنا شمار کرانا اور اسکے مقاصد یا احکام کی پابندی نہ کرنا یا انپر صحیح طریقہ سے عمل پیرا ہونا دینداری کی دلیل نہین ہے جس مذہب کی تعلیم روزانہ زندگی مین کارآمد ہو اور ساتھ ہی ساتھ دنیا کی ساری برائیون سے بچا کر عقبی کے لئے انسان کو تیار کردے بس وہی مذہب سچا ہے اور یہی تعلیم قابل تعریف ہے چنانچہ پاک اسلام کے جو پاک اصول ہین انہین اگر اچھی طریقہ سے ظاہر

تتمہ ایڈیٹوریل نوٹس

——— اِس مہینے کے اخباروں میں اسپر بحث ہوئی ہے کہ مسلمان میمبران کونسل اپنے فرایض کے ادا کرنے میں کم توجہی برتتے ہیں۔ اخباروں میں اِس قسم کی تحریروں کے علاوہ ہمارا خود خیال بھی اِس طرف رجوع رہا ہے۔ مگر ہم نے بجاے شکوہ و شکایت کے زیادہ مناسب سمجھا کہ ہم مسلمان میمبران کونسل کو مشورہ دیں۔ کہ اونکو کیا کیا کام کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ہم نے پرائیوٹ خط و کتابت کے ذریعہ سے اونکو بتانا شروع کر دیا ہے اور ہم پبلک کو بھی صلاح دینگے کہ وہ اپنے قایم مقاموں کی مدد کریں اور نیک صلاحوں سے اون کو آگاہ کرتے رہیں۔ جو شکایتوں سے زیادہ موزوں طریقہ کام کرنے اور اپنے قومی مقاصد کے حاصل کرنے کا ہے۔ اگر اخبارات پبلک تحریروں کے ذریعہ سے ایسی اطلاعیں دیں تو بھی نا موزوں نہیں ہے۔

——— ۲۲۔ مارچ کے روزانہ پیسہ اخبار میں خان بہادر قاضی محمد عزیز الدین احمد صاحب کا ایک نہایت ضروری خط ندوۃ العلما کی بابتہ چھپا ہے یہ جو دو مشورہ اوس کے ذریعہ سے جناب قاضی صاحب نے دیئے ہیں۔

(۱) کہ ندوۃ العلما اپنی تعلیم کو ایک حد تک محدود کر کے صرف ایسے علما مذہب پیدا کرنے پر منحصر کرلے جو اِس زمانے کے لایق علم و قابلیت رکھتے ہوں۔

(۲) اور ندوۃ العلما کا مشن اُسی طرح باقاعدہ کام کرنے لگے جس طرح کہ کرسچین مشنس کام کرتی ہیں۔ اور باقاعدہ مشاہرہ دار علماے اسلام مقرر ہوں۔ یہ نہایت مفید اور کارآمد ہیں۔ امید ہے کہ منتظمان ندوہ اسپر خاص توجہ کریں گے۔

——— ۲۳۔ ماہ حال کو امپریل کونسل میں آنریبل مسٹر سوبے راو نے گورنمنٹ کا خیال حکام اعلیٰ کے پہاڑ پر جانیکے خلاف پر رجوع کیا۔ جسکے اوپر گورنمنٹ نے مزید غور کو غیر ضروری قرار دیا بیشک ہر ایک کی اپنی رائے ہے مگر ہمارے نزدیک یورپین حکام والا مقام کو گرم مقاموں میں رکھنے کی کوشش کے معنی یہ ہیں کہ کام اچھی طرح نہو کیونکہ ہم لوگ جبکہ اِن ایام مین بوجہ گرمی اور اوس کے نصف اور چوتھائی کام انجام نہیں دے سکتے تو یورپین کیونکر کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں بادشاہان اسلام بھی گرمیاں جبکہ کشمیر یا شملہ میں بسر کیا کرتے

تھے تو حضور وایسرائے یا حضور گورنر و لفٹنٹ گورنران و دیگر حکام کا پہاڑ پر جانا کس طرح نئی اور انوکھی بات نہیں ہے جس پر اعتراض کیا جائے۔

—— گو کہ معظمہ گرم ملک ہے وہاں کے نہ صرف ترک حکام بلکہ امیر کبیر بھی جو باشندے اس ملک کے ہوتے ہیں ہمیشہ گرمیاں گزارنے کے واسطے طائف شریف کو چلے جاتے ہیں۔ علاوہ ان امرا و حکام کے باشندگان شہر مکہ معظمہ میں سے بھی قریب ایک ثلث کے (شہر مکہ کی آبادی ایک لاکھ ہے) جنہیں نہ صرف اغنیا و تاجران شہر ہوتے ہیں بلکہ کاریگر لوگ تک صرف تبدیل آب و ہوا اور حصول صحت کی غرض سے طائف کو چلے جاتے ہیں۔ غرضکہ حفظ صحت کے واسطے آب و ہوا نافع میں جانا شائستگی اور تمدن کا لازمہ ہے۔ بعض مرتبہ ہمارے دوست ایسی باتیں کرنے لگتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیسویں صدی کو تاریخ قبل المسیح میں از سر نو لیجانا چاہتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ دنیا ہر منٹ میں آگے کو بڑھ جاتی ہے پیچھے کو نہیں ہٹائی جاسکتی۔

—— ۲۲ - ماہ حال کو امپیریل کونسل میں ایکٹ ۱۷ سنہ ۱۹۰۸ء مدراس کے غیر ملک کو از روئے معاہدہ جانیوالی قلیوں کا قانون ہے کسی بھی طرح ترمیم کردی گئی جسکے ذریعے حضور وایسرائے اس کونسل کو ان ملکوں میں قلیوں کے جانے کو روک دینے کا اختیار ہوگیا جہاں کہ اہل ہند رعایا حضور قیصر ہند کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا جاتا ہو۔ قانون کی اس اصلاح کا مسٹر گوکھلے نے خاص کر شکریہ ادا کیا۔

—— اس مہینے میں بھی مفسدوں اور شورہ پشتوں کو برابر سزا ملتی ہے اور جدید گرفتاریاں بھی برابر جاری رہی ہیں۔ یہ واقعات اس وجہ سے تو قابل افسوس ہیں کہ ملک میں گمراہی نے کس قدر گہری جڑ پکڑ لی ہے کہ باوجود برابر سزایابیوں کے عبرت نہیں ہوتی۔ مگر اس وجہ سے قابل اطمینان ہیں کہ گورنمنٹ اور حکام خصوصاً پولس نہایت بیدار مغزی اور محنت سے ان چنگاریوں کا پتا لگا رہی ہے جسکی وجہ سے امید ہے کہ ملک جلد ان بد معاشوں اور بد معاشیوں سے پاک ہو جائیگا۔

بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء

پرورش حیوانات

بٹیر

(بٹیر) سفید گوشت والی پرندوں میں سے ہے جسطرح مرغی۔ تیتر۔ لوا وغیرہ۔ ان جانوروں کے گوشت کی نسبت ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ وہ سریع الہضم ہوتے ہیں اور اسوجہ سے ان کے کھانے سے گٹھیا اور اس قسم کے امراض کم پیدا ہوتے ہیں اور ضعیف معدہ والوں کے واسطے یہ پرند خاص مقوی غذا ہیں علی الخصوص (بٹیر) مرغی اور تیتر سے زیادہ سریع الہضم ہے کیونکہ یہ چھوٹا جانور ہے اور اسکے گوشت کا ریشہ باریک ہے۔ بٹیر اور انسانی خورش کا تعلق بہت پرانے زمانہ سے پایا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی امت جب مصر سے نکلکر وادی سینا میں پہنچی تو وہاں بٹیریں بہت سی پائی گئیں (سلویٰ جس کا ذکر توریت میں ہے وہ یہی بٹیر ہے) بٹیروں کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک (چنگ) اور ایک (گھاگس) چنگ۔ بہ نسبت گھاگس کے چھوٹا ہوتا ہے۔ بٹیریں مثل تاز۔ کلنگ کے سیاح جانور ہیں مگر جس طرح تاز۔ کلنگ آسمان پر چڑھکر سینکڑوں کوسوں کا دھاوا مارتی ہیں اس طرح بٹیروں کا حال نہیں ہے بلکہ یہ صرف رات کو سفر کرتی ہیں اور تھوڑی تھوڑی دور پر جاکر ٹھیر جاتی ہیں۔

مسٹر [illegible] مشہور [illegible] برڈ آف انڈیا کے مصنف نے ان دونوں قسموں گھاگس اور چنگ بٹیروں کا اس طرح [illegible] ہے

عام بٹیر یا بھوری بٹیر (گھاگس)

[illegible] تمام ایشیا اور یورپ میں پائی جاتی [illegible] بالعموم شمالی ہندوستان میں رہتا ہے

منتشر ہوجاتے ہین اور اکثر سنہ عہ مین ۲۴۔ اگست کے قریب دیکھے گئے ہین۔ جہان وہ غالباً عرب یا فارس سے آتے ہین اور چند یوم رہکر چلے جاتے ہین۔ وہ شمالی ہندوستان سے دسمبر اور جنوری مین اپنے اصلی وطن سے چل نکلتے ہین۔ جہان اس زمانہ مین فصل گندم اور جو۔ فروری۔ مارچ اور اپریل کی تیار ہوجاتی ہے ان مین چند ہندوستان مین بچے دیدیتے جو یہین رہنے لگتے ہین جنکی نسل ہندوستان کی ٹیڈی کہلاتی ہے۔

سیاہ شہپر والی یا بارشی ٹیڈی (چنگ)

یہ پرند دونون حالتون مین سکونت اور دورہ مین دیکھا گیا ہے اور ہندوستان سے آسام تک بلکہ سلہٹ بہار اور بنگالہ مین اس کی نسل پھیلی ہوئی ہے۔ لنکا مین اس قسم کی ٹیڈیان نہین دیکھی گئین۔ یہ ٹیڈیان بیماری لیکر دھکاکے ساتھ چلی اور انڈے دیتی ہین یہ ٹیڈی عام ٹیڈیون سے بہت مضبوط ہوتی ہین ۱۸۷۵ء مین انکی نسل سہارنپور مین ہر اگست تک بہت پھیلی ہوئی تھی اور بچے دریا وغیرہ قرب و جوار مین بہت رستے ہوئے دیکھے جاتے تھے۔ اس ملک مین چنگ ٹیڈی برسات کے موسم مین ہوتی ہے۔ اور علاقہ گماکس جاڑے کے موسم مین۔ ٹیڈیان ایک حد تک تجارتی اشیا مین داخل ہین ہندوستانی لوگ اکثر صاحب لوگ اسکو زیادہ کہاتے ہین۔ اسوجہ سے کلبون۔ ہوٹلون یا جج صاحبون۔ کمشنر۔ کلکٹر صاحبون کی کوٹھیون مین ان کی زیادہ مانگ رہتی ہے۔ مگر ہندوستانیون مین بھی اس کے کہانے کا رواج شل دوسرے تکلف کے رواجون کے بڑہ رہا ہے۔ لکھنؤ۔ رام پور۔ مرادآباد۔ ٹیڈیون کے ملنے کی خاص منڈیان ہین۔ چنگ ٹیڈی۔ لکھنؤ اور گماکس ٹیڈی رام پور اور مرادآباد کی طرف خاصکر ملتا ہے سوائے ان شہرون کے دوسرے سب شہرون مین بھی ٹیڈیان ملا کرتی ہین۔ مگر بڑے ذخیرے مذکورہ بالا شہرون مین ہی ہوتی ہین۔ اگر ٹیڈیان اور زیادہ کثرت سے پکڑی جائین تو بھی اون کی کھپت اُن شہرون مین خاصکر ہوسکتی ہے جن مین یورپین آسودہ قومین بستی ہین۔ جسطرح کلکتہ بمبئی۔ شملہ وغیرہ۔ یا الہ آباد۔ کانپور۔ نینی تال۔ مسوری وغیرہ۔

ٹیڈیون کے پکڑنے کے فن کی طرف دیہاتی آسودہ صاحبون کو خاص توجہ مائل کرنا موزون ہے کیونکہ شہرون مین تو کم و بیش بہیرے او چھوٹے لوگ ٹیڈیان پکڑ پکڑ کر بیچا کرتے ہین مگر دیہات مین ایسا کم موقع ملتا ہے۔ اگر اہل دیہات ان کو پکڑ کر شہرون مین فروخت کرین تو چھوٹی سی تجارت

ہوسکتی ہے۔ شہرون مین ان صاحبون کے واسطے جنکے پاس اطراف شہر مین نہ عمدہ زمینین ہین یا جنگل کو تھیون کے بڑے رقبے ہین بٹیرون کے پکڑنے کا ایک خوب دلچسپ اور کارآمد مشغلہ ہوسکتا ہے۔ بٹیرون کے پکڑنے کے دو طریقے ہین ایک تو یہ کہ ایک بڑا سا جال بٹیرین پکڑنے کا خرید لیا جاوے اور جنگل مین پھر کر کسی کہیت کی ایک سمت مین اسکو لگا کر دوسری طرفون سے آہستہ آہستہ بٹیرون کو ادسطرف ہنکایا جاوے جدہر جال لگ رہا ہے۔ اس طرح سے شکار کے واسطے وہ موسم بہت موزون ہوتا ہے جبکہ خریف اور ربیع دونون فصلین کچھ کٹ گئی ہون کیونکہ اس حالت مین تمام بٹیرین ان چند کہیتون مین جمع ہوجاتی ہین جو باقی رہجاتی ہین۔ ورنہ جس زمانہ مین کہ فصلین بکثرت ہوتی ہین۔ تو جانور بھی متفرق اور منتشر ہوتی ہین۔ اور ہر کہیت مین اکا دکا ہی ملتی ہین۔

اہیریے لوگ اسی طرح بٹیرین پکڑتے ہین۔ مگر شوقینون مین سے ایسا صرف وہ کرسکتے ہین جو شکار کے شایق ہون اور جنکو جنگلون مین پہرنے کا موقع ہو۔ سرکاری وہ ملازم جو دورہ مین رہا کرتے ہین اپنے اوقات فرصت کو اس لذیذ غذا کے گرفتار کرنے مین بخوش اسلوبی صرف کرسکتے ہین۔ بٹیر پکڑنے کا جال قریب تین چار گز کے چوڑا ہوتا ہے اور قریب ستر گز کے لانبا ہوتا ہے ہر جگہ بنوایا جاسکتا ہے۔ مگر لکھنو شہر خاص منڈی ان جالون کی ہے وہان سے باسانی خریدا جاسکتا ہے اور عجب نہین کہ رامپور۔ مراد آباد۔ بریلی مین بھی تیار ملتے ہون یا بنوائے جائین۔

دوسرا طریقہ جو زیادہ آسان اور خاصکر شوقینون کے لایق ہے وہ بذریعہ پہندیت بٹیرون کے بٹیرون کا پکڑنا ہے اور راقم نے اس طریقہ سے بکثرت بٹیرین پکڑی ہین۔ اس کے واسطے تین چیزون کی ضرورت ہے ایک پہندیت بٹیر۔ دوسرے جال۔ تیسرے آڑ۔ ا۔ پہندیت۔ اوس بٹیر یا ان بٹیرون کو کہتے ہین جو پرانی پلی ہوئی ہون۔ کم سے کم ایک سال کی۔ جب بٹیر ایک سال کے قریب پل جاتا ہے تو وہ اپنے موسم پر اگر ستی مین (یعنی اگر چینگ ہے تو برسات کے موسم مین۔ اور گہاگس ہے تو جاڑے کے موسم مین) خصوصاً رات کے وقت ایک خاص قسم کی آواز بولا کرتا ہے۔ چینگ پٹ پٹ پٹ اپٹ اپٹ کی سیٹی دار بلند آواز سے بولتا ہے اور گہاگس غرغر۔ غرغر! غرغر غرغرا کر کے ہلکی آواز سے بولا کرتا ہے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پہندیت بٹیر صرف نر ہوتے ہین مادین پہندیت نہین بنتی ہین۔

اگرچہ راقم نے جبکہ راقم اپنے مولد دتاولی مین رہا کرتا تھا لکھنو سے پہندیت مول منگائے تھے

پہڑک کر اپنی کہوپڑی - توڑ ڈالے - سینڈیت بٹیرون کے رکہہ رکہاؤ کے واسطے بٹیر باز لوگ نوکری پر ملتے
ہین - راقم نے ایک لکہنؤ کا بٹیر باز نوکر رکہا تھا - لیکن عام طور پر شوقینون کے واسطے ان کے نوکر رکہنے
کی ضرورت نہین ہے بلکہ اونکو خود اپنی فرصت اور بے شغلی کے وقتون کو اسمین خرچ کرنا چاہیے - یا
کسی اپنے ملازم سے اپنی نگرانی مین یہ کام لیا جا سکتا ہے اور بٹیر بازون کی تنخواہ کے خسارہ سے اپنے
کو بچایا جا سکتا ہے -

سینڈیت کا بیان غالباً سب ہوچکا ہے اسواسطے اب دوسری ضروری چیز یعنی جال کا بیان کرنا
چاہیئے - دوسرے - جال - جال کا بیان زیادہ نہین ہے کیونکہ اسکے مول لئے بغیر چارہ نہین ہے
اسواسطے اسکو مول لینا چاہیئے - جال جسقدر لانبا ہوگا - اسی قدر زیادہ رقبہ زمین کو گہیریگا اور اسی قدر زیادہ
بٹیرین پہنسین گین -

تیسرے - آڑ - آڑ کے لفظ سے مراد ہے وہ چیز جسمین جنگلی جانور - یعنی بٹیر چہپ سکے
کیونکہ بٹیر کا میلان اور خواہش آدمیون سے چہپے رہنے کی طرف بہت ہے بٹیر کی خاصیت ہے کہ جب وہ کسی
شے سے ڈرتی ہے تو اول تیزی سے بہاگتی ہے یعنی فوراً اڑتی نہین ہے اور اڑتی اسوقت ہے
جبکہ خطرہ اوس کے قریب ہی آجائے اسواسطے بٹیر کے پکڑنے کے واسطے آڑ بالکل ضروری شے ہے
عمدہ اور سہل آڑ بٹیر کے واسطے ارہر کے کہیت ہمارے ملک مین ہوتے ہین - کیونکہ اس
مین بٹیر اپنے آپ کو انسانی نظر سے بچا بہی سکتی ہے اور انکے بہاگنے کے واسطے ارہر کے درخت
مزاحم نہین ہوتے - کیونکہ وہ بیگل بیگل ہوتی ہین اور بٹیر کے دوڑنی مین مزاحم نہین ہوتی - گیہون کا
کہیت بہت گہنا ہونے کے سبب بٹیر اسمین آزادی سے دوڑ نہین سکتی

علاوہ ازین ارہر کا درخت اونچا ہوتا ہے جسکے سبب سے بٹیر کو انسان کا سر یا اوپر کا
جسم نظر نہین آتا اور اسوجہ وہ بہ نسبت اور کسی خطرہ سے اپنے آپ کو بچانے کے صرف بہاگ
جانا کافی جانتی ہے ارہر کے کہیت کو اسوجہ سے بہی فوقیت ہے کہ ارہر کے کہیت مین چلنے
پہرنے سے کہیت اور غلہ کا نقصان نہین ہوتا بخلاف مثلاً گیہون کے کہیت کہ جس مین بار
بار چلنے پہرنے سے کہیت کا نقصان ہے ارہر کے کہیت مین ایک وقت یہی ہے کہ یہ سات
مین شکار کرنے کیواسطے وہ موزون نہین ہے کیونکہ جیٹھ کے مہینے مین وہ کٹ جاتی ہین اور ساتہ

ماران مین جو جنگل کے شکار کا خاص موسم ہے۔ وہ بہت چھوٹی ہوتی ہے اور دوسری فصلون
ساتھ اکثر ملی جلی ہوتی ہے۔ مگر اسکا انتظام سوائے اسکے اور کچھ نہین معلوم ہوتا کہ ارہر کی پھلیان توڑکر
کھیت کو بحال رہنے دیا جائے۔ ارہر کے کھیت کو اس غرض سے انتخاب کرنے کے وقت اسکا لحاظ ضرور
ہے کہ قریب قریب اور ارہر کے کھیت نہ ہون ورنہ شیر سب کھیتون مین پہیلکر متفرق ہو جاینگی اور کم ہاتھ لگینگی۔ آڑون کے بیان مین اس بات کا بیان کر دینا غالباً مناسب ہو گا کہ شہر نواح مین اگر اس
کام کی غرض سے بجائے ارہر کے۔ فالسے۔ گلاب۔ چنبیلی کی آڑین بنالی جائین تو ہم خرما و ہم ثواب کا
کام دین گی۔ یعنی ان کی پیداوار فروخت ہو گی۔ فالسون کے پھل۔ گلاب یا چنبیلی کے پھول خاص
موسمون سے بک سکتے ہین۔ اور شیرین پکڑنے کے واسطے یہ آڑین دوازدہ ماہ کارآمد رہین گی۔ فالسے
گلاب وغیرہ کے درخت اگرچہ جڑون مین گنجان ہوتے ہین۔ ارہر کی طرح سے بیگلے نہین ہوتی مگر تاہم انکو
سلیقہ سے گز گز پون پون۔ گز کے فاصلے سے لگایا جائے تو ضرور کام دین گے۔

راقم نے ابتدا جب شیر پکڑنے کا انتظام کیا تو ارہر کا کھیت موقع کا نہ ملا اور ڈہاک کے ڈیڑہ ڈیڑہ
دو دو گز لانبی ٹہنیان منگا کر کوئی ستو گز مربع زمین مین انکو گاڑ دیا تو انہون نے بخوبی کام دیا۔ ان
لکڑیون کے پتے سوکہ گئے تہے۔ مگر شیرون کے پکڑنے مین کچھ حرج نہین ہوا۔

ہم نے اوپر بڑے رقبہ والی کوٹہیون کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان مین اسطرح پر شیرون کے
پکڑنے کا انتظام ہو سکتا ہے اوسکے متعلق کسیقدر تفصیل کی ضرورت ہے یعنی یہ کوٹہیان جہانتک ممکن ہو
کنارون پر ہون تاکہ جنگل کی سی حالت پیدا ہو جائے اور جنگلی شیر وہان آنے اور اترنے سے ڈرین
نہین اور ایسی بڑے رقبے والی کوٹہیون مین سے اسکام کے واسطے ایک گوشہ کے سمت ایک
طرف درست کرنا چاہیے۔ غالباً ستو گز مربع زمین اس کام کے واسطے کافی ہو سکتی ہے۔

جب مذکورہ بالا تین چیزین یعنی (۱) بہندیت شیر (۲) جال (۳) آڑدار زمین مہیا ہو گئین تو پھر
انتظام ہونا چاہیے کہ رات کے وقت اس زمین کے تقریباً درمیانی جگہ مین بہندیت شیرون کو لٹکا دینا چاہیے
شیرون کے لٹکانے کے دو طریقے ہین ایک تو ایک لانبا بانس یا بلی گاڑ دی جائے اور اسمین تلے اوپر
بہندیت شیرون کی تھیلیان لٹکا دیجائین دوسرے دو بلی گاڑ کر درمیان مین ایک بلی ان پر رکھکر اس
درمیانی بلی مین شیرون کے پنجرے یا تھیلیان لٹکا دی جائین۔ آخری شکل بہتر ہے کیونکہ پہلی شکل مین

یعنی بانس مین تیلیان یا پنجرہ ڈھکنے سے ٹیڑھا پن رہتا ہے بہ نسبت بے آرام رہتا ہے ان بٹیرون کو
سایہ رہنا چاہیئے۔ کہ برسات مین بہیگنے سے اور جاڑے مین سردی لگنے سے وہ بچی رہین سرکی کی یا
ارزان سایہ ہوسکتی ہین۔ اس طرح ٹنگی ہوئی بٹیرین رات کو اپنی بولی بولین گی اور اس طرف سے
گزرنے والی بٹیرین اپنے ہمجنس کی بولی سنکر وہان اوتر پڑین گی۔ شام ہی سے جال کو اوس کہیت
کے ایک طرف لگا دینا چاہیئے اور قبل اسکے کہ روشن صبح ہو جال کے مقابل اور داہین بائین سمت سے
بہت آہستگی سے بٹیرون کو جال کی طرف ہانکنا چاہیئے اب تم دیکہو گے کہ جال مین پچیس تیس پچاس سو
بٹیرین پہنس گئی ہین۔ ایسا دیکہکر بہت دل خوش ہوگا۔ تفریح بہی ہوگی شکار بہی ہاتہ لگیگا۔ تین چار
پیسے سے کم مین ایک بٹیر شہر مین نہین ملتی ہے۔ کلکتے بہیجنے مین غالبًا دو پیسہ فی بٹیر بآسانی بکجائین گے
صاحب لوگون کے کلبون یا ہوٹلون سے اگر کوئی اسکے متعلق معاہدہ کرے تو غالبًا فروخت
کرنے مین آسانی ہوگی یا دوسرے شہرون مین آڑہت کرلینے سے بخوبی فائدہ کی اُمید ہے اگر فروخت
کرنا نہین ہے تو ہر روز تازہ تازہ بٹیرین کہانے کو ملین گی۔ دوستون کو تحفہ مین بہیجی جا سکتی ہین۔ بٹیر کا
کباب۔ بٹیر کا قورمہ۔ بٹیر کا پلاؤ نہایت لطیف اور خوش ذائقہ ہوتا ہے اور کمزور معدون کے واسطے
بہت خاص غذا ہے۔ سفید پوش ہندوستانیون کو ہرگز اس کی تجارت سے نفع حاصل کرنے مین شرمانا
نہین چاہیئے۔ (الکاسب حبیب اللہ) بلیغ جملہ مین کوئی خاص پیشہ بخصوص متعین کیا گیا ہے اسیر
کرنے والون یا خود کاشت والون کے واسطے لازم ہے کہ وہ دوسرے طریقون سے اپنے کہیت کیار
سے فائدہ حاصل کرین۔

مرغیان پالنا۔ بہیڑ بکری۔ گائے بیل پالنا لوازم خود کاشت مین سے ہے بٹیرین پکڑنا
بہی اسی فہرست مین بخوبی شامل ہوسکتا ہے۔ جو لوگ زندگی کو نہایت خوشی سے بسر کرنا چاہتے ہین
اُن کے واسطے بٹیر کا شکار نہایت تفریح بخش ہے۔ بٹیر پکڑنے کے کہیت کے ایک کونے مین کچی
دیوار کا پہونس ڈالکر جہونپڑا بنا کر اور اسکو لیپ پوت کر رات مین اُسمین رہا کرو۔ برسات کی راتین یا
جاڑون کی ٹہنڈی راتین نہایت لطف سے خصوصًا صبح کے وقت بٹیرون کے پکڑنے کی خوشی مین
گزرین گی۔ بٹیرون کو صبح روشن ہونے سے قبل جبکہ کچی مین ہی گہیرنا اور پکڑ لینا چاہیئے ورنہ صبح کو
زیادہ اوجالا ہو جانے سے وہان سے چلدین گی یا گہیرنے والون کے ڈر کے مارے اڑ جائین گی۔

بٹیرون کو گھیرنے کے واسطے دو تین آدمی کافی ہین جو بہت آہستہ آہستہ بغیر غل مچائے آگے بڑہین
جائین یا جہولی کنڈریان ادہر ادہر سینکتی جائین جال کو اس طرح لگانا چاہیے کہ ایک سرا اسکا
زمین پر پڑا رہے اور دوسرا لاہر وغیرہ کے اوپر رکھ دیا جائے مگر جال کے درمیان مین خوب جہول
رہے اسقدر کہ جہولدار حالت مین زمین پر پڑا ہوا ہو۔ تاکہ بٹیر اسمین ٹکرا کر لپٹ جائے۔ اگر جال
تنا ہوا ہوگا تو بٹیر ٹکر کہا کر لوٹ آئینگی اور اڑ جائینگی۔

بٹیرون کی لڑائی جانورون کے لڑانے سے تفریح حاصل کرنا انسان کی قدیمی خصلت ہے
اب سے ہزارون برس اول رومی لوگ بہینسے لڑایا کرتے تہے۔ ہاتہیون کی لڑائی مینڈہون کی
لڑائی۔ مرغ کی لڑائی سب اسی قبیل سے ہین۔ ان لڑائیون مین خونریزی اگرچہ قابل نفرت ہو۔ مگر
بٹیرون کی لڑائی اس نفرت سے مستثنی ہے۔ بٹیرین دو چار مشت غاودون کرکے لڑکر جیت
فیصلہ کر دیتی ہین۔ نہ چوٹ لگتی نہ خون بہا۔ اور تماشہ ختم افسوس ہے کہ تبدیلی حالت نے نفیس
شوقون کو بہی کہو دیا۔ ورنہ بٹیر کی لڑائی ہر طرح قابل مشغلہ اب بہی ہے۔ ہماری قوم مین گہاس
کے ابلنے کا [illegible] جیسا چرچا تہا مگر اب وہ بہی جاتا رہا۔ مایوسانہ زندگی بسر کرنے کا رواج
ایسا بڑہتا جاتا ہے کہ جدہر دیکہو سوائے اداسی کے اور کچہ نہین ہے۔ نہ لال لڑائے جاتے ہین
نہ بلبلین اور نہ بٹیرین۔ عجب عالم یاس وہراس ہے۔

یہی وجہ تو ہندوستانیون کی عدم ترقی کی ہے کہ شگفتہ دلی کی باتون کا پتہ انمین نہین ہے
یہ بحث تو طویل ہے ہم کو صرف بٹیرون کی لڑائی کا کچہ حال بیان کرنا چاہیے کیونکہ اسی مضمون کا
عنوان بٹیر ہے۔ بٹیر کی لڑائی نہایت نفیس شغل ہے جاڑون کا موسم ہے رات کو لیمپ جل رہا ہے
مغرب کی نماز کے بعد عشا کے قریب دوست احباب جمع ہین اور سب کے ہاتہ مین بٹیرین ہین اونکے
رکہنے کے واسطے یا تہیلیان ہین یا خوبصورت خوبصورت ہڈی کی گھڑی لگی ہوئی کابکین ہین۔
(اگر اجتماع نہین تو اپنی ہی دو چار بٹیرین ہین)۔ سفید چاندنی بہی ہوتی ہے اور اسپر
کنگنی کے دانے چہنکے پڑے ہین لوگ اپنے اپنے بٹیرون کی مبالغہ آمیز تعریف کرتے اونکو رستم
و اسفندیار بنا رہے ہین۔ دل مین یاس اور امیدین دونون ہین۔ اب اُس سفید چاندنی پر بٹیرون
کے جوڑ اُتارے جا رہے ہین۔ رستم و اسفندیار کے نام سے خوف [illegible] معلوم ہوتا تہا کہ سفید چاندنی

کہ سے کم لالہ زار ہو جائے گی مگر وہ تو کچھ بھی نہین۔ غاؤون غاؤون کرکے چار چھہ چونچین ایک نے دوسری کے مارین اور اُن مین سے ایک دب گیا۔ بھاگنے والی بٹیر کے مالک کا یا خجالت کے مارے چہرہ فق یا غصہ کے مارے لال۔ گھنٹے آدھ گھنٹے کے یہ صحبت رہی اور لوگ رخصت ہو گئے۔ گھر جا کر بھاگی ہوئی بٹیر کا شوربہ کر لیا۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ نہ خونریزی ہوئی نہ زخم آئے نہ جراح اور ڈاکٹر کی ضرورت ہوئی۔ بٹیر کا لڑائی کے واسطے پالنے کا کھیل بہت نفیس کھیل ہے۔ مرغون کی طرح سے گو غلاظت کچھ نہین ہے۔ اور نہ خونریزی۔ بٹیرون کو لڑانے کے واسطے سدھانا بہت آسان ہے۔ دو ایک روز مذکورہ بالا طریقے سے مٹھی مین رکھنے سے بیچاری ہل جاتی ہین۔

ابتدا یا بالکل گوشہ مین یا رات کے وقت دانہ دینا چاہئیے۔ لڑائی کی بٹیر کا بہت موٹا ہونا خراب ہے موٹا بٹیر اچھی طرح سے لڑتا نہین ہے۔ مگر بعض لوگ بہت ہی دبلا کر دیتے ہین۔ راقم اس کو پسند نہین کرتا۔ متوسط الحال رہنا چاہئیے۔ جس روز لڑانا منظور ہو اس روز اوسکو اسقدر بھوکا رکھنا چاہئیے کہ رات کے وقت دانہ پر جھنجلا کر پڑے۔ بٹیر آپس مین دانہ پر لڑتی ہین ایک کہتی ہے کہ مین سب کھا جاؤن دوسری کہتی ہے کہ مین ہی سب کھا جاؤن۔ اسواسطے اونکا بھوکا ہونا لازم ہے۔ زیادہ شوقین بھوک بڑھانے کے واسطے دوائین دیتے ہین راقم اسکو لغو اور فضول جانتا ہے۔ اسواسطے اسکا بیان ترک کرتا ہے اگر دست کرانا ہو تو نمک کے ذرا سی کنکری یا تھوڑا سا گڑ دینے سے دست ہو جائین گے۔ بٹیرین دن مین بھی لڑائی ہو سکتی ہین مگر لطیف وقت رات کا ہی ہے جبکہ تیز روشنی ہو آپ ہو چونکہ زمین پر نشست کا رواج کم ہوتا جاتا ہے اسواسطے کھانے کی میز یا کوئی دوسری میز جسپر سفید کپڑا بچھا لیا جائے بٹیرون کے چگانے اور لڑانے کے واسطے ہر طرح موزون اور مناسب ہے ایک دو روز ہاتھ مین رکھنے سے بٹیرین خصوصاً رات کے وقت دانہ چگنے لگتی ہین اوسوقت اون کے منہ کے آگے ذرا اونگلیان ہلائی جائین تو بٹیر خفا ہونے لگتی ہے۔ اور لڑائی کی غاؤون غاؤون آواز نکالکر اونگلیون مین چونچین مارنے لگتی ہے یہ وقت بٹیر باز کے واسطے بڑی خوشی کا ہوتا ہے۔ اور بٹیر کی اس حرکت سے بہت لطف آتا ہے اگر بٹیرین دوسرون کی بٹیرون سے لڑانا ہو تو پہلے اپنے ہر تین انکو لڑا لینا چاہئیے جو اچھا لڑانیوالا ہو اوس کو غیر کی بٹیر سے لڑانا چاہئیے۔ بٹیر کا لڑانا کسی طرح فضول خرچی مین داخل نہین ہے۔ ایک پیسہ مین ایک بٹیر آتی ہے۔ دو آنے مین ایک تھیلی تیار ہوتی ہے

[illegible] مین اسباب کابک آتی ہے۔ تیلی اور کابک برسون کام دیسکتی ہین شیر سے جب دل اوکتایا
تو ملال اوسکے کہانیا قصہ ختم۔ ہمارے اس مضمون مین بٹیر پالنے کی تیلی اور کابک کا چند مرتبہ ذکر آیا
ہے اسواسطے اسکا حال بیان کردینا مناسب ہے۔ بٹیر کے پالنے کی تیلی کے واسطے اول ایک ملایم
اور تیلی لکڑی کا یا بانس کی کھپچ کا کنڈل بنالینا چاہیئے۔ ایسا کہ اسکا قطر بالشت بھر کے قریب ہو پھر اوسپر
کپڑا [illegible] شدہ دینا چاہیے۔ اور قریب ڈیڑھ بالشت کے لانبی تیلی سیکر ایک طرف ڈورا ڈلنے کا منہ بنادینا
چاہیے اور ایک طرف وہ کپڑا منڈھا ہوا کنڈل سی دینا چاہیئے۔ اس تیلی مین یہ عیب ہوتا ہے کہ جانور کے
پاؤن اوسکے پیٹ مین پھنسا کرتے ہین۔ اسواسطے عمدہ تیلی وہ ہے کہ مذکورہ بالا کنڈل مین جالی سوت
کی منڈھ دیجاے۔ اور جسطرح کی ایک تیلی کنڈل کی اوپر سی گئی تھی اوسی طرح کی مگر اوس سے کچھ
کم لانبی نیچے کی طرف سے سی دیجاے۔ اس طریقہ سے بٹیر کے پیٹ جالی مین ہوکر نیچے کی تیلی مین
آجایگی جسکو کھول کر [illegible] کیا جایا کریگا۔
کابک بٹیر کے بانس کی تیلی [illegible] اور سرکی کی تیلی سی بنائی جاتی ہے۔ حکمت اسمین یہ ہے کہ سرکی
کے سبب سے بٹیر کا منہ زخمی نہین ہوتا۔ اس کابک کی چھت پر کپڑا لگایا جاتا ہے اور تہ کو سوت
کی جالی سے منڈھا جاتا ہے۔ ایسی کابکین دو دو چار چار آٹھ آٹھ خانے کی رامپور مین خاصکر ملتی اور بنتی
ہین۔ لکھنو۔ دہلی مین بھی ملتی ہین۔ بہت خوبصورت ہوتی ہین اور ہر طرح گول گھر کی زینت مین شامل
ہونے کے لایق ہوتی ہین۔

اسمٰعیل

مشاہیر اکبر آباد

نمبر اول

اکبر آباد یا آگرہ ابتدائی اسلامی عہد مین ایک گمنام گاؤن تھا سلطان سکندر لودی نے اسکو بیچون بیچ
اور مالوہ کا پھاٹک خیال کرکے سنہ ۹۱۰ھ (۱۵۰۴ء) مین دار الخلافت مقرر کیا اور ایسا بڑھایا چڑھایا کہ چند ہی مدت مین
عالیشان شہر ہوگیا۔ جو دو سو برس تک اسلامی سلطنت اور علم وفضل کا مرکز رہا اور اکبر اعظم اور شاہجہان
کے زمانہ مین تو ایسے عروج پر پہنچا کہ وسعت اور کثرت عمارت مین دہلی پر بھی فوقیت لے گیا۔ ظاہر ہے کہ
اس کثیر زمانہ مین اس باعظمت شہر مین ہزارون نامی گرامی علمار حکما۔ شعرا۔ مشائخ۔ اور صناع وغیرہ
گذرے ہونگے مگر افسوس کہ قدیم کتابون کی نایابی اور گردش روزگار سے سیکڑون ہزارون مشاہیر کے
نام بھی نیست و نابود ہوگئے جناب حاجی محمد اسمٰعیل خان صاحب کی فرمائش سے مشاہیر اکبر آباد کا
یہ نامکمل اور مختصر تذکرہ مختلف تاریخون اور آثار قدیمہ کے سراغ سے مرتب کرکے پیش کیا جاتا ہے ناظرین
والا تمکین سے التجا ہے کہ اپنی معلومات اور تحقیقات سے اسے مکمل بنانے کی کوشش فرمائین۔
سر دست تین دور پر اسے تقسیم کیا جاتا ہے۔ دور اول عروج از سکندر لودی (سنہ ۹۰۷ھ ۱۵۰۱ء) تا عہد ہمایون
(سنہ ۹۶۳ھ ۱۵۵۵ء) دور دوم کمال از عہد اکبر اعظم (سنہ ۹۶۳ھ ۱۵۵۵ء) تا عہد شاہجہان (سنہ ۱۰۵۸ھ ۱۶۴۸ء) دور سوم زوال
از آبادی شاہجہان آباد سنہ ۱۰۵۸ھ ۱۶۴۸ء تا زمانہ حال۔

دور اول عروج سنہ ۹۰۷ھ ۱۵۰۱ء لغایت سنہ ۹۶۳ھ ۱۵۵۵ء

سید رفیع الدین محدث اکبر آبادی

میر رفیع الدین صفوی حسنی حسینی سید تھے۔ آپ کا اصلی وطن شیراز کے قریب آنکمن نامی گاؤن مین تھا
خاندان مین علم وفضل کا قدیم سے چرچا تھا۔ آپنے اپنے وطن مین علم وفضل حاصل کرکے[1] مدت تک عرب
مین سیاحی کی اور ہزارون علمار اور فضلا سے فیض حاصل کیا۔ سکندر لودی کے زمانہ مین وارد ہند
ہوکر آگرہ مین سکونت اختیار کی۔ اگرچہ آپ کمال عظمت اور آسودہ حالی مین زندگی بسر کرتے تھے مگر

---

[1] شیخ سخاوی شاگرد ابن حجر عسقلانی اور مولانا جلال الدین دوانی کو آپ کی اوستادی کا فخر تھا۔

تمام عمر درس و تدریس خصوصاً علم حدیث سے بندگان خدا کو فیض پہنچاتے رہے۔ آپ کے ہزارہا شاگرد
علم و فضل میں کمال کے درجہ پر پہنچے تمام مسلمانوں کے دلوں پر آپ کے صلاح و تقویٰ اور علم و فضل کا
سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ بادشاہ وقت بھی امورات سلطنت میں آپ سے فتوے طلب کرتے اور آپ کے مشوروں
پر کاربند ہوتے تھے۔ جب بابر نے ہندوستان فتح کیا تو اکثر علاقوں کے حاکم آپ کی معرفت ملازمت
میں حاضر ہوتے۔ ہمایوں نے جب شیرشاہ سے دوبارہ شکست کھائی تو آگرہ میں آپ کے مکان پر جا کر
سپاہیوں کی شکایت کی اور مشورہ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب یگانہ و بیگانہ کا یہ حال ہے تو چند روز کے
واسطے اس ملک سے چلے جائیں اور منتظر رہیں کہ قدرت الٰہی سے کیا ظہور ہوتا ہے۔ ہمایوں نے اس
رائے کو پسند کیا۔ سکندر لودی نے آپ کو حضرت مقدس کے خطاب سے موصوف کیا تھا شیرشاہ اور سلیم شاہ
کے زمانہ میں بھی آپ معزز و محترم رہے۔ سنہ ۹۵۱ھ / ۱۵۴۴ء میں اس دار ناپائدار سے سفر آخرت اختیار کیا آپ کی درگاہ
دہلی دروازہ اور بیلن گنج کے درمیان میں سڑک پختہ پر واقع ہے یہ کسی زمانہ میں نہایت وسیع اور
عالیشان عمارت تھی اب بہت شکستہ حال اور کس مپرسی کے عالم میں ہے۔ صرف روضہ کا شکستہ گنبد
باقی رہ گیا ہے۔

مولانا حسن شیرازی

مولانا حسن شیراز کے رہنے والے اور نہایت عالم فاضل اور صاحب کمال بزرگ تھے۔ شیخ زین الدین
کہتے ہیں ؎ ہست شعر من زعقل و نقل خواہم بشنود۔ جامع المعقول والمنقول مولانا حسن آپ شاہ
اسمٰعیل کے خروج کے زمانہ میں شیراز کی سکونت ترک کرکے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں سے
سید رفیع الدین صفوی کے ہمراہ گجرات کے راستے آگرہ تشریف لا کر سکونت پذیر ہوئے سنہ ۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء
میں وفات پائی۔ آپ کے مقبرہ کا گنبد نہایت عالیشان اس زمانہ کی فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے یہ گنبد
چھیپی ٹولہ میں دیوانی کی کچہری کے احاطہ کے اندر واقع ہے۔ مگر افسوس کہ یہ قدیم یادگار اور خوشنما
عمارت جو کسی زمانہ میں کسٹم ہی کا گودام بنالی گئی تھی۔ اب منجانب سرکار کرایہ پر اٹھا دی گئی ہے قبروں
کے تعویذ نہ معلوم کب سے غائب ہیں لیکن سورہ انا فتحنا اور تین چار شعر فارسی مصرعے گنبد کے
اندر اب تک کندہ ہیں غدر سے قبل تعویذ موجود تھے۔

چنانچہ کیل صاحب نے مفتاح التواریخ میں لوح مزار کا کتبہ نقل کیا ہے جس کا آخری بیت

تہے سنہ بجنت قرارش چو شد زین جہت + شدہ سال فوتش بجنت قرار ۹۵۶ھ۔ اگر حضرات اگرہ محکمہ آثار قدیمہ کی توجہ اس عمارت کی طرف دلائین تو یقیناً گورنمنٹ اس کی مرمت کرا کر اس کو واگذاشت فرمائیگی

شیخ علاء الدین مجذوب

آپ کے والد ماجد کا نام سید سلیمان تہا۔ آپ مسالک مجذوب اور نہایت باکمال درویش تہے آپ کی بہت سی عجیب وغریب کرامتین زبان زد خاص وعام ہین۔ ابوالفضل نے بہی آئین اکبری کے آخر مین لکہا ہے کہ والد ماجد (شیخ مبارک) ۶ محرم سنہ ۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء کو آگرہ مین آکر اوترے شیخ علاء الدین مجذوب سے ملاقات ہوئی انہون نے فرمایا کہ اسی شہر مین بیٹہو اور سفر کا خاتمہ کرو اور ایسی بشارتین دین کہ وہان سے قدم اوٹہانا مناسب نہ سمجہا۔ ذیقعدہ سنہ ۹۵۳ھ/۱۵۴۶ء مین آپکا وصال ہوا درگاہ محلہ تائی منڈی مین شاہ ولایت کے نام سے موسوم اور زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ حاجی محمد اسمعیل خانصاحب رئیس دتاولی نے چندماہ کا عرصہ ہوا کہ اس درگاہ مین اپنے صرف سے ابتدائی تعلیم کا ایک مدرسہ جاری کرادیا ہے اور درگاہ کے اندر نل لگوادیا۔

مولانا جلال ہیم دانشمند

آپ خاص آگرہ کے رہنے والے او سلیم شاہ کے عہد کے مشہور علما مین سے تہے۔ سنہ ۹۵۵ھ/۱۵۴۸ء مین شیخ علائی مہدوی سے بحث ومباحثہ کے واسطے جو مشہور ومعروف علما دربار مین بلائے گئے تہے اُن مین آپ بہی شریک تہے اور امام مہدی علیہ السلام کے حُلیہ کے متعلق آپسے بحث ہوئی تہی۔

مولانا شیخ زین الدین خوافی

آپ بابر اور ہمایون کے عہد کے مشہور فضلا مین تہے۔ وفائی تخلص تہا۔ فن مُعما اور تاریخ اور فی البدیہہ اور نظم ونثر کے جمیع کمالات مین بےنظیر تہے۔ بابر نے آپکو ہندوستان کا صدر مقرر کیا تہا۔ جو شاہی زمانہ مین سب سے بڑا مذہبی عہدہ تہا۔ جب آپ اول مرتبہ بابر کی خدمت مین حاضر ہوئے تو بادشاہ نے دریافت کیا کہ تمہاری کیا عمر ہے آپنے فوراً جواب دیا کہ مین پانچ برس پہلے چہل سالہ تہا اب چہل سالہ ہون اور دو برس بعد چہل تمام ہون گے[1] آپ نے واقعاتِ بابری کا ترجمہ ترکی سے نہایت فصیح

[1] قبل ازین بہ پنج سال وچہل سالہ بودم وحالا چہل سالہ ام دو سال دیگر را چہل تمام میشود۔

فارسی زبان مین کیا تھا۔ اور ہندوستان کے حالات اور بابر کی فتح کے بیان مین ایک تاریخ بہی لکہی ہے
آگرہ مین جمنا پار آپنے ایک مدرسہ اور خانقاہ اور مسجد تعمیر کرائی تہی سنہ ۹۴۲ھ ۱۵۳۵ء مین انتقال ہوا اور اپنے مدرسہ
مین دفن کئے گئے۔ اب مدرسہ اور خانقاہ کا کچھ پتہ نہین۔ موضع کچپورہ مین جو جمنا پار روضہ تاجگنج کے
سامنے واقع ہے ایک عالیشان شکستہ مسجد واقع ہے جسکے کتبہ سے واضح ہے کہ سنہ ۹۳۷ھ ۱۵۳۰ء مین ہمایون
بادشاہ کے حکم اور مولانا شیخ زین الدین خوافی کے اہتمام سے تعمیر ہوئی تہی اس مسجد کے صحن مین
جو حجرات ہین۔ انہین مین غالباً آپ کا مزار بہی ہے۔

مولانا شہاب الدین معمائی

آپ بابر بادشاہ کے ساتھ ہندوستان مین تشریف لائے اور آگرہ مین سکونت اختیار کی اگرچہ جمیع علوم
معقول و منقول مین کمال کا درجہ رکہتے تہے مگر فن معما مین آپ کی فضیلت ایسی مشہور ہوئی کہ سب
کمالات چہپ گئے۔ چنانچہ اس فن مین آپ نے ایک رسالہ نظم کر کے ہمایون کی خدمت مین روانہ کیا تہا
بادشاہ نے اس کے صلہ مین ایک معقول انعام کے ساتھ مندرجہ ذیل رباعی لکہکر بہیجی ؎

نامت ز عجم رفتہ بملک عرب است ۔۔۔ وز نامۂ تو در دل مجنون طرب است
ہر کس بدر آرد ز معما نامے ۔۔۔ نام از تو برآوردہ معما عجب است

سنہ ۹۴۲ھ ۱۵۳۵ء مین رحلت فرمائی۔ شہاب الثاقب مادہ تاریخ ہے مزار مولانا زین الدین کے مزار کے قریب ہی
کتبہ مسجد ہمایون واقع کچپورہ اور کتبہ لوح مزار حضرت امیر خسرو واقع درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء
آپ کی یادگار ہے اور یہ معما اسم کاشف کا مشہور ہے ؎

از بہر فریب دل ما خستہ دلان ۔۔۔ ہر لحظہ بناز آن صنم غنچہ دہان
بر صفحۂ گل کرد رقم آن سر زلف ۔۔۔ وانگہ رخ مہ کرد ز یک غمزہ عیان

شیخ ابوالواجد فارغی

ہمایون کے عہد کے مشہور شاعرون مین تہے۔ شیرین زبانی مین مشہور اور درویشانہ وضع رکہتے تہے۔
شیخ زین الدین خوافی اور ان مین بے انتہا محبت اور دوستی تہی۔ دونون ایک ساتھ ہندوستان مین

آ سے اور ایک ہی سال یعنی سنہ ۹۴۰ھ مین دونون کا انتقال ہوا اور برابر برابر دفن ہوئے شیخ ابوالواجد کے مزاج مین خوش طبعی بہت تہی۔ صاحب منتخب التواریخ لکہتے ہین کہ جب ان دونون نے ہندوستان کی طرف توجہ کی تو ایسے مفلس تہے کہ بجز ایک کہنہ پوستین کے اور کچہہ اُن کے پاس نہ تھا۔ شیخ زین الدین نے شیخ ابوالواجد سے کہا کہ مین اس شرط پر کابل کے بازار مین اس پوستین کو فروخت کرنے کے واسطے لئے جاتا ہون کہ تم کچہہ مذاق بازار مین نہ اڑانا انہون نے قبول کیا دونون دوست بازار مین پہنچے جب ایک شخص خریدار پیدا ہوا تو شیخ ابوالواجد بے غرضانہ طور پر دلالی کرنے لگے مشتری پانچ شاہرخی دیتا تہا مولانا زین الدین زیادہ مانگتے تہے دلال صاحب سے آخر نہ رہا گیا مشتری سے بول ہی اُٹھے کہ اے بے انصاف تو کر۔ کہ اس پارہ پارہ پوستین مین پانچ شاہرخی کی تو فقط جوئین اور پسو ہی ہونگے اس گفتگو سے معاملہ درہم برہم ہوگیا اور شیخ زین الدین بگڑکر کہنے لگے کہ اس وقت ایک ایک روٹی کو محتاج ہو لیکن ہنسی سے نہین چوکتے۔

سعید احمد مارہروی

اسباب ترقی جاپان

ناگپور مین ۱۴ مارچ کو ڈبلیو جیرول صاحب نے جو اخبار لنڈن ٹیمز کے ایڈیٹر معاملہ خارجیہ مین ایک لکچر دیا ہے اوس کے چند فقرے نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مسٹر جیرول نے یہ بیان کرکے کہ جاپان ایک ایسا ملک ہے اُس فرق کو جو اون کی رائے مین مابین اہل ہند اور اہل جاپان مین ہے اس طرح سے بیان کیا کہ جاپانیون مین بہی مختلف مذاہب اور مختلف طبقات اور مختلف پیشون کے لوگ پائے جاتے ہین لیکن اُنکا ہر شخص ایک ہی زبان مین باتین کرتا ہے۔ ان مین سے ہر شخص کے خیالات یکسان ہین اور سب کے سب ایک ہی طرح کی ہمت سے کام کرتے ہین۔ جاپانیون کے خصائل مین ایک خاص بات یہ پائی جاتی ہے کہ وہ بڑے پختہ مزاج لوگ ہین اور بیحد تکلیف و زحمت برداشت کر سکتے ہین۔ چنانچہ مغربی سائنٹفک طریقون کے حاصل کرنے مین انہون نے اپنے اس وصف کو بہت ہی اچھی طرح سے ظاہر کر دکہایا تہا کہ بیشک بہت سے جاپانی ایسے بہی ہین جنکو

مغربی شاعری اور فلسفہ کی جانب مغرب کے اُن لوگون سے مائل کیا جو تخیل سے زیادہ کام لیتے ہین لیکن زیادہ تر جاپانیون سنے مغربی سائنس کی طرف رجوع کیا آپ نے آزادی پر جو بحث کی ہے یا برک سے جو مباحث اپنی تقریرون مین دکہائی ہے اُس کی طرف متوجہ ہونے کے بدلہ اُنہون نے علم ریاضی فن تعمیر علم طبعیات فن جر اثقال علم البرق - علم الادویہ - علم عواض حیوانات کی طرف زیادہ رغبت اور توجہ ظاہر کی جس طرح صدہا برس پیشتر انہون نے چین اور کوریا کی قدیم تہذیب سے ہر بات حاصل کی تھی اسی طرح اب مغرب سے انہون نے ہر ہر امر کو حاصل کیا انہون نے اتنیانا و مقتضائے حال پر عمل کرنے کی قوتون کو نہایت عمدہ طریقہ سے دکہا دیا اور ہمیشہ اپنی خاص ضرورتون پر نظر کر کے ان کی رعایت سے ہر ہر امر کو حاصل کیا جن باتون کی نسبت انہون نے دیکھا کہ ان سے جاپان مین کچھہ کام نکل سکتا ہے انکو تو انہون نے اچھی طرح سیکھہ لیا اور مابقا امور کو اُن کے حال پر چھوڑ دیا۔ انہون نے مغرب کے پولیٹکل طریقون اور اصولون کو اسقدر پسند نہین کیا کہ اُن مین محو ہو جاتے۔ اس بارہ مین انہون نے مغرب کا کچھہ تہوڑا ہی سا تتبع کیا۔ گو بہ نسبت کسی دوسری مغربی قوم کے اُنپر انگلستان اور ممالک متحدہ امریکہ کے اینگلو سیکسن تہذیب کا بہت بڑا اثر پڑا۔ لیکن مغرب کی جن پولیٹکل انسٹیٹیوشنون کو وہ اپنے ملک مین داخل کرنا چاہتے تہے اُن کے لئے انہون نے جرمنی کو ترجیح دی۔

کیونکہ انہون نے سمجھہ لیا کہ افضل درجہ زمانہ حال مین اور تا وقتیکہ تعلیم جاپان مین عام طور پر جاری نہ ہو جائے وہ انگلش یا امریکہ کے طریقہ کے موافق جمہوری انسٹیٹیوشنون کے قایم کرنے کے لئے تیار نہین ہے اُن مین جو قوت متساخذہ حد سے زیادہ پائی جاتی تہی اُسنے اُن کو بہت جلد اس بات سے آگاہ کر دیا کہ جمہوری انسٹیٹیوشنون مین کیا کیا نقائص پیدا ہوتے جاتے ہین اور جنکا حال تجربہ سے انگلش لوگون اور امریکہ والون پر ظاہر ہوتا جاتا ہے۔ جاپان مین بہی ایک پارلیمنٹ مع مجلس اعلےٰ و مجلس ادنیٰ کے قایم ہے۔ لیکن یہہ مجلس محض مشیر جماعتون کی حیثیت مین پائی جاتی ہین۔ ہندوستان مین جیسی توسیع یافتہ کونسلین بالفعل مقرر ہوئی ہین۔ ممکن ہے کہ انسے انکا مقصود کچھہ بنا ہوا ہو۔ لیکن جاپانیون کی حب الوطنی پر بغیر کسی قاعدہ باضابطہ کے ابتک اس بات کا بہروسہ کیا جا سکتا ہے کہ جن باتون سے سلطنت کی حفاظت متصور ہے ان کے تعلق وہ فضول مباحثات

مین مشغول نہ رہین گے جاپان مین تقریری آتشبازی چھوڑنے کا مذاق ابتک نہین ہوا ہے جاپان پارلیمنٹ کے ممبر عموماً مختصر اور کام کی تقریرین کرتے ہین پبلک معاملات کی باگ امور داخلہ اور انٹرنیشنل معاملات دونون کے متعلق اُن مجلسون کے ہاتھ مین نہین ہے یعنی یہ کہ ملک کی حکمت عملی وہان کی ہوس آف لارڈ اور ہوس آف کامنس کے اختیار مین نہین ہے اُسکا اختیار وزرا کے ہاتھون مین بھی نہین ہے جو معاملات کے مدبر و منتظم ہین بلکہ شہنشاہ اور تجربہ کار مدبرون کی اُس چھوٹی جماعت کے ہاتھ مین رہتا ہے جو گورنمنٹ کی ممبرون مین داخل ہوتے اور نہین بھی ہوتے ہین ۔ لیکن وزرا اور عوام اور خود شہنشاہ ان کے مشورہ کو قبول کرتے ہین کیونکہ ان مین پبلک معاملات کا مجموعی تجربہ ہوتا ہے اور وہ پبلک کی خواہشون کو سمجھتے ہین اور اس سے جاپان کو وہ ترقی حاصل ہوئی جو اسوقت دیکھی جاتی ہے

جاپانیون مین عملی کامون کی طرف زیادہ توجہ کرنے کی جو خصلت پائی جاتی ہے اُس کی وجہ یہ ہے انہون نے سمجھ لیا تھا کہ اقوام عالم مین جو درجہ حاصل کرنے کا انہون نے ارادہ کیا ہے وہ محض مغربی پولٹیکل خیالات یا ان کے جنگی جوش اور امنگ مین پڑنے سے نہین حاصل ہو سکتا اور اسوجہ سے انہون نے خاموشی کے ساتھ سائنس کو حاصل کرنا شروع کیا بک بک مین نہین پڑے بلکہ کام کرنا شروع کیا ۔ جاپانیون نے سب سے زیادہ کامیابی تجارت وحرفت اور مالی معاملات مین حاصل کی قدیم عہد مین جب جاپان مین تعلقہ دارانہ انتظام تھا تو جاپانی جنٹلمین تجارت وحرفت اور مالی امور کے اشتغال مین اپنی کسرشان سمجھتے تھے لیکن جاپانی مدبرون نے بہت جلد اس بات کو سمجھ لیا کہ زمانہ حال کے علم فلاحت کے متعلق یہ ثابت ہو گیا ہے کہ مالی معاملات کی نگرانی اور انتظام بری اور بحری فوج سے بڑھکر معاملات پر اثر ڈالتا ہے ۔ اور اس سبب سے انہون نے کوشش کرنا شروع کی کہ پرانے تعصبات دور ہون اور جن طبقات کے لوگ تجارت وحرفت اور معاملات مین مشغول رہا کرتے تھے انکا اوج اور مرتبہ بڑھا دیا جائے اور اعلیٰ طبقہ کے لوگون کو اُن مین داخل ہونے کی ترغیب دی جائے ۔ اس غرض سے خاص خاص اسکول اور کالج جاری کئے گئے ۔ اور جس شخص نے کوئی نئی حرفت جاری یا پرانی حرفت کی تکمیل کی یا جسنے کوئی تجارتی کارخانہ جاری کیا ۔ اور اسمین کامیابی حاصل کی یا کوئی بڑا کارخانہ بنک قائم کیا ۔ اُسے ایک عالم و فاضل شخص کے مقابلہ مین جو اخبارون مین ایک عمدہ مضمون لکھ سکتا ہو یا رطب البیانی کے ساتھ تقریر کر سکتا ہو زیادہ عزت دیگئی اس طور پر جاپان

مین ایک نئی سوشیل طبقہ لوگ ایک ہی پشت مین ایسے پیدا ہوگئے جنہین دیکھکر تعجب ہوتا تہا اور
اس طبقہ کے لوگون نے تجارت وحرفت اور مالی امور کے متعلق دنیا کے مقابلہ مین امتیاز کیا چنانچہ
آج جاپان بنک آف جاپان - یکوہمہ اسپشی بنک اور انڈسٹریل بنک آف جاپان ایسے ہی اور مستقل
طور کے بنک مین جیسے لندن - نیویارک - پیرس اور برلن وغیرہ کے شہرون مین پائے جاتے ہونگے
جاپان مین بڑے بڑے تجارتی کارخانون مین بعض ایسے ہین جو دنیا بھر مین مشہور ہین آج کے چالیس برس
پیشتر جاپان کی تجارت داخلہ وخارجہ محض برائے نام تھی اور اب اس کی تعداد بیس کروڑ پونڈ کی ہوگئی ہے
اسکے تجارتی اسٹیمرون کے بیڑے یورپ وامریکا اور ایشیا اور آسٹریلیا تک آتے جاتے رہتے ہین -
یہ باتین سرکاری ملازمت کے لئے ایم - اے اور بی اے پاس کرنے والے لوگ پیدا کرکے
یا فصیح البیان بیرسٹرون اور فلسفیانہ حیثیت سے اخبار نویسون کو تیار کرنے کے ذریعہ سے نہین
حاصل ہوئین بلکہ سائنس کی تمام شاخون کو سخت محنت کے ساتھ صنعت وحرفت وزراعت کے
متعلق سیکھنے کے ذریعہ سے حاصل کی گئین انہون نے ہر قسم کی تجارت اور بیوپار مین ترقی کی اور مالی
معاملات مین کوشش کرنے سے بھی حاصل ہوئین -

جاپانیون مین ایک اور خصلت یہ پائی جاتی ہے کہ انہون نے اس بات کو بہت اچھی طرح سمجھ لیا
کہ جو شخص اچھی طرح ٹہل نہ سکتا ہو وہ چل بھی نہین سکتا ہے پہلا کام جو انہون نے کیا وہ یہ تھا کہ
مغربی اقوام سے انہون نے معلم اور استاد حاصل کئے اور انپر پورا اعتماد کرتے رہے - بیرونی اشخاص
مین جاپان کی نسبت اُنسے زیادہ عمدہ خیالات کسی کے نہونگے جو فی الواقع جاپان کی ملازمت مین
رہے مین جاپانیون نے انمین سے اکثر لوگون کی ضرورت باقی نہ رکھی لیکن ان سے چھٹکارا حاصل
کرنے مین انہون نے جلدی نہین کی اُن مین سے بعض لوگ ابتک نہایت راز داری اور ذمہ داری
کے عہدون پر معمور ہین جاپانیون نے صرف معلم اور اُستاد ہی مغرب سے مستعار نہین لئے بلکہ
اُن سے روپیہ بھی لیا آج کے چالیس برس قبل جاپان بالکل مفلس تھا اور اسکے یہان کوئی
بڑا سرمایہ جمع نہ تھا جاپان نے جس طرح سے معلم اور استاد لئے اسی طرح سرمایہ کے لینے مین بھی اس نے
تامل نہین کیا اور اس سرمایہ کو جاپان نے زیادہ تر انہین کامون مین استعمال کیا جنکے متعلق ہندوستان
برٹش سرمایہ لگایا جاتا ہے یعنی فوائد عام کے کامون مین جیسے سڑکین ریلویجات - نہرین - بندرگاہین

اور قومی حفاظت کے کام ممکن تھا کہ جاپانی بھی اسی طرح کے قیاسات قائم کرتے جسطرح ہندوستان کے بعض مقامات پر کہا جاتا ہے کہ یہان کا کل روپیہ باہر چلا جا رہا ہے اور وہ روپیہ انگلش اور یورپین اور معلموں کی تنخواہوں مین جو جاپان کے ملازم تھے۔ خرچ ہو رہا ہے اور یورپ سے جو قرضہ لیا گیا ہے۔ اُس کے سود مین جاتا ہے۔ لیکن کوئی جاپانی ایسا احمق نہ تھا جو یہہ خیال کرتا کہ ان رقموں کے سبب سے ملک کا روپیہ نکلا جاتا ہے۔ جاپانیوں نے یہ خیال کیا کہ یہہ روپیہ صرف اُن ہر قسم کی خدمات کا معاوضہ ہے جو جاپان کے لئے لیجاتی ہین۔

(از اودھ اخبار)

بنگال کا ایجی ٹیشن

گو العزیز کا حجم بڑھ جانے سے کیسا ہی اسکو نقصان اوٹھانا پڑے مگر اس اہم اسپیچ کا ضروری حصہ جیسی کہ حضور لفٹننٹ گورنر مشرقی بنگال کی ہے۔ درج نہ کرنا فن اخبار نویسی کے فرائض کو نہ سمجھنے کی برابر ہے اسواسطے اسکو نقل کرکے ناظرین العزیز سے اسکو ضرور پڑھنے کی بھی درخواست کیجاتی ہے - اس اسپیچ کے ملاحظہ سے گورنمنٹ کے احکام کی واجبیت اور حکام کے حق بجانب ہونے اور بے ایمان ایجیٹیشن پھیلانے والون کے قابل دار و گیر ہونے کا کافی ثبوت ملتا ہے اور وہ غلط فہمیان جو انگریزی گورنمنٹ کی جانب سے عوام مین پیدا کیجاتی ہین رفع ہوتی ہین- بہرحال وہ حصہ بیان یہ ہے جو ہز آنر نے بجٹ میٹنگ کی کارروائی ختم کرتے وقت زبان فیض ترجمان سے ارشاد کیا منقول از اخبار ہندوستانی مطبوعہ ۱۵ اپریل

"حال کے احکام ممانعت کے متعلق جو افسران ضلع نے تین مجوزہ ڈسٹرکٹ کانفرنسون کے متعلق جو امسال - فریدپور اور میمن سنگھ مین ہونیوالی تھین جاری کئے تھے نہ تو کوئی سوال کیا گیا تھا اور نہ کوئی ذکر کیا گیا بہرکیف مین یقین کرتا ہون کہ آپ خیال کرین گے کہ مین گورنمنٹ کی حکمت عملی اور ارادہ کے متعلق کچھ اظہار کرون گا مجھ کو حد سے زیادہ افسوس ہے کہ یہہ احکام ممانعت ضروری سمجھے گئے

کیونکہ بہت سے رزولیوشنون سے جنپر غور کرنے کی تجویز تھی گورنمنٹ کو پوری ہمدردی ہے مگر چونکہ
ایسے رزولیوشن بھی تجویز کئے جانے والے تھے جن کے پیش ہونے کی موجودہ حالت مین گورنمنٹ
اجازت نہین دیسکتی تھی اور اس کے لئے کوئی ذمہ داری نہین کیجا سکتی تھی کہ بغاوت اور قومی نفرت
کے لئے کوئی ترغیب نہ دیجائے گی۔ اس واقعہ سے کہ بہت سے رزولیوشن مان لینے کے قابل
ہین۔ حالت موجودہ مین کمی نہین آتی ہے۔ اگر کسی بالٹی مین سوراخ ہو تو وہی اوس کی خرابی کے
لئے کافی ہے اور اس کی دیگر خوبیون کے بیان کرنے سے کوئی فائدہ نہین ہوسکتا۔ جلسون کے
نتایج کے متعلق جن مین ایسے رزولیوشن تجویز کئے جاتے ہین ہمارا حال ہی کا تجربہ کوئی شک
باقی نہین رہنے دیتا کہ جوش کے موقعون پر جو ابھی تک موجود ہے۔ اوس نے ایسے سامان
مہیا کردئے ہین جن کے بموجب قتل کا واقعہ ظہور مین آیا ہے اور اگر مین ایسا نہین خیال کرتا کہ ایسے
اسباب مہیا کرنے کے دیگر ذرایع نہین ہین ایسی حالت مین گورنمنٹ کے لئے واجب نہین ہے کہ
اس طریق عمل کی مزاحمت نکرے بوجہ اسکے کہ ایسا ممکن نہین ہوسکتا ہے کہ کسی لوہار کو اوس کے
پیچ کے کمرے مین تلوار بنانے سے روک سکین کوئی عمدہ دلیل اس بات کی نہین پیدا ہوئی کہ کسی تلوار
سازی کے بدنام کارخانہ کو موقوف نکرا دے۔

علاوہ اسکے ہم کو گذشتہ تین سال سے بہت بڑا تجربہ حاصل ہوا ہے کہ عام جلسون مین
بائیکاٹ کرنے کی رائے دینے سے ظلم اور بیرحمی کے کام ظہور مین آئے ہین اور آزاد رعایا کے حق
خرید و فروخت مین خلاف قانون دست اندازی کی گئی ہے جیسا کہ بائیکاٹ کے نہ کہ کسی خاص قسم
کے جدوجہد کرنے والون نے ترجیح دی تھی۔ کوئی افسر ضلع جو اپنے ضلع مین امن قائم رکھنے کا
فکرمند ہے۔ اس قسم کے مساوات کے پھر ظہور مین آنے کیلئے اجازت نہین دیسکتا۔ مجھکو معلوم ہوا ہے
کہ ایسے واقعات کے ہونے سے انکار کیا گیا ہے مگر جرمون کی سرکاری تفصیل کی کتابت سے یہ
بیان رد کیا گیا ہے اور مین اور آپ بخوبی جانتے ہین کہ جن واقعات پر مقدمہ چلایا گیا ہے۔ وہ تناسب
مین ان واقعات سے بہت کم ہین جو ہوتے ہین مگر جنپر مقدمہ قایم کرنے سے رعایا خوف زدہ ہوگئی
تھی جبکہ ہم جانتے ہین کہ زمینداروں کی بہت بڑی قوت کو جو بدقسمتی سے اسوجہ سے کہ کوئی دستاویز
حقوق نہین ہے جسپر کاشتکار بھروسہ کرسکے یاد کرتے ہین تو ہم بخوبی سمجھ سکتے ہین۔ کہ کیونکر رعیت کو

اپنے زمیندار کی مرضی کی مخالفت کرنے مین پس وپیش ہوتا ہے مین نے یہ دعوے کرتے ہوے
سنا ہے کہ بائی کاٹ پر زور ایک باضابطہ حق پر مبنی ہے۔ اس بیان کی غیر معمولی غلطی مشکل سے
رد کرنے کی ضرورت ہے ایک جمہوریہ سلطنت مین رعایا کو اپیل کرنا گویا گورنمنٹ کو اپیل کرنا ہے
کیونکہ یہ ایک بطور ووٹر کو اپیل کرنا گویا گورنمنٹ کو اپیل کرنے کے ہے جو کسی ممبر یا پارلیمنٹ کو مقرر
کرتا ہے اور وہی ممبر پارلیمنٹ وزارت کو مقرر کرتا ہے ایسی حالت اس ملک مین موجود نہین ہے
اور جبکہ کوئی جدوجہد کرنے والا جو اپنی رایون کا زور گورنمنٹ پر ڈالنے والا ہو کہتا ہے کہ جب تک
گورنمنٹ ایک خاص تدبیر اختیار نکرے گی جبکو گورنمنٹ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ رعایا کا اوس سے فایدہ
نہین ہے اور اعلان کر دیا ہے کہ وہ اختیار نکرے گی ایسی اپیل نہ تو باضابطہ کارروائی اور نہ گورنمنٹ
سے اپیل خیال کیجا سکتی ہے بلکہ اپنے حمایت کی کارروائی اور گورنمنٹ سے علانیہ مزاحمت خیال کیجا سکتی
ہے گورنمنٹ اب بھی اور ہمیشہ وہی کارروائی کرے گی جس سے اوسکو یقین ہو گا کہ رعایا کو نہایت
ہی فایدہ پہونچیگا۔ وہ ہمیشہ باادب گزارشات پر اگر وہ قلیل التعداد جماعت کی طرف سے بھی ہون اوسیقدر
لحاظ کریگی جسقدر وہ کر سکتی ہے مگر جسمانی قوت استعمال کرنے اور زبردستی کے لئے عوام کو قومی نفرت
کینہ اور ناقیامانہ کامون کے لئے اپیل کرنا باضابطہ جدوجہد مین داخل نہین ہے۔ مین بائیکاٹ کے جدو
جہد کے نقصانات کے متعلق چند باتین کہون گا۔

گذشتہ پانچسال کے زمانہ سے بائیکاٹ کا جدوجہد اس صوبہ کے لئے ایک قہر تھا۔ جس سے
بیشمار مصایب نازل ہوئین اور بے چینی رہی۔ ترقی کا راستہ رُک گیا اور گورنمنٹ و رعایا کے درمیان
بدگمانی کی ترغیب دیگئی اور اصلاح اور درستی کے کامون مین اون کی باہمی مشارکت رد کردی گئی
یہ جدوجہد بہت ہی بُری اشکال مین نمودار ہوئی جن سب کی رجوعات ظلم اور سرکشی کی طرف تھی
اس شر اور نقصان کو چند الفاظ مین بیان کرنا دشوار ہے۔ مگر اوس اصل شکل کا خیال بہت جلد دل
مین لایا جا سکتا ہے۔ اول تو تمدنی خلل تھا جو بائیکاٹ کے جاری ہونے سے چاہیے وہ رغبت
دلا کر یا خوف دلا کر یا قوت جسمانی استعمال کر کے جاری کرایا گیا ہو پیدا ہوا۔ یہ بہت اصلی نقصان ہوا
اور بہت سے حصص ملک مین جہان کاشتکاران پیداوار کو اُن قیمتون پر حاصل نہین کر سکتے تھے۔
جن کے دینے کے وہ عادی تھے اس سے بہت بڑی مصیبت نازل ہوئی۔ وہ کیے بازارون مین

زبردستی کے نظارے بھی یادگار رہنے کے قابل ہین جہان بالترتیب قوت جسمانی استعمال کرکے ولایتی مال کے فروخت ہونے مین رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ قابل افسوس جمالپور کا بلوہ اور اسکے خوفناک نتائج بہت سے ایسے واقعات مین سے ایک تھا۔ ایک متفقہ برائی یہ کی گئی کہ بازارون مین طلبا اور دیگر نوجوان خریدارون کو روکنے کیلئے بٹھلا دئے گئے اور یہ بلا قابل برداشت نہو سکی۔ یہانتک وہ سختی کے ساتھ دبائے گئے کہ مجبوراً قانونی چارہ جوئی کرنی پڑی جھالا کاٹی کا واقعہ جہان بائیکاٹ کرنے والون نے عملی طور پر بازار کو اپنے قبضہ مین کرلیا نمونے کے لئے ایک نمایان مثال ہے۔ بعد ازان شخصی دست اندازیون کے مجرمانہ حملے نقصانات اور مجرمانہ مزاحمت کے بعید واقعات ہوئے۔ اس قسم کے جرمون کی طویل فہرست مقدمات جنمین دوران فساد سزا دیگئی مفصل بیان کرنے مین بڑی دردسری ہوگی۔ اس سے کم نقصان وہ نہین اور شاید زیادہ عام اور چارون طرف پھیلے ہوئے واقعات مجرمانہ ترغیب دلانے کے تھے۔ جنمین مین نوٹسین یا خطوط بذریعہ ڈاک بھیجکر فروشندگان یا خریداران مال کو ذاتی یا جماعتی طور پر آتش زنی یا قتل یا کسی دیگر حملے کا خوف دلایا جاتا تھا۔ معمولی زمینداران۔ مہاجان اور ہر قسم کے دوکانداران۔ ہر درجہ کے مواضعات اور قصبہ جات کے باشندگان نے استدعا کی کہ اپنے معمولی پیشون کے جائز کامون مین اس دست اندازی سے بچائے جائین اور اکثر اوقات اس قسم کی محافظت ناممکن ہوگئی اور یہ کہ ایسی دھمکیان محض فضول طور پر نہین دی گئی تھین۔ اُن سنگین واقعات سے جو ظہور مین آئے قطعی طور پر ثابت ہوگیا ہے زیادہ عام اور دشواری سے دفع ہونے والی اور اُن زبردست طریقون سے زیادہ مصیبت برپا کرنے والی قومی ایذا رسانی تھی جو اُن لوگون پر کی گئی جو بائیکاٹ کرنے والون کے احکام کی متابعت مین ناکامیاب ہوئے۔

جد و جہد کی پوری تواریخ مین یہ ایک نہایت ہی سنگین واقعہ تھا۔ اور گورنمنٹ کو بھی امن پسند اور پابند قانون لوگون کے مصائب پر افسوس ظاہر کرنا پڑا۔ ہندو سوسائیٹی کی نوعیت اس قسم کی مجبوری کے آگے بہت جلد سر جھکانے کو طیار رہتی ہے اور کوئی سزا قومی اخراج سے بڑھکر جبکہ وہ بیرحمی کے ساتھ کسی پولیٹکل مقصد کے لئے کام مین لایا جاتا ہے زیادہ خوفناک نہین ہے۔ بائیکاٹ کے جد و جہد کی ایک نہایت سنگین شکل گورنمنٹ کے برخلاف عام جلسون تقریرون

دوروں، اخباروں، رسالوں، گیتوں، بھڑکیلے اور پُرشور جلسوں اور تھیٹر مین تماشوں کے ذریعہ سے متواتر کوشش عداوت کو ترغیب دینے کی تھی۔ ہر ایک کوشش لوگوں کو اس امر کے ترغیب دلانے کی کیگئی کہ گورنمنٹ اون کی مخالف ہے۔ بیرحم اور بے پرواہ ہے اور بائیکاٹ اور اسی قسم کی دوسری تدابیر اوسکو بہتر راستہ پرلانے کا ذریعہ ہین۔ بعض نہایت ہی خراب مجرمان کا بموجب قانون کے چالان کیا گیا اور انکو اون کے جرایم کی سزا ملیئی مگر ان ذرایع سے یہ ناممکن ہے کہ اوس نقصان کو جو انھون نے پہونچایا ہے دفع کردیوین یا مٹا دیوین۔

ایک دیگر امر ہے جو بحالت موجودہ بہت ہی نامبارک معنی رکھتا ہے اس تحریک کے ترقی دہندگان کے دلونمین یہ افسوسناک خیال پیدا ہوگیا ہے کہ اون کی تحریک نوجوانان ملک کے ذریعہ سے نہایت ہی عمدہ طور سے پھیل سکتی ہے۔ اور ان کی تدابیر نہایت عمدہ طرح سے عمل مین لائی جاسکتی ہین اس کارروائی سے موجودہ حالت مین نہایت خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ نہایت مضبوطی کے ساتھ پولیٹکل مقاصد طلبا اور نوجوانون کے ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی مذمت کیجاوے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خام عقل اور اثر پذیر دلون مین زہر پھیلے ہوئے اضلاع کے چارون طرف جوش کا دریا موجزن ہو رہا ہے پہلے پہل اس صوبہ مین یہ خرابی پولیٹکل جلسون مین چاہے وہ کیسے ہی قابل اعتراض اور مخالفانہ ہون نوجوانون کے سب سے آگے قدم بڑھانے سے ظاہر ہوئی۔

اس عجیب واقعہ سے قدرتًا طلبا کے درمیان بیضابطگی کی بیشمار مثالین پائی گئین جن کی گورنمنٹ مجبور ہے کہ بار بار مذمت کرے نہایت اثر پذیر نوجوانون کے دلون پر اور خاصکر اون لوگون پر جن کو بسر اوقات کا ذریعہ حاصل ہوگیا اور ایک پیشہ ملگیا۔ اسقدر گہرا اثر پڑا ہے جسکا بلاشک کبھی ان سنجیدہ لوگون کو بھی جنھون نے اس افسوسناک تحریک کی ابتدا کی تھی خیال ہوا تھا۔ مابنہمہ مسلسل جرایم جن مین شریف خاندانون کے نوجوان شریک ہوتے رہتے ہین خیال کیا جاسکتا ہے کہ براہ راست پولیٹکل عہد جدید کے جوش کیوجہ سے ظہور مین آئے۔ یہ ناممکن ہے کہ اس کے متعلق قومی اسکولون کے طریق کا جسکی تین ممنوع کانفرنسون مین تعریف ہونے والی تھی اور جس کا حوصلا اسی قسم کے اور جلسون مین جو ہو رہے ہین دلایا جارہا ہے ذکر نہ کیا جاوے۔ اس صوبہ مین گذشتہ چند سال کے عرصہ مین ان اسکولون کی روئداد خراب رہی ہے۔ یہ اسکول سرکاری طریق

تعلیم کے خلاف جو سچا قومی طریق ہے علانیہ مخالفت کے طور پر قایم کئے گئے تھے اوران مین سے متعدد نہایت
اہم اسکیل اس مقصد کے لئے کھولے گئے تھے کہ ان مین وہ لڑکے داخل ہون جو دیگر اسکولون مین نہایت
ہی قابل اعتراض پولیٹکل جلسون مین شریک ہونے کی وجہ سے نکال دیئے گئے تھے یا انکو اخراج اسکول
کی سزا ملی تھی۔ اون کے بعد کی تواریخ ہوس جوش کے موافق پائی جاتی ہے جس سے اون کی بنیاد پڑی
اور انکا تعلیمی تعلق ایسے قسم کے پولیٹکل جدوجہد کے ساتھ جو کسنون کے اوپر نہایت مضر اثر ڈالتی تھی
اکثر افسوسناک واقعات سے ظاہر ہو گیا ہے۔ اگر ہم موجودہ حالت پر پھر سے نظر ڈالین تو ہم کو معلوم ہوتا ہے
کہ گذشتہ سال سے اس بیماری کی خراب حالت مین کچھ کمی آگئی ہے۔ بہت سے معقول پسند باشندگان
اوس بیہودہ جوش سے جو بلا وجہ ناراضی اور مصائب کا باعث ہوتی ہے عاری آگئے ہین۔

اب بائیکاٹ کے جوش مین کمی آگئی ہے اور معمولی شہری باشندگان پر جدوجہد کرنے والے
لیڈران کا اثر کم پڑتا ہے مگر باوجود اسکے دو واقعات ظاہر ہو رہے ہین اولاً مقامی لیڈران نے عام
طور پر ذرہ بھر بھی بائیکاٹ پر زور دینے مین اپنی کوششات کم نہین کین۔ اور جس مقام پر انہون نے
آرام کرنے کی علامات ظاہر کین اون کے سرداران طیار ہوگئے کہ اونکو آگے بڑھنے پر مجبور کرین۔ دوئم
ہمارے نوجوانون مین برگشتگی نہایت ہی خوفناک حالت تک پہونچ گئی ہے۔ اور یہ صرف جرائم کے
نکتہ نظر اور اس بے امنی کے خیال سے نہین ہے جو اس سے پیدا ہوتی ہے بلکہ اون کے چال چلن
کی عام حالت کے خیال سے اور آئندہ نسل کی نسبت آئندہ خیال سے بھی ہے۔ بہت سے والدین
اپنے لڑکون کی رہنمائی کرنے۔ قابو مین رکھنے اور ان پر رعب رکھنے مین ناکامیابی کے لئے افسوس کرنیکو
نہایت ہی خراب وجہ پیدا ہوگئی ہے۔

سالگذشتہ کی ۷ اراگست کو قسمت ڈہاکہ کے ہرایک ضلع کے صدر مقام مین اور بہت سے اندرونی
مقامات مین بائیکاٹ کے جلسے کئے گئے ہر مقام پر بائیکاٹ کرنے کیلئے ازسر نو قسم کہائی گئی اور متعدد
جلسون مین ایسی تقریرین کی گئین جنکی رغبت اور منشاء ازسر نو عداوت کی ترغیب دینے اور بائیکاٹ
کے لئے سرگرمی پھیلانے کا تھا۔ ۱۶-اکتوبر کے لئے رسمیات سرگروہان کے حکم سے جو کلکتہ کے اخبارات
مین شایع کردیا گیا تھا مقرر کردیئے گئے اور مقامی لیڈرون نے سخت کوشش کی کہ ان ہدایات پر
عمل کرین۔ راکھی بندہن۔ اشنان بخت خندہ کہانے سے پرہیز اور بائیکاٹ کے لئے ازسر نو سنجیدہ

طور پر قسم کہانا اصلی شکل رسمیات کی تھی۔ بعض مقامات پر عام جلسے منعقد کئے گئے اور پھر متعدد
مقررون کی تقریرین نہایت قابل اعتراض ہوئین۔ ضلع کی کانفرنسین اور دیگر اوسی قسم کے جلسون
نے سال کے پروگرام مین اپنا معمولی اہم حصہ لیا۔ قسمت ڈھاکہ مین ہملا کانڈی۔ فریدپور۔ اور ہمکسان
کاسون کے لئے خاص مقامات تجویز کئے گئے تہے۔ رزولیوشن مختلف قسم کے تھے مگر اون کے الفاظ
ملایم اور محفوظ شکل کے تھے۔ ان تقریرون مین بائیکاٹ کی رائے نہایت ہی سختی سے دیگئی تھی اور
ایسے خیالات ظاہر کئے گئے تھے جو پولیٹکل اور سوشیل حالت کی نہایت ہی خوفناک شکل تایم رکہنی کی
طرف رغبت دلانے والے تھے۔ اسی قسم کی کانفرنسین جنمین بائیکاٹ نے نمایان حصہ لیا تھا۔
اور جن مین گورنمنٹ کے خلاف عداوت کا جوش دلایا گیا تھا۔ اگست اور ستمبر مین مقامات پنیا اور
دنیا جیپور مین ہوئین۔ اور ماہ اکتوبر مین ضلع سلہٹ مین سلسلہ وار جلسے منعقد ہوئے۔ ضلع فریدپور کے
ایک حصہ مین جسکی متزلزل حالت کچہ ہی عرصہ سے باعث تردد تھی باشندگان قریب قریب تمام شودر ہین
ظاہری مقصد ان جلسون کا یہ تھا کہ رعایا کی سوشل حالت کو ترقی دیجائے۔ مگر جو حالات اخبارات مین
شایع ہوئے ہین اون سے معلوم ہوتا ہے کہ تقسیم بنگال کے خلاف جدوجہد ہوئی اور بدیشی مال سے
بائیکاٹ پر زور دیا گیا اور قومی حقوق کا وعدہ صرف بائیکاٹ کے لئے قسم کے وعدہ کے معاوضہ یا
مکافات کے طور پر کیا گیا تھا۔ اس قسم کے حالات کی غیر محدود مدت تک قائم رہنے کی اجازت نہین
دیجا سکتی تھی اور یہ ظاہر ہوا کہ جلدی یا دیر مین اور جسقدر جلد ہو اوسی قدر بہتر ہے کہ یہ شر دور کر دیا جائے
اور صوبہ کے باشندگان کو موقع اسبات کا دیا جائے۔ جسکی اون کو خواہش اور ضرورت ہے کہ اپنی
معمولی حالت سے وہان آباد ہون اور اپنے مادی اور اخلاقی ترقی کے لئے گورنمنٹ سے مشارکت
کرین۔ ایسی حالت تھی جبکہ دوسری کانفرنس ضلع گذشتہ فروری مین ضلع نواکھالی مین منعقد ہوئی
تھی۔ یہان بھی جو رزولیوشن پاس ہوئے وہ ملایم یا محفوظ بیانات کے ساتھ کئے گئے۔ یہان بھی
تقریرون اور گیتون کے متعلق جو کارروائیان کی گئین وہ بہت قابل اعتراض تھین۔ اور ظاہرا اُن
برائیون کے بڑہانے کے لئے تھین جن کو ہم جڑ سے اوکھاڑنے کی کوشش کر رہے ہین۔

گورنمنٹ کی کارروائیون اور حکمت عملی کی دیدہ و دانستہ غلط بیانی کی گئی۔ یہ کوشش کی
گئی ہے کہ مسلمانون کو اس خیال کا جوش دلایا جائے کہ گورنمنٹ اونکے اوپر ہندو بھائیون کے

درمیان نفاق پیدا کرنا چاہتی ہے اور غلط شر انگیز مسئلہ کا غلط یا گیا کہ برطانیہ اعظم کی خود غرضانہ
حکمت عمل سے ہندوستان تباہ ہو رہا ہے۔ قبل اس کے کہ ان افسوسناک کارروائیوں کی رپورٹ
گورنمنٹ کو پہونچے اطلاع ملی کہ اسی قسم کے جلسے ایسٹر کی تعطیل میں ضلع میمن سنگھ کے مقام تخیل
مین ضلع باقر گنج کے مقام ٹیکولی مین اور ضلع زید پور کے مقام نیک مین دوبارہ منعقد کئے جاویں
ساتھ ہی اسکے افسران ضلع کے ذریعے گورنمنٹ کو یہ اطلاع ملی ہے کہ بہت سے جوش پھیلانے
والے صوبہ کے بیرونجات سے آنیوالے تھے جو ان جلسون مین تقریر کرین گے۔
اس لئے اس خوف کی ہر طرح سے وجہ تھی کہ جو جو نقصانات پہلی کانفرنسون سے پہونچے
تھے وہ زیادہ پختہ طور پر ہوشیاری سے ترتیب دیکر پھیر پہونچائے جائین گے۔ یہ برداشت نہین کیا
جا سکتا تھا اور اسلئے افسران ضلع کو ہدایت کی گئی تھی کہ جلسون کے محرکان سے رزولیوشنون اور
مقررون کے متعلق دریافت کرین۔ مقام ٹیکولی سے اطلاع ملی جس سے ان خطرون کی تصدیق ہو گئی۔ یہ بلا خوف
بیان کیا گیا ہے کہ بائیکاٹ کا رزولیوشن تقسیم بنگال کے خلاف اعتراض کرنے کیلئے ہے اور اسکا
ارادہ ظاہر کیا گیا کہ یہ نقصان وہ جدوجہد اسوقت تک متواتر جاری رہے گی جب تک گورنمنٹ
مجبور ہو کر تقسیم بنگال کو منسوخ نکر دے۔ مزید بران اس کی کوئی ذمہ داری نہین کی گئی کہ بیرونجات
کے جدوجہد کرنے والے جن کے آنے کی اُمید تھی جلسہ مین تقریر نکرین گے۔
دیگر دو مقامات سے جو اطلاع وہ مبہم اور غیر اطمینان بخش تھی۔ ایسی حالت مین مین نے محسوس
کیا کہ مین اوس رعایا کے ساتھ جسکی حکومت مجھ کو سپرد کی گئی ہے اپنے فرض ادا کرنے مین کوتاہی
کرتا اگر مین اونکی اون ذرائع سے جو اس مطلب کے لئے قانون نے مہیا کئے ہین۔ حفاظت نکرتا
اسلئے یہ تصفیہ کیا گیا کہ ان تین اضلاع مین ایکٹ انسداد جلسہائے مفویانہ کے بموجب جلسون کو
روک دون۔ ساتھ ہی اسکے افسران ضلع کو اطلاع دیگئی کہ اگر وہ پروگرام کی نوعیت اُن رزولیوشنز
سے جو زیر مباحثہ تھے اور اُن صاحبان سے جو تقریر کرنیوالے تھے مطمئن ہون کہ یہ جلسے مثل دیگر
بہت سے جلسون کے جو پیشتر ہوئے تھے بغاوت اور عداوت کی ترقی دینے کیلئے اور امن عامہ
مین خلل ڈالنے کیلئے منعقد نہ کئے جائین وہ اون اختیارات سے کام لین جو اونکو ایکٹ مذکورہ بالا کی دفعہ ۵
کے بموجب دئے گئے ہین اور جلسون کے منعقد ہونے کی ممانعت کردین افسران ضلع کل حالات پر خیال

کہکے مطمئن نہین ہوسے اور بدین وجہ انھون نے جلسون کی مخالفت کروی اون کے اس کام کو مین پورے طور پر پسند کرتا ہون "۔

ایڈیٹر کے مختصر نوٹ

جبریہ تعلیم آنریبل مسٹر گوکہلے نے گزشتہ مہینے مین سپریم کونسل مین جو جبریہ اور مفت تعلیم کی تحریک پیش کی تھی افسوس ہے کہ کونسل نے اسکو منظور نہین کیا مگر خوشی اور اطمینان کی بات ہے کہ گورنمنٹ اسکے خلاف نہین ہے بلکہ موید ہے۔

—— جو تقریرین کونسل مین ہوئین اون کے پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے اور نیز جنکو اس کی کرید بنی رہتی ہے اونکو اول سے علم تھا کہ گورنمنٹ آف انڈیا کئی سال سے (یعنی آنریبل مسٹر گوکہلے کی استدعا سے بہت پہلے سے) خود اس مسئلہ پر غور اور اپنی لوکل گورنمنٹون سے اس بارہ مین خط وکتابت کر رہی تھی۔ جو اسکا ثبوت کافی ہے . . . . کہ انگریز حکام ہندوستانیون سے کم ملک ہند کی خیر خواہ نہین ہین اور تمام وہ مسائل جن سے ہندیون کی بہتری ہے خود اونکے پیش نظر رہتے ہین

—— ذمہ دار سرکاری ممبرون نے صرف اسی بنا پر اس مفید اور ضروری رزولیوشن کو اس وقت پاس کرنے کی تائید نہین کی کہ اس کی وجہ سے جو خرچ بڑھ جاویگا اس کی فکر کرنا ہے اور نیز بعض دوسرے مسائل پر جو بعض لوکل گورنمنٹون نے اسکے متعلق پیش کی ہین اور زیر غور لانا ضرور تھا۔ مگر تاہم سرکاری بیان سے گورنمنٹ کی پوری ہمدردی عام تعلیم کو مفت اور جبریہ کر دینے کے باب مین ٹپکتی تھی اور کچھ شبہ نہین ہے کہ ہماری سرکار جسقدر جلد ممکن ہو گا اسکا انتظام کریگی۔

—— ہم اس تحریک کو (یعنی جبریہ تعلیم کی تحریک کو) اس وجہ سے خاصکر اہم جانتے ہین کہ ہماری رائے مین مسلمان تعلیمی معاملات مین اسوقت تک سیدہی راستہ پر نہین آئینگے جبتک کہ اونکو زبردستی پڑہایا نجائیگا اور یہ ہی وجہ ہے کہ ہمکو وہ ایک ایک دن بھاری ہے جو جبریہ تعلیم کے ہونے مین کٹ رہا ہے۔

پراونشل پولٹیکل کانفرنس بنارس جیسا کہ ہم کو خوف تھا اس سے کچھ زائد جناب حافظ عبدالرحیم صاحب

پریزیڈنٹ کا ایڈریس مسلمانون کے مذاق فوائد اور خیالات کے خلاف نکلا جسکو ہم نے یکم اپریل کے اخبار ہندوستانی مین پڑہا - مگر قابل اطمینان کی بات یہ ہے کہ مسلمان کمیونٹی کی یہ رائے نہین ہے بلکہ یہ صرف حافظ صاحب کی ذاتی رائے ہے - اور غالباً جناب حافظ صاحب خود بھی اسکو اچھی طرح محسوس کرتے ہین -

حافظ صاحب کے ایڈریس کی تردید کیواسطے اُسی قدر سطرون اور لفظون کی ضرورت ہے جسقدر کہ اوس ایڈریس مین ہین کیونکہ ہم ایک ایک لفظ اور فقرہ سے اون کے متفق نہین ہین - لیکن چونکہ یہ خیالات کچھہ جدید نہین ہین اور ہم نے ان کی مخالفت مین وقتاً فوقتاً بحث کی ہے اسواسطے از سر نو جواب دینے کو ہم صرف ایک دردسری جانتے ہین - ہماری پرانی تحریرین اور رسالے ان کی کافی تردید ہین - ہم کو یقین ہے کہ گورنمنٹ اون کی آواز کو صرف اون کی اپنی آواز تصور کریگی - مسلمانون کی قوم ان خیالات مین ہرگز حافظ صاحب کی ہم رائے نہین ہے -

طالب علم اور جرائم

ذیل کا اقتباس سر چارلس بیلی رزیڈنٹ حیدرآباد کی اوس اسپیچ مین سے ہے جو انہون نے ۱۴ مارچ کو سکندرآباد مین محبوب کالج مین انعام تقسیم کرتے وقت فرمائی تھی اور ناچیز ایڈیٹر العزیز اوس کے ایک ایک لفظ سے اتفاق کرتا ہے۔ بیلی صاحب نے فرمایا: میرا فرض ہے کہ ایک اس سے بھی زیادہ ضروری معاملہ کے متعلق کچھہ بیان کرون جو گزشتہ تین برسون کے اندر بہت ہی نمودار ہوگیا ہے اور جسکے مہلک نتائج پیدا ہو رہے ہین اور وہ خوفناک امر یہ ہے کہ طلبہ اور نوجوان اشخاص بعض اوقات اُس مقصد کیلئے جو پولیٹیکل جوش وخروش کہلاتا ہے آپسمین اتفاق اور اتحاد قائم کرتے ہین - مین خوشی کے ساتھہ بیان کرتا ہون کہ یہ امر میری سماعت مین نہین آیا کہ اس کالج کے لڑکے فتنہ پردازانہ تحریکون مین شریک ہوتے ہین لیکن جیسا کہ آپ سب لوگون کو معلوم ہے یہ خطرہ ہمارے بہت ہی قریب پہونچگیا ہے اور ہم اسکی طرف سے اپنی آنکھین بند نہین کرسکتے ہین - گزشتہ تین سال کے تاریخی حالات سے معلوم ہوگیا ہے کہ یہ خطرہ اصلی حیثیت کا ہے اور شاید اُسکے متعلق کوئی امر اس سے زیادہ نمودار یا افسوسناک نہ ہوگا جو آج کے اخبارون کے ذریعہ سے منکشف ہوا ہے کہ ناسک مین مسٹر جیکسن کے قتل سے جن لوگون کا تعلق تھا انکا انجام کیا ہوا اُن مین سے تین آدمیون کو سزائے موت دیگئی اور تین آدمیون کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی جن لوگون نے

شہادت کو پڑھا ہے اُن مین سے کسی کو شبہ ہو گا کہ جو سزائین دیگئی ہین وہ واجبی تھین یا نہ ہو ن
اس امر کے یہ غیر ممکن ہے کہ اس جرم سے نفرت اور بیزاری ظاہر کرتے پر بھی اُن بدنصیب اور گمراہ نوجوانو
کے حال پر تاسف نہو۔ جنہون نے ایک معزز اور عالی دماغ جنٹلمین کو قتل کر ڈالنے کا ارادہ کیا جسکی
ساری زندگی ہندوستان کی خدمت مین صرف ہوتی رہی۔ پھر اس قسم کی یہی ایک واردات نہ تھی
جو ناسک مین واقع ہوئی ہو بلکہ اس طرح کی دوسری وارداتین بھی گو رچکی ہین میرے دوستو اس
بات کی کوشش کرو کہ جہانتک تمہارے اختیارات مین ہے۔
اب اسطرح کا کوئی اور واقعہ نہ گزرنے پائے اس قسم کے جرائم کے جو از کی نسبت یہ بیان کیا گیا ہے
کہ انکا ارتکاب ملک کی بہبودی کی غرض سے کیا جاتا ہے لیکن اسمین ملک کی بہبودی کیا ہے ایک
بیقصور اور معزز شخص کے قتل کرنے سے ہندوستان کو آخر کیا فائدہ پہونچا اگر تم ہندوستان کی بہبودی
کے طالب ہو تو اپنے دماغون یا اپنے ہاتھون سے اسکے لئے کام کرو لیکن ہر حالت مین مردون کا
کام کرو بدنصیب قاتلون کا کام نہ کرو۔ مین طلبہ کے والدین سے خطاب کرکے یہ کہتا ہون کہ تم سے
میری التجا یہ ہے کہ اپنے اطفال کے چال چلن درست کرنے کی کوشش کرو اُن مین فرمان قبول
کرنیکی عادتین پیدا کرکے انہین اس قابل بنا دو۔ کہ وہ اپنی زندگی کا کاروبار کرنے کے قابل ہوجائین
اور اس امر سے اُن کی حفاظت کیئے رہو کہ پولیٹکل دباؤن کا اثر انپر نہ پڑے اس بات کو یاد رکھو کہ تم
مین جو لوگ زیادہ مُسن اور زیادہ معزز ہین وہ ان تحریکون سے الگ ہین اور اُن لوگون کے
طریقون سے تعلق نہین رکھتے جو اس زمانے کے نوجوانون کو ارتکاب جرائم کی ترغیب دیتے اور دوسرو
سے ان کامون کی فرمایش کرتے ہین جنکے عمل مین لانے کی خود انہین جیرت نہین ہوتی۔

طالب علم اور کاروبار

ذیل کی سطرین حضور گورنر بمبئی کی اوس اسپیچ مین سے نقل کیجاتی ہین جو ۳۰۔ مارچ کو آپنے سر جمشید جے جی بھائی اسپتال مین انعام کو تقسیم کرتے وقت فرمائی۔ اُمید ہے کہ طالب علم اور اُن کے رہنما اونکو بغور ملاحظہ کرین گے ہم اس منشار
و نصیحت کی تائید کرتے ہین۔ گورنر بہادر نے اپنی تقریر مین بیان کیا کہ مجھے بغیر اس امر کے
بیان کئے ہوئے رہا نہین جاتا کہ ہندوستان مین اکثر کالجون کی اصل غرض یہی سمجھی جاتی ہے کہ
کہ کوئی نہ کوئی ڈگری حاصل کیجائے اور اگر وہ ڈگری حاصل کیجاتی ہے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ بغیر کسی

اگر ایسی جگہ نہین ملتی تو گورنمنٹ کو اسکی
زیادہ [illegible] تنخواہ کی ملازمت ملے اور [illegible] ہم سب کو یقین کرنا چاہیے کہ ڈگری ایک حد
[illegible] کی اجازت [illegible] شروع ہوتا ہے۔ ہندوستان اور
[illegible] لیاقت حاصل کرنے کی [illegible] زندگی کا اصل کام [illegible]
[illegible] ڈگری یافتہ شخص کو دیکھنا چاہیے کہ [illegible] اوصاف پائے جاتے ہین اور
[illegible] صرف امتحان دینے کے ذریعہ سے نہین [illegible] کے ذریعہ سے کامیابی حاصل کرنے
کی کوشش کرنی چاہیے

تقسیم بنگال

[illegible] کے قانون کونسل مین بجٹ پر مباحثہ کے وقت افسوس ہے
کہ تقسیم بنگال کے خلاف کانگریس پارٹی نے [illegible] زور دیا۔ تقسیم بنگال کا سوال اس وجہ سے تو قابل
ملامت نہین ہے کہ بنگال کے دو صوبے کیون بنا دیے گئے۔ مگر اس وجہ سے ضرور قابل افسوس
ہے کہ اہل بنگال [illegible] ان کے [illegible] جا رہے ہین اور ہرگز نہین سمجھتے کہ
اس پر بحث کو طوالت [illegible] مسلمانان ہند اور مسلمانان مشرقی بنگال کو سخت ناگوار ہے۔

ہم نے جیسا بارہا کہا ہے پھر اس کو ظاہر کرتے ہین کہ حضور لارڈ کرزن سلمہ اللہ
تعالی کی بہترین پالیسی یہ ہے کہ انہون نے بنگال کو دو صوبون مین تقسیم کر دیا۔ بنگالیون کا جو
دماغ چلگیا تھا۔ (جیسا کہ اونکے لیڈرون کو پرانی اسپیچون اور موجودہ لوٹ کھسوٹ اور وارداتے
پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے) ہر طرح اسکا مستحق تھا۔ کہ ایک مدبر اسکو فراموش نکرے۔ سوائے
اس کے مشرقی بنگال مین چونکہ پچہتر فیصدی مسلمان ہین اسواسطے بہ طرح لازم تھا کہ وہ ایک
جداگانہ لوکل گورنمنٹ کے سپرد کیے جائین تاکہ اون کی حالت کی اصلاح ہو سکے۔

بجٹ میٹنگ مین یہ دکہایا گیا ہے کہ مشرقی بنگال کا جداگانہ صوبہ بنانے
سے خرچ بڑہ گیا ہے۔ جسکا یہ جواب سرکاری طرف سے بہت معقول ہے کہ اگر جداگانہ صوبہ نہ بھی
بنایا جاتا فی بنی موجودہ حالت سے اوسکا خرچ بڑہجاتا۔ علاوہ ازین ہماری رائے مین ایک نیکی کے کام
اور ضروری کام مین اگر کچھ خرچ بڑہجائے تو بھی ہرگز لائق اعتراض نہین ہے۔

ہم تمام تر اپنی خوشی آنریبل مسٹر مظہر الحق صاحب کی اوس حرف گیری کے
اوپر ظاہر کرنا چاہتے ہین جو انہون نے اوس طرز بیان پر کی جو تقسیم بنگال کے اوپر بحث کرنے مین

بعض کانگریسی ممبران کونسل نے کی اور جس حرف گیری کی جواز پر آنریبل دادابہائی نے اعتراض کیا مگر ہماری روشن ضمیر اور بہترین مدبر ارل منٹو نے فرمایا ہے۔ کہ مسٹر عبد الحق کا بیان قاعدہ کے خلاف نہیں ہے۔ ہم اپنے ناچیز مبارکباد اور شاباش آنریبل مسٹر مظہر الحق کو دیتے ہیں اور ہم صاف کہتے ہیں کہ ہمکو ایسے ہی ممبران کی ضرورت ہے۔ ہم اسپر بھی اپنا اطمینان ظاہر کرتے ہیں کہ کل مسلمان امپیریل کونسل نے تقسیم بنگال کی حمایت کی۔ جیسے کہ آنریبل نواب سید محمد خانصاحب نے بھی اس مسئلہ کو چھیڑنے کو نامناسب کہا۔ آنریبل مسٹر شمس الہدیٰ کے الفاظ نہایت لطف دیتے ہیں انہون نے فرمایا کہ تقسیم بنگال سے مسلمانون کو بہت فائدہ پہونچا ہے۔ میرے ذی علم دوست مسٹر باسو نے جو کہا ہے کہ میرا دستخط بھی اوس کاغذ پر ہے جو مخالفت تقسیم مین لکھا گیا تھا۔ یہ سچ ہے۔ لیکن اس امر کے کہنے مین مجھے کچھ شرم نہیں ہے کہ مین اس دو چار سال کے عرصہ مین زیادہ عقلمند ہو گیا ہون۔

ندوۃ العلماء کوئی اس سے زیادہ خوشی نہین ہے کہ مسلمان تعلیم کے تمام اقسام پر اپنی توجہ مبذول کر رہے ہین چنانچہ ہم نے اس توجہ کو جو ندوۃ العلما کے بارہ مین مسلمان برتتے رہے ہین ہمیشہ نہایت خوشی سے دیکھا ہے۔ اور جو جلسہ گذشتہ مارچ کے آخری ہفتہ مین دہلی مین ندوۃ العلما کا ہوا وہ ہر طرح قابل اطمینان ہے۔

——— علیگڈہ انسٹی ٹیوٹ گزٹ مطبوعہ ۳۰ مارچ مین ندوۃ العلما کی کارروائی کی بابت لکھا ہے کہ دو اہم رزولیوشن جو ندوہ کے اس جلسہ مین پاس ہوئی وہ یہ تھے۔ (۱) ندوہ مسلمانون کی مذہبی تعلیم اور دینی امور کا مرکز تسلیم کیا جائے (۲) اشاعت اسلام کا مرکزی کام ندوہ کے سپرد کیا جائے ہم اس پر کچھ دوستانہ نکتہ چینی کرینگے۔ صرف "مرکز" کے لفظ پر ہمکو ہم مخالف ہین۔ (دینی امور کا مرکز) صرف قرآنمجید اور احادیث شریفہ اور علم فقہ ہے جو شخص ان کے سمجھنے کی قابلیت رکھتا ہو وہ صاحب فتویٰ ہو سکتا ہے خواہ وہ ندوۃ العلما کا رکن و ممبر ہو یا نہو اور خواہ وہ کسی مدرسہ کالج یا یونیورسٹی کا ہو یا نہو۔ پس ندوۃ العلما کے مرکز بننے کی تحریک قابل تائید نہین ہے۔ سوائے اسکے ندوہ کا امور دین کے مرکز ہونے کا خیال ہماری رائے مین ندوہ اور مسلمانون دونون کے حق مین مضر ہے جس سے بچنا چاہیئے۔ اشاعت اسلام

کی طرف توجہ کی جاے شبہ بہت ہی ضرورت ہے اگر ندوۃ العلما اس کمی کو پورا کرسکتا ہے تو کہنا چاہیے کہ اُس نے سب کچھ کردیا۔ مگر تاہم اس کام کو بھی ہم ندوۃ العلما کے ہاتھون مین بعہدہ کردینے کے خلاف نہین۔ ندوۃ العلما کو بھی یہ کام کرنا چاہیے اور اگر کوئی اور گروہ بھی مثلاً علماء دیوبند یا انجمن ہدایت الاسلام دہلی یا حضرات کانپور اس ضروری کام کو کرنا چاہین تو اسکو بھی کرنے دینا چاہیے۔ ہماری راے مین مقابلہ (کمپیٹیشن) بہ نسبت مرکزی خواہش کے بہرحالت مین زیادہ مفید ہے۔ ندوۃ العلما کے تذکرے کے وقت شمس العلما مولانا شبلی کی مسلسل اور سنجیدہ کوششون کی تعریف نہ کرنا جنکی وجہ سے ندوۃ العلما۔ ندوۃ العلما ہوگیا ایک صریح ناشکری ہوگی۔

حضور وایسراے کی آخری اسپیچ

ہمنے نہایت افسوس سے ان الفاظ کو پڑھا جو حضور وایسراے ارل منٹو نے اس بارہ مین فرمائے کہ یہ اسپیچ اون کی آخری اسپیچ ہے اگرچہ انگریزی قوم ایک ایسی عالم فاضل اور مدبر قوم ہے کہ اسکا ایک ایک فرد بہتر ہونے کا دعوے کرے تو بیجا نہین ہے مگر حضور لارڈ منٹو نے جس طرح حکومت ہندوستان پر کی ہے وہ زمانہ دراز تک محبت سے یاد کیجاے گی۔ حضور ممدوح نے غالباً ۔۔۔ شہ مین بمقام لکھنؤ جسطرح فرمایا تھا کہ وہ اہل ہند کو مزید حقوق اور بدمعاشون کو سزا دینے مین کوتاہی نہین کرینگے ویسا ہی عمل حضور کا رہا۔ اور آپ نے ثابت کردیا کہ بڑون کا قول اور فعل یکسان ہوتا ہے۔ مسلمانون کے حقوق کی تائید فرماکر حضور لارڈ منٹو نے جس مدبری اور انصاف پسندی کا ثبوت دیا ہے وہ ہر طرح بے نظیر کہے جانے کے لایق ہے۔ مشرقی بنگال کی تقسیم کے قایم رکھنے پر باوجود حد سے زیادہ بیجا شور و غل کے جو استقلال وایسراے بہادر نے ظاہر فرمایا ہے وہ بڑی قدر کے لایق ہے اور مسلمانون کو یقین رکھنا چاہیے۔ انگریزون کے ہاتھ سے ناانصافی کا ہونا کسی طرح ممکن نہین ہے۔ حضور کی مہربانیون اور شفقتون کے اوپر ہم کو یہ دیہاتی گنوار فقرہ یاد آتا ہے کہ (ہم کیا ہماری آنتمان دعا دین گی) حضور لارڈ کرزن نے جس روشن ضمیری سے مشرقی ہند کے ہمارے اخوان دین کو خرابی سے نکالا۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اوسی روشن ضمیری سے حضور لارڈ منٹو نے اس فیصلہ کو برقرار رکھا۔ ہماری دلی دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اُن دونون کو بڑی

بری عمرین عطا کرے اور انگریزی قوم کو جس نے ایسی مدبر ہمکو دیئے دائم و قائم رکھے۔

——— اب ہم حضور ممدوح کی اوس اسپیچ کے آخری چند فقرون کو جسکو حضور نے آخری اسپیچ فرمایا ہے اپنے اہل ملک اور خصوصاً اپنے اخوان دین کی یاد اور غور کے واسطے نقل کر دینا ضروری جانتے ہین اور ہم امید کرتے ہین کہ وہ انکو فراموش نکرینگے۔ حضور نے ارشاد کیا۔ اب صاحبو چونکہ یہ آخری موقع ہے کہ مین اس پرانی کونسل کے جلسہ مین صدارت کرونگا مین آپ سے صرف یہ درخواست کرونگا کہ یہ خیال رکھین کہ کچھہ عرصہ تک بہت سی باتین ہماری جدید اصلاحات مین ایسی ہین جو غلط فہمی پھیلائی جاسکتی ہین اسکا آپ پر انحصار ہے کہ جو کام ہوا ہے اوسکو مضبوط کرین اون فوائد کی جنکی آپ قائمقامی کرتے ہین محافظت کا اپنے تئین قابل ثابت کرین اعتدال اور عمدگی سے اس کونسل مین آپ اسکی حفاظت کرین جس کے آپ صاحبان ممبر ہین۔ انتظامی گورنمنٹ آپ صاحبان سے اُمید کریگی کہ آپ غیر سرکاری رائے کا اظہار کرین اور آپ کی وفادارانہ امداد پر وہ لوگ بھروسہ کرینگے۔

علم اور پیشہ انسٹی ٹیوٹ گزٹ مطبوعہ ۱۳ - اپریل سنہ حال مین یہ فقرے لکھے ہین (علماء معدیات (اسٹے ٹسٹکس) بہت غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے ہین کہ موجودہ طریقہ تعلیم کی اشاعت کے ساتھہ ہی جرایم کی طرف بھی میلان بڑھتا جاتا ہے۔ فرانس کے مشہور عدد دان موسیو اوڈلف جیو نے تحقیق کیا ہے کہ اسوقت یورپ کے مجرمون مین تین چوتھائی مجرم تعلیم یافتہ ہین اور یہ کہ تعلیم کی ترقی کے ساتھہ گذشتہ پچاس سال کے اندر جرایم کی تعداد بہ لحاظ آبادی ۲۲۷ - فی ہزار سے ۵۵۲ فی ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ یعنی اس مین ۱۳۳ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے موسیو اوڈلف جیو اور دیگر علماء نے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ ان لوگون مین سے جو پیشون کی تعلیم حاصل کرتے ہین جرایم تقریباً معدوم ہوتے ہین۔

——— ایڈیٹر العزیز کی رائے مین غالباً یہ مذکورہ بالا بیان صحیح ہوگا کیونکہ صرف نوشت وخواند کا علم خواہ وہ اعلی سے اعلی درجہ کا کیون نہو انسان کے پیٹ کو روٹی اور تن کو کپڑا مہیا نہین کرسکتا۔ اور چونکہ انسان ما یحتاج کے حاصل کیئے بغیر صبر نہین کرسکتا اسواسطے کچھہ عجب نہین بغیر کسی پیشہ کی تعلیم بھی طبیعتون مین ایمانداری اور نیک نیتی پیدا کرنے کے واسطے کافی نہو۔ پیشون کے متعلق کتاب فلاح دارین مین (جو ۱۸۹۶ء مین ہم نے تصنیف کی تھی اور جسکا حق طبع ہم نے البشیر پریس

آمادہ کو پیدا ہے اور جو وہاں سے چار آنہ قیمت پر ملتی ہے۔ ہم ذیل کی سطرین نقل کرتے ہین اُمید ہے کہ اونکو مسلمان غور سے پڑہین گے۔ مولانا روم علیہ الرحمتہ کا یہ شعر بھی مصداق اس مضمون کا ہے

علم بے عملے بنا ہیچ کار ہ اسے خدا تو خود مرا محفوظ دار۔

پیشے اور حرفی پیشے اور حرفی اشخاص یا ذاتون کے ساتھ معین اور لازم سمجھنا تعلیمات اسلام مین داخل نہین ہین پیشے اور حرفے کے ذریعہ سے کمانے والون کو رسول خدا نے خدا کے دوست کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ اول حضرت عثمان غنی خلیفہ ثالث اور اصحابی بزازے کی دوکان کرتے تھے حضرت سعد ابن ابی وقاص جو عشرہ مبشرہ مین سے ہین تیر بنا کر بیچا کرتے تھے۔ حضرت زبیر ابن عوام حضرت عمر ابن العاص گوشت کی دوکان کرتے تھے۔ حضرت ولید بن مغیرہ لوہاری کا پیشہ کرتے تھے۔ حضرت عثمان ابن طلحہ کلید بردار کعبہ حضرت عوام یعنی حضرت زبیر کے والد ماجد درزی کا کام کرتے تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ ریشمی کپڑے بنوا نیکا کارخانہ رکھتے تھے حضرت امام شافعی بھی بزازی کرتے تھے۔ اسی طرح بہ اور صحابہ کرام اور علماے سلف مختلف پیشون کے ذریعہ سے روزی کماتے تھے غرضکہ مذہب اسلام کی رو سے کوئی پیشہ یا صنعت کرنا موجب ذلت وحقارت نہین ہے اور نہ سوائے ہندوستان اور ملکون کے مسلمان کسی پیشہ کو کسی ذات یا خاندان کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہین۔ ہندوستان کے مسلمان جبکہ مکہ معظمہ مین جاتے ہین تو ہر ایک شخص اپنی مرضی اور رغبت کے موافق پیشہ کرنے لگتا ہے۔ جس کے سبب سے بہت جلد اسکا افلاس جاتا رہتا ہے اور صاحب جائداد ہو جاتا ہے۔ ہندوستان کے اندر بھی بمبئی وغیرہ کے مسلمان اس کے پابند نہین ہین اور وہ سب بہ نسبت اپر انڈیا کے مسلمانون کے صاحب دولت واملاک ہین اور اپر انڈیا کے مسلمان بھی جب تک صنعت وتجارت بلا لحاظ قوم اور ذات کے شروع نہین کرین گے۔ عام آسودگی اُن مین نہین آئیگی۔

حقوق طلبی ذیل کی عبارت رفاہ پیسہ اخبار سے نقل کیجاتی ہے۔ انجمن مسلمانان بنگالہ کے سالانہ جلسہ مین شاہزادہ جہاندار مرزا نے اپنے پریسیڈنسل ایڈریس مین منجملہ اور باتون کے یہ بھی کہا تھا کہ ہندوؤن کی ترقی کا باعث ایک بڑی حد تک یہ ہے کہ وہ بڑے مستعد اور ہوشیار ہین اور اپنے حقوق و مرادی کو لگاتار گورنمنٹ کے سامنے پیش کرتے رہتے ہین اگر مسلمانون تم ان کی حالت کو اپنی حالت کے ساتھ مقابلہ کرو تو دیکھو گے کہ تم گورنمنٹ سے بس یہی کہتے رہتے ہو کہ حکم یہی وجہ ہے کہ

تم کو اوسنے درجہ دیا جاتا ہے - ہماری یعنی ایڈیٹر العزیز کی رائے یہ ہے کہ شاہزادہ جہاندار مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ (یہی وجہ ہے کہ تمکو - یعنی مسلمانون کو - ادنے درجہ دیا جاتا ہے) صحیح نہین ہے - ہم حقوق علمی کے مخالف نہین ہین - مگر اوس طریقہ طلب کے جو خاصکر بنگالے مین رائج ہے - سخت مخالف ہین اور ہم خدا سے ہر وقت دعا کیا کرتے ہین کہ خدا تعالے مسلمانون کو اس گمراہی سے دور رکھے - علاوہ برین مسلمانان ہند پولیٹیکل حقوق مین ہرگز ہندون سے گرے ہوئے نہین ہین اور وہ نہین کہہ سکتے کہ اونکو ادنے درجہ دیا گیا - بلا شبہ ملازمتون مین کہین کہین مسلمانون کی تعداد کم ہے - مگر اسکا سبب انکی عدم تعلیم اور کمی قابلیت ہے نہ یہ کہ گورنمنٹ غافل ہے یا مسلمانون کی موذبانہ خاموشی اونکو ضرر پہنچا رہی ہے -

——— اس سلسلہ مین بوجہ اس کے کہ صوبون کی اگزیکیٹو کونسلون مین ہندوستانیون کا تقرر شروع ہو گیا ہے اور اتبک تین ہندو مقرر ہو چکے ہین - اسلامی اخبارات گورنمنٹ کی توجہ اس طرف دلا رہے ہین کہ کسی مسلمان کا تقرر بھی ہونا چاہیئے - یہ ایسا مسئلہ ہے کہ ہم اسکے دل سے مؤید ہین - مگر بہتر ہو کہ تمام صوبون کے مسلمان اخبار اپنے صوبہ کے قابل کار مسلمانون کی فہرست شایع کرین کیونکہ ہمکو بہت خوف ہے کہ مسلمانون مین اعلی قابلیت والے بہت کم ہین - لیکن اسکا فیصلہ فہرستون کے شایع ہونے سے بخوبی ہوگا اور ہمکو دل سے یقین ہے کہ گورنمنٹ لایق مسلمانون کو ایسے عہدے دینے مین ایک منٹ کی تاخیر نہین کریگی - ہان البتہ بصورت قحط الرجال یہ مسئلہ گورنمنٹ سے زیادہ خود مسلمانون کے حل کرنیکا ہے - یعنی اس حالت مین اعلی قابلیت والے اور وفادار مسلمانون کی تعداد بڑہانے کی خود مسلمانون کو کوشش کرنا چاہیئے -

مخلوط و غیر مخلوط الیکشن آنریبل میان محمد شفیع صاحب نے پنجاب کونسل مین جو سوالات کئے تھے اون کے سرکاری جوابات ذیل مین درج کئے جاتے ہین ان جوابات سے مخلوط اور غیر مخلوط الیکشن کے مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے

جواب سوال اول

۱- پنجاب مین ان میونسپلٹیون کی تعداد جہان علیحدہ علیحدہ انتخاب کا طریقہ مروج ہے - ۱۰ ہین - اور لاہور - امرتسر - ہوشیارپور - ملتان - ترنتارن - شجاع آباد (واقعہ ضلع ملتان) ریواڑی - جنڈیالہ

انبالہ - جین پورہ (ضلع گورداسپورہ) (ب) مذکورہ بالا کمیٹیون مین کل منتخب شدہ مسلمان ممبرون کی تعداد ۵۴ ہے۔ منتخب شدہ ہندو ۵۶ اور ۲ سکھہ۔ (جواب سوال دوئم)

ا۔ ان میونسپلٹیون کی تعداد جہان مشترک انتخاب کا طریقہ رائج ہے ۶۷ ہے۔ (ب) ان مین کل منتخب شدہ مسلمانون کا شمار ۱۰۰ ہے۔ ہندوون کا ۱۶۲ ہے اور ۲۸ سکھہ مین۔ (ج) ان قصبون مین ۶ لاکھہ ۴۲ ہزار مسلمان ۵ لاکھہ ۶ ہزار ہندو اور ۳۱ ہزار سکھہ ہین (گویا باوجودیکہ ابادی کے لحاظ سے مسلمان ایک لاکھہ ۴۰ ہزار زیادہ ہین مگر ان کے ممبرون کی تعداد ہندو ممبرون سے ۱۹۴ بلحوظ کم ہے۔ انڈیراسٹر ناتھن نے یہی بتایا کہ چونکہ یہ اعداد صرف مردم شماری کی رپورٹ سے دستیاب ہوسکتے ہین اور اس مین ہر مذہب کے افراد کی جداجدا تعداد میونسپل قصبون مین نہین دکھائی ہے لہذا ان کی تلاش اور فراہمی مین بڑی دقت اٹھانی پڑی اور اب بھی آبادی کے متعلق باوثوق کہا جاسکتا کہ وہ صحیح ہے۔

استفسار سوم کا جسمین آنریبل میان محمد شفیع نے دریافت کیا تھا کہ آیا گورنمنٹ اس بے اطمینانی سے آگاہ ہے جو مشترکہ انتخاب کی وجہ سے کافی نیابت نہ ہونے کے متعلق مسلمانون مین پیدا ہوئی ہے مسٹر ناتھن نے جواب دیا کہ گورنمنٹ اس بات سے ناواقف نہین کہ کہین کہین مشترکہ انتخاب سے ایسی بے اطمینانی موجود ہے ہزآنر لفٹننٹ گورنر صاحب نے بھی میونسپلٹیون کی سنہ ۱۹۰۸ء کی حالت پر ریویو کرتے ہوئے ارشاد کیا تھا۔ کہ جسوقت سے ریفارم سکیم کے سلسلہ مین علیحدہ انتخاب کا مسئلہ چھڑا ہے۔ تب سے بیسیون درخواستین اہالیان قصبات کی وصول ہوچکی ہین۔ جن مین علیحدہ انتخاب دئے جانے پر اصرار کیا گیا ہے۔ ہر ایسے معاملے مین دوامیا کو بڑی احتیاط کے ساتھہ جانچا گیا ہے۔ اور ابھی فروری ہی مین جبکہ ایک میونسپلٹی مین علیحدہ انتخاب کا طریقہ رائج کرادیا گیا ہے۔ برعکس اس کے رہتک اور راولپنڈی کی شکایات کی اس طرح انسداد کرنے کی کوشش کیگئی ہے کہ آسامی خالی ہونے پر اس جماعت کے ممبر کو سرکاری طور پر نامزد کرکے لے لیا گیا ہے۔ جسکی کافی نیابت نہونیکی کی شکایت واجبی معلوم ہوئی۔

غالباً آنریبل ممبر ڈسنٹرالائیزیشن کمیشن کی رائے سے جو بہت سی شہادتون کے بعد قایم کی گئی تھی واقف ہون گے کہ وہ پنجاب کی بعض میونسپلٹیون مین مذکورہ بالا طریقہ کو قابل اطمینان

اور بیت معدودن تسلیم کرتی ہے لیکن ابھی اسکے استعمال کے حسن و قبح کی بابت اختلاف رائے باقی ہے
جہان فریق ہندی کا خیال زیادہ ہے وہان علیحدہ نیابت نے بعض اوقات بجائے باعث اتحاد ہونے
کے اسکے خلاف اثر کیا ہے۔ بہر کیف گورنمنٹ برابر اس فریق کی نیابت ناموزونگی سے پورا کرتی ہیگی
جس کا حقیقتاً حصہ کم ہے۔ نیز کافی نیابت نہونیکی شکایت کرنے والون کی دلائل پر بھی واقعات
کے لحاظ سے غور و تنقیح کرتی رہیگی۔ لیکن فی الوقت وہ ایسے طریقے کو زیادہ رائج کردینے کی نسبت
جن مین نقائص بھی مضمر ہین اور جو ایسا طریقہ رائج ہوجانیکے بعد عملاً باقی رہین گے کوئی قطعی فیصلہ
نہین کرسکتی۔

ایک عاقلانہ کاروائی ۔ حال ہین مہاراجہ نشی پور نے بنگلہ مین ایک استغاثہ شائع کیا ہے
جسمین بیان کیا گیا ہے کہ یہہ امر سخت افسوس کے قابل ہے کہ جن لوگون کا تعلق ان جرائم (قتل
ڈکیتی اور دوسری انارکیانہ حرکت) سے پایا گیا وہ قریب قریب سب کے سب ہندو اور معزز خاندانون
کے جنٹلمین ہین۔ استغاثہ مین اس بات پر زیادہ زور دیا گیا ہے کہ غیر ذمہ دار اشخاص نے نوخیز اور
نوعمر ہندوستانیون کے دلون پر گورنمنٹ اور برٹش قوم سے نفرت کرنے کے خیالات پیدا کردیئے
مہاراجہ نے سوال کیا ہے کہ آخر چند سرکاری افسرون کی جان لینے سے وہ فائدہ کیا ہوسکتا ہے
برٹش راج مین جیسا ابتک کبھی کوئی خلل نہین پڑا اسیطرح آیندہ بھی نہین پڑیگا اور وہ کوہ ہمالیہ
کی طرح اپنی جگہ پر استحکام کے ساتھ قایم رہیگا اور کسی کے ہلائے ہل نہ سکیگا۔ استغاثہ مین ان
فوائد کا بیان کیا گیا ہے جو اس ملک کو برطانیہ سے تعلق رکھنے کیوجہ سے حاصل ہوئے اور اسمین
ظاہر کیا گیا ہے کہ اس باب مین کسی کا کچھ بھی خیال کیون نہو لیکن اس امر کو ہر شخص تسلیم کریگا کہ ہم
لوگ بغیر برٹش گورنمنٹ کی امداد کے ایک قدم آگے نہین بڑھ سکتے۔ اور اگر ان باتون کی اصلاح
نہ کی گئی تو گورنمنٹ اس بات کے لئے مجبور ہوجائیگی کہ ایسے بہت سے تعزیری قوانین جاری کرے
جنکی وجہ سے بہتیرے بیقصور آدمی خواہ مخواہ حیران و پریشان اور ذلیل و رسوا ہونگے۔

اُردو یا دیسی زبانین ۔ پنجاب کونسل کی کارروائی مین یہ دیکھکر کہ اوسکی بعض آنریبل ممبرون نے
اردو مین اسپیچین دین اطمینان ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے چند مرتبہ اس رسالہ مین ظاہر کیا ہے
اب اسکی قطعی ضرورت ہے کہ دیسی زبان پر زیادہ اور خاص توجہ کیجائے۔ کونسلون کی اصلاح کے بعد

اس کی قطعًا ضرورت ہے کہ کونسلون کی کارروائی جہانتک ممکن ہو دیسی زبان مین ہوا کرے کیونکہ ملک کو اُس بیجا دباؤ سے نکالنا فرض ہے جو انگریزی دانون نے غیر انگریزی دانون پر حاصل کرلیا ہے اور جسکے بیجا بلکہ مضر ہونے سے شک وشبہ نہین رہا ہے

—— ہم کو جہانتک معلوم ہے یورپین سویلین صاحبان ابتدا خاص طور پر اُردو سیکھنے مین شوق کرتے مگر غالبًا دیسی زبان مین امتحان دینے کے بعد وہ پھر اس طرف سے غافل ہوجاتے ہین ہماری رائے مین تمام اُن یورپین صاحبون کو جنکا تعلق سرکاری ملازمت سے ہے اُردو زبان مین استعدد نشق پیدا کرنا اور رکھنا مناسب ہے کہ وہ اُردو کو باسانی پڑھ سکین اور اُردو مین خط لکھ سکین بلاشبہ اتنی قابلیت کے رکھنے مین اونکو کسی قدر تکلیف گوارا کرنا ہوگی مگر ملک اور گورنمنٹ کی خاطر اون کی اولالعزمی سے اُمید ہوسکتی ہے کہ وہ اس دشواری کو برداشت کرین گے۔

—— ہر ضلع کی دیسی زبان کے اخبارون اور کتابون کو اگر اس ضلع کے سویلین صاحبان اور پولیس کے افسران اعلیٰ خود پڑھ سکین تو خراب لٹریچر کی بہ نسبت اس کے جلد خبر لیجا سکتی ہے۔ جواب ترجمہ کرنے کے ذریعہ سے ہوسکتی ہے اور ضلع کے حکام اپنے ضلع کے خیالات سے بآسانی زیادہ واقفیت حاصل کر سکتے ہین۔ سویلین صاحبان مین اُردودانی کی ترقی سے بہت بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ بذریعہ پنشن یابون کی انگلینڈ مین اردو دان بڑھتے جائینگے اور مغایرت زبان کی کم ہوجانیسے ہندوستان اور انگلینڈ مین دوستی زیادہ بڑھ جائیگی

—— بیشک دشواری یہ ہے کہ کل ہندوستان مین ایک زبان نہین ہے گو کہ اُردو سب زبانون سے زائد مروج ہے اور مسلمانون کی تو خاص زبان یہ ہے یا ہوتی جاتی ہے مگر موجودہ وقت یون رفع ہوسکتی ہے کہ ہر صوبہ کے سویلین صاحبان اپنے صوبہ کی زبان سے واقفیت پیدا کرین۔ بہر حال یہ ضروری مسئلہ ہے اور پولیٹیکل نظر سے تو بہت ہی ضروری مسئلہ ہے

—— ہم انگریزی کی تعلیم کو بھی ملک کے حق مین ایک نعمت عظمیٰ جانتے ہین مگر چونکہ ۳۰ کروڑ باشندون کا انگریزی دان ہوجانا ممکن نہین ہے۔ اس سبب سے اونکو بھی جدید حقوق کے استعمال اور اپنی زبان مین عرض حال داظہار مدعا کا موقع ملنا بخوبی ہونا چاہیئے ہم انگریزی دانون کو ملک کے ٹھیکہ دار بننے کے خلاف ہین اور نیز چونکہ بدبختی کی تحریکین بھی انگریزی

وطن کے سبب سے شروع ہوئی ہین۔ اسوجہ سے ان کا اثر تو شنا ضرور ہے۔ ہماری تو یہان تک رائے ہے کہ اگر کونسلون میونسپلٹیون وغیرہ مین دیسی زبانون مین گفت وشنود کا ہونا لازم کردیا جائے تو ہر طرح مناسب ہے

تارک الوطن تارک الوطن اشخاص کے محافظ مقام مدراس نے ان ۴۶۶ تارک الوطن اشخاص کی نسبت جو جہاز اکوئی پر سوار ہوکر ۳۔ مارچ کو نٹال سے واپس آئے مین رپورٹ کرتے وقت بیان کیا ہے کہ مین نے ان تارک الوطن اشخاص سے خود اس بارہ مین استفسار کیا کہ نو آبادی مین اور بحالت سفر تم لوگون کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا گیا۔ انھون نے بیان کیا کہ ہم کسی بات کے شاکی نہین ہین یہ لوگ ۵۹۹۲۴ پس انداز کرکے اپنے ساتھ لائے ہین۔ اس مین سے ۴۷۵۴ روپیہ صرف انتیس آدمیون کا ہے گیارہ آدمی ۷۵ روپیہ سے لیکر ۹۰ روپیہ اور ۶۵ روپیہ سے لیکر ۱۹۵ روپیہ اور آٹھ آدمی دوسو روپیہ سے ۳۱۲ روپیہ تک اپنے ساتھ لائے ہین۔ ایک شخص ۵۲۵ روپیہ اپنے ساتھ لایا ہے۔

علیگڈھ مین ایک دوسرا کالج آجکل اخبارون مین یہ خبر دیکھنے مین آئی ہے کہ علیگڈھ مین ایک دوسرا کالج بنانے کی تحریک ہورہی ہے۔ ہمارے نزدیک جب تک کہ مدرستہ العلوم بالکل مکمل اور سیلف سپورٹر نہ ہولے دوسرے کالج کا خیال ہرگز صحیح نہین ہے۔ عقلمندی کی بات یہ ہے کہ جو روپیہ مہاراج گوالیار نے دیا ہے اوسکو بنک مین جمع کردینا چاہئیے۔ کہ اسکا سود اصل مین شامل ہوکر سرمایہ بڑھتا رہے۔

کانگریس اور مسلمان بیان کیا جاتا ہے کہ امسال جو پراونشنل پولیٹکل کانفرنس (یعنی کانگریس) صوبہ بہار مین ہوئی اس مین مسلمانون کی تعداد آدھی کے قریب تھی اور شاید یہ پہلا مرتبہ ہے کہ مسلمان اسقدر تعداد مین شریک جلسہ کانگریس ہوئی۔ گو کہ اب کانگریس باعتبار وفاداری گورنمنٹ کے سیدھے راستہ پر آرہی ہے اور اس مین وہ لاف وگزاف نہین رہا ہے جو اسکا ابتدائی شیوہ تھا مگر یہ فراموش نہین ہونا چاہیے کہ راستی کا بڑا سبب خوف اور قانون ہے یعنی اوس کی موجودہ فیلنگ شاید اصلی فیلنگ نہین ہے سوائے اسکے مسلمان اپنی ہستی اور قومیت کو برباد کردینگے۔ اگر وہ پولیٹکل پلیٹ فارم مین دوسری قومون کے ساتھ

کام کرنا ۔۔۔ گین گی ۔ ممکن ہے کہ کچھ مسایل ایسے آئین کہ جنمین اون کو اور دوسری ۔۔۔ اتفاق نہ ہو مگر ایسی حالت مین بھی اون کو اپنی قومی رائے اپنی جداگانہ اسٹیج پر سے ظاہر ۔۔۔ مسلمانون اور ہندوؤن مین سوشیل اتحاد بہت ضروری ہے۔ مگر یہ بھی اوسی وقت ممکن ہوگا جب کہ معاملات ملکی ایک دوسرے سے شکایت کا موقع نہین ملے گا اور ایسے موقع کے پیدا ہونے کی تدبیر صرف یہی ہے کہ پولیٹکل اکھاڑے جدا جدا ہون اگر مسلمان غیر مسلمانون کے ساتھ پالیٹکس مین ملنا چاہین گے تو (ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد) کا مصداق ہوجائین گے۔ اور ایک دن اون کو ایسا پچھتانا پڑے گا۔ جسکا اندازہ شاید اون کو اسوقت نہین ہے۔

متفرقات | ذیل کا سرکاری نوٹس اطلاع عام کے واسطے نقل کیا جاتا ہے جو اخبارون مین دیکھا گیا ہے۔

ہوشرا انگیز پرچون کے داخلہ کی ممانعت

نمبر ۔۔۔ ۔ ۔۔۔ اخبار یا کاغذ موسومہ تلوار یعنی ہندوستان کی خود مختاری کا اخبار" و رسالہ موسومہ گا آرا مصنفہ ایڈورڈ ہولٹن جیمس صاحب مطبوعہ پیرس کی جلدین جناب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک متحدہ کے ملاحظہ مین آئین اور جناب ممدوح یہ خیال فرماتے ہین کہ رسالہ و اخبار یا کاغذ مذکور مین ایسے الفاظ و فقرات ہین جن سے غالباً افعال ضرر رسان کے ارتکاب کا اغوا ہوگا اور جو حکومت کہ برٹش انڈیا مین قانوناً قائم ہے اُس کی اہانت ہوگی۔ اور اس سے نفرت پیدا ہوگی اسلئے جناب ممدوح اعلان فرماتے ہین کہ اخبار و رسالہ یا کاغذ مذکور اس اختیار کے بموجب ضبط سرکار کیا گیا جو جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کو قانون مطابع و اخبارات سنہ ۱۹۱۰ء کی دفعہ ۱۲ کے روسے ملا ہے۔

——— کلکتہ گزٹ مین حسب ذیل کاغذات کی ممانعت کی گئی ہے۔ انڈیا۔ اخبار سوراجیہ اووسے بالااسراری اخبار ہند سوراجیہ۔ مصطفیٰ کامل پاشا کی تقریر۔ سقراط کا ڈیفنس ایک سچے جنگجو کی کہانی جس سے ہندوستان سے مراد ہو اور اخبار انڈیا جو تامل زبان مین شایع ہوتا ہے۔ مدراس کی گورنمنٹ نے اخبار ہند سے ماترم کی ممانعت کردی ہے جو برلن مین شایع ہوتا ہے۔ اڈیٹر انگریز اسپنے اخوان دین کو

مشورہ دیتا ہے کہ جنکے پاس یہ کاغذات ہون وہ انکو جلا ڈالین۔ تاکہ گندہ لیٹریچر باقی نہ رہے۔

[illegible]

[illegible] وفات حضور قیصر ہند ایڈورڈ ہفتم کی مئی سنہ ۱۹۱۰ء کی ساتویں تاریخ ہمیشہ کے
واسطے کتب تواریخ میں ایک اہم دن شمار ہوگا۔ کیونکہ ایک ایسے شہنشاہ کی بے بہا ہستی نے دنیا
کے شمول پر سے اپنا سایہ عاطفت اوٹھا لیا جسکی حکومت تمام قطعات پر ادھر پر عدل و
انصاف کے ساتھ تھی۔ حضور کی وفات مرض کھانسی کے سبب سے صرف تین
چار روز مریض رہکر ہوئی اور قبل اس کے کہ حضور کے مرض کو توجہ کی نظر سے دیکھا
جائے آپ کی مفارقت ابدی کا غم دنیا کو برداشت کرنا پڑا۔ ناچیز العزیز اپنی دلی
ہمدردی خاندان شاہی کے ساتھ اظہار کرتا ہے۔ اور بقیہ خاندان عالیشان کو صحت و
سلامتی کے واسطے دست بدعا ہے۔

حضور قیصر ہند شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کا عہد حکومت اگرچہ بہت مختصر رہا مگر ہندوستان
میں اوس کی برکات کا اثر بشکل ریفارم اسکیم ایسا ہوا ہے۔ جو ہندوستان کی
تاریخ میں بے نظیر ہے۔ اور حضور کی مسلمان رعایا تو بوجہ اس کے کہ اون کا پولیٹکل حق
اس عہد سعید میں قانوناً تسلیم کیا گیا ہے۔ حضور کو خاص محبت اور ارادت سے ہمیشہ
یاد کرتی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ حضور جارج پنجم شہنشاہ و قیصر ہند کی عمر و اقبال میں برکت عطا کرے اور آپکی
عہد حکومت میں انگریزی سلطنت کو دایم و قایم رکھے۔ آمین

[illegible]

حضور ملک معظم شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کے حالات حیات و ممات

حضور کا عالم طفولیت آپ نے ۹ نومبر سنہ ۱۸۴۱ء کو بمقام قصر بکنگھم شکم مادر سے صفحۂ ہستی پر قدم رکھا عالم طفولیت میں آپ خوشرو خوشخو خوش طبع حسن و ظرافت سے مزین تھے بہت سی باتیں آپ کی ایسی زمانہ میں نہایت دلچسپ پرمذاق و پرمعنی ہیں چنانچہ حضور کے پدر بزرگوار پرنس البرٹ مرحوم مغفور فرمایا کرتے تھے کہ انگلینڈ کا آئندہ فرمانروا ایک نہایت تمکین اور پیارا بچہ ہے۔ ۲ ماہ کی عمر میں تاریخ ۲۵۔ جنوری سنہ ۱۸۴۲ء کو سینٹ جارج چیپل ونڈسر میں دریائے یردن کے پانی سے آپ کی رسم اصطباغ (بپتسمہ) عمل میں آئی اور شاہ پرشیا آپ کے دینی باپ قرار دیئے گئے رسم اصطباغ ایسی عظیم شان و شوکت سے قرار دی گئی تھی کہ جس سے صرف دو لاکھ پونڈ یعنی تیس لاکھ روپیہ آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کو ایک عام جلسہ میں شرکت کا موقعہ ہاتھ آیا جس کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ عوام کو آپ کے دیدار کرنے کی گھڑی ہاتھ آئی۔ اس تقریب کے وقت آپ کی عمر صرف دس ہفتہ کی تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضور ملکہ معظمہ خلد اللہ آشیانہا کو حضور کی تعلیم و تربیت کا حد درجہ خیال تھا۔ مگر اس بارہ میں ہمیشہ سادگی کو ملحوظ خاطر رکھا۔

جب حضور کی عمر طفولیت سے عالم بلوغ پر منتقل ہوئی تو آپ کو سیر و سیاحت کی دلچسپیاں اطراف عالم کی طرف کھینچنے لگیں۔ چنانچہ اول جرمن سوئٹزرلینڈ کی سیاحت سے آپ کا دل مسرور ہوا۔ ۹ نومبر سنہ ۱۸۵۸ء میں بعمر ۱۷ سال ولیعہدی کا مرتبہ عطا ہوا۔ ۱۰ جنوری سنہ ۱۸۵۹ء کو آپ اٹلی کی سیر کے لئے روانہ ہوئے آپ نے اطالی۔ جرمن۔ فرانسیسی زبانوں میں بھی دستگاہ کامل حاصل کی تھی جیسا کہ شاہان والا تبار کو لازم ہے وہ خصوصیتیں آپکی ذات میں رفتہ رفتہ ورود ظہور کرتی رہیں۔

حضور کی سپاہیانہ زندگی جون سنہ ۱۸۶۱ء میں حضور والا جاہ کراوآف الگزنڈرا کے کیمپ میں تشریف لے گئے یہاں آپ گرینیڈیر گارڈز کی اول بٹالین کے ساتھ ڈرل وغیرہ میں شامل ہوتے تھے۔ آپکو سپاہیوں کی دلجوئی کا خیال تھا۔ آپ ایک جھونپڑی میں بود و باش رکھتے تھے اور ہر قسم کی فوجی ذمہ واریوں پر جفاکشی کے ساتھ کاربند تھے۔ آپ کو سپاہیوں کی دلجوئی اور خوشنودی کا خیال خاص طور سے رہتا تھا کراہ سے رخصت فرما ہونے سے پیشتر آپ نے ۳۶ چھتیسویں پلٹن کو بطور اعزاز ایک جھنڈا عطا فرمایا تھا۔

(حضور کی شادی خانہ آبادی) ۱۰ مارچ سنہ ۱۸۶۳ء کو سینٹ جارج گرجا ونڈسر میں حضور ملکہ الگزنڈرا شاہزادی ڈنمارک کے ساتھ رسم شادی ادا ہوئی۔ اور بعد ایک ماہ کے رسمی سیاحت کے قصر ونڈسر میں مقیم ہوئے۔ جہاں ۸ جنوری سنہ ۱۸۶۴ء کو آپ کے فرزند رنہ حضور البرٹ وکٹر کرسچین ایڈورڈ تولد ہوئے ۱۱ نومبر سنہ ۱۸۶۸ء کو حضور معہ ملکہ آنجہانی براعظم یورپ کی سیاحت کو روانہ ہوئے اور مراجعت سفر کے بعد بغرض تبادلہ آب و ہوا مقامات۔ کس کن۔ سنگال سس کوہ ڈبلن اور گود وک لو وغیرہ دلچسپ مقام میں تشریف لے گئے وہاں سے واپس آنے پر حضور تپ محرقہ میں مبتلا ہوگئے اور ۱۴ دسمبر کو آپ کی حالت زیادہ نازک ہوگئی مگر دوسرے روز آپ کو صحت کا احساس ہوا اور دن بدن تندرست ہوتے گئے جب بفضلہ تعالیٰ شفایاب ہوئے تو پھر آپ کو چند دلچسپ مقامات پر بغرض تبادلہ آب وہوا جانا پڑا۔

سنہ ۱۸۷۵ء میں آپ ہندوستان تشریف لائے اور رعایائے ہند کے ساتھ اعلیٰ سے اعلیٰ مراحم خسروانہ کا برتاؤ کرکے سات ماہ کی سیاحت میں تمام اہل ہند کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ چنانچہ مہاراجہ صاحب کشمیر نے بہت سے قیمتی تحایف نذر گذراننے کے علاوہ ۲۰ میل کے فاصلہ پر سڑکیں محض حضور کی تشریف آوری کی خوشی میں صاف کرائیں تاکہ شاہی مہمان کو کسی نوع کی تکلیف محسوس نہ ہو ایک اور والی ریاست نے بارہ ہزار پونڈ کی مالیت کے جواہرات سے جڑی ہوئی تلوار پیش کرتے ہوئے کہا۔ اگر حضور کی مرضی اسے آزمانے کی ہے تو میری گردن حاضر ہے۔

(تخت نشینی) ملکہ وکٹوریہ قیصر ہند کی وفات کے بعد شاہ عالم پناہ حسب قاعدہ شاہ انگلستان بنائے گئے تخت نشین ہونے کے بعد حضور نے اپنا نام ایڈورڈ ہفتم مقرر فرمایا۔

(حضور کی ذمہ داریاں) اگرچہ آپ رات کے وقت بہت دیر سے آرام فرمایا کرتے تھے لیکن خلاف اس کے آپ علی الصباح بیدار ہی ہوجاتے تھے۔ اول وقت میں آپ کا کام اپنے پرائیوٹ خطوط کا جواب لکھنا ہوتا تھا اور ۸ بجے سے ۹ بجے دن تک اپنے اختیاری کام اہتمام دینے کے مجاز تھے گویا ایک گھنٹہ خالص کی آزادی حاصل تھی بعد اسکے ۹ بجے کی حاضری پر تشریف لیجاتے تھے۔ اور حاضری سے فارغ ہوکر ضروری امور کے انجام دہی میں مصروف ہوتے۔ بعد ازاں بالبرو ہوس کی سیر فرماتے۔ جہاں بہت سے خطوط ملاحظہ فرمانے کا آپ کو کام تھا۔ ڈاک ملاحظہ کرنیکے بعد کسی اور زیادہ ضروری شغل میں مصروف ہوتے۔

بعد ازیں امورات شاہی کے اہم مشکلات کا فیصلہ کرنے میں مصروف رہتے تھے ایگزوڈ کی ڈائری مختصراً ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ آپ کیا کیا کام اور کس مستعدی سے انجام دیتے تھے۔ سینیچر۔ ڈپٹ فورڈ میں سنگ بنیادی رکھا۔ پیر۔ بارک میں سرکاری دورہ کرنا منگل۔ ملیشیا کی ۹ بٹالین کا ریویو کیا۔ کے بعد کی طرف الڈرشاٹ ٹمسلا کے ہمراہ گئے۔ بدھ کو قتشریم گارڈیں لکنے قومی علم پیش کرنے کے معاملہ میں مدد دی۔ جمعرات۔ ایک عظیم دیوانی شمولیت افتتاحی باہ شام کے وقت قومی عورت اندبال کے جلسہ میں شریک ہوئے۔ اسکے بعد دو روز تک وہ لیوی گارڈن پارٹی اور ڈنر کے کاموں میں مصروف رہے۔

آپ کا عالم ممات۔ ایسا شریف النفس محتاط شہنشاہ جس کو اپنی زندگی کا ہر لمحہ پابندی کے ساتھ گزارنا فرض افسوس ہے ۶ مئی سنہ ۱۹۱۰ء کی مہلک علالت نے دنیا میں وہ کہرام مچایا کہ خدا کی پناہ لیکن اسقدر شور و شغب اور واردو صوپ پر بھی حکم الٰہی کا پابند فرشتہ اجل اپنی کار کے بجالانے میں ایک گھڑی بھی متوقف نہ ہوسکا آخر پونے بارہ بجے رات کو تاریخ ۶ مئی سنہ ۱۹۱۰ء بوجمعگی ملکہ شاہزادہ و شاہزادی ویلس و دیگر شہزادگان اور شاہزادی کی موجودگی میں جان بحق تسلیم ہوئے۔ جس سے انگلستان اور ہندوستان کی شریف رعایا کو از حد رنج ہوا۔ خداست دعا ہے کہ ہمارے مرحوم شہنشاہ کو جنت نصیب کرے۔ آمین۔

آج

کے العزیز میں زنانہ پردہ نشین لائبریری آگرہ

کی فہرست کتب پیش نظر ہے آپ اس سے مدد لیجیے۔

اخلاقی علمی کتابیں مطالعہ کیلئے ضرور طلب فرمائیے۔

غم کی داستان

واحسرتا کہ مرگ عجب انقلاب شد دیدار شہ بوعدۂ یوم الحساب شد

آج ہم اپنے قلم سے ایسی منحوس خبر کو پیش کرتے ہیں جسکی ہم کو اپنی زندگی میں امید نہ تھی - جو ہمیشہ فال نیک سناتا تھا وہ اوس غم کی داستان سنانے میں جسکے باعث دل کے ٹکڑے ہو کر منہ کے راستے باہر آنے کو ہوتے ہیں اور آنکھیں مثال ابر برسات کے برس رہی ہیں - اور یہ غم تمام دنیا میں مثال اس ابر کے جو اندھیرا کر دیتا ہے چھایا ہوا ہے - وہ بادشاہ اعلیٰ حضرت شہنشاہ ملک معظم ایڈورڈ ہفتم قیصر ہند جو ہمہ صفت موصوف ہو جسکو تمام سلطنتیں مانتی ہوں شناخواں اون کی صلح کل پالیسی کے ہوں - وہ ایک چشم زدن میں ہم سے جدا ہو جاوے - وہ ملک معظم جن کے ساتھ ہماری امیدیں وابستہ تھیں وہ ہم سے جدا ہوں اور ان امیدوں کا خون ہو جاوے - جنکے ماتم کی صفیں تمام گھروں میں بچھ گئیں یہ غم ہمیشہ کے لئے دلوں میں بطور یادگار کے قائم رہے گا - اس غم کی داستان کو اگر تمام عمر لکھوں تو بھی پورا نہ ہوگا - چونکہ مجھ سے زیادہ ذی علموں نے تحریروں اور تقریروں سے دل ہلا دیئے ہیں - پس میں اپنی سپاہیانہ روش سے اس فسانہ غم کو چند اشعار و نثر پیش کرتا ہوں -

غم کی داستان

ماتم کدہ بنا دے تو میخانہ ساقیا پہنا دے اب لباس سیہ اسکو ساقیا
کر دے منادی اسکی تو باقی ہر ایک جا دنیا یہ چند روزہ نہیں ہے کسے بقا

اس رنج و غم کی ساری خدائی میں دھوم ہے
حسرت کا اور یاس کا سب پر ہجوم ہے

دنیا یہ دوستو نہیں جائے قرار ہے جو بات اسکی ہے وہی بے اعتبار ہے
گردش میں یہ فلک بھی تو لیل و نہار ہے ہاتھوں سے اسکے شخص ہر ایک اغدار ہے

آتا نہیں ہے عیش کسی کا پسند اسے
انسان کا بنا نہیں یہ دردمند ہے

گردش ہے جو فلک کی ایک بہانہ ہے مشہور یہ قدیم کا پورا فسانہ ہے

خلقت کیواسطے جو بنا تازیانہ ہے — ہاتھوں سے اسکے عاجز یہ سارا زمانہ ہے

بتلاوے کون خوش ہے ہوا اس جہان میں

اقرار کوئی کرسکے ہندوستان میں

کیسا وہ اہل ہند پہ مہربان تھا — وہ شاہ جو کہ قیصر ہندوستان تھا

ہمدرد تھا وہ اور رعایا کی جان تھا — ہر ایک شاہ اوسکے یہاں مہمان تھا

آج اوسکو سب کا موت نے ہم سے چھڑا لیا

ماتمکدہ ہر ایک کے گھر کو بنا دیا

کہتے ہیں سب کہ ہم کہیں کے نہیں رہے — ایک باپ کا تھا سایہ سو وہ بھی تو اوٹھ گئے

سب زمین کھسک گئی اور ہم ہی نہ سنبھلے — کیسے شفیق باپ تھے جو ہم سے چھٹ گئے

کشتی ہماری ڈوب گئی منجدھار میں

اب کون ہے جو ہمکو اوٹھا دے کنار میں

ایکا یکی گھروں میں تو کہرام سا مچا — عیش و نشاط اور آرام بھی گیا

کہتے ہیں سب کے سب یہی آنسو بہا بہا — ہے غضب یہ تو نے فلک ہم پہ کیا کیا

سرتاج ہندیوں کا تھا اوسکو اوٹھا لیا

ہم سے علیحدہ کرکے جنت پہونچا دیا

کوچہ بکوچہ اور مکانوں میں بین ہے — اس غم سے تو کسی کو ذرا بھی نہیں چین ہے

جس جا پہ چپ تھے وہیں شور و شین ہے — ماتم کا کرنا سب پہ گویا فرض عین ہے

واحسرتا کا شور ہے پیر و جوان سے

ٹکراتی ہیں صدائیں بلند آسمان سے

وہ شاہ جو زمانہ میں تھا سب سے نامور — کل جسکے تاج شاہی چمکتا تھا سر اوپر

اور آج اوٹھتا اوسکا جنازہ ہے دوش پر — توپیں سلامی دے رہی ہیں اسکی گور پر

ہوشیار اسوقت میں یہ امانت ہے ہند کی

اچھی طرح گذار چکا اپنی زندگی

اے نور غم کی داستان ہرگز نہ ہو تمام — وہ زباں ہر ایک کے لیئے ورد کا ہو نام
دلمیں سے جلکے پڑہیں نام سے قیام — روتے ہیں جسکے واسطے سب خاص او عام

لوگو کرو دعا او نہیں رحمت قریب ہو
موجودہ شاہ ویسا ہی حاجت نصیب ہو

راقم - محمد نور خاں رسالدار بیلی گارڈ ویزن

ناپائداری دُنیا

اپنے ہر دلعزیز شہنشاہ والاجاہ کے انتقال پُر ملال کے رنج و غم میں جو خیالات ہستی ناپائدار کی بابت ذہن میں آئے اُن کو نظم کی صورت میں بطور سبق عبرت کے درج ذیل کرتا ہوں۔

کیا جھلملا رہا ہے دیکھو سحر کا تارا — صورت ہے بھولی بھولی نقشہ ہے پیارا پیارا
جاگا ہوا ہے شب کا اب نیند آ رہی ہے — اس انگ رت سے شاید کرتا ہے کچھ اشارا
کیا سو رہا ہے اب تک آنکھیں تو کھول غافل — بیہوشیاں یہ کیسی آ ہوش میں خدارا
ہوتے ہی بس سحر کے چھپ جائیگا نظر سے — اس دیکھ تو بھی واقف دلکش ہے یہ نظارا
کیا کہہ رہی ہے سنئے بالوں کی یہ سفیدی — وہ آئی صبح پیری گذرا شباب سارا
جسطرح سے مسافر آکر رہے سرا میں — لازم ہے اسطرح سے کرنا یہاں گذارا
بحر جہاں میں لاکھوں گرداب ہیں بلا کے — منجدھار میں ہے کشتی اور دور ہے کنارا
دشمن تو خیر دشمن اپنے بھی ہیں پرائے — بس ایک خدا ہے واحد ہو نا خدا ہمارا
گردش میں آسمان کی کیا خاک چین آئے — یہ پھر رہا ہے سر پر یا چل رہا ہے آرا
جب وقت نزع آیا کچھ بھی نہ کر سکے ہم — کس بیکسی میں ہمکو آکر اجل نے مارا
ہے یاد ہمکو سب کچھ ہونے ہوئی ہے اسکو — جس موت پر ازل سے قابو نہیں ہمارا
دیکھو گرانہ دے یہ بیٹھو قدم جما کر — عمر رواں کا توسن بھرنے کو ہے طرارہ
ٹوٹے گا ایکدم میں دیکھو نفس کا دھاگا — ہوا سا تا ہے یہ کیا اسکا پھر سہارا

کرنا ہے کچھ جو تمکو وہ کام آج کر لو — جاکر یہاں سے آخر آنا نہیں دوبارا
ہے عمر یہ دو روزہ سمجھو اسے غنیمت — واپس وہ پھر نہ آیا دنیا سے جو سدھارا
جلوے سے جسکے دیکھو پر نور اک جہاں تھا — اب خاک میں چھپا ہے وہ حسن عالم آرا
کیا ہو گئے وہ سلطان جاری تھے جنکے فرمان — مٹی میں ملگیا سب جاہ و حشم وہ سارا

آئینہ سکندر جام جم است بنگر
تا بر تو عرض دارد احوال ملک دارا

راقم تصوف حسین واصف اکبرآبادی

تعلیم نسواں

فوائد

۱- ہماری رائے میں مسلمانوں میں لڑکیوں کی تعلیم کی تائید پر وعظ کرنا بہت ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اسلئے کہ مسلمان تعلیم نسواں کے خلاف نہیں ہیں۔ بلکہ اگر ضرورت ہے تو اسکی ہے کہ نوعیت تعلیم پر ان کی توجہ مبذول کرائی جائے۔ اور یہ سمجھایا جائے کہ جسطرح ہر پہلو سے دنیا دگرگوں ہو گئی ہے وہی حال عورتوں کی تعلیم کا بھی ہے۔

۲- ہمارے بزرگوں میں عورتوں کی تعلیم کا جو اسٹنڈرڈ تھا وہ مردوں کی تعلیم کے مطابق تھا۔ یعنی جسطرح قرآن مجید کچھ مسئلہ مسائل کا پڑھ لینا عام طور پر مردوں کے واسطے کافی سمجھا جاتا تھا وہی حال زنانی تعلیم کا بھی تھا۔ اور خاص اور اعلیٰ تعلیم کا حال بھی ان دونوں گروہوں کا یکساں تھا۔ غرضکہ زن و مرد کی سطح تعلیم میں بہت فرق نہ تھا۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ زیبا ہے کہ اگر ذکور و اناث کی تعلیم میں غیر مساوات تھی تو صرف اسی قدر تھی جسقدر کہ اس زمانہ میں بھی تعلیم یافتہ ملکوں تک میں پائی اور مانی جاتی ہے۔

۳- اگر ہم زمانہ کی متابعت نہ کریں اور تعلیم کے اوس بلند درجہ کو بے پرواہی سے دیکھیں جو اس علمی زمانہ میں مردوں نے حاصل کر لیا ہے تاہم اپنے بزرگوں کی تقلید اور متابعت بھی ہم کو مجبور کرے گی کہ

کہ لڑکیوں کو اُسی قسم کی تعلیم دلانے کی کوشش کیجائے جس قسم کی اِس زمانہ میں لڑکوں کی ہے۔ تاکہ ابنا ءِ آدم اور بنات حوا کے خیالات و عادات میں بُعد مشرق و مغرب نہ ہونے پائے اور وہی باہم مناسبت قائم رہے جو ہمارے اسلاف رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی زن و مرد میں تھی۔

۴۔ تعلیم نسواں میں ترقی کرنے کی ضرورت اوس فرقہ کے واسطے خاص کر ہے جسکو اپنی اپنی اہل و عیال اور بال بچوں کی پرورش کے واسطے ہر وقت روپیہ کی طرف سے تردد رہتا ہے۔ پہلے زمانہ میں چرخہ کات کر گوٹا کناری بنکر چکن کاڑھ کر یا سلائی کا کام کرکے اپنے بیکاری کے وقت کو خوشگوار بنا لینے کے ساتھ اس ذریعہ سے اتنا پیدا کیا جا سکتا تھا کہ گھر کی برکت بڑھ جاتی تھی مگر اِس زمانہ میں جبکہ آدمیوں اور پیشہ وروں کی کثرت ہے اور اناج اور کپڑا مہنگا ہے اور زمانہ کا رجحان سفید پوشی اور نمائش کی طرف علی العموم ہے مذکورہ بالا چھوٹے چھوٹے کام ہرگز سہارا دینے والے نہیں رہے ہیں شہروں میں آنہ دو آنہ روز کی مزدوری بے حقیقت ہے اور دُنیا بلند آواز سے کہہ رہی ہے کہ جو لوگ فراغت چاہتے ہیں (خواہ مرد ہوں یا عورتیں) اونکو پوری کوشش کرنا چاہیے اور دل توڑ کر علم حاصل کرنا چاہیے۔ پس مسلمان افلاس کے بھوت کے لقمہ ہونے سے اوسوقت تک نہیں بچ سکتے جب تک کہ اون کے لڑکوں اور لڑکیوں کی دونوں کی تعلیم اور پوری تعلیم اور کار آمد تعلیم نہیں ہوگی۔

زنانہ تعلیم کے اِس فائدہ کی طرف اِسوقت تک توجہ نہیں کی گئی ہے کہ وہ اولاد کی تعلیم و تربیت کی بنیاد ہے بچپن کی سنی ہوئی روایات کا اثر اکثر حالتوں میں تا بہ مرگ رہتا ہے۔ پس ماؤں کے خوش خیال ہونے بغیر بچے خوش فہم ہو ہی نہیں سکتے۔ پھر اگر مائیں کافی خواندہ ہیں۔ تو ہنستی کھیلتی تیسری جماعت تک کی خواندگی وہ گھروں میں اپنے بچوں کو تمام کرا سکتی ہیں جس سے اُستادوں کی تنخواہ کی بھی بچت ہو سکتی ہے۔ اور بچے بغیر دماغ کو تھکائے ہوئے پانچ چھ برس کی عمر تک میں خاصے خواندہ ہو سکتے ہیں

نصاب تعلیم

اسکے دو حصہ ایک عام اور ایک خاص ہم نے قرار دئے ہیں۔

عام

۵۔ عام تعلیم کے لفظ سے ہماری مراد اسقدر تعلیم ہے کہ اُردو اخبار اور کتابیں سمجھ کر پڑھی جا سکیں کسیقدر

اعشاریہ تک حساب جاننا اور خوش عبارتی کے ساتھ خط لکھا جاسکے اور اسقدر انگریزی آجاے کہ معمولی تار برقی وغیرہ بلا مدد پڑھی جاسکے۔

ذیل کے نصاب یا اوسکے مشابہ کتابوں کے ذریعے تعلیم دیجاے۔ تو غالباً دس گیارہ برس کی عمر تک میں اسقدر لیاقت ہو جاے گی جو عام طور پر مطلوب ہے۔

جماعت				
جماعت سال اول عمر ۵ سال	قاعدہ بغدادی ۴ ماہ	قاعدہ اردو ۴ ماہ	سیپارہ عم	گنتی اور پہاڑوں کی کتاب مرتبہ انجمن حمایت اسلام قریب ختم
جماعت سال دوم عمر ۶ سال	کلام مجید ۱۰ پارہ	اردو کی پہلی دوسری	دینیات کا پہلا رسالہ مرتبہ انجمن حمایت اسلام لاہور	حساب تقسیم تک لکھائی مفردات تختیاں ختم
جماعت سال سوم عمر ۷ سال	کلام مجید ۲۰ پارہ	اردو کی تیسری و چوتھی کتاب	دینیات کا دوسرا و تیسرا رسالہ	حساب تقسیم مرکب و کسور وغیرہ لکھائی مرکبات
جماعت سال چہارم عمر ۸ سال	فارسی کی پہلی اور دوسری کتاب	جغرافیہ ایشیا تاریخ ہند ولیہ (اردو)	دینیات کی چوتھی پانچویں کتاب	طریقہ بہی کھاتہ - املا اردو و مکتوبات خط شکستہ
جماعت سال پنجم عمر ۹ سال	گلستان بوستان مضمون نویسی	جغرافیہ یورپ و امریکہ و افریقہ	تاریخ پیغمبران	قومی لیکچرز از سید احمد خاں و محسن الملک وغیرہ

ان جماعتوں کے ساتھ ساتھ چھٹی جماعت تک کی انگریزی (اگر صرف لٹریچر) انگریزی شامل کر دیے دو سال اور رکھ لیجائیں تو گیارھویں سال میں فراغت ہو سکتی ہے" اور نیز کہ یہ تصویر کشی بھی اس عرصہ میں سکھائی جاسکتی ہے۔

خاص

۲- اس عام تعلیم کے بعد وہ خاص پڑھائی ہے جو پیشوں کے پڑھنے کے واسطے ضروری ہے۔ اور نیز مزید لیاقت حاصل کرنے کے واسطے اس درجہ کی تحصیل کرنا خالی از منفعت نہیں ہے۔

ہماری راے میں اس تعلیم کا درجہ انگلو ورنیکلر مڈل کلاس کے مساوی ہونا چاہیے۔ مگر اسکے واسطے خاص اہتمام کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ ہم فقرہ نمبر ۲۳ میں بیان کرینگے۔

پیشوں کی تعلیم

۷۔ اسقدر تعلیم کے بعد اون پیشوں کی طرف توجہ کرنا ضرور ہے جو اس زمانہ میں اشراف بی بیوں کے واسطے بہت موزوں ہیں جن میں سے ۱ اوستانی بننا ۲ طبیبہ بننا۔ اور ۳ ڈاکٹرنی بننا ہے۔

(استانی)۔ استانیوں کی بڑے گھروں میں اور نیز اسکولوں میں تعلیم دینے کے واسطے بڑی مانگ ہے علاوہ اسکے اوستانیاں اپنے محلوں میں پرائیویٹ اسکول کھولکر ضرور منتفع ہوسکتی ہیں پس اوستانی بننے کے واسطے انگلو ورنیکلر مڈل کلاس تک تعلیم حاصل کرنا ضرور ایک نفع دہ کام ہے۔

طبیبہ بننا۔ اگر عورتوں میں فن طب کی تعلیم کا رواج ہوسکے تو یہ ایک نہایت آسودگی اور منفعت بخش پیشہ ہوگا اور پردہ داری کے ساتھ بخوبی چل سکے گا۔

ہماری والدہ صاحبہ فرمایا کرتی ہیں کہ میرے یعنی راقم آثم کے بچپن میں (یہ غدر کے زمانہ کے قریب کا ذکر ہے) میرے علاج کے واسطے مغلانیاں علیگڈہ سے آیا کرتی تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشہ طبابت اول مسلمان عورتوں میں تھا جسکو اب پھر زندہ کرنا چاہیئے مگر اوس اسکیل کو اونچا کرکے جو اول تھی یعنی باقاعدہ طبابت پڑھنا چاہیئے۔ (اردو میں کافی کتابیں طب کی موجود ہیں۔) اور باقاعدہ مطب کرنا چاہیئے۔ اور نبض وغیرہ کی شناخت حاصل کرنا چاہیئے۔

ڈاکٹرنی بننا۔ ڈاکٹرنی کے پیشہ کے سیکھنے کیواسطے اگرہ مڈیکل اسکول میں مردوں کے لئے انٹرنس کی قید ہے مگر عورتیں اس سے مستثنےٰ ہیں۔ یعنی عورتوں کو انگلو ورنیکلر مڈل کلاس تک تعلیمیافتہ ہونا کافی ہے۔

ہاں البتہ ڈاکٹری کی تعلیم پردہ کی قید کے ساتھ ناممکن ہے۔ اسواسطے اگر بتقلید عیسائی۔ پارسی اور ہندو لیڈیوں کے کچھ مسلمان لڑکیاں بھی (جیسا اب بھی کم کم مسلمان لڑکیاں پڑھتی ہیں) محض عارضی طور پر یعنی اوس زمانہ میں جبکہ مڈیکل اسکول میں جاکر پڑھا کریں۔ پردہ کی رسم کے پابندی کو ترک کردیں تو شاید بیجا نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ گوارہ کرنے کا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔ تو وہ بہت سے اشراف (شیخ سید مغل پٹھانوں) کی لڑکیاں جو بوجہ مفلسی کی پردہ کی پابندی نہیں کرتی ہیں یا نہیں کرسکتی ہیں۔ کیوں ڈاکٹری نہ پڑھیں۔ ہمکو زید عمر سے بحث نہیں ہے اور نہ کسی خاص قوم اور فرقہ سے بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا

کوئی طبقہ بھی اسپر آمادہ ہو جائیگا کہ وہ اس ذریعہ دولت کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ تو ہر طرح لائق اطمینان ہے۔ آگرہ میڈیکل اسکول اور اوسکے ذریعے سے تقسیم تعلیم باعتبار اقوام کا حال یہ ہے۔

سال	تعداد پاس شدہ لڑکیوں کی	ان میں عیسائی اور یورشین	مسلمان	ہندو	دیگر
۱۹۰۷	۶۹	۵۹	۲	۷	۱
۱۹۰۸	۶۸	۶۱	۱	۵	۱
۱۹۰۹	۷۲	۶۶	-	۵	۱

پس کیا یہ نتیجہ مسلمانوں کے واسطے یا یہ کہنا چاہیے کہ ایک مفلس اور دیوالیہ قوم کے واسطے حسرت اور افسوس کا نہیں ہے۔

۸۔ آگرہ میڈیکل اسکول کی تعلیم یافتہ لڑکیاں پڑھکر نکلتے ہی۔ اگر نوکری کرنا چاہیں تو غالباً تیس روپیہ کی پرفوراً ملازم ہوجاتی ہیں۔ جنکو مکان شفاخانہ سے ملتا ہے۔ لیکن سرکاری نوکری نہ کرنا چاہیں اور پردہ میں رہکر پرائیویٹ علاج معالجہ کریں تو بھی سو دو سو روپیہ ماہوار بآسانی پیدا کرسکتی ہیں۔ اور اسطرح نہ صرف اپنے واسطے بلکہ اپنے محتاج والدین اور بھائی بہنوں کے واسطے باعث رحمت و برکت ہو سکتی ہیں۔

اسموقعہ پر ایک یورشین شریف لیڈی کا واقعی حال بیان کرنا خالی از نفع نہیں ہے کہ جب اوسکا شوہر مرگیا تو اوس نے بجائے اسکے کہ قسمت کو روتی رہتی آگرہ میڈیکل اسکول میں نرس شپ اور دائی کا پیشہ پر دو برس محنت کی جسکی وجہ سے اب وہ بخوبی اپنے اور اپنے یتیم بچوں کی پرورش کرتی ہے اور حیات مستعار کو بغیر دوسروں پر بار ڈالے بسر کر رہی ہے۔

چونکہ اس مضمون میں تعلیم کے ساتھ عورتوں کو مفید اور کارآمد پیشے سیکھنے کا تذکرہ ہے اسواسطے ہم چند دوسرے ہنروں کا بھی تذکرہ کریں گے۔ جنپر عمل کرنا اشراف عورتوں کے واسطے ہر طرح مفید اور ممکن ہے

(الف) دانت بنانا۔ دانت بنانا اس زمانہ میں ایک بہت چلتا ہوا اور نہایت سہل اور آسان پیشہ ہے۔ اور چونکہ دانت بنوانے کے واسطے عورتیں ویسی ہی محتاج ہیں جسطرح پر کہ مرد۔ پس دانت بنانیوالی عورتونکا کام گھروں میں جاکر مستورات کے دانت بنانے کے ذریعہ سے بہت اچھی طرح چلے گا۔

(ب) دوخت بذریعہ مشین کے ایک ایسا ہنر ہے کہ اگر اچھی طرح آتا ہو تو نہ صرف پیشہ ور روزی پیدا کرسکتی ہیں بلکہ تمام دوسری اشراف بی بیاں بذریعہ اپنے اپنے والدین۔ اپنے شوہر۔ اپنے بال

بچوں کے کپڑوں کے سینے کی گھر کے اوس سرمایہ میں سے بچا سکتی ہیں جو سلائی میں دیا جاتا۔ مگر اسکے واسطے ضرور ہے کہ علاوہ زنانہ لباسوں کے کوٹ پتلون شیروانیوں۔ اچکنوں کی دوخت سے بھی واقف
(ج) کلوں کے ذریعہ سے موزے بنیان وغیرہ بھی بنانا اس زمانہ میں عورتوں کے واسطے ایک بہت کار آمد اور فائدہ رساں مشغلہ ہے۔

(د) کاپی نویسی اور خوشخطی کے ہنر کے واسطے پردہ کی قید مانع نہیں ہے۔ اور میری راے میں اس وقت بھی آگرہ میں اور غالباً دوسرے شہروں میں بھی بہت سے اشراف بیبیاں اسقدر پڑھی ہوئی ہیں کہ اگر برس روز خوشخطی کی مشق کریں تو بخوبی کاپی نویسی کے ذریعہ سے اپنی آمدنی کو بڑھا سکتی ہیں۔

۱۰۔ جن پیشوں کا ہم نے نقرہ نمبر ۹ میں تذکرہ کیا ہے اوسکے واسطے بھی اوس ابتدائی تعلیم کا حاصل کرنا ضرور ہے جسکو ہم اوپر فقرہ (۵ و ۶) میں ظاہر کر چکے ہیں۔ کیواسطے کہ یہ قطعی ہے کہ ایک پڑھا لکھا آدمی کسی کام کو بہ نسبت بے پڑھے آدمی کی زیادہ سلیقہ اور صفائی سے کر سکتا ہے۔ اور پیشہ ور کی عزت دوسروں کی نگاہوں میں زیادہ ہونے کے سبب آمدنی کو بھی بڑھا دیتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خواندہ کی عزت بہ نسبت ناخواندہ کے (خواہ مرد ہو یا عورت) زیادہ ہوتی ہے۔

طریقہ تعلیم

۱۱۔ ہماری راے میں ابتدائی یا عام تعلیم کے مسئلہ کا حل موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی حالت کے موافق اور آسان یہ ہے کہ بجاے استانیوں کے بوجہ اسکے کہ اونکا ملنا آسان نہیں ہے سن رسیدہ اور نیک مرد معلم کے ذریعہ محلہ کی لڑکیوں کو پڑھوایا جاوے۔ غالباً دس گیارہ برس کی عمر تک لڑکیوں کا شریف بوڑھوں سے پڑھوانا عام پسند کے خلاف نہوگا۔

ہمارا خیال ہے اور غالباً صحیح خیال ہے کہ ایک جماعت کا ہر روز تین گھنٹے تک پڑھنا کافی ہے۔ پس اگر ہر ایک محلہ میں چند چند گھروں کے حلقے قرار دیکر ایک ہی معلم ساعات معینہ پر حلقہ بہ حلقہ جاکر پڑھایا کرے تو یہ کام بہ کفایت انجام پا سکتا ہے۔ ہماری راے میں ایک استاد ہر روز کم از کم نہیں تو تین حلقوں میں جاکر ضرور پڑھا سکتا ہے۔

۵۔ خوش خطی کی آسانی آجانے کیواسطے ہمنے ایک سلسلہ مشق ترتیب دیا ہے جسکے ذریعہ سے ہماری راے میں حرف شناس پردہ نشین بیبیاں بغیر استاد کے اونکے ذریعہ عمدہ خوشخط ہو سکتی ہیں۔ اور اسکا نام ہمنے (اگرہ مشق) رکھا ہے اور یہ زیر طبع ہے۔

۱۲- اسکی لیاقت کا استاد جو لڑکیوں کو عام تعلیم دے سکے میری رائے میں دس یا بارہ روپیہ ماہوار میں ضرور مل جائے گا۔ اب اگر فی حلقہ دس دس لڑکیاں ہوں تو تین حلقوں کو ایک استاد پڑھا سکے تو فی لڑکی ساڑھے چہ آنے خرچہ ہوگا۔

لیکن اگر ان لڑکیوں کے ساتھ چھوٹے لڑکے دس برس کی عمر تک بھی شامل کردیئے جائیں تو ضرور تعداد پڑھنے والوں کی بڑھ جائے گی اور خرچہ فی کس کم ہوجائیگا۔ انگریزی پڑھانے کیواسطے غالباً ہندو استاد ارزاں مل سکتے ہیں اور ایک استاد ایک حلقہ کو ایک گھنٹہ پڑھائے تو کئی محلوں کے واسطے کافی ہوسکتا ہے۔ اور بیشک اسکا خرچ مزید ہوگا۔

اور کیا ہر محلے میں ایسے اہل خیر نہیں ہوں گے جو ایسی محتاج لڑکیوں کے واسطے حسبتاً للہ دو تین روپیہ ماہوار کا بھی بندوبست کردیں۔

علاوہ ازیں جیسا کہ ہم نے اپنے جنوری کے رسالہ میں لکھا ہے پنشن یافتہ پڑھے ہوئے حضرات اگر خدا تعالیٰ کے اس احسان کے اظہار شکرگذاری میں کہ اوس نے اونکو ہر طرح صحیح اور تندرست رکھکر اون کو بذریعہ پنشن کے یا ایام ملازمت کی کمائی کی فکر معاش سے فارغ البال کردیا۔ اگر لڑکیوں کو پڑھانے کا (گو باقاعدہ پڑھانے کا) کام اپنے ذمے لیں تو ہر طرح شایان انسانیت اور بندگی ہے۔

کسی شخص نے سچ کہا ہے کہ اگر تم کو اپنی زندگی کی لذت معلوم کرنا ہے تو دوسروں کے کام کو اپنا بنا کر دیکھو جسکے بعد تم کو اپنی حیات اون محتاجوں کی خاطر نہایت عزیز اور قیمتی ہوجائے گی۔

اور اسپر پڑھانے کا شغل کہ جو اچھی خاصی حکومت کا نمونہ ہے ایک نہایت دلچسپ مشغلہ ہے۔ اور میرا تو خیال یہ ہے کہ لڑکیوں کے والدین ایسے نیک پنشن خواروں کے اسقدر ممنون ہوں گے کہ محلہ بھر اون کا دعا گو اور ثنا خواں ہوجائیگا۔ کیا اچھی بات ہے کہ خدا بھی خوش اور انسان بھی ممنون۔

۱۳- انگلو ورنیکلر مڈل کلاس تک کی پڑھائی کے واسطے ہر ایک شہر والوں کو ایک ایک اسکول کا بندوبست کرنا پڑے گا۔ اور اس غرض سے ایک ہوادار اور پردہ دار حویلی کرایہ پر لینی ہوگی۔ اور کچھ ڈولیاں یا بیل یا گھوڑے کی پردہ دار شکرم بنانا ہوں گی جو لڑکیوں کو اسکول لیجا اور لے آسکیں اور نیز پڑھانے والا اسٹاف درکار ہوگا۔

پڑھانے والے اسٹاف کا مسئلہ مشکل ہے کیونکہ ماہر اوستانیوں کا ملنا دشوار ہے۔ مگر تاہم غالباً

ناممکن نہیں ہے۔ شاید ایسی ہندو بیبیاں ملجائیں جو اردو اور فارسی جانتی ہوں۔ اور انگریزی پڑہانے کے واسطے یورپین یا یوریشین لیڈی ضرور ملجاے گی (اس موقعہ پر یہ ظاہر کر دینا لازم ہے کہ راقم مشنری لیڈیوں سے تعلیم دلانے کا سخت مخالف ہے۔ گو کہ اون کے ذریعہ سے ارزاں بلکہ بلا معاوضہ مل سکتی ہیں۔)

میںنے جہانتک خیالی تخمینہ کیا ہے ایسے اسکول کے واسطے ڈیڑہ سو پونے دو سو روپیہ ماہوار کافی ہیں۔ جو کچھ فیس سے ملجایا کرے گا۔ (مگر فیس تعلیم بہت ہی خفیف رکہنا چاہئے۔ کسی حالت میں ایک روپیہ ماہوار سے زاید نہو) اور ایک بڑی رقم منیوسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈ ضرور دے گی (بشرطیکہ اسکول کا انتظام براے خواندن ہوگا نہ براے نمایش و لیپ زدن)۔

علاوہ ازین اب مسلمانوں تک میں بہی ایسے اہل خیر پیدا ہو گئے ہیں کہ محض خدا کے واسطے اپنی قوم کی بہتری کے لئے سیکڑوں اور ہزاروں نہیں بلکہ لاکہوں روپیہ دیدیتے ہیں۔ پس ایمانداری اور دلسوزی سے کام کرنے والوں کو روپیہ کی طرف سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ غیروں کے مقابلہ میں نیک نیتی اور سچائی سے کام کرنیوالوں کی کمی ہے۔

۱۴۔ پیشہ طبابت کا پڑہنا جو ایک نہایت معزز اور مقبول ہنر شریف بیبیوں کے واسطے ہو سکتا ہے۔ بیشک مشکل ہے۔ مگر کیوں طبابت پیشہ حضرات اپنی بیٹیوں کو بہتیجیوں بہانجیوں اور دوسری لڑکیوں کو جو سامنے آتی ہوں اس کی تعلیم دیں اور مستورات کے علاج کیواسطے اپنی مستورات ہی کو کیوں قابل نہ بنائیں۔ طبابت پیشہ خاندان کی بیگیات اس فن شریف کی عالمہ ہو جائینگی۔ تو دوسری بیبیاں بہی اون سے پڑہ سکینگی۔

۱۵۔ ڈاکٹری کی تعلیم دلانا غالباً سب سے زیادہ اہل خیر کا حصہ ہے۔ کیونکہ آسودہ گہروں کی لڑکیاں بوجہ پردہ کے نہ پڑہینگی۔ پس ایسے اشراف اور غریبوں کی لڑکیوں کو وظیفہ دے کر پڑہوانا ہوگا جو پردہ کی پابند نہیں ہیں۔

آگرہ میں چونکہ خود میڈیکل اسکول موجود ہے اسواسطے یہاں کے مسلمانوں کی خاص توجہ کا مستحق یہ مسئلہ ہے۔ مگر دوسرے شہروں کو بہی اس سے غفلت نہیں چاہئیے۔ کیونکہ دیسی عیسائی اور یوریشین لڑکیاں جو میڈیکل اسکول میں آگرہ کی زیادہ تعداد میں ہیں وہ صرف آگرہ کی نہیں ہیں بلکہ مختلف شہر ان طالبات العلوم کو مہیا کر رہے ہیں۔

ندا۔ یہ پوشید و نہیں ہے۔ علی الخصوص ہندوستان میں کہ لڑکیوں کی حالت لڑکوں سے بہت زیادہ نازک ہوتی ہے والدین کے گھر چند سال رہکر اونکو ایسے اجنبیوں سے سابقہ پڑتا ہے جنمیں سے بہت سوں کا رسا سوں دیورانیوں جٹھانیوں نندوں کا) طبعاً معاندانہ سلوک اون کے ساتھ ہوتا ہے پس یہ ہر طرح مناسب ہے کہ اگر والدین ایسے مالکان جائداد نہیں ہیں جن سے اون کی لڑکیوں کو نفع اور سہارا ہو تو اپنی لڑکیوں کو زیور علم اور شریفانہ دستکاریوں اور فنون کی تعلیم کے ذریعہ سے مستغنی کر دیں تا چاری اور بے بسی کا کہنا نہیں ہے۔ لیکن اس طرف سے غفلت والدین کو ضرور خداوند عالم کے روبرو جواب دہ بنائے گی۔

۱۶۔ انسانی زندگی بڑی بے اعتدالیوں اور گناہوں سے بھری ہوئی ہے۔ اگرچہ اصلی چھٹکارا صرف خدا کی مہربانی سے ہو سکتا ہے۔ لیکن خداوند تعالیٰ کی نظر مرحمت حاصل کرنے کا جو خاص طریقہ ہے وہ اوسکے محتاج بندوں کی مدد کرنا ہے۔ جناب سرورکائنات نے ارشاد فرمایا ہے۔ (اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلاثۃ من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ)

پس نفع رساں تعلیم کا دینا خواہ اپنی اولاد کو ہو یا غیروں کو اور تعلیم پر خرچ کرنا اس حدیث شریف کے بموجب بعد مرنے کے بھی باعث اجر و ثواب رہتا ہے۔

۱۷۔ اللہ پاک کی رضا جوئے اور اپنے گناہوں کے فدیئے کے سوا دنیوی زندگی بھی اسپر مجبور کرتی ہے کہ اپنے عزیزوں اور ابنائے جنس کے افلاس کو رفع کیا جائے۔ کیونکہ دنیوی زندگی میں کامیابی کے واسطے صرف اپنی ذاتی دولت مندی کافی نہیں ہے بلکہ قومی افلاس کا دفع کرنے کی کوشش کرنا ضرور ہے۔ ایک دولتمند ہنرمند قوم کا بے دولت اور بے ہنر مرد ایک بے ہنر بے دولت قوم کے ہنرمند اور دولت مند مرد سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ پس (قومی عزت) اور (قومی ذلت) کا الفاظ بے معنی نہیں ہیں۔ مسلمانوں کا افلاس اب اس رتبہ پر پہنچ گیا ہے کہ سب زن و مرد ملکر کوشش نہیں کریں گے تو وہ یعنی افلاس گھروں سے باہر نہیں نکلے گا۔

۱۸۔ مثل تمام دوسرے مسائل کے مسئلہ تعلیم نسواں بھی اسکا محتاج ہے کہ ہر شخص اسکے حل کرنیکی طرف مائل ہو جائے۔ خود سمجھے اور دوسروں کو سمجھائے۔ گو واسطے کہ اسکی نظیریں کم نہیں ہیں خصوصاً مسلمانوں میں کہ دوسروں کے واسطے محنت کرنے والے دوسروں کی بہتری میں روپیہ خرچ کرتے

کو تیار لوگ موجود ہیں مگر اُن سے فائدہ اوٹھانے والے نہیں ملتے۔ پس اہم بات یہ ہے کہ ہر ایک شخص اپنے فائدہ اور نقصان کی بات پر خود غور کرے۔

اپنی اِس مضمون کے تتمہ کے طور پر ہم مناسب جانتے ہیں کہ مختلف زنانہ مدارس کی نصاب تعلیم چھاپ دیں تاکہ ناظرین العزیز سب نصابوں پر غور فرما کر کوئی متعین رائے قایم کر سکیں۔

نصاب تعلیم علیگڈھ زنانہ اسکول

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کی اردو کی ریڈریں۔ پہلی۔ دوسری۔ تیسری۔ چوتھی۔ مدرسہ میں پڑہائی جاتی ہیں۔ قرآن شریف روزانہ پڑہایا جاتا ہے۔ حساب بھی روزانہ ہوتا ہے۔ سینا پرونا ایک گھنٹہ روز سکھایا جاتا ہے۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کے زنانہ مدارس کی سکیم

لوئر پرائمری

پہلی جماعت

ششماہی اول	انجمن کا قاعدہ عربی ۸ صفحے تک۔
" دوم	
دینیات	انجمن کا قاعدہ عربی ختم۔
اُردو پڑہنا	" قاعدہ اُردو ختم۔
لکھنا	کاپی سلیپ نمبر ۱ (الف) (مولفہ انجمن)
حساب	سو تک گنِنا اور سو تک ہندسے لکھنا۔

دوسری جماعت

دینیات	قرآن مجید دو سیپارے۔
	دینیات کا پہلا رسالہ ۸ صفحہ (مولفہ انجمن)

اُردو پڑھنا	اُردو کی پہلی کتاب۔ (مولفۂ انجمن)
لکھنا	کاپی سلپ نمبر ۱ (ب) ؎
حساب	جمع کا پہاڑہ زبانی اور تقسیم الٹی۔
دستکاری	موٹا اور سادہ سینا۔

تیسری جماعت

دینیات	قرآن مجید سات سیپارے۔
	دینیات کا پہلا رسالہ ختم (مولفۂ انجمن)
	نماز کی پابندی۔
اردو پڑھنا	اُردو کی دوسری کتاب۔ (مولفۂ انجمن)
لکھنا	کاپی سلپ نمبر ۲ ۔
حساب	تفریق کا پہاڑہ زبانی۔ جمع و تفریق۔
دستکاری	بخیہ کرنا۔ کمربند بنانا۔ سادہ جراب بننی۔ کشیدہ انیس سے کم سے کم دو کام۔

اپر پرائمری

چوتھی جماعت

دینیات	قرآن مجید پندرہ سیپارے۔
	دینیات کا دوسرا رسالہ (مولفۂ انجمن)
	نماز کی پابندی۔
اُردو پڑھنا۔	اُردو کی تیسری کتاب۔ (مولفۂ انجمن)
لکھنا	کاپی سلپ نمبر ۳ سے لکھنا اور املا۔
فارسی	فارسی کی پہلی کتاب۔ (مولفۂ انجمن)
حساب	ضرب کے پہاڑے زبانی۔
	حساب ضرب اور تقسیم اور آموختہ کی مشق۔

دستکاری	سوتی جرابیں۔ دستانے اور گلوبند بنانا۔ عام موٹے کپڑے سینا۔ پھلکاری کاڑھنا انہیں سے کم سے کم کوئی تین کام۔
گھر کا کام	معمولی روٹی سالن پکانے کی ترکیب۔

پانچویں جماعت

دینیات	قرآن مجید ختم۔ دینیات کا تیسرا رسالہ (مولفۂ انجمن) نماز کی پابندی۔
اردو پڑھنا	اُردو کی چوتھی کتاب (مولفۂ انجمن)
لکھنا	املا اور خط لکھنا۔
فارسی	فارسی کی دوسری کتاب (مولفۂ انجمن)
جغرافیہ	اصطلاحات جغرافیہ و جغرافیہ پنجاب۔
حساب	ضرب تک کے سوالات کی زبانی مشق حساب تقسیم مرکب تک۔
دستکاری	دستانے۔ گلوبند۔ کنٹوپ اور اُونی جرابیں بنانا۔ باریک کپڑے سینا۔ پھلکاری کاڑھنا۔ جالی نکالنا۔
گھر کا کام	ہر قسم کی روٹی۔ سالن اور چاول وغیرہ پکانا۔

(۱) کل مضامین لازمی ہونگے۔

(۲) عام مدارس میں جماعت پنجم تک تعلیم ہوگی۔

(۳) دستکاری ہر مدرسے میں لازمی ہوگی۔ البتہ جن مدارس میں تمام کام جو ہر جماعت کے لئے مقرر کیا گیا ہے نہ سکھایا جاسکے۔ ان میں جو سادہ اور آسان کام ہیں ضرور سکھلائے جائینگے۔

(۴) جن مدارس کی معلمات درجہ اپر پرائمری تک تعلیم نہ دے سکیں گی۔ وہاں صرف لوئر پرائمری تک تعلیم رہے گی۔ اور جن مدارس کی معلمات اپر پرائمری تک تعلیم دے سکیں گی وہ مدرسے اپر پرائمری تک رہیں گے۔

(۵) اپر پرائمری مدارس ایسے مواقع پر ہونگے کہ لوئر پرائمری مدرسے انکی شاخ کا کام دے سکیں۔
(۶) لوئر پرائمری مدارس کی معلمات کی تنخواہ زیادہ سے زیادہ معہ ماہوار تک اور اپر پرائمری کی عہ ماہوار تک ہوگی۔

متفرق نوٹ تعلیم نسواں پر

لڑکیوں کے پڑہانے کے واسطے شیخ عبداللہ صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی کی کوششوں سے علیگڈہ میں ایک زنانہ اسکول قایم ہے۔ اس سے مسلمانوں کو فائدہ اوٹہانا چاہیئے۔ علاوہ ازیں سنا ہے کہ بہوپال میں تعلیم نسواں پر خاص توجہ کی جارہی ہے۔ جن مسلمانوں کو وہاں سے فائدہ اوٹہانا ممکن ہو انکو وہاں پر اپنی لڑکیوں کو بہیجنا چاہیئے۔

مگر یہ یاد رکہنا اور اچہی طرح ذہن نشین ہونا چاہیئے۔ کہ ہر شہر جب تک اپنا بوجہ خود نہیں اوٹہائیگا اور اپنی ضروریات کا انتظام خود نہیں کرے گا اسوقت تک وہ شہر ٹوٹے میں ہی رہیگا۔ اور مستحق تعریف بہی نہوگا۔

دوسرے شہروں میں خصوصاً بچوں کا جانا اور وہ بہی عام تعلیم کی غرض سے اور پہر جبکہ لڑکیاں ہوں خالی از دشواری نہیں ہے۔ سوائے اسکے مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ جہاں تک کفایت شعاری اور ارزانی ممکن ہو اوسکو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے اور ارزانی اسی میں ہے کہ ہر شہر خود اپنا انتظام کرے۔ خصوصاً اگرہ جو ایک زمانہ میں دارالسلطنت تہا اور اب بہی ایک صوبہ کو اوسکے نام کو اپنا سرنامہ بنانے کا فخر ہی کیا ایسا بے حمیت ہوجائیگا۔ کہ اپنے عزیز بچوں کی تعلیم کا خود اپنے شہر میں انتظام نہ کرسکے گا۔

تعلیم نسواں کے ذیل میں اسکا بیان ضروری ہے کہ اسوقت جو رسالے مستورات کے پڑہنے کے واسطے جاری ہیں اگرچہ اون کے پڑہنے کی طرف اور زیادہ کوشش ہونا چاہیئے لیکن انکے سوا اخبارات کا بہی بیگمات کی نظر سے گذرنا ضرور ہے تاکہ دنیا جہان کے حالات کے مختلف پہلوؤں پر اون کی نظر پڑتی رہے اور روشن ضمیری اور واقفیت میں ترقی ہو۔ ہمکو خوب معلوم ہے کہ سمجہدار بیبیاں روزانہ پیسہ اخبار اور رسالہ انتخاب لاجواب کو جو دفتر پیسہ اخبار سے نکلتا ہے بہت شوق اور دلچسپی سے پڑہتی ہیں۔ پس زنان خانوں میں روزانہ پیسہ اخبار اور انتخاب لاجواب کا اور زیادہ رواج دیا جانا چاہیئے۔ اسی طرح وہ بیگمیں جو صحیح...

امید ہے ہر طرح شریف گھروں میں پڑہے جانے کے لایق ہے۔

اسمعیل

امریکہ کے تربیت نسواں کی ایک مثال

(فیگارو) نامی فرانسیسی ایک اخبار کا کارسپانڈنٹ (امریکہ) کے ایک شہر کا حال اسطرح لکھتا ہے (بوسٹن) شہر میں موسوم بہ (ووفنس ایجوکیشنل اینڈ انڈسٹریل یونین) عورتوں کی تعلیم کے واسطے ایک دارالتعلیم ہے۔ کہ جس میں ہر ایک عمر کی عورتوں کو ایسے ہنر سکھائے جاتے ہیں جنسے وہ اپنے واسطے کمانیکے لایق بنجائیں۔

اس کارخانہ نے ایک وسیع سڑک کے کنارے پر ایک مکان کرایہ پر لیا ہے جدا جدا کمرے جدی جدی ہنروں کی تعلیم کے واسطے مخصوص کردیئے گئے ہیں۔

ایک کمرہ میں میں نے دیکھا کہ ہر طرف میزاور کرسیاں بچھی ہیں اور انمیں وہ عورتیں جن کی عمریں چالیس برس کے قریب ہیں ٹوپیونکا سینا اور بنانا سیکھ رہی ہیں۔ ان عورتوں میں ایک حبشیہ[۵۱] عورت بھی تھی جو کاغذ پر نقش ونگار بنانے کی تعلیم پا رہی تھی۔ جو عورتیں اس حصہ کام کو سیکھنا چاہتی ہیں اونکو ۴۸ سبقوں کے عیوض میں دس ڈالر[۵۲] سالانہ دینا ہوتے ہیں۔

دوسرے حصہ میں اس مکان کی وہ تمام چیزیں فروخت ہوتی ہیں جنکو اس تعلیم گاہ کی شاگردوں کو بنانا ہوتا ہے۔ مگر اس کمرہ میں اون عورتوں کے ہات کی بنائی ہوئی چیزیں بھی بکتی ہیں جو اپنے گھروں سے بنا کر بھیجتی ہیں۔ اس کمرہ میں بیچنے کا طریقہ بھی عورتوں کو سکھایا جاتا ہے۔ گذشتہ سال میں سولہ ہزار ڈالر کا سامان اس کارخانہ نے فروخت کیا تھا۔

ایک خاص حصہ اس مکان کا رکابداری کی تعلیم دینے کا ہے جس میں عورتیں لڑکیاں اور

۵۱۔ حبشیہ عورت کا خاص کر کارسپانڈنٹ نے اسوجہ سے تذکرہ کیا ہے کہ باوجود اس علم وفضل اور روشن ضمیری جو امریکہ کے اندر ہے۔ سیاہ فام لوگوں سے وہ ویسی ہی نفرت کرتے ہیں۔ جسقدر یہاں کے ہندو شودروں سے۔

۵۲۔ ڈالر قریب دو روپیہ کے ہوتا ہے۔

اُجرت لیجاتی ہے۔

درسوں کی تفصیل مس فرایر نے یوں بیان کی کہ اول جماعت کو آگ جلانا۔ مٹی کے تیل کے چولہوں کا استعمال کرنا۔ آلو اُبالنا۔ انڈے پکانا۔ توس کا سیکنا۔ کافی کا بھوننا۔ شوربا پکانا اور دو ایک سادہ پڈنگو پکانا سکھایا جاتا ہے۔

دوسری اور تیسری جماعت میں کھانا پکانے کے ہنر کے اس سے ذرا زیادہ سمجھ والے کام بتائے جاتے ہیں۔ چوتھی جماعت والیوں کو مربے۔ حلوے وغیرہ کا بنانا۔ پانچویں جماعت میں میز کا لگانا کھانا سرو کرنا اور کھلانے کے متعلق دوسرے کار خدمت بتائے جاتے ہیں۔ چونکہ اون لڑکیوں کو جنکو دوسروں سے حکم دے کر کام لینا ہوگا (یعنی آسودہ حال بیگمات کو) خود بھی ایسے کاموں کا سیکھنا لازم ہے جسطرح پر کہ دسترخوان کی درستی اوسکی صفائی اور انتظام۔ کھانے کے کمرہ کی درستی۔ مکھن کی گولیاں یا ٹکیاں بنانا۔ رکابیوں پیالیوں وغیرہ کا دہونا اور اونکو انتظام سے الماریوں میں رکھنا۔ چاندی کے برتنوں کی صفائی اور آنست۔ انگریزی اور روسی اصول پر قہوہ اور چائے کا پکانا۔ مہمانوں کی تواضع اور خاطرداری کرنا ہے۔ غرضکہ میرے شاگرد (میڈم نے کہا کہ) ان سب باتوں میں خوب ہوشیار ہو جاتی ہیں۔ چھٹی جماعت والیوں کو بیماروں کا کھانا پکانا سکھایا جاتا ہے۔ اور میں اپنی ان شاگردنیوں کو لیکر شفاخانہ میں جاتی ہوں اور ضرورت ہوتی ہے تو وہاں پر اون سے عملی کام لینے کا بندوبست بھی کر دیتی ہوں۔ بازار سے سودہ خرید کرنا بھی اس جماعت والیوں کو سکھایا جاتا ہے۔ میرے اس کام میں اس شہر کے بہترین ہوٹلوں کی پکانے والیاں بھی میری مدد کرتی ہیں یعنے میرے کارخانہ میں کبھی کبھی آکر میری شاگردنیوں کے کام میں تعلیم دیتی ہیں۔

غالباً رسالہ العزیز کے معزز اور ذی فہم حضرات نے اس مضمون کو پڑھ کر مہذب اور غیر مہذب ملکوں کے فرق۔ مفلس یا غیر مفلس ملکوں کے اسباب افلاس کو خود سمجھ لیا ہوگا۔

(بوسٹن) ملک امریکہ کا ایک شہر ہے جس میں چھ لاکھ کے قریب آبادی ہے۔

اسمٰعیل

مسز بسنٹ کی یونیورسٹی

ایک یونیورسٹی کا تذکرہ اس زمانہ میں اخبارات میں خاص کر ہو رہا ہے جسکو مسز بسنٹ صاحبہ قائم کرانا چاہتی ہیں اور چونکہ اس یونیورسٹی سے اسلامی حصہ کی بابت نقصان علیگڈھ کالج کی طرف سے مخالفت ہوئی ہے اس وجہ سے یہ مسئلہ اور بھی دلچسپ ہو گیا ہے۔

ہم نے اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھنے کے واسطے خود مسز بسنٹ صاحبہ سے خط و کتابت کی جس کو ہم ناظرین کے ملاحظے کے واسطے چھاپتے ہیں۔ ہماری دوسری چٹھی کا جواب جناب بسنٹ صاحبہ نے ایسا صاف نہیں دیا جس سے سوالات کا پورا حال کھلتا لیکن جہانتک غور کیا جاتا ہے مسلمانوں کو خواہ مخواہ اس یونیورسٹی سے الگ رہنے اور مخالفت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اگر مسلمان شریک رہیں گے تو ضرور اس تحریک سے انکو کچھ نہ کچھ علمی فائدہ ہوگا۔ اور الگ رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مذہبی تعلیم کو دنیوی تعلیم میں ملا دینے کا جس پر آجکل ہر طرف سے زور دیا جا رہا ہے ایک اہم مسئلہ ہے جو ایک جداگانہ عنوان کے ساتھ لکھے جانے کے لائق ہے جس کے متعلق ہم ضرور کسی پرچہ میں انشاءاللہ بحث کریں گے۔

دوسرا ضروری سوال یہ ہے کہ کسی آزاد یونیورسٹی کا چارٹر گورنمنٹ ہند دے گی یا نہیں۔ اگرچہ ان انقلابات کی وجہ سے جو جلد جلد انتظام ملکی میں نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا میں ہو رہے ہیں کوئی ٹھیک رائے نہیں دی جا سکتی۔ مگر تاہم ہندوستان میں بکثرت مختلف مذاہب۔ مختلف خیالات اور مختلف پوزیشنوں والے باشندوں کے ہونے کی وجہ سے بظاہر یہ آسان نہیں ہے کیونکہ جب تک گورنمنٹ متعدد اور ہر فرقہ کے واسطے جدا جدا ایسے چارٹر دینے پر تیار نہ ہو جائے اسوقت کسی خاص فرقہ کے ساتھ کوئی رعایت کرنا ممکن نہیں معلوم ہوتا۔ علاوہ ازیں جبکہ ہندوستان کے پولٹیکل آسمان میں تعلیمی رعد و برق نے بھی خاص خطرہ پیدا کر دیا ہے اور گورنمنٹ مجبور ہے کہ تعلیمی رہنمائی پر اپنا پورا قابو رکھے۔ تو نہیں کہا جا سکتا ہے کہ کوئی ایسی رعایت کسی خاص فرقہ یا کل فرقوں کو اس زمانہ میں دی جائی ملک داری کے لحاظ سے ممکن اور مناسب ہے۔ بہرحال وہ خط و کتابت یہ ہے۔ جو ہم میں اور مسز بسنٹ صاحبہ میں ہوئی۔

آگرہ ۲۲ - اپریل سنہ ۱۹۱۰ء

ڈیر میڈم - میں نے ان ایام میں اخبارات میں ایک نئی مذہبی یونیورسٹی کی بابت آپ کی تجاویز کا تذکرہ دیکھا ہے - اور نیز یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کچھ اہل اسلام اوسکے مخالف ہیں۔ اس معاملہ کو کما حقہ سمجھنے کے واسطے میں آپکو تصدیعہ دیتا ہوں کہ براہِ عنایت مطلع فرمایئے کہ اِس دار العلوم سے آپ کا کیا مقصد ہے۔

یہ بالکل صاف ہے کہ ہم اہل اسلام اپنے مذہبی امور میں کسی دوسرے مذہب والے کی ہدایت کے پابند نہیں ہوسکتے ہیں اور فی الحقیقت ہمکو کسی دوسرے مذہب والے کے مذہبی امور میں ہدایت کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یہ بالکل ممکن ہے کہ آپ نے ایسا انتظام کیا ہو کہ اسلام کے درس کا بندوبست مذہب اسلام کے کسی عالم کے ہاتھ میں رہے پس میں امید کرتا ہوں کہ کسی فرصت کے وقت آپ امور بالا کا جواب مجھے دینگی - اور مجھکو اس بات کے عرض کرنے کی اجازت دیجئے کہ ہمکو ہمارے دنیاوی امور میں رہبری کے لئے ایسے ایک مربیہ کی ضرور ضرورت تھی جیسی کہ آپ ہیں پس ہم اپنے دنیاوی امور میں اِن کی مدد کے ہمیشہ مشتاق رہینگے۔

آپکا خادم - اسمٰعیل

---

۲۴ - اپریل سنہ ۱۹۱۰ء از بنارس

جنابمن - میں نہایت خوشی کے ساتھ اسکا اظہار کرتی ہوں کہ ہماری مجوزہ یونیورسٹی کے بورڈ کی فہرست میں چند باوقار مسلمانوں کے نام موجود ہیں - اگرچہ علیگڈھ نے شرکت سے انکار کردیا ہے - - - - - تعلیم ہر مذہب کی بالکل اوسی مذہب کے پیرو کی نگرانی میں دیجاوے گی - مجوزہ یونیورسٹی ہر ایک بالکل مذہبی کالج سے متعلق ہوگی - لیکن ہر کالج کی مذہبی تعلیم اوسکے پیشواؤں سے متعلق ہوگی اور کسی دوسری مداخلت سے سرتاپا آزاد ہوگی - کسی مذہب میں مداخلت کرنے کا کبھی کوئی خیال نہیں ہوا ہے - میں اس مجوزہ یونیورسٹی کو کل اون مذاہب کا مرکز بنانا چاہتی ہوں - جو مذہبی تعلیم کی ضرورت کو محسوس کرتی ہیں - میں نے بارہا مذہب اسلام پر بھی مثل دیگر مذاہب کے لکچر دیئے ہیں - اور ہمیشہ اوسکی تائید کی ہے اور دیگر اقوام پر اوسکی خوبیوں کا اظہار کرتی رہی

ہوں۔ آپ میرے وہ مضمون اسلام پر ملاحظہ فرمایئے جو ۱۵ اپریل ۱۵ مئی کے پرچہ تھیا سوفیسٹ میں شائع ہوئے ہیں۔ آپ کی وفادار

مسز اینی بسنٹ

آگرہ ۲۹ - اپریل سنہ ۱۹۱۰ء

ڈیر میڈیم - آپ کا خط میرے عریضہ کے جواب میں آیا باعث مشکوری ہوا۔ میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اس یونیورسٹی کے قائم کرنے سے آپ کے مقاصد کیا ہیں۔ آیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ کامیاب شدہ طلباء کو کوئی ڈگری مثل ریونڈ شپ کے مذاہب مختلفہ میں دیجاوے یا آپ مثل گریجویٹ یونیورسٹی کے ایم۔ اے اور بی۔ اے بنانا چاہتی ہیں۔ اور آپ کی یونیورسٹی کے کامیاب شدہ طلباء کی زندگی کا کیا مقصد ہوگا۔ کیا آپ مجھے اجازت دیں گی کہ میں آپ کے سابق کے خط کو اور اس عریضہ کے جواب کو ماہواری پرچہ العزیز میں جو میری اڈیٹری سے شائع ہوتا ہے شائع کر دوں۔ آپکا خادم

اسمٰعیل

۷۔ مئی سنہ ۱۹۱۰ء از مدراس تھیوسوفیکل سوسائٹی

جناب من - صرف خود یہ دارالعلوم (یونیورسٹی) ہی فیصلہ کرسکتا ہے کہ کس قسم کی وہاں قابلیت حاصل کیجاوے گی۔ اور کونسی ڈگری وہاں سے کامیاب شدہ طلباء کو ملے گی۔ اگر یہ مناسب سمجھیں گے کہ ایسی ہی تعلیم کی ڈگری دیجاوے تو ایسا کیا جاوے گا حالانکہ ابھی تک کوئی تحریک ایسی نہیں ہوئی ہے۔ ایسی حالت میں بلاشک مذہب کے سربرآوردہ اور باوقار بزرگ امتحان کے پرچے بنادیں گے۔ یہ یونیورسٹی اپنے محدود احاطہ میں خود اختیار جماعت ہوگی۔ اور تمام اختیارات سینیٹ کے ہاتھ میں ہوں گے۔ چونکہ پہلے سینیٹ بورڈ کو مقرر کرے گی۔ لہذا یہ نہایت ضروری امر ہے کہ ہر مذہب کے مشہور فاضل اوسکی طرف سے ممبر انتخاب کئے جاویں۔ میرے خطوط آپ نہایت آزادی سے شائع کرسکتے ہیں اس یونیورسٹی کا یہ مقصد ہے کہ ہندوستانی شہری عمدہ تعلیم یافتہ۔ مہذب۔ مذہبی ہمدرد اور وفادار بنائے جاویں۔ آپکی وفادار اینی بسنٹ۔

اوڈیٹر کے مختصر نوٹ

تخت نشینی حضور عالی ایڈورڈ ہفتم کے حادثہ وفات کے بعد ساتویں تاریخ کو اعلیحضرت جارج پنجم قیصر ہند و شاہ انگلینڈ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے باضابطہ عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ ہماری دلی دعا ہے کہ خدا تعالیٰ حضور کی بڑی سے بڑی عمر کرے اور سلطنت کو اور زیادہ شاداب اور بارآور فرماوے۔
حضور ممدوح نے حلف دیتے وقت ارشاد کیا کہ آپ اپنے عالیجاہ والد بزرگوار کے قدم بقدم چلیں گے اور خدا سے دعا کی کہ وہ آپ کی مدد فرمائے۔

اعلیحضرت جارج پنجم کا عہد حکومت ہر طرح قابل اطمینان ہے۔ حضور ایک آزاد خیال بادشاہ ہیں۔ حضور جہاں پناہ جب سفر ہند سے دار السلطنت کو واپس تشریف لے گئے تو انگلینڈ میں آپ نے اپنا خیال ظاہر فرمایا کہ "انتظام ہند میں بہت آسانیاں ہو جائیں اگر اس میں ہمدردی کا جز بڑے پیمانہ پر داخل کر لیا جائے۔" الغرض ہم نہایت صدق دل کے ساتھ جہاں پناہ شاہ جارج پنجم کی درازی جاہ و اقبال کے واسطے خالق مطلق سے دعا کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ حضور کے سایۂ ہما پایہ کے تلے ہندوستان اور زیادہ ترقی کرے گا اور پھلے پھولے گا۔ اور نیز جان نثار مسلمان رعایا کو حضور کی عادلانہ توجہ سے کوئی خطرہ پیش نہیں آنے پائیگا۔

غالباً حضور پر نور دام ملکہم پر یہ امر روشن ہوگا کہ ہم مسلمان ہر طرح سے بہت ہی بدنصیبی کا شکار ہو رہے ہیں۔ اور ہم کو اس عالم اسباب میں جو کچھ بھی بھروسہ ہے۔ وہ صرف حضور عالی کی سلطنت اور قوم پر ہے۔ اوڈیٹر العصر صاف طور پر یہ محسوس کرتا ہے کہ تمام دنیا کے اندر صرف وہ مسلمان فارغ البال ہیں جو حضور عالی کی سلطنت یا حمایت میں (یعنی ہندوستان و مصر میں) ہیں۔ لیکن اب بھی اون کی حالت مزید توجہ جہاں پناہی کی محتاج ہے۔ زیادہ حد ادب۔

چڑیاں اور اونکا دفعیہ ستمبر اکتوبر اور مارچ اپریل میں چڑیاں انڈے بچوں کے واسطے جگہ کی تلاش میں مکان والے کی زندگی وبال کر دیتی ہیں۔ نکالا نہیں کہ پھر آموجود ہیں۔ ہشت ہشت کرتے کرتے یا نوکروں یا خود آقا کا حلق سوکھ جاتا ہے مگر مجال کیا کہ ذرا بھی اثر ہو۔ سو دفعہ نکالو اور پھر موجود۔ چق ذرا ہوا سے اوڑی اور چڑیا کمرے میں داخل۔ غرضکہ انسان

جزیر ہوجاتا ہے۔ لیکن اسکا علاج ہوائی بندوق ہے جو تین چار روپیہ میں بازار سے مول لیجا سکتی ہے۔ یا تو اس سے چڑیا شکار ہوجاتی ہے ورنہ جہاں اوسکے گولی دو چار مرتبہ چڑیا کے قریب جا لگی اور چڑیا نے آنا چھوڑ دیا۔ یہ بڑے تجربہ کا علاج اور بہت موثر ہے۔

انسان عجیب ذات ہے۔ ابھی چڑیوں کے مارے سخت خلجان میں تھا۔ اور اونکو ولسے کوستا تھا اور جہاں چڑیا مری اور افسوس کرنے لگا کیسی بے چاری کی جان گئی۔ لیکن چونکہ یہ حالت محض تلون طبع اور خیال رحمدلی کے باعث ہے اور کچھہ نہیں۔ اسواسطے اسطرف توجہ فضول ہے اور اسکا فیصلہ یہی ہوسکتا ہے کہ چند چڑیاں شکار کر لی جائیں تو اون کا ایک رکابی بھر قورمہ یا پلاؤ بہت مزے کا پکے گا۔ اگر خدا کے فضل سے گھر میں بچے ہیں تو اون کے واسطے تو ایک چڑیا بھی خدا جانے کیا کچھہ نعمت ہے۔

چڑیا مارنے کی ہوائی بندوق پر ایک بات ہمکو یاد آئی۔ ہمارے بچپن میں ہوائی بندوقیں لاٹھی کی شکل کی ہوتی تھیں۔ جنمیں اگر تبہ ہوا بھر دینے سے بیس تیس فیر ہوسکتے تھے۔ مگر قیمت اونکی ڈیڑھ سو سوا سو روپیہ تھے۔ اور ہوا کا بھرنا بھی کار سے دارد تھا۔ آدھ گھنٹہ کہنا کہ گھسٹ ہوا اور دو آدمی تھک جائیں تو ہوا بھر چکے۔ اوسکے بعد ہوائی بندوق نکلی جو معمولی بندوق کی شکل کی تھی مگر بہت ہی بیڈول تھی اور قیمت پندرہ بیس روپیہ تھی۔ اس بندوق کی نال کو توڑنے سے ایک دفعہ کی ہوا اندر سما جاتی تھی۔ اب نہایت عمدہ چاندی کی کلٹ دار ہوائی بندوقیں تین چار روپیہ میں آتی ہیں۔ اور سب سے آخری نئی ایجاد یہ ہے کہ ایک مرتبہ پانچسو گولیاں اوسمیں بھر لو۔ جو باری باری آتی اور چلتی جائینگی۔ ہوا البتہ ہر دفعہ میں ایک کھٹکا دبانے سے بھالا عمل کرنا ہوگی۔

اسقدر تصدیعہ دہی سے ہماری غرض ہوائی بندوق کی بناوٹ کی ہسٹری کا بیان کرنا نہیں ہے بلکہ کسی زندہ قوم یا زندہ ملک کے آدمیوں کیحالت کا دکھانا ہے کہ وہ کسی ایجاد پر قانع نہیں ہوتے اور روزمرہ نئی نئی باتیں نکالکر پرانی ناکارہ چیزوں کو پس پشت ڈالتے جاتے ہیں۔ نتیجہ اوس کا کاریگر کے واسطے یہ ہوتا ہے کہ اوسکے مال کی فروخت بڑھ جاتی ہے اور ارزانی اور کفایت سے تمام دوسری مخلوق فائدہ اوٹھاتی ہے۔ بائیکاٹ پکارنیوالے گدھوں سے پوچھو کہ آخر اس سے تم نے کیا فائدہ ہندوستان کا دیکھا ہے۔

بائیکاٹ سے کچھ بڑے بیپا سودیشی والے بھی ہیں - اچھا ہم فرمایش کرتے ہیں کہ ہمکو ایک ایسی ہوا کی بندوق کسی جوتی یا گوشت کی بنی ہوا کر دو - جواب اسکا سوا اسکے ملتا ہی نہیں کر اور کچھ نہیں ملیگا - جب ملک کا یہ حال ہے تو کیسی سودیشی اور کیسی بدیشی یہ تو صرف بدنفسی ہے جو اس حیلے سے ظاہر کیجا رہی ہے -

می طراود ز قلم انچہ در آ در ند دلست

مسلمان اور تعلیم

مسٹر ٹاٹا نے زر عطیہ اور علو حوصلگی سے ۱۸ سال ہوئے کہ اپنے ابنائے وطن کی فائدہ رسانی کے واسطے ایک فنڈ قائم کیا تھا کہ طالبان علم اوسمیں سے بطور قرض کے روپیہ لیکر یورپ میں تعلیم حاصل کریں - چنانچہ بہت بڑا فائدہ اس سے ہوا یعنی اس فنڈ کی مدد سے ۲۲ تو امتحان دیگر پاس ہو چکے ہیں اور برسر روزگار ہیں - اس تفصیل سے کہ سات نے سول سروس میں پاس کیا - تین نے انجنیری میں کوپر ہل کالج سے پاس کیا - ایک نے ایجوکیشن میں ڈگری پائی جو ایک ریاست کے صیغہ تعلیم کا افسر ہے - دو نے برقی انجنیری میں سند لی - دو نے ڈاکٹری میں سند لی ہے جو ولایت ہی میں اپنا کاروبار کر رہے ہیں - اسیطرح باقی ماندوں کا حال ہے -

ان طالب علموں نے جو روپیہ قرض لیا تھا وہ اوسکو ادا کر چکے ہیں اور اب بھی آٹھ طالب علم انگلینڈ میں پڑھ رہے ہیں -

مسٹر ٹاٹا نے یہ فنڈ ہندوستانیوں کے واسطے کھولا ہے اور اس میں قوم و مذہب کی قید نہیں ہے مگر اسوقت تک کسی مسلمان نے فائدہ اس سے نہیں اُٹھایا ہے صرف پارسی اور ہندو مستفید ہو رہے ہیں - اور یہ دلیل کافی ہے اسواسطے کہ مسلمانوں میں تعلیم حاصل کرنے کا شوق ہی نہیں ہے -

مسٹر ایس - ایم - شفیع کا ایک خط روزانہ پیسہ اخبار مطبوعہ ۲۸ - اپریل میں پیشہ کی تعلیم پر چھپا ہے - جسکا ایک ضروری ٹکڑا ہم نقل کر کے مسلمانوں سے اوس پر توجہ کرنے کو گذارش کریں گے -

اسوقت اگر ہندوستان کو کسی چیز کی ضرورت ہے تو وہ ٹکنیکل تعلیم ہے - اور ہندوستان میں

اگر سب سے زیادہ کسی قوم کو ٹکنیکل تعلیم کی ضرورت ہے۔ تو وہ مسلمان ہیں کیونکہ تقریباً تمام پیشہ ور کاریگر اور صناع ہندوستان میں مسلمان ہی ہیں۔ مگر ان کی مالی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ اگر مسلمانوں نے اسوقت اسکی طرف توجہ نہ کی تو وہ ترقی جس کے لئے اسقدر جدوجہد کر رہے ہیں ہرگز حاصل نہ کرسکیں گے۔ ہندو اور دیگر قومیں ٹکنیکل تعلیم کی ضرورت کو عرصہ ہوا محسوس کر کے اپنے نوجوان طلبہ کو جاپان امریکہ اور یورپ کو ٹکنیکل تعلیم کی تحصیل کے لئے بھیج رہی ہیں۔

بنگال کی سائنٹفک ایسوسی ایشن نے پانچ سال کے قلیل عرصہ میں ۴۵ سے زیادہ طلبہ یورپ۔ امریکہ اور جاپان بغرض حصول ٹکنیکل تعلیم بھیجے ہیں۔ پانچ سال کے عرصہ میں وہ تمام لڑکے ملک میں واپس آکر بنگال اور بنگالیوں کے لئے کس قدر مفید ثابت ہوں گے اور بنگالی ترقی کس درجہ پر پہنچ جائے گی۔

ایک بے وجہ شکایت

روزانہ پیسہ اخبار مطبوعہ ۲۷۔ اپریل سنہ حال میں ذیل کا فقرہ بعنوان (تعلیم یافتہ لوگوں کی بیکاری ہی بےچینی کا ایک سبب ہے) لکھا ہے

آنریبل مہاراجہ صاحب بردوان نے ایشیاٹک کوارٹرلی ریویو کے تازہ نمبر میں ایک مضمون لکھا ہے جسکا لب لباب یہ ہے۔

”کہ ہندوستان کی بےچینی کا ایک سبب یہ ہے کہ سرکار نے ہندوستانیوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے بہت سی شاخیں کھولدی ہیں۔ سردست ہندوستانیوں کو ٹکنیکل اور صنعتی تعلیم حاصل کرنے کی بہت ہی خواہش ہے لیکن تعلیم حاصل کر کے اونکو اس تعلیم سے جسے وہ حاصل کرتے ہیں فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملتا۔ اس لئے ہندوستانیوں کو اگر انکو کونسلوں میں یا امپیریل اور پراونشل کونسلوں میں مقرر کرنے سے بےچینی دور نہیں ہوسکے گی۔ بلکہ تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کو گورنمنٹ ہند میں زیادہ آسامیاں دینے سے یہ مقصد حاصل ہوگا کیونکہ ہر تعلیم یافتہ اور ذی عقل انسان جبکہ اوسکے اوس تعلیم کو کام میں لانیکا موقع نہ ملے جو اوسنے حاصل کی ہو ضرور ناخوش ہوجائے گا۔ اگر بنگال یا دیگر ممالک کے تعلیم یافتوں کو سرکاری ملازمتیں ملجائیں تو وہ بغاوت کا نہیں۔ بلکہ اوس کے خلاف نغمہ الاپنے لگیں“

جو کچھ مذکورہ بالا فقرہ میں جدید تعلیم یافتوں کو مزید نوکریاں دینے کا بیان کیا گیا ہمکو اوس سے

بالکل اختلاف ہے کیونکہ (اول) تو سرکار کے ہاتھوں میں متعدد آسامیاں ہیں وہ سب بہری ہوئی ہیں کیا اس مضمون کا مقصد یہ ہے کہ بجز اس بیکاروں کے واسطے جدید ملازمتیں تصنیف کیجائیں اور ٹکس وہندوں سے مزید روپیہ حاصل کرکے اُس سے انکا مونہہ سیا جائے۔ اگر یہی مطلب ہے۔ (جو غالباً نہوگا) تو وہ دماغ نہایت حیرت انگیز ہے جو ایسی ایجاد کرنے کی قابلیت رکھتا ہو۔ (دوم) اگر غرض یہ ہے کہ انگریزوں سے اور عہدے لیکر ہندوستانیوں کو دیئے جائیں تو یہ ایک ایسی راے ہے کہ ہمکو مہاراجہ بردوان جیسے روشن ضمیر کے ساتھ اسکو منسوب کرنے میں بالکل تامل ہوتا ہے۔ کیونکہ اِس زمانہ میں جبکہ یورپین کی تعداد بڑہانے کی ضرورت ملک کو ہے اونکے گہٹانے کی تحریک سے زیادہ ابلہانہ کوئی اور تدبیر نہیں ہو سکتی۔ (سوم) یہ ایک موٹی سی بات ہے کہ تندرستوں کو بہیک دینے سے افلاس کم نہیں ہوتا بلکہ کاہلی اور سستی بڑہ جاتی ہے۔ (چہارم) ہمارے ملک کی ایک ضرب المثل ہے کہ ایک دو کا مونہہ تو شکر سے بہرا جاسکتا ہے مگر تمام آدمیوں کا مونہہ تو خاک سے بہی نہیں بہرا جاسکتا۔

غرض یہ کہ انگریزی پڑہے ہووں کیواسطے یہ سفارش کرنا کہ اونکو نقد و کیر یار بنایا جائے بدترین مشورہ ملک گورنمنٹ اور خود انگریزی پڑہے ہووں کیواسطے ہے۔

گورنمنٹ کافی بلکہ اُس سے بہی کچہہ زاید رعایت انگریزی تعلیم یافتوں کے کر رہی ہے۔ اگر اسپر بہی وہ قانع اور شکرگذار نہیں ہو سکتے تو اوسکا علاج فقط دعا ہے جو اونکے حق میں اونکے راہ راست پر آنے کے واسطے کی جائے۔

بہرحال ہمکو ایسی لاطائل دماوی سے جیسا کہ اوس اقتباس میں ظاہر کیا گیا ہے۔ بے انتہا رنج ہوتا ہے۔ نہ اسوجہ سے کہ گورنمنٹ اور حکام بیجا دق کئے جاتے ہیں۔ بلکہ اسوجہ سے کہ ایسی باتوں سے ملک کی فیلنگ خراب جاتی ہے اور بجاے قانعانہ بسر حیات اور سیلف ہیلپ کے مزاج میں بیجا تیزی بڑہتی ہے۔ اور فتنہ و فساد کی رغبت ہوتی ہے۔

آربندو گھوش کا فرار ہو جانا

اِس شخص کی ایسی حالت سے فرار ہونے کہ اِس نے اول خلاف قانون مضمون لکہا اور اوس کے دوست اُس کے روپوش کو گوشہ نشینی اور خداطلبی کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔ صاف ثابت ہوتا ہے کہ جو کمیٹیاں وغیرہ باغیانہ جرایم کے انسداد اور مفسدوں کے پتہ لگانے کے واسطے بنائی گئی ہیں یا

وہ نظمیں ہیں یا بعض برے مضامین ہیں۔ کیونکہ اول بار ابند ہو کے دوستوں کو اوسے سمجھانا چاہیے تاکہ ایسے لغو خیالات کو وہ ترک کردے۔ اگر وہ ترک نہیں کرتا تھا تو اوسکو اوسکی قسمت پر چھوڑ دینا چاہیے تاونتیکہ اوسکا مضمون چھاپا جاوے اور اوسکی پردہ پوشی میں (یہ کہکر کہ وہ عبادت میں مصروف ہے) اوس کو امانت دی جائے۔ بہر حال یہ حالت ملک کے واسطے پوری بداقبالی کی علامت ہے

اگرچہ افسوس ہے کہ اسمرتبہ پولس اوس سے چوک گئی ہے ورنہ اسوقت تک جسقدر جرائم اور مجرموں کا انکشاف ہوا ہے وہ صرف محکمہ پولس کی کارگزاری اور قابلیت سے ہوا ہے اور ملک نے کوئی ایسا فعل نہیں کیا جس سے ثابت ہو کہ باشندگان ملک خود بھی ان نالائقوں کی تاک میں رہتے ہیں۔ اگر اہل ملک میں ایسا عام خیال پیدا ہو جائے کہ لغوگویوں کو خود تلاش کرکے سرکار میں پیش کر دیا کریں تو ملک خرافات سے جلد صاف ہو سکتا ہے۔

تمام امن پسند اور عاقل اشخاص کا خواہ وہ مسلمان ہوں یا ہندو فقط یہ کام نہیں ہے کہ وہ آپ پاکدامن رہیں بلکہ اون کو اس نجاست کی صفائی کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ بغیر اسکے لائق اطمینان نہیں ہوگی۔

مسلم لیگیں

ہمنے اس تبدیلی کو نہایت اطمینان سے پڑھا کہ پراونشیل مسلم لیگ لکھنؤ سے الہ آباد کو منتقل ہوگئی۔

سنٹرل مسلم لیگ کو بھی اب دوسرے صوبے کو جلد جانا چاہیے۔ کیونکہ اوسکا گھومتا رہنا بہ نسبت ایک جگہ قیام کی ہر طرح ضرور اور مناسب ہے۔

اگرچہ حروف ہجا کے بموجب صوبہ آگرہ و اودھ کے بعد صوبہ بہار میں اوسکا ہونا چاہیے مگر اس صوبہ کے جدید ہونے کی وجہ سے اگر وہ اپنا حق بمبئی کے واسطے چھوڑ دے تو ہر طرح قابل تعریف ہوگا۔

آنریبل مسٹر رفیع الدین احمد ساکن پونا سنٹرل لیگ کے سیکرٹری شپ کے لئے اوس صوبہ میں موجود ہیں جو بہترین اشخاص میں سے لیگ کیواسطے ہیں۔

پولس اور کونسل

صوبہ کے آخری جلسہ کونسل میں چند آنریبل ممبروں نے جو پولس پر حملے کئے ہم اوسکے مداح نہیں ہیں۔ اگر کسی پولس والے سے کوئی حرکت خلاف قانون ہوئی ہو تو اوسکا نام اور فعل بیان کرکے حکام کو اوسکی بداعمالی پر توجہ دلانا چاہیئے نہ یہ کہ

بغیر کسی جرم کے بیان کی سب پولس کو ایک لکڑی سے ہانکا جائے اس طریقہ سے اون نیک لوگوں کی غلط شکنی ہوتی ہے جو پولس میں ہر طرح ایمانداری سے کام کرتے ہیں اور جن کی تعداد کم نہیں ہے۔
پولس کے ذکر خیر میں یہ بات فراموش نہیں ہونا چاہیئے کہ ان شور و شغب کے سالوں میں جو گروہ کہ بحیثیت مجموعی گورنمنٹ کا خیرخواہ رہا ہے وہ پولس کا محکمہ ہے۔ جسقدر پولیٹیکل مجرم گرفتار ہوئے اور جسقدر پولیٹیکل جرائم کا پتہ لگا ہے وہ صرف پولس ہی کے گروہ کی کارگذاری ہے۔ اور یہ ایسا کارنامہ ہے کہ جس کے سبب سے محکمہ پولس ہر طرح کی تعریف اور توصیف کا مستحق ہے۔ اس فساد کے زمانہ میں اگرچہ بہت سے اشخاص اور مسلمان خاصکر من حیث القوم فرمانبردار رہے ہیں مگر کوئی مثال ایسی نہیں ہے کہ جس کی بابت کہا جائے کہ پبلک نے پولیٹیکل بدمعاشوں یا بدمعاشیوں کا پتہ لگایا ہو۔ ہاں البتہ یہ سہرا پولس کے ہی سر ہے کہ اوس نے اعلیٰ درجہ کی لیاقت اور قابلیت سے حق نمک ادا کیا ہے۔
ہم اس پر اپنا اطمینان ظاہر کرتے ہیں کہ افسران گورنمنٹ نے پولس کی حمایت جلسہ کونسل میں کی اور اس سے زیادہ خوشی ہمکو آنریبل مسٹر عبد المجید کی اوس تقریر سے ہوئی جو انہوں نے پولس کی ضرورت اور تعریف پر اسی جلسہ کونسل میں کی۔ بلاشبہ پولس پر جو روپیہ خرچ ہو رہا ہے وہ ہرگز زاید نہیں ہے اور جو اعتراض زیادتی مصارف پولس پر کیگئی ہے ٹھیک نہ تھی۔

معاوضہ خیرخواہی

کبھی کبھی اخباروں کی طرف سے یہ صدا اٹھا کرتی ہے کہ گورنمنٹ کو چاہیئے کہ خیرخواہ اخبارنویسوں کو کچھ خطاب وغیرہ دے۔ چنانچہ آجکل بھی ہم نے کئی اخباروں میں پھر اسکا تذکرہ پڑھا ہے۔ ہم ان خیالات کی حد سے زیادہ حقارت کرتے ہیں۔ کیونکہ اول تو وہ اصلی خیرخواہی نہیں ہے جو معاوضہ کی غرض سے کیجائے۔ دوسرے جو لوگ کہ گورنمنٹ کو قوت پہونچاتے ہیں وہ حقیقتاً اپنے ملک کو فائدہ پہنچاتے ہیں پس اپنے فائدہ کے کام میں معاوضہ کے کیا معنی ہیں۔ سوم جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم گورنمنٹ کی تعریف کرکے انگریزوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ انگریزوں میں اتنی قوت و لیاقت ہے کہ اونکو ہم جیسوں کی تعریف کی حاجت نہیں ہے۔ سب سے زیادہ استحقاق اخبارنویسوں کو خیرخواہی کے معاوضہ کا ان قانونوں کے لحاظ سے ثابت ہوتا ہے جو سڈیشن کی روک تھام کے قوانین سے اول کے قائل ہیں۔ اب تو اصمعت بلی لی

اور سب چاکری ہے۔ اور پھر اسپر معاوضہ مانگا جاتا ہے۔

جو لوگ اپنی خیرخواہانہ خدمات کا معاوضہ چاہتے ہیں۔ انہوں نے گورنمنٹ کے مفہوم کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ وہ اپنے کو ایک فریق اور انگریزوں کو دوسرا فریق جانتے ہیں۔ حالانکہ یہ بڑی غلطی ہے اور یہی بنیاد اون نامقبول باتوں کی ہے جس میں کہ لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ہمکو سب کو یقین کر لینا چاہیئے۔ کہ ہم اور انگریز ایک ہیں۔ انگریزوں کا رعب و داب ملک میں ہمارے ملک کیواسطے مفید ہے۔ پس انگریزوں اور انگریزی گورنمنٹ کی عظمت و شان بڑہانے میں جو کوئی بھی خدمت کرتا ہے وہ اپنے ملک ہی کی خدمت کرتا ہے۔ اور اپنے ملک اور قوم کی خدمت کے معاوضہ کے خیال سے زیادہ بیہودہ خیال کوئی دوسرا ہو نہیں سکتا۔

خطابات کی بابت ہمکو امریکہ کی سسٹم پسند ہے جہاں سوائے علمی خطابات کے کوئی خطاب نہیں ہے

صدائے بے آہنگ

آجکل اخباروں میں یہ دیکھ کے تعجب ہوتا ہے کہ لنڈن مسلم لیگ نے سنٹرل مسلم لیگ ہند کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ ہندو اور مسلمانوں کے باہمی اختلاف کو دور کرنیکے واسطے ضلعوار کمیٹیاں بنائیں اور ہندوستان کی سنٹرل مسلم کے چند سربرآوردہ ممبر اس مشورہ کی تعمیل میں سرگرم ہیں۔

ہم نے اس نوٹ کا عنوان صدائے بے آہنگ اسواسطے قرار دیا ہے کہ ہماری رائے میں ہندو اور مسلمانوں میں کوئی رنجش نہیں ہے جسکی صفائی کا اتنا بڑا اہتمام درکار ہو۔ اور اس وجہ سے یہ تحریک صدائے بے آہنگ ہے۔

بلاشبہ پولٹیکل حقوق کے طلب میں مابین مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے کچھ اختلاف ہے۔ لیکن اول تو یہ اختلاف ایک معمولی اختلاف ہے جو انسانی فطرت کے موافق ہے اور ہمیشہ رہیگا اور ہر ملک میں مختلف گروہوں کے اندر اختلاف موجود ہے۔

دوسرے نہایت باریک بات یہ ہے کہ یہ اختلاف ہندو اور مسلمانوں کا اختلاف نہیں ہے بلکہ کانگرس اور خلاف کانگرس پارٹی کا اختلاف ہے۔ کیونکہ کانگرس پارٹی میں مسلمان بھی شامل ہیں جو کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو خاص حقوق نہیں ملنا چاہئیں۔ اور غیر کانگرس پارٹی میں ہندو شامل ہیں جنکو کچھ عذر نہیں ہے کہ مسلمانوں کو اونکے حقوق فیاضی سے دیئے جائیں۔ پس اسکو مسلمان

اور ہندوؤں کا اختلاف کہنا ہی غلط ہے۔

بنظر بریں ہم مسلم لیگوں سے صاف کہنا چاہتے ہیں کہ انکو زیادہ تر ہوشیاری اور سنجیدگی سے کام کرنا چاہیئے اور سیدھی سادھی بات کو غلط مبحث میں ڈالکر پیچیدہ نہیں بنانا چاہیئے۔

پنجاب کونسل

آنریبل میاں محمد شفیع نے (جو سب آنریبل ممبروں سے زاید مسلمانوں کے حقوق کی توضیح میں حصہ لیتے ہیں۔) پنجاب کے قانون ساز کونسل میں جو ضروری سوال کیا اوسکی بابت اخبار ہندوستانی مطبوعہ ۱۶ مئی میں یہ لکھا گیا ہے۔

آنریبل میاں محمد شفیع نے گورنمنٹ سے چاہا کہ سررشتہ تعلیم کے اسامیوں کی تفصیل جن پر ہندو و مسلمان اور عیسائی متقرر ہیں علیحدہ علیحدہ بتلائی جائے۔ اس سوال سے انکا مقصد یہ تھا کہ مختلف جماعتوں کی آبادی کے بموجب سررشتہ تعلیم کی ملازمت میں خاصکر مسلمانوں کی تعداد خلاف تناسب ظاہر کیجائے اس سوال پر دلچسپ مباحثہ ہوا۔ آنریبل مسٹر شادی لال صاحب نے دریافت کرنے کی اجازت چاہی کہ آیا سرکاری ملازمتوں پر تقرری بلحاظ ذات۔ رنگ۔ یا مذہب کیجاتی ہے یا بلحاظ قابلیت ہوتی ہے۔ مسٹر شفیع نے مسٹر شادی لال کے اس سوال پر اعتراض کیا کہ خلاف قاعدہ ہے۔ حضور لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر نے مسٹر شفیع صاحب کا اعتراض نامنظور فرمایا اور کہا ”سرکاری ملازمت میں سب سے پہلے قابلیت کا خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن بحالت قابلیت گورنمنٹ کیطرف سے یہ بھی کوشش کیجاتی ہے کہ جہانتک ممکن ہو سکے تقرریاں بہ تناسب تناسب آبادی مختلف جماعتوں کے جو صوبہ میں ہوں کیجاویں۔

میاں محمد شفیع کا پبلک کو بہت مشکور ہونا چاہیئے کہ انہوں نے حکام کی توجہ ایک بڑے ضروری سوال کی طرف مائل کی۔ اور نیز حضور لفٹنٹ گورنر پنجاب کا جواب پورا تشفی بخش ہے۔ حضور کی یہ پالیسی کہ وہ صرف قابل لوگوں ہی کو نوکری دینا چاہتے ہیں بالکل صحیح ہے مگر باوجود اسکے حضور کو تناسب تعداد کا خیال بھی رہنا داد رسی کے واسطے پوری ضمانت ہے۔ امید ہے کہ اس سچی پالیسی کی ذریعہ سے عنقریب صیغہ تعلیم میں مسلمانوں کی کافی تعداد ہو جائے گی۔ اور قابل مسلمانوں کو پورا موقع اس لائن میں داخل ہونیکا ملیگا۔

اخبار ہندوستانی مطبوعہ ۱۶ مئی لکھتا ہے کہ آنریبل خان بہادر مامونجی نے دریافت کیا کہ اولپنڈی

کی میونسپل کمیٹی میں ہندو مسلمانوں اور سکھوں کی تعداد کیا ہے۔ ذیل کا معقول جواب جو آنریبل مسٹر
ٹالیٹن سنے دیا دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ "میونسپل کمیٹی راولپنڈی کی نوعیت کی سنہ ۱۸۹۵ء میں
نظرثانی کی گئی تھی جب منتخب شدہ ممبروں کی تعداد ۱۴۔ اور نامزد شدہ ممبران کی تعداد ۷ مقرر ہوئی
تھی سنہ ۱۸۹۵ء سے ۱۴ ہندو اور ۲۰ مسلمان وقتاً فوقتاً کمیٹی میں منتخب ہوئے سنہ ۱۸۹۵ء سے منتخب شدہ
ممبروں میں ہمیشہ ہندوؤں کی کثرت تعداد رہی ہے فی الحال ۹ ہندو اور ۵ مسلمان ممبر ہیں سنہ ۱۹۰۶ء
سے مسلمان ممبران کی قلت پر دو مرتبہ گورنمنٹ کی توجہ دلائی گئی اور تحقیقات کی گئی کہ آیا یہ ممکن ہے کہ
ان کی تعداد اس سے زیادہ کر دی جائے جو سنہ ۱۹۰۶ء میں تھی۔ ان تحقیقاتوں کے نتیجے سے ظاہر ہوتا ہے
کہ شہر راولپنڈی میں بہت کم مسلمان قابلیت ممبری رکھتے ہیں اور کام میونسپلٹی کرنے پر رضامند ہیں
درحالیکہ اس مقام کے سرگروہاں جنہوں نے راولپنڈی کو عمدہ حالت میں پہنچایا ہے سکھ اور ہندو ہیں
ایسی حالت میں بھی یہ ممکن نہ ہو سکا کہ ممبران کی تعداد صرف تناسب آبادی پر قایم کی جاوے تناسب
کا خیال فروگذاشت نہ کیا جاوے گا۔ مگر یہ مسلمانوں پر منحصر ہے کہ اپنی قابلیت بڑھاویں اور اپنے تئیں
میونسپل گورنمنٹ میں حصہ لینے کے قابل بنا دیں۔"

یہ سوال بھی ایک ضروری سوال ہے اور گورنمنٹ کا جواب جہاں تک اس کا تعلق گورنمنٹ سے ہے
تشفی بخش ہے۔ لیکن جہاں تک اوسکا تعلق خود مسلمانوں سے ہے افسوس کے لائق ہے۔ یعنی
افسوس ہے کہ مسلمانوں کی حالت ہر جگہ خراب ہے جسکا تدارک صرف مسلمانوں کے اپنے ہاتھوں
میں ہے۔

مسلمانوں کا تعلق جہاں تک حکام انگریزی کے ساتھ میں ہے وہاں تک ونکو پورا بھروسہ اپنے
حاکموں پر ویسا ہی رکھنا چاہیئے جیسا کہ اعلیٰ درجہ کا ہو سکتا ہے۔ لیکن لوکل سلیف گورنمنٹ میں حصہ
لینے میں اونکو زیادہ توجہ اور دلچسپی لینا چاہیئے۔ گورنمنٹ کا یہ جواب کہ (گو یہ مسلمانوں پر منحصر ہے کہ اپنی لیاقت
بڑھائیں اور اپنی تئیں میونسپل گورنمنٹ میں حصہ لینے کے قابل بنا دیں) بالکل پدرانہ شفقت سے
بھرا ہوا ہے۔ اور اگر مسلمان اس سے بے پرواہی برتیں گے تو اپنا نقصان کریں گے۔

کاروبار تجارت کی تعلیم

ذیل کا خط علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ مطبوعہ ۱۱ مئی سنہ ۱۹۱۰ء میں منجانب سیٹھ عبدالکریم عبدالشکور جمال صاحب (از رنگون) بنام سیکرٹری مدرسۃ العلوم چھپا ہے چونکہ وہ اس قابل ہے کہ مسلمان اس پر توجہ کریں اور اپنے بچوں کو تجارت کی تعلیم دلائیں اس واسطے اس خط کی نقل چھاپی جاتی ہے۔ وہو ہذا۔

ان طالب علموں کے لئے جو کم از کم انٹرنس پاس ہوں اور تجارت کا کام سیکھنا چاہیں ہمارے یہاں اسکے لئے مندرجہ ذیل اسکیم ہوگی۔

ہر ایک ایسا طالب علم اول ۲ ماہ تک شپنگ کلرک کا کام کرے گا۔ جس حالت میں اسے ۲۵ روپئے ماہوار ملے گا اسی میں اُسکو اپنے قیام و طعام کا بندوبست کرنا ہوگا جس کے بعد وہ ۲ ماہ تک ڈسپیچ کلرک رہے گا۔ جہاں اسے ۳۰ روپیہ ماہوار ملے گا بعدہ وہ بطور اسٹور کلرک کے کام کرے گا اور اسے ۴ ماہ تک ۳۵ روپیہ ملتا رہے گا۔ جس حالت میں اُسے ۵۰ روپیہ ماہوار الاؤنس مل سکے گا جسکے بعد وہ اکونٹنٹ کلرک کا کام ۴۰ روپیہ ماہوار پر تین ماہ تک کرتا رہے گا اور بعد ازاں اسسٹنٹ ہیڈ کلرک چھ ماہ تک رہیگا جس حالت میں اوسے ۵۰ روپیہ ماہوار الاؤنس مل سکے گا اور آخر ۶۰ روپیہ ماہوار الاؤنس پر اسسٹنٹ منیجر رہیگا۔ پورے دو سال میں یہ کورس ختم ہوگا۔ اسکے بعد اگر ہمیں خود ضرورت ہوئی تو ہم اپنے فرم میں معقول تنخواہ پر ملازمت دے سکتے ہیں ورنہ وہ کسی اور جگہ ملازمت کر سکتا ہے یا خود اپنا کام شروع کر سکتا ہے۔

الغرض کوئی ذہین لڑکا ان دو سال کے عرصہ میں پورے طور پر تجارت کے کام سے واقف ہو سکتا ہے۔ یہ اس طرح پر کہ ایک ڈپارٹمنٹ سے دوسرے میں اسیوقت ترقی ہو سکتی ہے جب طالب علم اسبات کا ثبوت دیگا کہ وہ موجودہ کام سے پورے طور پر واقف ہو گیا۔ اگر شرفا کے اندر گریجویٹ لڑکے اسطرف توجہ کریں تو زیادہ مفید ہوگا۔ کسی ایک وقت میں فی الحال ہم دس سے زیادہ لڑکے نہیں لے سکتے۔ اگر کوئی طالب علم نالائق ثابت ہو تو اُسے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ نیز چال چلن کا عمدہ ہونا ضروری ہے اور یہ بھی کہ برہما کے اخراجات کی کے متعلق ہر ایک طالب علم کو مقررہ الاؤنس میں گذارہ کرنا ہوگا۔ (دستخط بخط انگریزی)

اے۔ کے۔ اے۔ ایس جمال

مدرسۃ نساء المسلمین میرٹھ

چونکہ اس مدرسہ کی نقل ہر ایک شہر میں کیجا سکتی ہے اسواسطے اسکے معائنہ کی کیفیت علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ سے لیجاتی ہے۔

کیفیت معائنہ مدرسہ نساء المسلمین واقع میرٹھ

(منجانب آل انڈیا محمدن ایجوکیشنل کانفرنس بتاریخ ۱۳ - اپریل سنہ ۱۹۱۰ء)

اس مدرسہ نساء المسلمین کی خان بہادر شیخ وحید الدین صاحب رئیس لال کرتی سرپرستی فرماتے ہیں ضلع میرٹھ کی کمیٹی تعلیم نسواں میں تین مسلمان ممبر ہیں منجملہ خان بہادر موصوف بھی شامل ہیں۔ انکے علاوہ نواب اسد اللہ خاں خان بہادر وائس چیرمین میونسپل بورڈ اور حافظ حسین خانصاحب آنریری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر دوسرے ممبر ہیں۔ مدرسہ کرایہ کے مکان میں ہے۔ دس روپیہ ماہوار کرایہ ہے۔ موجودہ لڑکیوں کی تعداد کے لحاظ سے گنجائش کافی ہے۔

کل مصارف ڈسٹرکٹ بورڈ سے ملتے ہیں جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

تنخواہ دو معلمہ	تنخواہ چار کہار	تنخواہ خادمہ	نقد و خاکروب	کرایہ مکان	سائر خرچ
۱۰ روپیہ	۱۴ روپیہ	۵ روپیہ	۲ روپیہ	دس روپیہ	۸ آنہ

ڈسٹرکٹ بورڈ کیطرف سے دو ڈولیاں ملازم ہیں جو لڑکیونکو انکے مکانوں سے مدرسہ تک اور مدرسہ سے مکانوں تک پہنچاتی ہیں۔ موزہ بننے کی کل، کپڑا سینے کی مشین، اور فرنیچر بھی ڈسٹرکٹ بورڈ کیطرف سے مدرسہ کو ملا ہوا ہے۔ مولوی محمد اسمعیل صاحب جو اس مدرسہ کی موجودہ رونق اور اسکی نشو و نما کا اصلی باعث ہیں لڑکیونکو بلا کسی معاوضہ کے روزانہ دو گھنٹہ حساب سکھلاتے ہیں اور ضرورتمند لڑکیونکو تختیاں، سلیٹیں، کتابیں وغیرہ اپنے پاس سے دیتے ہیں۔ کسی قسم کی فیس لڑکیوں سے نہیں لیجاتی۔ کل جماعتیں تین ہیں۔ "الف" و "ب" ابتدائی جماعتیں ہیں اور اول جماعت تک اسوقت تعلیم دیجاتی ہے۔ ہنوز انگریزی پڑھنے والی جماعت قائم نہیں ہوئی۔ حساب کے علاوہ سینے پرونے اور کشیدہ کا کام بھی سکھایا جاتا ہے۔ ہر دو معلمہ کی شرح تنخواہ حسب ذیل ہے۔ حسینی بیگم صاحبہ ۵ ؎ خورشید بیگم صاحبہ ۵ ؎

تعداد طلباء جماعت وار حسب ذیل ہے۔

نام جماعت	درج رجسٹر	حاضر بروز معائنہ
الف	۱۴	۲۶
ب	۱۲	۹
اول	۱۰	۹
	۳۶	۴۴

انجمن اصلاح اللسان آگرہ

اور

ماتم شہنشاہ ہند و برطانیہ

بتاریخ ۲۲ مئی سنہ ۱۹۱۰ء بروز یکشنبہ ۷ بجے صبح انجمن کی جانب سے عام جلسہ تعزیت منعقد ہوا۔ کثرت رائے سے عالیجناب حاجی محمد اسمٰعیل خانصاحب بالقابہ رئیس دتاولی صدر جلسہ قرار پائے اور حسب ذیل مضامین نظم و نثر پڑھے گئے۔

سب سے پہلے مکرمی و معظمی جناب سید نظام الدین شاہ صاحب دلگیر اکبرآبادی وائس پریسیڈنٹ انجمن اصلاح اللسان نے مندرجہ ذیل اسپیچ پڑھی۔

جناب صدر انجمن و حاضرین جلسہ!

آپ کو معلوم ہوگا کہ ہم آج جس غرض سے جمع ہوئے ہیں وہ یہ ہے کہ اپنے شہنشاہ معظم ایڈورڈ ہفتم کے بیوقت دنیا سے رخصت ہوجانے پر اظہار افسوس و الم کریں اور اُس سچی عقیدتمندی و وفاداری کی بنیاد پر جو ہمیں تاج برطانیہ کے زیر سایہ رعایا ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے دنیا کو دکھاویں کہ گو قیصر ہندوستان آنجہانی کا ماتم کل جہان کر رہا ہے لیکن جس خلوص اور دلی ہمدردی کے ساتھ انکا ماتم ہندوستان میں کیا جا رہا ہے لندن کے سوا کہیں اور نظر نہ آئیگا۔

آہ! برٹش رعایائے ہندوستان کے لئے وہ وقت نہایت جانکاہ تھا جبکہ ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو انکی قیصرہ! انہیں نہیں مادر مشفقہ کوئن وکٹوریہ کو ظالم آسمان نے ہمیشہ کے لئے دنیا سے اٹھا لیا اور انہیں یتیم لاوارث کر دیا۔ یہ صدمہ روح فرسا ہرگز دل سے محو نہ ہوسکتا اگر اعلیحضرت قیصر ہندوستان ایڈورڈ کی پدرانہ شفقتوں اور بزرگانہ نوازشوں نے ہمیں اپنے آغوش محبت میں نہ لے لیا ہوتا۔ سچ یہ ہے کہ ؎

بکرم کی سبھا کو تری صحبت نے بھلایا
اور بھوج کا دور تری شہرت نے بھلایا

ارجن کو تری جرأت و ہمت نے بھلایا
کسریٰ کو ترے دور عدالت نے بھلایا

۹۔ اگست سنہ ۱۹۰۱ء کو لندن جبکہ آپ کی تاج پوشی کے جشن کے لطف اٹھا رہا تھا تو آپ کی نگاہ انصاف سے یہ نہ دیکھا گیا کہ وفادار رعایائے ہندوستان اسکے لطف سے محروم رہے۔ چنانچہ جلالت مآب قیصر ہندوستان

نے یکم اکتوبر سنہ ۱۹۰۱ء کو خاص پائے تخت شاہی سے اس مضمون کا ایک اعلان اپنے تاج کے قائم مقام لارڈ کرزن بالقابہ کو روانہ کیا کہ ہندوستان میں بھی یہ جشن تاجپوشی منایا جائے اور رعایائے ہندوستان بھی اس خوشی و مسرت میں رعایائے انگلستان کے شریک حال رہے چنانچہ اسی اعلان شاہی کا نتیجہ وہ عظیم الشان اور تاریخی عظمت رکھنے والا دربار تھا جو یکم جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو نائب السلطنت ہند کی سرپرستی دہلی میں منعقد ہوا اور جس کی نہ مٹنے والی یاد لوگوں کو آجتک تڑپا رہی ہے اور خدا جانے کب تک تڑپاتی رہے گی۔

یہی عالیشان دربار تھا جس نے لارڈ کرزن بہادر کی نازک خیالی و منتظم مزاجی کی بدولت شاہانہ کروفر اور خسروانہ تزک و احتشام کا لوگوں کو ایسا کرشمہ دکھا دیا جو اس سے پیشتر کم نظر آیا تھا اور یہی وہ یادگار دربار تھا جس میں حضور ملک معظم خلد آشیانی کا پیام محبت بھرا پیغام لارڈ کرزن بہادر کی زبان فیض ترجمان سے سنا گیا اور جس نے ہندوستان کے اس سرے سے اوس سرے تک جوش محبت کو بھڑکا دیا اور ہندوستانیوں کے خیالات وفاداری پر مہر کر دی۔ دوسرا پیغام شفقت آمیز نواب وائسرائے لارڈ منٹو بالقابہ کے عہد حکومت میں یکم نومبر سنہ ۱۹۰۸ء کو ملا جس سے سلطنت کی محبت ہمارے دلونمیں اسدرجہ مستحکم ہو گئی کہ کسی بیرونی خطرات کا اندیشہ مطلق باقی نہیں رہا۔ ہاں اب ع

کندہ ہیں دلونمیں تری الفت کے اثر میں　　ہے تیری محبت کی بنا اک ذرہ میں
گو عملاً بے سود کرے بھی کوئی کم ہے　　زائل نہیں ہونگی ترے عہد کی تحسین

ہمیں دلی افسوس ہے کہ تقدس مآب قیصر ہندوستان جنت نشان کا زمانہ حکومت بہت قلیل (یعنی صرف سوا نو برس) رہا لیکن وہ اپنی ایک مستقل یادگار ایسی چھوڑ گیا ہے کہ بقائے زمانہ تک صفحات عالم سے مٹ نہیں سکتی اور اوسکی یاد ہمیشہ ہندوستانیوں کے دلونمیں تازہ رہے گی اور اس چراغ محبت کی لو کو جو ہندوستانیوں کے دلوں میں حضور ملک معظم کے مراحم خسروانہ نے روشن کیا ہے برابر اکساتی رہے گی۔

یوں تو آپ کا دور حکومت، رحم دلی، فیاض مزاجی، امن پسندی، نظم و نسق ملکی، اور اخوت ہمدردی بنی نوع انسان کے لئے یادگار زمانہ رہیگا۔ لیکن آپ کے ایام حکومت میں ریفارم اسکیم (اصلاحی تجاویز) کا نفاذ پذیر ہونا ہندوستان کے لئے ایسی بڑی برکت ہے جسکا فراموش کرنا اور احسان نہ ماننا ہمارے

اختیار سے باہر ہوگا۔ ہندوستان کی تاریخ میں یہ مہتم بالشان واقعہ ہمیشہ سنہری حروف میں لکھا جائیگا اور آپ کے زمانہ حکومت کو یہی ایک امر گذشتہ شاہوں کے دور حکومت سے ممتاز و مفتخر بنانے کے لئے کافی ہوگا۔

آپ بالطبع نہایت خلیق، رحیم، منکسر المزاج، اور کریم النفس تھے۔ قدرت نے آپ کی گفتگو میں تسخیر کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ بس یہ عالم تھا کہ۔ ع

دل لے لیا جس سے گفتگو کی

سیر و سیاحت کو جہاں آپ جاتے لوگ آپ کے قدموں کے نیچے آنکھیں بچھاتے اور مدتوں تک آپ کے اشفاق و الطاف کو یاد رکھتے۔ سنہ ۱۸۷۵ء میں آپ ہندوستان بھی تشریف لائے تھے اور اس زمانہ کے دیکھنے والے جو لوگ اب موجود ہیں اونکو بلا کر پوچھئے تو بخوبی واضح ہوجائے کہ اون کی کریم الاخلاقی اور شاہانہ کرم گستری کے لوگ اب بھی ویسے ہی مداح و ثناخواں ہیں جیسے سنہ ۱۸۷۵ء میں تھے

الغرض ایسے تھے ہمارے شہنشاہ معظم، رحم مجسم، ایڈورڈ ہفتم جنکو آہ! آج مرحوم کہتے ہوئے ہمارا جگر شق ہوتا ہے، ہمارا دل ٹکڑے ہوتا ہے اور ہماری روح کانپتی ہے، لرزتی ہے، ۶ مئی سنہ ۱۹۱۰ء کی تو ہی رات افسوس ہمارے لئے نہایت نہایت منحوس بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ خدا کا قہر تھی جس نے ہمارے شفیق و مہربان بادشاہ اور خسرو امن واماں فرمانروا کے سایۂ عاطفت سے ہمکو محروم کر دیا اور وہ آفتاب حکومت جس کی روشنی میں ہم چلتے پھرتے تھے، کاروبار زندگی انجام دیتے تھے غروب ہوگیا اور ہمیشہ کے لئے غروب؟

اس صدمۂ جانگداز کے موقع پر چاہیئے تو یہ تھا کہ لوگ ہمارے پاس تعزیت کے لئے آتے، ماتم پرسی کے تار دیتے، اور ہمارا غم غلط کرنے کی فکر کرتے لیکن نہیں ہم سے زیادہ غم و الم کی آماجگاہ وہ ہیں جو چند ہی دن پیشتر شہنشاہ بیگم ملکہ الگزنڈرا کہلائی جاتی تھیں اور جن کے چشم و ابرو کے اشارہ پر دنیا چلتی تھی؟ آہ! آج اون سے زیادہ کوئی غمناک و رنجیدہ خاطر نہیں ہوسکتا۔ اون پر کوہ والم ٹوٹ پڑا ہے اور دنیا اون کی آنکھوں میں تیرہ و تاریک ہو رہی ہے۔ لہذا ایسی حالت میں ہم کو اپنا غم بھول کر اون کی ماتم پرسی کرنا ہمارا سب سے پہلا فرض ہے اور آج ہم اسی لئے جمع ہوئے ہیں کہ اراکین انجمن اصلاح اللسان آگرہ کی طرف سے اس وفات حسرت آیات پر اظہار رنج و ملال کریں، ملکہ الگزنڈرا

کے غم و الم میں والہانہ شریک ہوں۔ اون کے پاس ہمدردی کا پیام بھیجیں۔ اور اپنے مرحوم شہنشاہ
کی دستار پر نعت پر ماتم او شمار کر فاتحہ کا گلدستہ چڑھائیں۔ سامعین! آپ بھی آمین کے پھول برسائیے

ازاں بعد حضرت نے حسب ذیل ترکیب بند پیشکش حاضرین کیا۔

تعزیت القیصری

۱۳۲۹ھ

آیہا الحاضرین جس تاجدار ہند و انگلستان کی تعزیت کے لئے آپ لوگ جمع ہوئے ہیں اوس کی مختصر اور مجمل تاریخ یہ ہے کہ حضور پرنور شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم مرحوم و مغفور ۹ نومبر سنہ ۱۸۴۱ء کو قصر بکنگہم میں پیدا ہوئے۔ ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو تخت سلطنت پر بیٹھے اور ۹ سال ۳ مہینے ۱۴ یوم سلطنت کر کے بعمر ۶۸ سال ۵ ماہ اور ۲۶ دن بتاریخ ۶ مئی سنہ ۱۹۱۰ء شب پنجشنبہ کو گیارہ بجکے ۴۵ منٹ پر قصر بکنگہم ہی میں انتقال فرمایا۔

شہنشاہ مرحوم کے حالات زندگی پر اکثر معاصرین کافی روشنی ڈال چکے ہیں۔ اور تاریخ کے صفحات آپ کے صلح کل اور دنیاوی یادگار کارناموں سے بھرے پڑے ہیں۔ لہذا اونکا اعادہ کرنا تحصیل حاصل ہے سردست چند پریشان اشعار بطور ترکیب بند پیش کر کے نمک پاش جراحت کرتا ہوں امید ہے کہ آپ کا ہمدرد دل کافی داد دے گا۔

کاغذ پہ سر جھکائے ہوئے کیوں قلم ہے آج　　کیا ہے سواد کلک کی بھی آنکھ نم ہے آج
مسرت نہ کہیں ہی ہے مرے لفظ لفظ سے　　مایوسیاں لئے ہوئے طرز رقم ہے آج
پتلا ہے حال۔ نام کو کاغذ میں دم نہیں　　اسدرجہ رنج و یاس ہے۔ اتنا الم ہے آج
گرتا ہے ہر سطر پہ قلم ٹوٹ ٹوٹ کر　　مصروف جواب منظر ملک عدم ہے آج
ہے آسمان کو سر پہ اوسکے سری　　برپا سرزمیں پہ تازہ ستم ہے آج
امید و بید عیش - تمنا سے مرگ ہے　　ہر چشم اشکبار کا آنکھوں میں دم ہے آج
اے موت! اے عدوی نفوس شباب تو!!　　سچ تو بتا تجھے مرے سر کی قسم ہے آج

دونوں پہ تیرا دستِ تغلّم دراز ہے
شاہ و گدا میں کچھ بھی تجھے امتیاز ہے

وہ بزمِ جم۔ وہ شوکتِ کسریٰ کہاں ہے اب ... وہ سطوتِ سکندر و دارا کہاں ہے اب
تیمور۔ بابر اور جہانگیر کیا ہوئے ... شاہانِ مغلیہ کا زمانہ کہاں ہے اب
اورنگزیب و شاہجہاں سب کدھر گئے ... دربارِ اکبری کا وہ نقشہ کہاں ہے اب
واجد علی۔ محمد علیشاہ اور ظفر ہا ... یہ خود تو کیا۔ نشان بھی انکا کہاں ہے اب
سر چارلس جیمس۔ ولیم۔ واہنی کہاں ہیں آج ... وکٹوریہ کا عہدِ معلیٰ کہاں ہے اب
ہاں اہلِ دل کہیں تو کلیجہ سنبھال کر ... وہ ایڈورڈ خسرو والا کہاں ہے اب
انمیں سے کوئی بھی نہ رہا اپنے حال پر ... یہ ایکطرف۔ وہ پہلی سی دنیا کہاں ہے اب

ہستی پکارتی ہے کہ میں بے ثبات ہوں
گویا وصالِ یار کی تھوڑی سی رات ہوں

زیرِ فلک نصیب کسی کو اماں نہیں ... چلئے وہاں کہیں کہ جہاں آسمان نہیں
آخر شکیبِ شکوۂ بیداد تابکے ! ... اے ضبط الوداع کہ تاب و تواں نہیں
کانوں سے نے وہ سُنا ہے کہ ٹکڑے جگر ہے آج ... دلکو وہ رنج ہے کہ مجالِ بیاں نہیں
رخصت ہوئے جہان سے شہنشاہ ایڈورڈ ... مرحوم کی وفات کا ماتم کہاں نہیں
اوصاف شاہ کا نہیں یارا خموش ہوں ... یا منہ نہیں ہے یا مری منہ میں زباں نہیں
وہ بادشاہ تھا جو رعیت کا خیر خواہ ... افسوس تختِ دہر پہ جلوہ کناں نہیں
جس حکمراں پہ عہدِ حکومت کو ناز تھا ... وہ تاجدارِ خسرو ہندوستان نہیں

اوسنے ہر ایک کام سنوارا تھا ہند کا
ماتم اُسی کا ہے جو سہارا تھا ہند کا

فوجوں میں مرگ شاہ سے ایک اضطرار ہے ... صرف پیادہ پائی ہر اک شہسوار ہے
اخبار دلشکن نے کیا ہے سنان کا کام ... ہر جیت کہہ رہے ہیں کہ سینہ فگار ہے
کٹتی نہیں ہیں ساعتیں حزن و ملال کی ... اسدرجہ کند تیغِ تمنا کی دھار ہے

بندوق کہہ رہی ہے سپاہی کو "دم نفیر" — تو پونکا سوزِ غم سے جگر پر شرار ہے

اترے ہوئے ہیں رایتِ عیش و نشاط آج — زندانِ غم میں بند ہر اک قلعہ دار ہے

میدان ہوئی ہے میتھی کی آواز سوگ میں — کانوں کو اب بگل کی صدا ناگوار ہے

انگارہ بن گیا ہے گلستاں میں پھول آج — ہر خار پشتِ زخمِ جگر کو نثار ہے

ختم ہو گئی ہے تیشہ کلیجہ سنبھال کر

روتی ہیں برچھیاں بھی زبانیں نکال کر

وہ آدمی ہے اور ہر رنگ میں وہی — لیکن نہیں ہر ایک۔ تو بیگم بیا پیرہن وہی

اہلِ جہاں تو رنگ ہزاروں بدل چکے — گردونِ دوں کی چال وہی ہے چلن وہی

جس کو کہ صد مرشدِ عالم بنا دیا ہے — ہی آج وقفِ حسرت و رنج و محن وہی

جو آتی ہے یوسفِ کنعانِ ہند کا — میرے خیال میں ہے عزیزِ وطن وہی

تھی جس کے دم سے رونقِ قصرِ بکنگھم — خوں ہو کے سر میں ہے خورشیدِ تن وہی

کرتا تھا زیبِ جسم جو ملبوسِ فاخرہ — افسوس کیا ستم ہے کہ پہنے کفن وہی

دنیا میں سب ہی جیتی تھی جس کی مہک کبھی — پوشیدہ زیرِ خاک ہوا گل بدن وہی

جو خاک میں بھی نہ ہو ہم دوشِ نقشِ پا

افسوس بعدِ مرگ ہو روپوشِ نقشِ پا

جانِ عزیز پر یہ گریہ کرے کوئی — صدمہ ہی سخت تر ہے مگر اب کیا کرے کوئی

وہ خلد آشیاں کبھی واپس نہ آئے گا — گو حشر تک اُسے یونہی رویا کرے کوئی

خلوت گزینِ عالمِ بالا یہاں کہاں — دنیا میں ڈھونڈتا ہی تو ڈھونڈا کرے کوئی

دارِ فنا کا رنگ نظر آئے بے ثبات — عبرت کی آنکھ سے جو تماشا کرے کوئی

دم لگ گیا ہے ناک میں الیاس و خضر کا — کس دل سے زندگی کی تمنا کرے کوئی

مغفور بازگشت کریں یہ محال ہے — مرحوم کی نظیر ہی پیدا کرے کوئی

ہاں ایک التماس ہے وہ بھی بصد نیاز — کر دے یہ کام تو بہت اچھا کرے کوئی

روزے برد بہ قیصرِ بہشتی پیامِ ما

تا بادشاہِ ہند رساند سلام ما

سیماب وش باش مبادا کہ ملول ہو　　　سینہ ہے پاش پاش یہ کیوں دل ملول ہو

کہ التجا کہ شاہ کو فردوس ہو نصیب　　　بالائے قبر رحمتِ حق کا نزول ہو

پس ماندگانِ شاہ کو اللہ صبر دے　　　یہ التجائے بندۂ مسکین قبول ہو

آباد جارج پنجم والا حشم رہیں　　　فتح و ظفر سے عیش و مسرت حصول ہو

ہندوستان سایۂ الطاف میں رہے　　　انصاف و رحم آپ کا پہلا اصول ہو

پھولے پھلے نہالِ امیدِ جہاں پناہ　　　وہ ہو سدا بہار الٰہی جو پھول ہو

ترکیب بند اہلِ نظر کو پسند آئے　　　یا رب نیاز مند کی محنت وصول ہو

مجھ پر رہیں مدام عنایاتِ خسروی
اور انجمن میں جشنِ عطیاتِ خسروی

جادو کوئی اجل پہ چلا ہی نہیں کہیں　　　ذی روح کوئی اس سے بچا ہی نہیں کہیں

پیکِ اجل پہ کیوں نہیں انسان کو اختیار　　　یہ بھید تو کسی پہ کھلا ہی نہیں کہیں

آنکھوں سے یوں وہ پیکرِ اطہر نہاں ہوا　　　گویا وجود شاہ کا تھا ہی نہیں کہیں

دیکھا تو واپس آ گئی تھک کر نگاہِ زار　　　ڈھونڈا تو دور دور پتہ ہی نہیں کہیں

کیا ہو جراحتِ غمِ سرور کا اندمال　　　یہ وہ مرض ہے جس کی دوا ہی نہیں کہیں

عہدِ فلک میں گردشِ دوراں سے الغیاث　　　یہ ظلم اور جور روا ہی نہیں کہیں

زیبا تھا آسماں سے گلا کر کہاں کریں　　　واللہ دوسرا تو خدا ہی نہیں کہیں

مجبور ہیں کہ بندۂ پروردگار ہیں
سب جبر و اختیار سے بے اختیار ہیں

دمدار تارہ کا جو فلک پر ظہور تھا　　　اس سانحہ سے اس کو تعلق ضرور تھا

بیم آر یاس ناک ستم خیز خوف ریز　　　اٹھے ہزار فتنے قیامت کا صور تھا

حسرت جھلک رہی تھی چمکتی جبیں میں　　　اہلِ نظر کو قبۂ بیت القبور تھا

تارہ تھا یا کہ دیدۂ بیدارِ شامِ غم　　　دم تھی کہ اشکہائے مسلسل کا نور تھا

یا آسماں پہ روح فریبی کے واسطے — پر گوہر خوش آب سے گو ہے جو ر تھا
تھے جوہر سے تھا اور تھے آثار حسن و شوہم — نیت میں فرق۔ آنکھ میں اسکی فتور تھا
یا نظر ہر ایک کو تھا ریخ ز فن تک — پر تو نگاہ وہم و خرد سے بھی دور تھا
پریوں کا تخت تھا شہ والا کو لے اُڑا
غبارہ تھا کہ عالم بالا کو لے اُڑا

یہ جناب کپتان محمد نور خانصاحب رسالدار بہادر گارڈ ہیز بنس گورنمنٹ پنشنر نے اظہار تعزیت کے لئے حسب ذیل نظم پڑھی۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ

در این چمن کہ بہار و خزاں ہم آغوش است — زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش است

معززین شرفا شہر حاضرین جلسہ ماتم حضرات جس ماتم کے لئے وفاداری کے باعث جمع ہوئے ہیں۔ اسکے لئے تمام رعایا بہت غمزدہ ہے۔ اور گھروں میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ مجھ سے پہلے میرے دوستوں نے اپنی لیاقت علمی و عقلی داد دے۔ جو غم اندوز فقرے اعلیحضرت شہنشاہ ملک معظم ایڈورڈ ہفتم قیصر ہند کے غیر وقت کے انتقال کے بارے میں فرمائے وہ ایک آنسو بہانے والے اور دل کے ٹکڑے کرنیوالے ہیں۔ میں سپاہی ہوں جسنے اپنی عمر کے نصف حصہ کو فوجی خدمت میں پورا کیا ہو جسکا مبلغ علم اسقدر نہو جو اپنے دوستوں کی ہمسری کر سکوں کیونکہ ؎

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری — کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے

گل سنبل وغیرہ کا متوالا نہیں۔ چونکہ میرے رگ و ریشہ گوشت پوست میں نمک انگریزی حکومت پیوست ہے اور غمزدہ دل پہلو میں ہے بقول شخصے کڑھ لیتا ہوں۔ وہی کڑھنت بطور توجہ کے پیش کرتا ہوں۔ یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں کہ ہمارے اکثر دوست جن کو عیب جوئی و نکتہ چینی کا عارضہ لاحق ہے وہ نظر عنایت رکھیں۔

نظم

شاہا ز جاے خیز کہ جای تو خاک نیست　　این خوابگاہ در خور این روح پاک نیست
خالی زہیچ مرگ تو جاے نیافتم　　جاے چنین بلند بہ سنگ تا سماک نیست
دیوانہ وار نالہ بہر رہ گذر کنم　　ہرگز مرا ز طعنہ اغیار باک نیست
ما در مصیبت تو دل از دست دادہ ایم　　ویراں دلے کہ در غم تو دردناک نیست
از این زمیں سر تو برآورد چو آفتاب　　اے آفتاب جاے تو در زیر خاک نیست
برخیز از زمیں شہنشاہ قیصرہ　　این جا برای تو گہ تابناک نیست

برخیز از زمیں تو بہ بیں حال زار نور
جاے تو اے فرشتہ بہ کنج مغاک نیست

آپ نے ایک اردو نظم بھی فرمائی تھی جو بخوف طوالت معرض اندراج میں نہ آئی۔
آپ کے بعد جناب سید حسن احمد صاحب شمیّن جعفری اکبرآبادی نے ایک ماتمی مسدس پڑھا۔
جس کی ہنوز نقل نہ آنے سے ہم درج کرنے سے معذور ہیں۔
اور پھر جناب ماسٹر سید تصوت حسین صاحب واصف اکبرآبادی مدظلہ نے مندرجہ ذیل مسدس پڑھا

مسدس

اے چشم تر اشکوں کی روانی تو دکھا دے　　ہو خون جگر جسمیں وہ پانی تو دکھا دے
آہوں کی وہ کشتی ہم خانی تو دکھا دے　　ہاں نوح کے طوفان کا ثانی تو دکھا دے
ماتم میں شہنشاہ کے یہ سینہ زنی ہے
جو بوند ہے آنسو کی وہ ہیرے کی کنی ہے

غم کھاتے ہیں غم کھانیسے بس کام ہے ہمکو　　اپنا دل پر خون ہی بھرا جام ہے ہم کو
بیہوشی میں یکساں سحر و شام ہے ہمکو　　ہاں ورد زباں شاہ کا اک نام ہے ہم کو
بدلی ہے خموشی سے وہ شوخی تکلم

رونے کو بھی آتا نہیں ہونٹوں پہ تبسم

وہ مہرباں، وہ عادل و فیاض و دلاور　　　دارا حشم و کے خدم و رشک سکندر
آئینۂ اقبال میں یہ کچھ جسکے ہیں جوہر　　　گریے ہوئے عالم کو ہے بخشش کا سمندر

دریاے خوش آب اوسنے ہزاروں ہیں لٹائے
گلہاے تر و تازہ بہاروں میں لٹائے

صد حیف وہ خورشید جہانتاب کدھر ہے　　　حیراں ہیں آنکھیں تو پریشاں نظر ہے
وہ شور ہے برپا کہ جہاں زیر و زبر ہے　　　اب کیوں نہ ہو یہ ماتم شاہی کا اثر ہے

کس منہ سے کہیں ہائے یہ ایڈورڈ کہاں ہیں
دنیا سے جہاں جاتے ہیں سب یہ وہاں ہیں

واصف تجھے لازم ہے کہ اب ہاتھ اٹھا کر　　　شاہوں کی شہنشاہ کے آگے یہ دعا کر
"مرہم دلِ مجروح کے زخموں پہ لگا کر　　　جو اون کے اقارب ہیں انہیں صبر عطا کر

آباد رہیں شاد رہیں تا بقیامت
لاکھوں ہی برس تک رہیں یہ تاج سلامت"

بعد ازاں مخدومی و معظمی جناب مرزا خادم حسین صاحب رئیس اکبرآبادی۔ صدر الصدور انجمن اصلاح اللسان آگرہ نے دو قطعات تاریخ وفات حضور ملک معظم شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم ارشاد فرمائے۔ جو یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

تاریخ وفات در صنعت غیر منقوط

ملکِ کرد سر راہ ملکِ عدم　　　درآورد رو در سرای ارم

۱۲　　ـــ　　۲۸

قطعہ تاریخ وفات

دریغا شہنشاہِ گیتی پناہ　　　کہ بد ہفتمین ایڈورڈش خطاب
مراد جہان و جہان را مراد　　　فلک آستان و ثریا جناب

ہما تا کہ در عہدِ فرماں دہی | دو کار نمایاں نمود از صواب
یکے آنکہ بنیاد صلح و وفاق | نہادہ بشاہان گردوں رقاب
دویم اینکہ در کونسلِ ممبران | بر افزود از ہندیاں در حساب
ہم از بار احسان او گشتہ خم | سر سرفرازانِ کیواں رکاب
ز شادی عہدش نبودے عجب | بہ پیری اگر عود کردے شباب
شہِ نیک ذات و خجستہ صفات | رعیت نواز و عدالت مآب
ببالینش آمد چو پیکِ اجل | بملکِ بقا کرد رحلت شتاب
بمرگش بیفگند از فرطِ غم | ز سر موج دریا کلاہِ حباب
ملال آتشے زد بقصرِ دماغ | دل از سوزشِ غم شدہ چوں کباب
الٰہی برحمت نظر کن برو | بلطف تو دایم بود کامیاب

رقم کرد تاریخ کلکِ رئیس
تہِ دامنِ خاک شد آفتاب
۱۰ ۶ ۱۹

من بعد جلسہ تعزیت بعد شکریہ پریسیڈنٹ صاحب ختم ہوا۔

ابو الفخر سیماب صدیقی وارثی اکبرآبادی
سکریٹری انجمن اصلاح اللسان آگرہ

بابتہ ماہ جون ۱۹۱۰ء

پیام نیک انجام شہنشاہی

گورنمنٹ آف انڈیا کے غیر معمولی گزٹ میں اعلیٰحضرت شاہ جارج پنجم خلد اللہ ملکہ کا پیام اہلِ ہند کے نام شائع ہوا ہی جسکا ترجمہ یہ ہے

والد مکرم کا ناگہانی اور المناک انتقال مجھے اس تخت پر بیٹھنے کو مدعو کرتا ہے جس کا ایک پرانے اور نامور خاندان کا جانشین ہونے کی حیثیت سے مجھے حق پہنچتا ہے بحیثیت شاہ و شہنشاہ میں اپنے مقبوضات ہند کے والیانِ ریاست روسا اور باشندوں کو مبارک وسلامت کہتا ہوں۔

اس موقع پر ہندوستان کے مختلف المذاہب گروہوں اور مختلف النسل قوموں نے جس بہی خواہی تاج اور اس کے پہننے والوں سے جس خلوص الفت و عقیدت کا رقت انگیز طریقے سے عام اظہار کیا ہے میں ان کے لئے صدق دل سے شکر گزار ہوں۔ ملکہ معظمہ وکٹوریہ نے

ہم اور ہماری بادشاہ سلامت

اے بھائیو آؤ ایسے وقت میں جبکہ ملک معظم ایڈورڈ ہفتم کی وفات حسرت آیات نے ہمارے دلوں کو رنج و غم سے ملول کر رکھا ہے۔ ہم اونکو موجودہ بادشاہ کے ذکر اذکار سے بہلاویں!۔

بھائیو اسنو۔ اعلیحضرت ملک معظم جارج پنجم کی ولادت باسعادت ۳ جون ۱۸۶۵ء میں ہوئی جبکہ آپ کے بڑے بھائی ڈیوک آف کلارنیس آنجہانی کی عمر ۱۸ ماہ کی تھی۔ اس دنیا رفانی میں قدم رکھنے پر حضور کا نام جارج فریڈرک ارنسینٹ البرٹ رکھا گیا اور بارہ سال تک مادر مشفقہ کی زیر نگرانی پرورش پاتے رہے اور خانگی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ چونکہ ہوش سنبھالتے ہی حضور کی طبیعت سے مترشح ہوتا تھا کہ حضور انور کو سمندر اور سمندر کی زندگی۔ بحری کشتی اور جہازات سے بہت شوق ہے اسلئے ۱۸۷۷ء میں اپنے برادر کرم کی ہمراہی میں اور اپنے والد بزرگوار کے ساتھ بمقام ڈارٹمتہ بحری تعلیم حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ دو سال تک یہ دونوں بھائی جہاز "برٹینیہ" پر کام سیکھتے رہے۔ بعدہٗ تین سال تک حضور نے معہ برادر مکرم کے جہاز "بے کینٹی" پر اطراف عالم کا سفر کیا۔ اور جہازرانی کے کام میں واقفیت حاصل کرتے رہے۔ ۱۸۸۳ء میں حضور انور نے آگے قدم بڑھایا اور جہاز "کینیڈا" کے عہدہ مڈشپمین پر تعینات کئے گئے جو اسوقت شمالی امریکہ کے اسٹیشن پر متعین تھا۔ اس زمانہ میں اعلیحضرت نے محنت و مشقت۔ انکساری و سیدھی سادھی زندگی بسر کرنے کی عادت حاصل کی۔ یہ زمانہ شاہ معظم کے اوسوقت کے ساتھیوں کو بخوبی یاد رہے گا کیونکہ باوجود آئندہ تخت نشین ہونیوالے بادشاہ کے حضور اونکے ساتھ نہایت بے تکلفی سے رہتے سہتے تھے اور حضور میں اور اونمیں بجز اسکے اور کوئی تفریق نہ تھی کہ حضور کی آرامگاہ کے کمرے علیحدہ تھے۔ اب اعلیحضرت کو اسقدر واقفیت حاصل ہوگئی کہ ۱۸۸۵ء میں حضور کے تقرر سے عہدہ لفٹننٹی کو رونق بخشی گئی ۱۸۹۰ء میں حضور کو جنگی کشتی "تھرش" کی علیحدہ کمان سپرد کی گئی اور اسی سن میں حضور نے ملک جرمن کا سفر کیا جس سے حضور کے تجربہ میں بہت بڑی بیشی ہوئی ۱۸۹۱ء میں نصیب اعداسے حضور بیمار ہوگئے۔ جبکہ حضور کی مادر مشفقہ بلاد یورپ میں تشریف رکھتی تھیں

اچھی صحت کلی حاصل کی۔ اور اسی سال میں عہدہ کمانڈری پر مقرر کیے گئے۔
۱۸۹۲ء میں آپ کے ہم جلیس، ہمنشین شفیق برادر مکرم ڈیوک آف کلارنس نے انتقال کیا
جس کی وجہ سے تخت انگلستان کے آپ وارث ہوئے۔ اس وفات کا اثر حضور کی طبیعت
پر بہت زیادہ ہوا خصوصاً اس سبب سے کہ اعلیحضرت کو بحری فوج میں عملی خدمات کے انجام
دینے کا موقعہ باقی نہ رہا۔ اور دوسری طرف توجہ مبذول کرنا پڑی۔ لیکن انسان کی طبیعت جب
کام کی طرف مائل ہوتی ہے اسکے کرنے میں بہت جی لگتا ہے اور وہ ہوتا بھی خوبصورتی سے
ہے۔ اسی فطرت کے تقاضہ کی وجہ سے جہاں پناہ بحری فوج میں دلچسپی برابر لیتے رہے جسکا
نتیجہ یہ ہوا کہ اسی سال میں بحری قواعد کے موقعہ پر جہاز "ملامپس" کی کمان حضور کے سپرد ہوئی
اور اسی سال میں بحیثیت ڈیوک آف یارک ہونے کے پارلیمنٹ کے دارالامرا میں شریک
ہونیکا موقعہ حضور کو ملا۔ جس کی وجہ سے اعلیحضرت کو ملکی امور میں بہت کچھ تجربہ حاصل ہوا۔
چونکہ حضور عالی ہمیشہ سے سنجیدگی اور غور کے عادی ہیں اسلئے دارالامرائی کارروائیوں کو بڑی
گہری نگاہ سے دیکھتے رہے۔ ۱۸۹۳ء میں حضور کی نسبت شاہزادی وکٹوریہ میری آف ٹیک
سے قرار پائی اور اسی سال میں شاہی محل سینٹ جیمس کے گرجا میں شادی خانہ آبادی
عمل میں آئی جس کی خوشی میں تمام ملک اور محل شاہی میں بڑی دھوم دھام سے خوشیاں
منائی گئیں۔ انجام کار حضور انور اور شاہزادی بیگم نے سینڈرنگھم کے قریب یارک کاٹیج میں سکونت
اختیار کی اور یہاں پر دیہات کے شرفا کی طرح بڑی سیدھی سادھی مگر پرلطف زندگی بسر کی۔
اکتوبر ۱۸۹۴ء میں حضور انور نے اعلیحضرت اپنے والد بزرگوار کے ساتھ شاہ روس کے یہاں
جاتے ہوئے۔ لواڈیہ اور دیگر بلاد یورپ کی سیاحت کی۔

باوجود اس مصروفیت کے سمندر سے حضور کا تعلق اب بھی نہ ٹوٹا۔ اور اس سفر سے مراجعت
کرنے کے بعد ایک عرصہ تک چینل اسکواڈرن کے جہاز کریسنٹ پر حضور انور قیام پذیر رہے۔
اب ۱۹۰۱ء میں وہ سانحہ عظیم برپا ہوا جو تا قیام قیامت لوگوں کے دلوں پر نقش کالحجر رہے گا۔
یعنی باقبال ملکہ معظمہ وکٹوریہ کی وفات حسرت آیات ؎
اس واقعہ جانکاہ کی وجہ سے حضور جارج پنجم اب شاہزادہ ولیعہد ہو گئے اور حضور کے سر پر بہت

سی ذمہ داریاں عاید ہوگئیں۔ اِس رتبۂ عالی پر پہنچکر سب سے پہلا کام جو حضور انور کے دست مبارک سے بخیر انجام پایا یہ تھا کہ حضور نے بحیثیت شاہ کے قایم مقام ہونیکے برِاعظم آسٹریلیا کی پہلی پارلیمنٹ کا افتتاح کیا۔ اِس کام کے لئے مارچ سنہ ۱۹۰۱ء میں جہاز آفر پر سوار ہوکر حضور عالی آسٹریلیا پہونچے اور وہاں سے براہ کناڈا مراجعت کی۔ اِس سفر کا اثر نوآبادیہائے پر بہت اچھا ہوا کیونکہ برطانیہ عظمیٰ اور اون کے تعلقات مو انست بہت مضبوط ہوگئے۔ حضور انور نے اِس سفر میں دُنیا کی باتوں اور دُنیا کی چیزوں کو بغور سُنا اور دیکھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ واپسی پر گلڈ ہال میں جو تقریر حضور انور نے کی اوسمیں فرمایا کہ نوآبادیہائے میں عام طور سے لوگوں کا خیال ہے کہ انگلستان کو اپنی عظمت اور اپنا تجارتی وقار دیگر اقوام کے مقابلہ میں قایم رکھنے کیلئے جاگنا چاہیئے۔ اسی سال کے ۹ نومبر میں حضور کو باضابطہ طور پر شاہزادہ ولیعہد پرنس آف ویلس کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ اِسی سال میں حضور انور امیر البحر عقب و کرنل انچیف بحری افواج شاہی کے مقرر ہوئے۔ چونکہ ترقی کا ستارہ ابتدا ہی سے حضور کی پیشانی پر روشن تھا۔ اسلئے اب سنہ ۱۹۰۳ء میں حضور انور نایب امیر البحر مقرر ہوئے۔ بعض ناواقف اصحاب خیال کریں گے کہ شاہزادہ ولیعہد کو اِن ماتحت عہدوں سے کیا کام۔ نہیں صاحب یہ بات نہیں۔ بلکہ بادشاہ یا ولیعہد کو زندگی کے ہر شعبہ اور خصوصاً ایسے کام سے جس کے اوپر اونکے پیارے ملک اور پیاری رعایا کے قیام اور بہبودی کا دارومدار ہے واقف ہونا لازمی ہے اور دوسرے یہ کہ اپنی زبردست شخصیت کا اثر دوسروں پر ڈالنا نہ محض مناسب بلکہ انسب۔ اب سنہ ۱۹۰۵ء و سنہ ۱۹۰۶ء میں ہندوستان کی خوش قسمتی سے ہمارے ملک میں گھومنے کا عزم بالجزم کیا۔ اور موسم سرما میں حضور انور بمقام بمبئی وارد ہوئے اِس دورہ کی یاد ہمارے دلوں میں ابتک تازہ ہے اسلئے اوسکی بابتہ زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ بجز اسکے کہ حضور انور اور ہماری پیاری ملکہ میری کے وسیع خلق۔ محبت و ہمدردی نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کرلیا۔ اور اوس کی یاد تا ابد جریدہ عالم پر ثبت رہے گی۔

اب بحری معاملات اور فن جہازرانی میں حضور کی قابلیت مسلّم ہوگئی۔ اسلئے سنہ ۱۹۰۷ء میں حضور امیر البحر مقرر ہوئے۔ اِسی زمانہ میں حضور نے کوئیبک شہر ملک کناڈا کا سفر کیا۔ سال

جانا تھا جہاں جنوبی افریقہ متحدہ کی نئی پارلیمنٹ کے افتتاح کا ارادہ تھا۔ حضور ملک معظم ایڈورڈ ہفتم
نے راہ آخرت اختیار کیا۔ اب حضور پرنور تخت انگلستان کے مالک ہوئے۔ اور سب سے پہلا کام
جو تخت پر جلوہ گر ہوکر کیا وہ یہ تھا کہ ۹ مئی سنہ ۱۹۱۰ء کو یعنی اعلیحضرت ملک معظم آنجہانی کی وفات کے صبح
ہوتے ہی حسب دستور سابق پریوی کونسل کا پورا اجلاس منعقد کیا جس میں حضور نے عیسائی
مذہب اور شاہی چرچ آف اسکاٹ لینڈ کی حفاظت کے حلف نامہ پر دستخط کئے۔ ہر ملک کی
رسمیں جداگانہ ہوتی ہیں اور بعض اونمیں سے محض دلچسپ ہی نہیں بلکہ دیگر ممالک کے لئے سبق
آموز مثلاً سب سے پہلا اعلان تخت نشینی جو انگلستان میں ہوا اور ایسے موقعوں پر ہوتا ہے۔
اوسکا طریقہ ہم مختصر طور سے عرض کرینگے۔

چانسری لین کے گوشہ پر جہاں کہ شہر لندن کی سرحد شروع ہوتی ہے سڑک پر ایک
رسی باندھ کر راستہ روک دیا گیا۔ شہر کی جانب رسی کے اندر شہر کے لارڈ میئر سٹی مارشل و دیگر
عہدہ داران شہر کھڑے ہوئے۔ دوسری جانب سے شہر میں داخل ہونیکے لئے شاہی اعلان
کنندگان مع فوج کے آئے۔ جب یہ لوگ رسی کے قریب پہونچے تو رسی کے اندر سے سٹی مارشل
آگے بڑھے اور بلند آواز دی "ہالٹ ہو کمس دیر" یعنی ٹھیرو۔ کون آتا ہے! باہر سے
اعلان کنندگان نے جواب دیا "شاہی افسر آف آرمس (ایک قسم کے عہدہ دار) جو
بادشاہ معظم کا اعلان کرنے کے لئے شہر میں داخل ہونے کی اجازت چاہتے ہیں" یہ کہکر فوج
کے افسر نے آگے بڑھ کر لارڈ میئر کو ایک خط دیا۔ لارڈ میئر نے اوسکو پڑھکر سٹی مارشل کو دیدیا۔ جس
نے زور کی آواز سے کہا "شاہی اعلان کنندگان کو گذر جانے دو" بھائیو! بادی النظر میں یہ
محض ایک رسم ہے مگر معنی اسکے بہت بڑے ہیں۔ یہ وہ حریت کی دلدادہ قوم جو اپنے
بادشاہ کے اعلان کنندگان کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت دینے کا حق رکھتی ہے اور
واہ رے شفیق حکمراں جو اپنی قوم اور اپنی رعایا کے حقوق کا اسقدر خیال رکھتا ہے۔ خیر!
غرضکہ ایسی ہی پر معنی رسوم ایک سال تک ادا ہوتی رہیں گی۔ بادشاہ معظم کی زندگی
کے خاص واقعات ہم نے مختصر طور پر عرض کر دیے۔ اون کی عادات و خصائل طرز معاشرت
تمدنی ملکی زندگی پر قلم اوٹھانا چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی۔ علاوہ بریں اوسکے لئے ایک دفتر

چاہیئے۔ اسلئے بجز اسکے اور کیا کہا جاوے۔ کہ صانع حقیقی نے جسقدر خوبیاں انسان کو دی ہیں وہ سب حضور انور میں ہیں۔

جن لوگوں کو ہندوستان میں اعلیحضرت کی زیارت سے مشرف ہونے کا موقعہ ملا ہے وہ اسبات کو بخوبی جانتے ہیں کہ اعلیحضرت شروع ہی سے فہیم اور ذکی سنجیدہ اور متین ہیں جسپر مختلف ملکوں سے سفر نے کارروائی اور تجربہ کارروائی کی مشتی کی۔ موجودہ حکمرانوں سے ہمارے گیتی پناہ سب سے بڑے سیاح ہیں۔ ان خوبیوں پر حضور ملکہ معظمہ کی ہر وقت کی صحبت نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔

کون نہیں جانتا کہ ملکہ معظمہ کوئین میری خلق کی دیوی اور شفقت محبت ہمدردی کی ملکہ ہیں جہاں جہاں حضور ملکہ معظمہ کو جانے کا اتفاق ہوا ہے لوگوں کے دلوں کو مسخر کرلیا۔ ہمارے ملک کے بڑے طبقہ کی اون مستورات میں اکثر حضور عالیہ کا چرچا رہتا ہے جو حضور عالیہ کی زیارت سے سفر ہند کے زمانہ میں مشرف ہوئی ہیں۔ اب اعلیحضرت کے بفضلہ پانچ بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔ سب سے بڑے حضور شاہزادہ ولیعہد ہیں اور سب سے چھوٹے شاہزادے ۱۹۰۵ء میں تولد ہوئے ہیں۔ خدا عزوجل سے دعا ہے کہ یہ خاندان شاہی سالہا سال تک محفل دنیا کی رونق بڑہاوے۔ اون کی ذات مبارک سے فیض عام جاری ہو۔ ہمکو امید ہے کہ ایسے بادشاہ اور بادشاہ بیگم کے عہد معدلت مہد میں رعایا اور خصوصاً اہل ہند کو اطمینان سے زندگی بسر کرنے کا موقعہ ملیگا۔ اور بد قسمتی سے جو بےچینی چند روز سے اس ملک میں پیدا ہوگئی ہے وہ حضور عالی کے ذات بابرکات کے اثر سے رفع ہو جاویگی۔ ملک مرفع الحال ہو اور حاکم محکوم کے تعلقات گہرے اور دوستانہ ہو جاوینگے۔

اے ہندوستانی بھائیو! آؤ اور اس جلیل القدر اور علو ہمت بادشاہ کی یاد میں ہمیشہ کے لئے مخالفتوں کو دل سے دور کرکے تم بھی اپنی علو ہمتی کا ثبوت دیدو۔ ایک جہتے کی آواز سے اس مسرت آمیز ترانہ کے گانے میں شریک ہو۔ جسکا سچا مضمون نہ محض اس وقت سچا ہے بلکہ سالہا سال تک ہماری اولادوں کے لئے بھی سچ رہیگا۔!

در دور تو اے خسرو یگانہ — چیدم گل بخت از زمانہ

بہر صبح نسیم طبع گل خیز | جامم ز مے نشاط لبریز
بزمم ز من و نجات جرعہ کش تر | روزم خوش و روزگار خوشتر
من زندہ و شکلم چو جام بادہ | ساقی چو صراحی ایستادہ

راقمہ۔ تحمل عباس شروانی۔ آگرہ

خوشی کا ترانہ

ثنا عالمے در پناہے تو باد | زمین وزماں نیک خواہی تو باد
کلید در گنج یادت بدست | سر دشمناں زیر پائے تو باد

عبادت خداوندی سے فرصت پاکر (جو سب پر واجب ہے) دنیائے فانی کی حالت کو پیش نظر رکھ کف افسوس مل رہا تھا اور اس دار ناپائدار کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ اور دل میں کہہ رہا تھا سچ ہے "دنیا ہمہ ہیچ است و کار دنیا ہمہ ہیچ" کہ یکایک توپوں کی صداؤں خوشی کے نعروں نے چونکا دیا حیرانی دامنگیر ہوئی ایسی کیا خوشی بغلگیر ہوئی کہ مبارک سلامت کے نعرے بلند ہیں وہ کیا بات ہے کہ جس نے غمزدہ دلوں پر مرہم خوشی کا رکھنا چاہا ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ خوشی اوس گوہر تاج برطانیہ پارہ دل کوئن وکٹوریہ انجہانی کے فرزند ارجمند اعلیحضرت ملک معظم شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم قیصر ہند جنت آرامگاہ کی تخت نشینی کا ہے یعنی حضور پرنس آف ویلس جو اب ملک معظم شاہ جارج پنجم قیصر ہند کے نام سے یاد کیے جائیں گے۔ جن کے قبضۂ قدرت میں نیچر نے کئی کروڑ اپنی مخلوق کی قسمت کا فیصلہ سپرد کیا ہے۔

یونہی جو صبحدم میرے کانوں میں یہ آواز | لازم ہے شکر تم کرو وہ ہیگا سب بے نیاز
جسنے گھٹائی غم کی عمر ہو کہ تھی دراز | پوچھا یہ ایک سے کہ بتاؤ یہ کیا ہے راز

پھولا نہیں خوشی میں ہر ایک جو سماتا ہے
ہنستا ہے خود اور سبھوں کو ہنساتا ہے

کیسی خوشی جہانمیں اسوقت چھائی ہے — وہ کیا ہے بات جسکی خبر آج آئی ہے
باعث ہے کیا ہر ایک کلی کھِل کھِلائی ہے — اور غیب سے ندا ہاتف یہ آئی ہے

اے انڈیا کے لوگو یہ وقت ہے سعید
شب غم کی کٹ گئی آیا ہے روز عید

قاصد پیام خوشی کا یہ لایا ہے — خوش ہو رہے ہیں سب اسجا جو آیا ہے
دیکھو خوشی کا موقع کیا ہاتھ آیا ہے — لندن کے تار نے یہی مژدہ سنایا ہے

ہے تاجپوشی قیصری ہندوستان کی
جو اب کر گیا شاہی سارے جہاں کی

دی توپوں کی سلامی نے سبکو ہے یہ خبر — تختِ جگر ایڈورڈ کا بیٹھا جو تخت پر
تاج شہی چمکتا مبارک جو سر اوپر — اس وقت نور ایسا ہے چہرہ پہ جلوہ گر

اقبال کا بلند تو اسی کے ستارہ ہے
برطانیہ کے تاج کا یہ ماہ پارہ ہے

دیکھو نشست تخت پہ خوشرو جوان ہے — اب آج سے وہ مالکِ ہندوستان ہے
ہمدرد ہوگا سب کا خوبرو جوان ہے — گاڑے گا فتحمندی کا ہر جا نشان ہے

تختِ جگر کوئین کا تو یہ تاجدار ہے
خوش خلق ہے مردانہ ہے عالی وقار ہے

اچھی ہیں مجلسیں اچھے ہیں چرچے — اور جا بجا پہ ہیں گے دیکھو تو قہقہے
مستانہ وار شوق میں ہیں گے ٹہل رہے — مسکوٹ ہوٹلونمیں گلاسوں کا دور ہے

گاڈ سیو دی کنگ انگلش زبان میں
شہرہ بلند ہے یہی ہندوستاں میں

الکشا کے نمبر ایک کا اچھا جو جام ہے — رم ہے برانڈی ہے جن ہے اور الڈ ٹام ہے
ہاتھونمیں دیکھو سب کے لبریز جام ہے — کہتے ہیں جارج فقنہ کی صحت کا جام ہے

پیتے پلاتے اور خوش ہوتے جاتے ہیں

اور یار دوست ملکے دعوت اڑاتے ہیں

اسلامیوں میں یہ ابھی تو خوشی کا ترانہ ہے　　باجا ہے ہارمونیم فونو سے گانا ہے
مسجد میں کوئی پڑھتا ہے یا کردوگانہ ہے　　کرتا خدا سے کوئی دعا عاجزانہ ہے

اس شاہ کا قدم ہو مبارک بہ نیک فال
اور عمر اوسکی ہووے یکصد و سی و سال

یہ شہ ہے بلند ملک کا ہے اور با وقار　　تخت شہی پہ جارج پنجم ہے تاجدار
ہر وقت اسکا حامی رہے پاک کردگار　　دشمن جو اسکا ہووے رہے وہ ذلیل و خوار

ڈنکہ بجے اسی کا سارے جہان میں
جاری ہو اسکا سکہ فارس ایران میں

یہ قصد کر بیٹھے ہیں آج بہ ہم بنگال　　سب میں کہتے ہیں گے جو اک صاف دل
حق نے دیا ہے شاہ بہ قسمت سے بے زوال　　دست دعا اوٹھاؤ بصد شوق بر محل

شاہی کا اس کے سایہ سر پر مدام ہو
یہ جب تلک زمین و فلک کا قیام ہو

تک بندی کا کرشمہ جو تو نے دکھایا ہے　　لوگوں میں اسکو تو نے پڑھ کر سنایا ہے
امید ہے کہ سب کے دلوں کو یہ بھایا ہے　　اللہ اور شاہ کا سر پر جو سایا ہے

شاعر نہیں ہے نور یہ ہاں ضرور ہے
مشہور اسکا نام بہت دور دور ہے

وقت دعا رسید سخن مختصر کنم　　عالم بکام باد سعادت بکام باد

الراقم محمد نور خاں رسالدار بیلی گارڈ وٹیرن

سِل

اس موذی مرض کی طرف اس زمانہ میں حکماءِ یورپ کا خاص خیال رجوع ہے اور وہاں کے علمی رسالے اس موذی مرض کے استیصال کی تدابیر پر ہمیشہ علما اور ماہرین فن کے بیانات اور تحریریں شائع کیا کرتے ہیں۔ ہندوستان کے اندر بھی یہ موذی مرض بڑی اذیت پہنچا رہا ہے۔ ہر شخص اپنے جان پہچان والوں میں سے بہت لوگوں کی جوان جوان اولادوں کی ہر سال مرنے کی خبریں بافسوس سنا کرتا ہے۔ مسلمانوں کے واسطے ایک خاص پہلو اس مسئلہ پر غور کرنے کا یہ ہے کہ ایک ایسے زمانہ میں جبکہ اصول پالٹیکس میں کثرت تعداد حکم فرما قرار دی گئی ہے تو اون کی تعداد میں کمی ہونا اُن کے واسطے بڑے ہی زیان کا باعث ہے۔

پس راقم اپنے واسطے ایک بڑی قومی خدمت کا انجام دینے والا تصور کریگا اگر اس مرض کی استیصال اور انسداد کے قوانین اپنی تحریرات سے ملاحظہ فرمانے والوں کی ذہن نشین کر سکیگا۔

"سل" جیسا کہ موذی مرض ہے ویسا ہی قابل شفا بھی ہے۔ حکماءِ یورپ کا اتفاق اس پر ہے کہ اس مرض کی روک تمام پورے طور سے ہو سکتی ہے ہاں اس کی حقیقت اور ماہیت کا ذہن نشین کر لینا ضرور ہے۔

راقم آثم نے اپنے اس خیال کی بنا پر جولائی کے رسالہ میں ایک ترجمہ چھپوایا تھا جو مولوی وا ثعلی مرحوم نے کیا تھا اور آئے کیواسطے راقم چاہتا ہے کہ بڑے بڑے ڈاکٹروں کی رایوں کو وقتاً فوقتاً پیش کرتا رہے۔ امید ہے کہ ناظرین "العزیز" قدر اور غور کی نگاہ سے ان مضامین کو ملاحظہ کیا کریں گے اور اپنے احباب اور شناساؤں کو ترغیب دیں گے کہ وہ "العزیز" کے باقاعدہ خریدار بنکر ان مضامین کو اپنے خیالات میں راسخ کر لیں۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے مسلمانوں کے واسطے اسکی بہت ضرورت ہے کہ وہ اپنی تعداد کو کم نہ ہونے دیں۔ اور امت محمدؐ کو بڑھتے بڑھنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔

سل کس کو کہتے ہیں؟

(یہ مضمون "ثروت فنون" میں پروفیسر ڈاکٹر ادہم کے دستخط سے نکلا ہے۔)

مرض سل ایک قسم کی مائکروبوں کا نتیجہ ہے جو "بیسی لس" Bacillus قسم کی ہیں اور ان کو
"ٹیوبر کل بیسی لس" اسوجہ سے کہتے ہیں اسب سے اول ایک جرمنی ڈاکٹر مسمی "کوچ" نے
سنہ ۱۸۸۲ء میں ان مائکروبوں کو معاینہ کیا۔

مرض سل بہ خاص ننھے کیڑوں یعنی مائکروبوں سے پیدا ہوتا ہے وہ ننھے کیڑے جسم انسان کے
مختلف مقامات پر جا سکتے ہیں مثلاً دماغ میں داخل ہو سکتے ہیں بغل وغیرہ گلٹی کے مقاموں میں
پہنچ سکتے ہیں۔

غرضکہ آنتوں میں جلد میں پھیپھڑوں میں بھی یہ کیڑے پہنچ جاتے ہیں اور وہاں پر ہوار شروع
کر دیتے ہیں لیکن مرض سل اسوقت کہا جائیگا جبکہ یہ کیڑے پھیپھڑوں میں پہنچ جائیں اور سب سے
زیادہ خطرہ جسم انسان میں ان ننھے کیڑوں کے جمع ہو جانے سے اسوقت ہوتا ہے جبکہ پھیپھڑے
میں ہوں۔

"کوچ بیسلس" یعنی مرض سل کے کیڑے کائی کی جنس سے ہوتے ہیں۔ یہ اسقدر ننھے ہوتے
ہیں کہ سات ہزار گونا بڑا دکھانے والی خوردبین سے بھی دیکھا جاوے تب بھی پسو کی برابر نہیں معلوم ہوتے
ہیں۔ جب یہ مائکروب پھیپھڑوں میں جاگزیں ہو جاتے ہیں تو وہاں پر ہوار شروع کرکے بطور پھنسی کے
ہو جاتے ہیں اور اسی ادوات کی اجتماع کا فن ڈاکٹری میں (ٹیوبر کل) نام رکھا گیا ہے۔ یہ ٹیوبر کل ایک
سے دو۔ دو سے تین۔ چار وغیرہ ہوتے یعنی بڑھتے چلے جاتے ہیں اور کچھ مدت میں گر رفتہ رفتہ قریباً کل
پھیپھڑے کو نکمی کر دیتے ہیں۔

زمانۂ قدیم سے سل کے تین زمانے قرار دیئے گئے ہیں۔ پہلے زمانہ کو (دور تصلب) کہتے ہیں یعنی
سل کے کیڑے پر ہوار کرکے مثل ظاہری جسم کی پھنسی کی ابتدائی حالت کے پھیپھڑوں میں سختی پیدا
کرتے ہیں۔ دوسرے دور کا نام (دور تلین) ہے یعنی وہ پھنسی پک کر ملائم پڑ جاتی ہے اور پھوٹ
جاتی ہے تیسرے دور کا نام (دور کہف) ہے یعنی پھیپھڑے میں زخم اور گڑھے پڑ جاتے ہیں۔

اس زمانہ کے علماء طب کی سب سے بڑی یہ کوشش ہے کہ جسقدر جلد ممکن ہو مرض سل کو وہ
معلوم اور تشخیص کر سکیں کیونکہ اس مرض میں جتنی جلد علاج شروع کیا جائیگا اوتنا ہی زیادہ شفا اور
صحت کلی کی امید ہے۔ اور اس خیال کی بنا پر ڈاکٹر (کرانچو) نے سل کے واسطے بجائے تین کے چار

دور قرار دیئے ہیں۔ اُنہی نے پہلے دور کا نام (دور تجرثم) رکھا ہے یعنی وہ زمانہ جبکہ جراثیم (جراثیم مائکروبوں کو کہتے ہیں) پھیپڑوں میں داخل ہو جاتے ہیں مگر اون کی بڑھوار شروع نہیں ہوتی۔ اوسکے بعد کے دور کا نام دور (تصلب) ہے جسکا بیان اوپر ہوا یعنی وہ زمانہ جسکو حکماے قدیم نے دور اول نام رکھا تھا الیٰ آخرہ۔

ڈاکٹر "گرانچر" نے دور "تصلب" سے پہلے ایک دور قرار دے کر بہت بڑا کام کیا ہے۔ کیونکہ اسکے ذریعہ سے بالکل ابتدائی حالت میں تحقیق مرض کرنے کی طرف توجہ ہوگئی ہے۔ مگر یاد رکھنے کے لایق یہ بات ہے کہ دور تجرثم (یعنی وہ ابتدائی حالت جس میں پھیپڑے کے اندر مائکروب پہنچ گئے ہیں) اُس سے بھی پہلے بعض مرتبہ ایک زمانہ واقع ہوتا ہے یعنی وہ زمانہ جبکہ (کوچ بی سی لس Koch Bacillus یعنی سل کے ننھے کیڑے) جسم کے کسی حصہ میں مثلاً بغل وغیرہ کی گلٹیوں یا پھیپڑے کی جھلیوں یا جگر وغیرہ میں ایسی حالت میں پہنچ جاتے ہیں کہ یا تعداد میں چند ہی ہوں یا کمزور اور نحیف ہوں اور اسوجہ سے وہ نہ بڑھوار کر سکیں نہ جسم کو کچھ نقصان پہنچا سکیں۔ تو یہ زمانہ ایسا ہی کہ اُس کی تشخیص کرنا سخت دقت طلب ہے۔ اور اسکا بیان بالتفصیل ہم نے اپنی کتاب مسمی "Tuberculose" میں دیا ہے اور ہم نے اوس میں اس کے طریقہ تشخیص اور علاج پر بخوبی بحث کی ہے۔

الغرض ہماری راے یہ ہے کہ بجاے چار دوروں کی پانچ دور کا قرار دینا زیادہ مناسب ہے یعنی (۱) دور قبل السل۔ (۲) دور تجرثم (یعنی جبکہ سل کے کیڑے پھیپڑے میں پہنچ جائیں)۔ (۳) دور تجمع (یعنی جبکہ پھیپڑے میں بڑھوار کرنے لگیں اور ٹیوبرکل بنجائیں۔ (۴) دور تلیین (یعنی جبکہ ٹیوبرکل یا پھنسیاں پک جائیں۔ (۵) دور تکہف (یعنی جبکہ پھیپڑے میں جا بجا زخم ہو جائیں۔ ہم مناسب جانتے ہیں کہ دور قبل السل کی ایک مثال ہم لکھدیں اور باقی دوروں کا حال مجملاً بیان کر دیں۔

اول۔ ایک پندرہ برس کی لڑکی اپنی ایک ساٹھ سالہ نانی کے ساتھ ہمارے معاینہ خانہ (یعنی وہ مقام جہاں مریضوں کو ڈاکٹر ملاحظہ کیا کرتے ہیں اوس جگہ) میں آئی۔ اس لڑکی کا حال تہا کہ دو برس اول اچھی خاصی تندرست تھی۔ مگر دو برس ادہر سے اگرچہ بخوبی موٹی تازی ہے مگر دل

ابتدائی درجہ اور ہمارے مقرر کردہ درجوں میں سے دوسرا درجہ ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے ان علامات کے ظاہر ہونے کے بعد پھیپھڑوں کی جانچ کے جو طریقے بیان کئے ہیں اُنکے موجب جانچنے سے سِل کے ہونے نہ ہونیکا قطعی یقین ہوجاتا ہے۵۔

سوم۔ دور تجمع یا دور تصلب ہے (یعنی جبکہ کیڑے پھیپھڑوں میں توالد شروع کردیں اور پھنسیوں کی سی سختی پیدا ہوجائے (اسکو انگریزی میں ٹیوبرکل) کہتے ہیں۔ یعنی جبکہ ٹیوبرکل پیدا ہوجائیں اسدرجہ کی تشخیص ظاہری کیواسطے دور تجمع کے عوارض کو بڑھا دو یعنی ضعف بڑھ جاتا ہے۔ لیٹنے کے تھوڑی دیر بعد یکایک اوٹھ بیٹھنے کو دل چاہتا ہے بلکہ مریض اوٹھ بیٹھتا ہے۔ حرارت کا درجہ کسیقدر بڑھ گیا ہے۔ کھانسی کچھ زیادہ ہونے لگی ہے۔ سر کا درد پیٹ کی کسک بڑھ گئی ہے۔ تھوک میں کبھی کبھی خون آنے لگا ہے۔ بلغم اور خون میں (کوچ بی سی لس) یعنی سِل کے کیڑے پائے جاتے ہیں۔

چہارم۔ مذکورہ علامتیں بدستور ہیں (اسکے بعد پھیپھڑوں کی جانچ کے ذریعہ سے مرض کی کیفیت لکھی ہے جسکا ترجمہ غیر ضروری سمجھکر ترک کیا گیا ہے۔)

پنجم ضعف بہت زیادہ ہے بیمار بستر پر پڑا رہتا ہے۔ بڑے بڑے بکثرت پسینہ آنے لگتا ہے۔ درجہ حرارت بڑھ گیا ہے۔ کھانسی جلد جلد اور زیادہ تکلیف دہ صورت میں آتی رہتی ہے سینہ دب گیا ہے سینہ میں غرغراہٹ بہت رہتی ہے۔

غرضکہ یہ پانچ درجے ہیں اور اس کے بعد چند ہفتوں یا چند مہینوں میں مریض مرجاتا ہے۔

مگر میں اس بات کو بیان کردینا لازمی جانتا ہوں کہ مریض کی بابت یہ قرار دینا کہ اسکو مرض سِل ہے یا نہیں صرف ڈاکٹر کا کام ہے کیونکہ بارہا یہ دیکھا گیا ہے کہ کبھی کبھی بیماری میں سِل کے تیسرے چوتھے درجے کی ظاہر علامات موجود ہیں مگر حقیقت میں وہ مسلول نہیں ہے۔ یا جیسا کہ اوپر میں نے لکھا ہے کہ بظاہر ایک آدمی مسلول نہیں معلوم ہوتا مگر حقیقت میں وہ مسلول

۵۔ ڈاکٹر ادہم نے جن کے مضمون کا یہ ترجمہ ہے طریقہ جانچ کا لکھا ہے مگر ہمنے اسکا ترجمہ اسواسطے نہیں کیا کہ غیر ڈاکٹر کو اسکے پڑھنے سے کچھ حاصل نہیں ہے۔

ہوتا ہے اور میں اس بات کا مشورہ دینا ضروری جانتا ہوں کہ ہر کسی مشتبہ مریض کو ماہر ڈاکٹر سے جلد از جلد معائنہ کرانا لازم ہے۔

اسمٰعیل۔

ترقی و تنزل

نہیں ہوتا آبائے قیمتی کا ادو نیہ فلاں   آج کل جو ترقی ہیں دفائن میری (سیماب)

العزیز کی کسی گذشتہ اشاعت میں بعنوان بالا ہمارے عزیز دوست جناب سید محمود حسین صاحب جعفری کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جو باعتبار سلاست بیان و فصاحت زبان "ما شرف ہیں" اور بہ حیثیت واقعات ضروری اور اہم ہے۔ اس میں ترقی کے یہ چار اسباب بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ تحصیل و ترویج علوم۔
۲۔ تہذیب و تعلیم نسواں۔
۳۔ صنعت و حرفت اور تجارت۔
۴۔ پولیٹیکل قوت۔

اور پھر ملک کے اہل الرائے اصحاب کو ترقی و تنزل کی گتھی سلجھانے کی طرف متوجہ کیا ہے کہ آخر انمیں سے اصلی سبب ترقی کیا ہے۔؟

ہمارے خیال میں ان چار اسباب میں جس سبب کو پہلا نمبر دیا گیا ہے وہ واقعی مقدم ہے اور اصلی باقی فروعات میں شامل ہیں۔ کیونکہ جب ہم ترویج علوم کی کوشش کریں گے اور علوم مروجہ کی تحصیل اپنے لئے لازمی سمجھ لیں گے تو ممکن ہے کہ ہماری عورتیں بھی اوس سے بہرہ مند ہو جائیں۔ برعکس اسکے اگر ہم خود جاہل ہیں تو ہماری عورتوں کا عالم ہونا معلوم۔ اون کی شائستگی اور تہذیب ہماری تہذیب و شائستگی پر منحصر ہے۔ ورنہ بجائے خود نہ وہ کچھ کر سکتی ہیں نہ اون کے لئے کچھ ہو سکتا ہے۔ بہرحال یہ دوسرا سبب سبب اول پر مبنی ہے۔ اور اوسیکا محکوم۔ اسلئے سبب اول اصلی ہوا اور دوسرا فروعی۔

صنعت و حرفت اور تجارت تیسرے درجہ پر اسباب ترقی مانے گئے ہیں۔ مگر بغیر تحصیل علم انمیں کامیاب

ہونا ناممکنات سے ہے۔ کیونکہ جب ہم میں علم اور تہذیب نہیں تو ہم صنعت و حرفت یا تجارت میں کیا کمال دکھا سکتے ہیں۔ ہمارے خیالات اگر مہذب نہیں تو ہماری حرفت میں بھی تہذیب کا کوئی پہلو نظر نہیں آسکتا۔ اگر ہمارا دماغ علوم مشرقیہ کی مشام آرا خوشبو سے معطر نہیں ہے تو ہماری ہر صنعت میں پسماندگی کی اور اوسے کوئی دو کوڑی کو بھی نہیں پوچھ سکتا۔ اگر ہماری معلومات کا دائرہ وسیع نہیں اور ہم نہیں جانتے کہ آجکل ملکی مذاق کا کیا بہاؤ ہے تو تجارت ہمیں کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے۔

غرضکہ صنعت و حرفت۔ ملازمت ہو یا تجارت۔ کوئی کام بغیر علم کی نظر پسند اور ترقی نما نہیں ہو سکتا ؎

تم جو کروگے تو وفا اور کروں گا موقوف جفا پر ہے ترقی وفا بھی (سیماب)

اب یوں سمجھ لیجئے کہ علم ایک شجر ہے بلکی زبان اسکی جڑ ہے ملازمت اسکی شاخ ہے تجارت اسکے پتے ہیں۔ روپیہ اسکے پھول ہیں۔ صنعت و حرفت اوس کا میوہ ہے محنت اوسکی کلیاں ہیں کوشش اسکا بیج ہے تہذیب نسواں اوس کی کوپل ہے۔ اور عمل اوسکی بہار ہے۔

ہوئے ہیں تخم محبت سے دل میں کیا کیا داغ ؎ ہزار پھول کھلے ہیں اس ایک دانے سے (سیماب)

اب سوال یہ ہے کہ اصلی ترقی و زوال کس شے کا نام ہے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ :۔

ہر ابتدائی درجہ کمال کے معنی ترقی ہیں اور انتہائے ترقی کا نام زوال ہے۔ ع۔ ہر کمالے را زوالے۔ وہ مثل مشہور ہے۔ ہمارا زمانہ رضاعت لڑکپن سے بدلا۔ لڑکپن شباب سے مبدل ہو گیا۔ شباب نے ترقی کی تو ہم ضعیف ہو گئے اور ضعف ترقی پذیر ہوا تو ؎

کہاں لڑکپن کہاں جوانی وہ چند باتیں تھیں خواب کی سی
لحد میں اب کاٹنی پڑی ہیں اندھیری راتیں شباب کی سی (سیماب)

ترقی عالم اسباب کا ایک جزو ہے نامتناہی۔ انگیزش دنیا کی ایک لہر ہے مسلسل۔ ایک دریا ہے ناپیدا کنار۔ ایک میدان ہے۔ وسیع تر۔ ایک ہوا ہے جہاں پیما۔ ایک ضیا ہے فلک رس۔ ایک شمع

[illegible] انجم [illegible] ہے۔ ایک نکہت ہے سدا بہار۔ ایک خوشبو ہے حیات آرا۔ ایک جلوہ ہے دیر آزما۔ ایک آرزو ہے [illegible] اور وہ بھی ناکام محبت کی۔ ایک حسرت ہے اور وہ بھی کسی محروم جاوید کی۔ ایک ہوس ہے ناکام [illegible] ناتمام۔ ایک لذت ہے غیر فراموش۔ ایک پرتو ہے روز افزوں۔ اور ایک تصور ہے نظر فریب۔ ترقی کی [illegible] صورت پر سب مرتے ہیں۔ کیونکہ یہ تجلیات مزاج انسان کا ایک دلکش اور جامع ہیولیٰ ہے [illegible] والہ و شیدا نہیں۔ اچھا میاں ہے تو کل وہاں ہوگی۔

اب یوں سمجھئے ترقی ایک حسن ہے نظر دوز۔ ایک عین ہے خواص اندوز۔ ایک چھلاوہ ہے گو ملتی پھرتی۔ ایک تماشا ہے گریزپا۔ ایک معشوق ہے ہرجائی۔ مگر دیر آشنا۔ اسلئے ہ

نیستی ہے جینے سے ہونا نہیں ہوتا
آپ تو مطلب کے نہیں ہو (رادی)

دوڑ دوڑ کر دیکھئے۔ وہ اس صحرائے لق و دق میں ایک گم گشتہ کاروان ترقی کس مایوسانہ لہجہ میں اپنی ناکامی کا مرثیہ پڑھ رہا ہے اور چلا جا رہا ہ

کس ندانست کہ منزلگہ مقصود کجاست
این قدر ہست کہ بانگ جرسے مے آید (حافظ)

اب ادھر دیکھئے چشمہ کے کنارہ، سبزہ کے پاس، درختوں کی چھاؤں میں ستانے والا منزل مقصود کا پانے والا [illegible] کیا کہہ رہا ہے کہ

جانے مقصود کی امید میں کیا ہوتی ہے
ہم جہاں تھک کے ٹھہر جاتے ہیں منزل ہے وہی (سیماب)

شاہراہ ترقی میں منازل مقصود ایک نہیں، دو نہیں، ہزاروں ہیں۔ اور ہر ایک سے دوسری خوش آئندہ

لڑکا چاہتا ہے میں جوان ہو جاؤں
جوان چاہتا ہے میری عمر دراز ہو۔ بڈھا ہو جاؤں
بڈھا چاہتا ہے مجھے موت نہ آئے

اور

ایک متوسط الحال آرزومند ہے کہ وہ مرفع الحال ہو جائے
جسکے پاس ملتے ہیں وہ سو کا خواہشمند ہے
جسے سو ملتے ہیں وہ دو سو کا حریص ہے

غرضکہ

بڑھتی جاتی ہے محبت میں تمنا میری
اور پوری نہیں ہوتی۔ اسے کیا کہتے ہیں (سیماب)

ترقی اچھی اور بہت اچھی۔ مگر ہمارے ملک میں اسکی بہار نہ دائمی ہے نہ فصلی۔ اگر کبھی ہم اسکی جھلک دیکھ لیتے ہیں تو نہایت سراسیمگی کے ساتھ ہمارے منہ سے نکل جاتا ہے کہ

ہیچ جویندہ ندانست کہ جائے تو کجاست
آخر ای خانہ برانداز سرائے تو کجاست

اوسوقت ترقی زبان حال سے کہتی ہے کہ افسوس ؎

ہر کس از غربت من نام و نشانم پرسید — ایں نہ پرسید کہ آں نشو و نماے تو کجاست (سیاح)

یعنی

ہم سکے تو پرسش نام و نشاں ہے اب — اسکی تلاش کر کہ محبت کہاں ہے اب (داغ)

سچ ہے ہماری وہ اگلی ترقی اب کوسوں نظر نہیں آتی۔ اور نظر نہیں آتی۔ اسلئے ہم سمجھتے ہیں کہ ترقی کا وجود ہم لوگوں کے لئے نہیں ہوا ہے بلکہ وہ کوئی اور مخلوق ہے جو اس سے مستفیض ہوتی ہوگی۔

باایںہمہ اگر عالم امکان میں ترقی کوئی شے ہے تو اوسکے تمام مدارج مدارج علم سے دوش بدوش ہیں۔ علمی مذاق ملک میں جسقدر پھیلتا جائیگا اوتنی ہی ترقی ہوتی جائےگی۔ اور بس۔

میدان مضمون کے وسط میں جو درخت دکھایا گیا ہے اوسکی جڑ "ملکی زبان" بنائی گئی ہے۔ اور اسکے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ زبان کو ملکی ضروریات کے ساتھ کتنا گہرا تعلق ہے۔ جبتک ہم اپنی زبان کی خوبیوں سے کماحقہ واقف نہوں غیر زبانوں کے محاسن و معائب سے بھی قطعی اطلاع نہیں ہوسکتی۔ اور جب ہم اپنی زبان پر قادر ہیں تو غیر زبان کتابوں کے ترجمے کرکے اونکے مفاد سے بھی مستفیض ہوسکتے ہیں فلسفہ۔ فزیالوجی۔ اقلیدس۔ جغرافیہ۔ تاریخ۔ حدیث۔ فقہ۔ تصوف۔ وغیرہ وغیرہ لاتعد علوم متدنیہ کا مفہوم اصلی ہم اوسیوقت سمجھ سکتے ہیں جبکہ اون کے عام فہم ترجمے ہماری زبان میں موجود ہوں۔

گو افسوس ہے کہ ہماری ملکی زبان۔ روز بروز تنزل پذیر ہوتی جاتی ہے۔ غیر زبانوں کا اختلاط اسے بگاڑ دیتا ہے۔ لغات و قواعد کا عدم انضباط نظروں سے گرا دیتا ہے۔ اور اسکی حالت ردی ہوتی چلی جاتی ہے۔ لیکن اس افسوس کے ساتھ خدا کا شکر بھی ہے کہ ہمارے اہل ملک کی توجہ اس جانب مبذول ہو چلی ہے۔ ہر حصہ ملک میں انجمنیں کھلتی جاتی ہیں۔ آئے دن ایک اردو کانفرنس کا افتتاح ہوتا ہے اور

کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

مسلم لیگ اور ایجوکیشنل کانفرنس نے بھی اپنے اپنے مقاصد میں اشاعت زبان کو خاص جگہہ دی ہے اب ہمیں امید ہے کہ زبان۔ ہماری زبان۔ ہمارے آبا و اجداد کی زبان۔ چمکے گی اور پھر چمکے گی۔ پھیلے گی اور ہر طرف پھیلے گی۔ اور ایک نہ مٹنے والی یادگار قوم بنکر قیامت تک دنیا میں قائم رہے گی۔

اسی زبان کی خدمت کے لئے آگرہ میں بھی ایک انجمن موسومہ "اصلاح اللسان" کا افتتاح ہوا ہے۔

ہوگا اوسے مثبت کرکے صاحب تصنیف کو باضابطہ اطلاع دے گی۔

(۹) اس انجمن کے اجلاس مختلف مقامات شہر کے علاوہ وقتاً فوقتاً بیرونجات میں بھی ہو سکیں گے جن میں یہ انجمن دائرۂ اردو کو ہر طرح وسیع بنانے کی کوشش کرے گی۔ اور ہر حصہ ملک میں اپنی قایم مقام انجمنوں کا افتتاح کرے گی۔

(۱۰) یہ انجمن حتی الامکان زبان اردو کو غیر مانوس زبانوں کے اختلاط سے بچائے گی۔

(۱۱) یہ انجمن اُن مراسلات کا کافی جواب دیگی جن میں کوئی استفسار متعلق زبان اردو مندرج ہوگا۔

(۱۲) یہ انجمن ہندو اور مسلمانوں کی مشترکہ انجمن سمجھی جائے گی۔

(۱۳) یہ انجمن قواعد اردو بھی مرتب کرے گی تاکہ بیقاعدہ ہونیکا دہبہ اسکے دامن سے حرف غلط کیطرح مٹجائے

(۱۴) یہ انجمن اپنی عام فہم زبان میں علم عروض کی توضیح و تشریح کرے گی۔ تاکہ اردو داں اصحاب بھی اُس سے مستفیض و مستفید ہوسکیں اور علم عروض فارسی یا عربی دانی ہی تک محدود نہ رہے۔

(۱۵) اغراض انجمن میں حسب ضرورت ترمیم و تنسیخ ہوتی رہے گی۔

قواعد انجمن

(۱) اراکین انجمن وہ لوگ سمجھے جائینگے جو کم از کم ۲ ماہانہ انجمن کو چندہ دینگے۔ زر داخلہ کچھ نہ لیا جائیگا۔

(۲) اگر کوئی رکن انجمن علاوہ چندہ مقررہ کے بنظر اعانت کچھ اور دیگا تو انجمن شکریہ کے ساتھ قبول کرے گی۔

(۳) صاحبان اخبارات و مدیران رسائل اگر رکن انجمن ہونا چاہیں گے تو محض اخبار اور رسائل کا بھیجنا چندہ ماہوار سمجھا جائے گا۔

(۴) اگر انجمن کی جانب سے کوئی رسالہ شایع ہوگا تو اوسکی تمام آمدنی انجمن کی ملکیت خاص سمجھی جائیگی۔

(۵) روداد انجمن ششماہی یا سالانہ جملہ اراکین انجمن کی خدمت میں فرداً فرداً پہونچے گی۔

(۶) کوئی عہدہ دار انجمن اگر اپنے عہدہ سے علیحدگی چاہے۔ تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر علیحدہ ہوسکتا ہے۔

(۷) کوئی رکن انجمن مستعفی ہوکر کسی قسم کا دعویٰ انجمن پر نہ کرسکے گا۔

(۸) اگر بعد انتخاب کوئی عہدہ دار اپنے فرایض کی انجام دہی میں ناقابل ثابت ہو یا اوس کی ذات

سے انجمن کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو تو اراکین انجمن کو اختیار ہوگا کہ جلسۂ عام میں کثرت راے سے اسکو علیحدہ کر دیں۔

(الف) اگر کوئی ممبر انجمن کے قواعد انجمن کی پابندی نہ کرے اور اوسکی شرکت بھی انجمن کا باعث ہو تو وہ کثرت راے اراکین انجمن سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔

(۹) انتظامی امور بلا فیصلہ جلسہ انتظامیہ قابل نفاذ نہ سمجھے جائینگے۔

(۱۰) جلسہ انتظامیہ میں اگر چار اصحاب معہ سکریٹری کے موجود ہونگے تو جلسہ کامل سمجھا جائیگا ورنہ ناقص۔

(۱۱) مہینے میں ایک دفعہ کسی مقام مقررہ پر جلسہ کا ہونا اراکین انجمن کی موجودگی ضروری سمجھی جائے گی اور تاریخ کا تقرر حسب ضرورت ہوگا۔

(۱۲) جو رکن انجمن تین ماہ تک چندہ نہ دے گا اوسکا نام بعد اطلاع دہی فہرست اراکین سے خارج کر دیا جائیگا۔

(۱۳) جو معاملہ ایک جلسہ میں فیصل ہو چکا ہو اور اوسپر دوبارہ غور کرنیکی ضرورت محسوس ہو تو پانچ اراکین کی راے سے نظرثانی کے لئے کل جلسۂ انجمن میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

(۱۴) قواعد انجمن میں حسب ضرورت ترمیم و تنسیخ ہوتی رہے گی۔

(۱۵) خط وکتابت اور ترسیل زر سکریٹری کے نام ہونی چاہیے۔

خادم الملک۔ عاشق حسین سیماب۔ صدیقی وارثی اکبرآبادی

سکریٹری "انجمن اصلاح اللسان" آگرہ و آل انڈیا

اردو کانفرنس" اجمیر

اڈیٹر کے مختصر نوٹ

اعراب اگر سماعت پر حصر نہو بلکہ اعراب کے ذریعہ سے کسی لفظ کا تلفظ بتانا مقصود ہو تو موجودہ اعراب (زیر۔ زبر۔ پیش وغیرہ) زبان اردو میں مستعمل کلمات کے لئے بعض حالتوں میں بالکل بیسود ہیں۔ جس کے اوپر اُن صاحبوں کو غور کرنا چاہیئے جو اسکے اہل ہیں۔ اگرچہ ہر شخص اپنی مرضی کے موافق جدید علامتیں اختراع کرسکتا ہے۔ لیکن شاید انجمن حمایت الاسلام لاہور۔ ندوۃ العلما لکھنو یا ایجوکیشنل کانفرنس کو مجموعاً اسطرف توجہ کرنا موزوں ہے۔

مثال نیقص اعراب (ہنسی) بمعنی خندہ کے (ن) پر کیا اشارہ بنانا چاہیئے (کوایٹ quiet) اور (خوش) کے (و) پر کیا اشارہ لکھا جانا چاہیئے۔ (بہاؤ) بمعنی نرخ کے (ؤ) اور (ہ) اور (دہواں) بمعنی دخاں کے (و) اور (ہ) پر کیا علامت لگائی جائے۔ اسیطرح (دہبہ) بمعنی داغ کے (ہ) پر کوئی خاص علامت ہونا چاہیئے۔

جلسۂ علماء دیوبند علماء دیوبند نے جو جلسہ آخر اپریل میں کیا اوسکے حالات اخباروں میں پڑھکر اور نیز ایک دو معقول صاحبوں کی زبانی سُنکر اس سے بہت خوشی ہوئی کہ اوس جلسہ میں نہایت کثرت سے لوگ شریک ہوئے جو اسکی علامت ہے کہ علماء کا اثر ابھی بخوبی باقی ہے اور جس کا باقی رہنا بلکہ بڑہنا ضرور مناسب ہے۔ ایک دوست نے چشمدید یہ نقل بیان کی کہ دوران جلسہ میں کسی مسلمان نے ایک مٹھا نوٹوں کا یہ کہکر جناب مولوی صاحب کے ہاتھ میں دیا (نہ یہ گنے جائینگے اور نہ ان کی تعداد اور دینے والے کا نام بتایا جائے گا۔) یہ مثال اعلیٰ درجہ کے اعتماد کی علامت علماء دیوبند پر ہے۔

——— مگر اسی کے ساتھ ہم نے بہت سے اعتراضات انتظام جلسہ اور بعض دوسری باتوں کی بابت اخباروں میں پڑہے اور نیز زبانی سنے ہیں جس کی وجہ سے ہم کو اوس سے زیادہ مسرت ہوئی جو اس جلسہ کی طرف میلان عام اور علماء کے ساتھ اظہار اعتقاد پر ہوئی تھی۔ چونکہ ہم نے اس جلسہ کو آنکھوں سے نہیں دیکھا اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ اعتراض اور مدح کرنیوالے ہمیشہ مبالغہ اور کبھی کبھی بہت زیادہ مبالغہ سے کام لیا کرتے ہیں اسواسطے ہم بالکل راے نہیں دے سکتے کہ اعتراضات

علماء کا اور صرف علما کا ہے۔ اور بلاشبہ اس کوتاہی کا خداوند تعالیٰ کے روبرو ان کو یعنی علما کو جواب ویسا ہی دینا ہوگا۔ جیسا کہ ہم گنہگاروں کو دوسرے گناہوں کا۔ ہمارے علماء مذہب کو علمی شوق اور تحقیقاتوں اور اخلاق محمدی کے اظہار کی ذریعہ سے ثابت کرنا چاہیئے کہ مذہب اسلام دنیوی اور علمی ترقی کے واسطے ویسا ہی موزوں ہے جس طرح روحانی صفائی کے لئے موزوں ہے۔ ہمارے علماء کو اس بات کو آنکھ کھول کر جاننا چاہیئے کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک عام تنزل کی حالت میں ہیں جس کی بابت غیر مسلم اقوام مذہب اسلام کو ذمہ وار گردانتے ہیں۔ ہمارے علماء کو علماء مسیحی کی ان کوششوں کو پیش نظر کرنا چاہیں جو تثلیث کو توحید پر غالب آنے پر کرنے کے ساتھ سائنس اور علوم کی تحقیقات اور عام بندگان الٰہی کی بہبودی کی کوشش کر رہے ہیں۔ مشنری صاحبان ملکوں ملکوں پھرتے ہیں دوسرے مذہب والوں سے لڑتے جھگڑتے نہیں بلکہ اپنا پاکبازانہ۔ عالمانہ اور ناصحانہ اثر او نپر ڈالتے ہیں اور اپنے مذہب کی اشاعت میں وحشیوں کے ہاتھ سے مارے تک جاتے ہیں مگر اپنے کام کا سلسلہ ختم نہیں کرتے۔ بہرحال یہ مضمون بہت طویل ہے جسکو ہم اسوقت (اگر در خانہ کس است حرفے بس است۔) کی امید پر ختم کئے دیتے ہیں۔

——— ہم نے اس خبر پر نہایت خوشی سے نظر ڈالی کہ علماء دیوبند نے جلسہ میں انگریزی سلطنت پر اپنے اعتماد کا رزولیوشن پاس کیا۔ بلاشبہ انگریز ایک غیر مذہب قوم ہے مگر مسلمانوں کا ملجا اور ماوا وہ ہمیشہ سے ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ وسلم اور آپ کے اصحاب گرامی رحمت اللہ علیہم اجمعین کو جب خود اونکے ملک میں اونکی قوم نے ستایا تو مسیحی بادشاہ کے یہاں ہی مسلمانوں کو پناہ ملی یعنی جناب رسالتمآب نے ملک حبشہ میں اپنی جان نثاروں کو پناہ لینے کا مشورہ دیا۔ اور وہاں اونکو بھیجدیا۔ پس مسلمانوں کا مامن ابتدا سے مسیحی حکومت ہے اور اسوقت میں بھی صرف اس ملک کے مسلمان امن اور عافیت میں ہیں جو انگریزوں کے قبضہ میں ہیں۔ پس ہمارے علما کا انگریزی سلطنت پر اعتماد کا ووٹ پاس کرنا ہر طرح دانشمندانہ اور لایق خوشی کے ہے اور نیز امید بندھتی ہے کہ یہ روشن ضمیری علماء دیوبند علبہ تر اپنے تمام فرایض کو سمجھ لیں گے اور انگریزی جھنڈہ کے تلے دینی علوم کے مغربی فلسفہ اور سائنس میں پوری واقفیت حاصل کرکے دنیا کو بذریعہ وعظ کے موجد بنانے اور صراط مستقیم پر لانے میں کوئی جایز کوشش اوٹھا نہ رکھیں گے۔

——— اخباروں میں اس بات پر بحث دیکھکر ہم کو تعجب ہوتا ہے کہ آنریبل آفتاب احمد خان صاحب جلسہ دیوبند میں کیوں شریک ہوئے اور علماے دیوبند نے ان کی تقریر کے کچھ حصے یا کل کی تردید کیوں کی ہمارے خیال میں آفتاب احمد خاں صاحب کا وہاں جانا اور جو کچھ اون کی راے تھی اوسکا اظہار کرنا ہر طرح جایز اور مناسب تھا۔ اور علماے دیوبند کے نزدیک آنریبل موصوف کے بیان میں جو حصہ لایق عدم تسلیم تھا اوسکی تردید بھی اون کی طرف سے ہر طرح مناسب اور ضروری تھی۔

یہ امر کسیطرح پوشیدہ نہیں ہے اور نہ پوشیدہ ہونا چاہیے کہ علیگڑہ کالج اور مدرسہ دیوبند کا نقطہ خیال ایک نہیں ہے اور نہ ایک ہو سکتا ہے۔ پس دونوں منتظموں میں اتفاق راے نہونا حیرت کی بات ہے نہ اعتراض کی۔

حکام کا پہاڑوں پر جانا

(۲) ایک دن کے پیسہ اخبار میں ایک مسلمان کے دستخط سے اس کی حمایت میں کہ حکام انگریزی کا پہاڑوں پر جانا بجا ہے ایک بہت معقول خط چھپا ہے۔ پیسہ اخبار نے لکھا ہے کہ جو تیس لاکھ روپیہ کل حکام انگریزی کے پہاڑوں پر جانے میں خرچ ہوتا ہے اوس میں سے ایک ثلث سے زاید تو ہندوستانی مزدوروں، تاجروں، ٹھیکہ داروں وغیرہ کے ہی کام آتا ہے۔ (ایڈیٹر العصر لکھتا ہے کہ ایک ثلث نہیں بلکہ کل کا کل روپیہ ہندوستانیوں کی جیب میں جاتا ہے کیونکہ حکام کو تنخواہیں وہی ملتی ہیں جو زمین پر بھی ہر کہیں ملتی تھیں) راقم مذکورہ بالا خط لکھتا ہے کہ مسلمان بادشاہوں کے عہد حکومت میں تو کشمیر وغیرہ سیر و مقامات کو جانے میں اس سے بہت زیادہ خرچ ہوا کرتا تھا۔ اسی خط کا ایک یہ فقرہ بجنسہ نقل کرنے کے لایق ہے جو یہ ہے کہ

(۲) کیا بحیثیت مالکان تخت و تاج انگلستان کی شاہی قوم کے جفاکش اور اولوالعزم افراد کو جو ہزاروں کوس کی مسافت پر سات سمندر پار اپنے ملک کی خدمات کا بیڑا اوٹھا کر آئے ہیں اتنا حق حاصل نہیں کہ وہ عام ہندوستانی افسروں سے زیادہ مراعات اور حقوق کے مستحق قرار پائیں یا ان غیر معتدل موسموں میں ان کی صحت و آسایش کا خاص طور پر لحاظ کیا جاے۔ ؟

——— اس خط کے پڑہنے سے ہم کو بڑی مسرت یہ خیال کرکے ہوئی کہ دنیا میں ابھی انصاف موجود ہے اور سب سے زیادہ خوشی اس سے ہوئی کہ اسکا لکھنے والا ایک مسلمان ہے۔

ہم کو ان اخبار نویسوں اور میمبران کونسل کی تحریر و تقریر کو پڑھکر ہمیشہ افسوس ہوا کرتا ہے جو یا نافہمی یا اپنی آپ کو صاف گو کہلانے کے واسطے معقول باتوں پر اعتراض کرنے سے باز نہیں رہتے۔ اس زمانہ میں نہیں بلکہ ہر زمانہ میں روپیہ کی سرکلیشن ہونے کی جسقدر ذرائع زیادہ ہوتے ہیں اسیقدر ملک کی مرفہ الحالی بڑہتی ہے۔ اس وقت لاکھوں مکانات پہاڑوں پر ہیں جن میں کروڑوں روپیہ لگا ہے اور جس روپیہ کا منافع حکام اور یورپین اقوام کے ذریعہ سے اون سرمایہ داروں کو مل رہا ہے جو ہندوستانی ہیں پس حکام کا پہاڑوں پر جانا ہرگز قابل اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ لائق تائید ہے۔

ترقی تعلیم

روزانہ پیسہ اخبار مطبوعہ ۱۳ جون سے ذیل کا فقرہ جو مسلمانان امرتسر کی اولوالعزمی اور روشنضمیری کی تصدیق کرتا ہے ہم رسالہ العزیز کے ناظرین کے لاحظہ کے واسطے نقل کرنا ضروری جانتے ہیں۔

انجمن ترقی تعلیم

امرتسر کے سکریٹری شیخ محمد عمر صاحب بیرسٹرایٹ لا مطلع کرتے ہیں کہ۔ "اس سال انجمن نے حسب ذیل وظائیف دینے منظور کیے ہیں۔ (۱) میڈیکل تعلیم کے لئے پچاس روپیہ ماہوار کے وظائیف جن میں دو وظیفے پندرہ پندرہ روپیہ ماہوار کے اسسٹنٹ سرجن کلاس لاہور کے لئے مخصوص ہوں گے۔ (۲) اسسٹنٹ انجنیر کلاس رڑکی کیلئے چالیس روپیہ ماہوار کا ۔۔۔۔۔۔ ایک وظیفہ کسی مستحق کے نہ ملنے کی صورت میں اوورسیری یا سب اوورسیری کی تعلیم کے واسطے اسی وظیفہ کا تجزیہ ہوسکتا ہے۔ درخواستیں سکرٹری انجمن ترقی تعلیم امرتسر کے نام آنی چاہئیں۔"

ہم کو افسوس ہے کہ صوبہ آگرہ و اودہ میں ریزولیوشن تو بہت ہیں ہے مگر ایسے عملی کاموں کیطرف توجہ بالکل نہیں ہے۔

بلاشبہ اس صوبہ میں علیگڈھ نے مدرسۃ العلوم اور لکھنؤ نے دارالتعلیم ندوہ کی وجہ سے تعریف کا استحقاق حاصل کیا ہے مگر یہ دونوں تحریکیں صوبہ کی عام بہتری کے واسطے ہرگز کافی نہیں ہیں اور نہ دوسرے شہر ان بدنامیوں سے پاک ہوسکتے ہیں جو غفلت اور کاہلی کی اون پر لگائی جانا چاہئیں۔ مسلمانوں کی تعداد اور حالت کے لحاظ سے ہر شہر جب تک اپنی اپنی اولاد کی تعلیم کا بار خود نہ اٹھانے لگیگا ہرگز باغیرت شہر نہیں کہا جائیگا۔ اگر ہر ایک شہر کے مسلمان ان تعلیم گاہوں سے جو اونکے

شہروں یا نائب نائی تو جب سے فائدہ حاصل کرنے لگیں تو نہایت ارزانی سے اونکے باشندہ آسودہ حال ہو سکتے ہیں۔ کیا ان کے واسطے اس خیال پر شرمندہ ہونا چاہیے کہ جس شہر میں تین کالج ہوں اُسکے باشندے مسلمانوں میں صرف ایک یا دو ذی [illegible] ہوں!! بلاشبہ الٰہ آباد ایک مفلس شہر ہے مگر ایسا مفلس نہیں ہے کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم نہ دلا سکے۔ الٰہ آباد کے مسلمانوں کے نزدیک انجمنوں اور جلسوں کے قیام سے صرف ذاتی نمود اور عہدوں کا حاصل کرنا مقصود ہو تو بلاشبہ وہ بھی ایسا فنڈ قائم کرسکتا ہے جیسا آگرہ کے نیک دلوں نے قائم کیا ہے۔ اور آگرہ ہی پر کیا موقوف ہے اس صوبہ کے تمام شہر اسی قسم کے ہونے کے لائق ہیں۔

اگرچہ دل ایسے الفاظ کو نکالنے پر راضی نہیں ہے مگر ظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے واسطے یہ آخری زمانہ ہے۔ سلطنتیں اون کی تباہ، ریاستیں اون کی خراب، پبلک اون کی پریشان، مفلس اون کی [illegible] سمجھ اون کی کوتاہ۔ معلوم نہیں کہ خداوند تعالیٰ کو کیا منظور ہے۔!

متفرقات

ذیل کی خبر پر مسلمانان [illegible] اظہار شکرگذاری کریں بجا ہے۔

پولیس کمشنر بمبئی نے مسلمان یتیم لڑکیوں کی پرورش اور تربیت کی اسکیم تیار کی ہے اسپر ڈیڑھ لاکھ روپیہ ماہوار دینے کا اقرار کیا ہے۔ اس انسٹی ٹیوشن کا ماہوار خرچ بارہ لڑکیوں کے لئے ساڑھے چار سو روپیہ ماہوار ہے۔ کمشنر صاحب نے مہیر طبع حضرات سے امداد کی استدعا کی ہے۔

یہ خبر نہایت خوشی سے پڑھی گئی کہ مہاراج کشمیر نے ایک مسلمان کو سرینگر کا انسپکٹر اعلیٰ مقرر کیا ہے۔ اس پر خاص مسرت کے اظہار کی وجہ یہ ہے کہ کشمیر میں نوے فیصدی کے قریب مسلمان ہیں مگر سب [illegible] جاہل اور مفلس۔ اصلی خوشی اس وقت ہوگی جبکہ مسلمان کے تقرر سے وہاں مسلمانوں کی تعلیم میں کچھ ترقی ہوگی۔

مہاراج کشمیر اگرچہ اس تقرری سے ہر ایک تعریف اور شکرگذاری کے مستحق ہیں۔ مگر حقیقت میں یہ اثر انگریزی حکومت اور اوسکے انصاف اور رعب کا ہے۔ ورنہ (صلاح کار کجا و من خراب کجا۔)

ہمعصر البشیر نے مولوی اسمٰعیل صاحب کی ایک جدید رباعی چھاپی ہے جسکو ہم ضرور نقل کریں گے۔

اسلاف کا حصہ تھا مگر نام و نمود   پڑھتے ہیں وہ اب اونکے مزاروں پر درود

کچھ ہاتھ میں نقد رائج الوقت بھی ہے یا اتنی ہی پونجی" پدرم سلطان بود"

——— ہم اس سے بہت خوش ہیں کہ بجائے نیشنل کانگریس ایک دہوکے کی ٹٹی کی ہندو صاحبان نیشنل مسلم لیگ کے اپنا قومی پولیٹیکل جلسہ جدا قایم کرنے پر آمادہ ہوگئے ہیں۔ جسکا ایک جلسہ چند مہینے اول لاہور میں ہوا تہا اور اب بنگال میں بہی ہونے والا ہے۔

ہندو اور مسلمانوں کی پولیٹیکل خواہشوں اور خیالات میں جبکہ تطابق ہونا ممکن نہیں ہے تو ہر ایک کا جدا جدا کام کرنا ہی ملک کے حق میں مفید ہے۔ ایک بڑا فائدہ دونوں قوموں کیواسطے اس سے یہ ہوگا کہ ہر ایک گروہ اپنے اپنے افعال اور کردار کا ذمہ دار خود ہوگا۔ گیہوں کے ساتھ میں گھن نہیں پسیں گے۔

——— ہمعصر پیسہ اخبار ایک معنوی اور مفسد کی قلعی اسطرح کہولتا ہے۔ کہ لدہارام سنیاسی اڈیٹر "سوراجیہ" الہ آباد جسے دس سال قید کی سزا دی گئی ہے اوسنے دوران مقدمہ میں عدالت سے کہا کہ میں ہندوستانی نہیں ہوں۔ بلکہ امریکن ہوں۔ اسلئے میرا مقدمہ امریکن عدالت میں ہونا چاہیئے۔ حالانکہ اوسکے نام سے اور اسکی اخباری خدمت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ہندوستانی ہے۔ ہمعصر "وکیل" امرتسر نے اوسکی بابت کیا خوب ریمارک کیا ہے کہ "ان صاحب (لدہارام) کو جن مضامین کی ذمہ داری کا اعتراف ہے وہ اخبار سوراجیہ میں لکھے گئے تھے جو اپنے نیشنلسٹ ارگن ہونے پر فخر کرتا تہا اور ان مضامین میں ہندوستان والونکو اپنی قومیت مضبوط کرنے پر توجہ دلائی گئی تہی۔ لیکن کسقدر حیرت کی بات ہے کہ جب ان مضامین کی بابت سڈیشن کا مقدمہ ایک ہندوستانی جج کے اجلاس میں پیش ہوتا ہے تو اس نیشنلسٹ ارگن کا اڈیٹر اور ہندوستان کی قومیت کو مضبوط کرانیوالے مضامین کا راقم اس جج کی قومیت کا حقارت و بے اعتباری کے لہجہ میں ذکر کرتا ہے اور اپنے امرکین رعایا ہونے کے عذر میں پناہ ڈہونڈہتا ہے اور اپنا مقدمہ یورپین مجسٹریٹ کے روبرو یا امرکن عدالت مین پیش کرانا چاہتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اوسے ایک ہندوستانی جج پر پورا اعتبار نہیں لیکن اسی حالت میں لدہارام کو کیا حق حاصل تہا کہ وہ اپنی اڈیٹری سوراجیہ کے زمانہ میں اہل ہند کو اپنے ہم قوم کہہ کر مخاطب کرے۔ اور اپنے ہندی نام سے انکو دہوکے میں ڈالے۔ کیا اسی اخلاقی جرأت پر لوگ ہندوستان کے نیشنلزم کا دم بہرتے ہیں"

—— ۱۴ جون کے اخبار ہندوستانی نے آرگوٹ سے نقل کیا ہے کہ جنوبی امریکہ میں برازیل کی ایک ڈاکٹرنی ایک مایوس العلاج تپ دق کے مریض کو یہ ہدایت کی کہ وہ ہر روز درخت پیلے کی جڑ [illegible] بعد [illegible] لیکن اسکا عرق نچوڑ کر بوتلوں میں بھر لیا کرے اور ۲۴ گھنٹے کے دوران میں اس عرق کو تھوڑا تھوڑا کرکے پی لیا کرے۔ چنانچہ ایسا کرنے سے تین دن میں اسکو افاقہ ہو گیا۔ بلغم جو کثرت سے نکلتا تھا بند ہو گیا۔ بھوک جو جاتی رہی تھی کھل گئی اور چلنے پھرنے کی طاقت پیدا ہو گئی تو [illegible] دو مہینہ تک اسی عرق کے استعمال سے وہ بالکل تندرست ہو گیا۔

—— معزز اخبار ہندوستانی ۲۴ جون [illegible] بعنوان (پارسی اور جداگانہ انتخاب) لکھتا ہے کہ لارڈ مارلے نے سر جمشید جی جی بھائی پریزیڈنٹ کمیٹی کو جواب میں لکھا ہے کہ گورنمنٹ اس خواہش کی (پارسیوں کو جداگانہ انتخاب کا حق دیا جائے) تکمیل نہیں کر سکتی ہے۔ لارڈ مارلے کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ کرنا تھا کر چکے اب وہ دوبارہ اس قسم کی غلطی کی مرتکب نہیں ہوا چاہتی ہے۔

معاصر موصوف جداگانہ انتخاب کے حق کو جیسا کہ مسلمانوں کو عطا کیا گیا ہے ایک غلطی قرار دیتا ہے۔ اوس کی رائے صحیح نہیں ہے مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کا ملنا ازروے پولیٹیکل نظر اور انصاف دونوں سے بالکل واجبی تھا اور لارڈ مارلے کی گورنمنٹ نے اس بارہ میں غلطی نہیں کی بلکہ دانشمندانہ اور مدبرانہ کام کیا ہے۔ رہا پارسیوں کو جداگانہ انتخاب کے حق کا ملنا ہم اسکے خلاف نہیں ہیں مگر چونکہ اون کی قوم کے لوگ اس تعداد سے دو چند سہ چند منتخب ہو جایا کرتے ہیں جو اونکی تعداد کے لحاظ سے اونکا حق تھا تو یہ جداگانہ حق بھی اونکے واسطے دینے کی حقیقت میں ضرورت نہ تھی۔ اگر اونکی حالت مسلمانوں کی سی ہوتی تو بلاشبہ گورنمنٹ اونکو بھی جداگانہ عطا فرماتی۔

—— اپنے ہمعصر ۱۴ جون کے البشیر سے اوسکے ایک اڈیٹوریل نوٹ کا ایک فقرہ نقل کرکے ہم اوسکی تائید کرتے ہیں۔ نہایت ضروری ہے کہ مسلمان مدرسوں کی تعداد بڑہانے کیواسطے مسلمانوں کو نارمل اسکولوں میں پڑہنے کے واسطے راغب کیا جائے۔

(البشیر کا اقتباس یہ ہے۔)

ممالک متحدہ کے نارمل اسکولوں کا نتیجہ شائع ہوگیا تیں سو چودہ (۳۱۴) طلبہ شریک امتحان تھے جس میں دوسو تیئیس (۲۲۳) کامیاب ہوئے یعنی اکہتر فیصدی سے زیادہ کامیاب طلبہ ہیں۔ چہیانوے (۹۶) نے دیسی زبان اردو اور باقی نے ہندی میں امتحان دیا۔ جو طلبہ کامیاب ہوئے ہیں۔ اون میں پینتیس (۳۵) تو مسلمان ہیں اور ایک سو اٹھاسی ہندو۔ جبکہ فی ضلع ایک مسلمان بہی مدرسے کے امتحان میں کامیاب نہو تو مسلمانوں کو ابتدائی تعلیم میں ترقی کی کونسی امید ہوسکتی ہے۔ ہم اسیوجہ سے تو بار بار چلا رہے ہیں کہ ورنیکلر فائنل امتحان پاس کرنے والوں میں چونکہ زیادہ غریب مسلمان ہوتے ہیں۔ لہذا اگر کسی نہ کسیطرح ایک معقول تعداد ہمارے ہاتہہ میں آجاوے۔ تو اون کو نارمل اسکول میں تعلیم دلا کر ہم ابتدائی تعلیم کے لئے تہوڑے دنوں میں مسلمان مدرسین کی تعداد میں معقول اضافہ کرسکتے ہیں۔ جبتک نہایت کثرت کے ساتہہ مسلمان مدرس حلقہ بندی مدارس میں نہو جاویں گے۔ اسوقت تک نہ مسلمانوں کی ابتدائی تعلیم میں ترقی ہوسکتی ہے اور نہ مسلمانوں میں عام تعلیم رائج ہوسکتی ہے۔

—— آنریبل آفتاب احمد خانصاحب جائنٹ سکریٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک نہایت ضروری اور مفید مراسلہ تعلیم عام مسلمانوں کی نسبت شائع کیا ہے جسکے چند فقرے ہم نقل کرکے ناظرین العزیز سے اونپر خاص توجہ کرنے کی بابت گذارش کریں گے۔

مراسلہ میں لکہا ہے کہ

"بمقابلہ ہندوستان کی دوسری ہمسایہ قوم کے تعلیم میں مسلمانوں کے بہت پیچہے رہجانے کی اسباب میں سے ایک قوی سبب یہ بہی ہے کہ مسلمانوں نے سرکاری مدارس کے سادہ تعلیم کو جو مذہبی تعلیم سے معرا ہے۔ اپنی اولاد کے لئے ناکافی سمجہکر انہیں ان مدارس میں داخل کرانے سے پس و پیش کیا۔ اور اس ادہیڑبن میں مصروف رہے کہ مسلمانوں کے اپنے جداگانہ قومی مدارس ہوں جن میں مذہبی تعلیم و تربیت کا بہی انتظام ہو۔ مگر باوجود اسکے کہ فقدان تعلیم مذہبی کا احساس عام مسلمانوں

کوشش وسیع ہے۔ سالہا سال کی کوششوں سے ہندوستان کے مختلف حصص میں گنتی کے
چند قومی اسکول اسوقت تک قائم ہوسکے۔ جن میں بھی اکثر کی حالت قابل اطمینان نہیں ہے۔
ہمارے مقابلہ میں دوسری قومیں لاکھوں کی تعداد میں نہایت خوشی کے ساتھ سرکاری مدارس
کی سادہ تعلیم سے مستفید ہورہی ہیں اور اس تعلیم سے ان میں ہزاروں وکیل۔ صیغہ مال و دیوانی
و فوجداری اور دیگر محکمہ جات کے عہدہ دار اور لاکھوں کلارک تیار ہوکر تمام سررشتوں کو اپنے ہاتھ میں
لے رہے ہیں۔ اور اسی سادہ تعلیم سے انہیں بڑے بڑے مقرر۔ نامہ نگار۔ مصنف تیار ہورہے ہیں۔
[illegible] اس لئے مسلمان تعلیمیافتوں کی تعداد میں نمایاں
کمی کو پورا کرنے کے لئے ہمارے پاس بجز اسکے اور کوئی چارہ نہیں کہ علاوہ قومی کالجوں اور اسکولوں
کے قائم کرنے اور قائم کرنے کے ہم اپنی قوت کا بڑا حصہ سرکاری مدارس میں تعداد طلبہ بڑھانے میں
صرف کریں۔ اور اسکے لئے مناسب ذرائع اور وسائل سوچکر انپر عملدرآمد کریں۔ اور سال بسال اندازہ
لگاتے رہیں کہ کس ذریعہ سے ہم نے انگریزی پڑھنے والے طلباء کی تعداد کہانتک بڑھا دی سب
مسلمانوں کو معلوم ہے کہ اسکولوں کا سال ختم ہوچکا ہے اور گرمیوں کی تعطیلات کا زمانہ ہے۔ جولائی
میں مدرسے کھلیں گے لہذا اب عین وقت ہے۔ تمام مسلمان عموماً اور لوکل لیگیاں اور اسلامی
انجمنیں خصوصاً اسطرف متوجہ ہوں۔ کہ اسکول کھلتے ہی وہ اپنے اپنے زیراثر بچوں کو کثرت سے سرکاری
اسکولوں میں داخل کرائیں۔

جو والدین انگریزی اسکولوں کی ابتدائی جماعتوں کے چھ آنہ ماہوار فیس آسانی سے نہیں دے سکتے
وہ اپنے بچوں کو حلقہ بندی مدارس میں [illegible] آنہ ماہوار فیس دیکر جماعت الف میں داخل کرائیں۔ اور
دوسری جماعت پاس کرنے پر کوشش کرکے کسی انگریزی مدرسہ کی تیسری جماعت میں داخل کرائیں۔
جو لوگ غیر مستطیع ہیں انکے بچوں کو لوکل چندہ سے فیس دیکر مختلف مدرسوں میں داخل کرایا
جاوے۔ جسطرح کہ لوکل کمیٹی میرٹھ کرتی ہے۔ میرٹھ کے مختلف اسکولوں میں اسوقت ۲۵ لڑکے
ایسے ہیں جنکی [illegible] فیس عـه روپیہ ماہوار لوکل کمیٹی ادا کرتی ہے۔ اور ۵۷ لڑکے ایسے ہیں جو
خود اپنی فیس [illegible] ہیں اور لوکل کمیٹی کی کوشش سے اسکولوں میں داخل ہوئے ہیں۔ میرٹھ
کی لوکل کمیٹی کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ باوجود اپنے اسکول ہونے کے وہ دوسرے اسکولوں

میں فیس دیکر طلبا کو فیس دیکر تعلیم دلاتی ہے۔ بلکہ ابتدا میں اس نے صرف - - -
دوسرے اسکولوں میں طلبا کو داخل کرایا۔ اسکے بعد اسکولوں میں گنجایش نہ رہی تو خود متعدد
مدرسے قایم کئے اور سرکاری مدارس میں طلبا کو داخل کرانے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اور گورنمنٹ
کالج میں مسلمان طلبا کے لئے مذہبی تعلیم کا انتظام کیا۔ جو طریقہ لوکل کمیٹی میرٹھ نے اختیار کیا وہ قابل
تقلید ہے۔ جسقدر زیادہ تعداد میں مسلمان بچوں کے سادہ تعلیم کا انتظام ہوسکے ضرور کرنا چاہیے۔ اسکے
بعد میں نسبت سے کام قابو میں آتا جائے۔ اسی نسبت سے مذہبی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جائے۔
یہ نہ ہو کہ شروع ہی میں تعلیم و تربیت کا اتنا بڑا اعلیٰ معیار قرار دے لیا جائے کہ اسکا انتظام تھوڑے سے بچوں
کے لئے بھی نہ ہوسکے اور طلب الکل فوت الکل کی مثل صادق آئے۔

——— اڈیٹر العزیز نے چند بار یہ رائے ظاہر کی ہے کہ بغیر سرکاری کالجوں اور اسکولوں
سے فائدہ اوٹھائے مسلمانوں کی تعلیم میں ترقی نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اول تو مسلمانوں کے خود
اپنے کالج اور اسکول ہیں کے۔ علاوہ ازیں ان کالج اور اسکولوں کے منتظموں نے اسوقت تک
یہ ثابت نہیں کیا ہے کہ باعتبار انتظام کے سرکاری کالجوں اور اسکولوں سے وہ بہتر ہیں۔

ہم نے اول بھی لکھا ہے اور اب پھر لکھتے ہیں کہ گورنمنٹ کے اسکولوں اور کالجوں میں باعتبار
ٹکس دینے کے مسلمانوں کا روپیہ اوسیطرح لگ رہا ہے جسطرح دوسری قوموں کا۔ پس کوئی
وجہ نہیں ہے کہ مسلمان اپنے دئے ہوئے روپیہ کا خود فائدہ نہ اوٹھائیں۔

سب سے زیادہ مسلمانوں کے واسطے کفایت سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ جو
اسیوقت ہوسکتی ہے جبکہ لوکل اور سرکاری مدارس کیطرف وہ توجہ کریں گے۔

راقم ایک مدت دراز تک مشن اسکولوں اور کالجوں میں مسلمان بچوں کی تعلیم دینے کے خلاف تھا۔
لیکن بعد از تجربہ اور تحقیقات سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مقدس بائبل کی تعلیم مسلمان بچوں کو تبدیل
مذہب کیطرف ہرگز مائل نہیں کرتی۔ علی الخصوص جبکہ کچھ مذہبی تعلیم گھر پر دیدی جائے۔ نظر برین
مسلمانوں کو اون کی طرف سے خائف ہونے اور نیکدل پادریوں کی کوشش سے دینوی علوم
کی شکل میں فائدہ نہ اوٹھانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

——— پیسہ اخبار سے ہم ایک خط کے چند فقرے بنظر عبرت نقل کرتے ہیں۔ اُمید

ہے تمام وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں پبلک فنڈ ہیں فراخ حوصلگی سے اسکو پڑہیں گے معزز مراسلہ نویس لکھتا ہے کہ۔۔

جہاں اور خیر و خوبیاں اور برکات مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گئی ہیں وہاں استقلال و اولوالعزمی اور میانہ روی بھی انہیں خیر باد کہکر رخصت ہو چکی۔ بلکہ بجائے اوسکے اعلیٰ درجہ کی کاہلی تن آسانی اور سوء تدبیر اور بدنظمی عام طور پر پھیلتی جاتی ہے۔ اسکی تو ہمیں کچھ شکایت نہیں کہ عوام اس زہر میں مبتلا ہیں۔ بڑا شکوہ اور عمر بھر کا رونا تو اس بات کا ہے کہ خاصان خاص جو کہ قوم کے سچے ہمدرد اور بڑے سرپرست اور ہمارے لیڈر و رہنما سمجھے جاتے ہیں وہ ان اوصاف میں عوام سے بھی ڈیڑہ بالشت بڑہے ہوئے نظر آتے ہیں کیسی حیرت اور افسوس کی بات ہے جو انجمنیں و جلسے اور مجالس ہماری ہمدردی اور اصلاح کے لئے منعقد کی جاتے ہیں اور قابل اعتماد لوگوں کو اسکے عملی کارکن بتایا جاتا ہے آخر کو وہی کسی نفع رسانی کے بجائے سخت سے سخت ضرر اور نقصان کا باعث ثابت ہوتے ہیں۔ غریب مسلمان جن کو ایک ایک پیسہ ایک ایک اشرفی کے برابر ہے۔ اپنا سرمایہ عمر ایسے ہی ذہین اور متین لوگوں کے اعتبار پر بے دھڑک لگا دیتے ہیں اور اپنے سادہ لوحی اور بھولے پن سے یہ سمجھتے ہیں کہ جس مقصد کے لئے ہم سے لیا جا رہا ہے اسی مصرف میں خرچ ہو رہا ہے۔"

——— ہماری بہت دن سے یہ رائے ہے کہ جبتک چندہ دینے والے جو فیاضی اور سیرچشمی سے چندہ دیتے ہیں۔ سختی سے محاسبہ کرنے کی عادت نہیں ڈالیں گے اوسوقت تک وہ فنڈ باحتیاط خرچ نہیں ہوسکیں گے جو پبلک کے فائدہ کے مقاصد کی غرض سے دیئے جاتے ہیں۔

ہم نے غالباً قبل ازیں یہ تذکرہ کیا ہے جسکو پھر اعادہ کرتے ہیں کہ خوش قسمتی سے ہم میں ایسے نیک نفس لوگ بہ کثرت پیدا ہو گئے ہیں جو رفاہ عام پر ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تک دیدیتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ اس روپیہ کو باحتیاط خرچ نہ کرنے کی شکایتیں بڑہتی جاتی ہیں جسکا علاج یہی ہے کہ خوش اعتقادی کو بالائے طاق رکھکر کامل نگرانی بھی اوسکی کیجائے اور ہرگز ایک پائی خلاف مرضی خرچ نہ کرنے دیجائے۔ چندہ دینے والوں کے علاوہ جنکے فائدہ کے واسطے وہ

چندہ دیا گیا ہے وہ لوگ ہی اس روپیہ کے حساب سمجھنے کا ہر طرح حق رکھتے ہیں جس سے انکو بھی غفلت نہیں کرنا چاہیئے۔ ہاں ذاتی عناد اور محض فساد سے بچا رہنا ویسا ہی ضرور ہے جسطرح چندہ لینے والوں کو بے احتیاطی اور بے پرواہی سے بچا رہنا۔

سر چارلس ہارڈنگ آخر کار آئندہ ویسرائے ہند مقرر ہوئے ہیں جنکی مختلف قابلیتوں کو گنا کر اخبارات رائے زنی کر رہے ہیں کہ آپ ایک کامیاب ویسرائے ہونگے۔

ہماری رائے تو یہ ہے کہ انگریز ہونا ہی اسکی ضمانت ہے کہ وہ قابل اور لائق ہوگا پس ہم ہر ایک انگلشمین ویسرائے کے خیر مقدم پر تیار رہتے ہیں اور ویسے سر چارلس ہارڈنگ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔

حضور ممدوح ایشیائی زبانوں میں سے فارسی۔ عربی اور ترکی سے واقف ہیں۔ گو اس کام کے بارے ہم بخوبی واقف ہیں جو ایک ویسرائے پر ہوتا ہے اور اس لحاظ سے ہم مشکل امید اسکی کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے بیش قیمت وقتیں سے اتنا وقت نکال سکیں کہ اردو بول اور کم سے کم باآسانی سمجھ سکیں۔ مگر تاہم انگریزی اولوالعزمی کے اوپر بھروسہ کرکے ہم گذارش کرینگے کہ اگر حضور اس طرف توجہ کریں تو بڑی ضرورت کو پورا فرما سکیں گے کیونکہ باوجود انگریزی کی توسیع تعلیم کے ملک کی میجارٹی اردو داں ہے۔ اور ہمیشہ رہے گی۔ جیسے اگر حضور عالی خود بات چیت کر سکیں گے یا جنکی اسپیچیں کونسل میں سن سکیں گے تو ملک کے اصلی حالات و خیالات سے مزید واقفیت حاصل ہونیکے سوا وہ دباؤ انگریزی جاننے والے ہندوستانیوں کا کم ہو جائیگا جو بے انگریزی جاننے والوں پر بیجا اونکا ہے۔ اور جس سے ملک کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

خدا سلامت رکھے لارڈ منٹو کو۔ خدا سلامت رکھے سر چارلس ہارڈنگ کو اور خدا برقرار رکھے انگریزی سلطنت اور خدا عمر دراز کرے شہنشاہ جارج ہمارے پشت پناہ فرمانروا کی۔

اسمٰعیل

اعلان شہنشاہی

اگرچہ ہم پہلے پرچہ میں اس شاہی پیغام کو چھاپ چکے ہیں۔ مگر چونکہ اوسکے اوا سکے جو سرکاری طور پر پریس کو بھیجا گیا ہے الفاظ میں کچھ فرق ہے اسواسطے ہم مکرر چھاپنے کی عزت حاصل کرتے ہیں۔

اڈیٹر

ھوم ڈیپارٹمنٹ

گورنمنٹ ھند

پبلک نمبر ۱۶۹۲ بمقام شملہ مورخہ ۲۴ مئی سنہ ۱۹۱۰ عیسوی

اعلیٰ حضرت اقدس بادشاہ انگلستان اور قیصر ہندوستان نے پیغام مندرجہ ذیل ہندوستان کے مہاراجگان اور راجگان اور نوابان اور والیان ریاستہا اور رؤسا اور باشندگان کو ارسال فرمایا ہے۔

مہاراجگان اور راجگان اور نوابان اور والیانِ ریاستہا اور باشندگان ہندوستان۔ ہمارے عزیز والد ماجد کی پرغم اور ناگہانی وفات کے باعث ہم بحیثیت ایک عظیم الشان اور قدیمی خاندان کے وارث ہونے کے تخت نشین ہوتے ہیں۔ بحیثیت بادشاہ اور قیصر ہونے کے ہم مہاراجگان اور راجگان اور نوابان اور والیان ریاستہا اور اپنی سلطنت ہندوستان کے تمام باشندگان کو سلام بھیجتے ہیں۔ بعد ازاں ہم تمام اقوام اور طبقات اور مذاہب مختلفہ ہندوستان کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں اوس مؤثر اور کثیر وفاداری اور دلبستگی کیلئے جو انہوں نے اس موقع پر تاج سلطنت اور صاحبان تاج کی نسبت ظاہر کی ہے۔ علیا حضرت ملکہ وکٹوریہ مرحومہ نے جب سنہ ۱۸۵۸ء میں زمام سلطنت ہندوستان کو اپنے دست مبارک میں لیا تھا۔ تو اپنی رعایائے ہندوستان اور والیان ریاستہا کو خطاب فرمایا تھا اور اونکے فرزند گرامی نے جو ہمارے والد محترم اور محبوب تھے۔ اسکے پچاس سال بعد اس واقعہ عظیم کی یادگار میں دوبارہ آپ کو خطاب فرمایا تھا۔ یہ خطابات سلطنت شاہنشاہی کے مقاصد اور مراسم خسروانہ کے نشانات ہیں اور اپنے تمام عہد سلطنت میں ہم نہایت دیانت سے اونہیں مقاصد کے پابند رہیں گے۔ اعلیحضرت مرحوم کی فرمایش

سے اعلیٰحضرت کی مثال پر عمل کر کے ہم پانچ سال قبل اپنی ملکہ محترمہ کے ساتھ ہندوستان کو تشریف لے گئے تھے۔ اس موقع پر ہم نے بڑی بڑی سلطنتوں سے جنکا تواریخ میں ذکر ہے اور اُس تمدن کی یادگاروں سے جو ہمارے تمدن سے زیادہ قدیم ہے اور بودوباش قدیمی اور آداب و رسوم سے اور والیان ریاستہائے ہندوستان اور اُن ممالک وسیعہ کے شہروں اور قصبوں اور دیہات اور باشندگان سے ذاتی واقفیت حاصل کی تھی۔ اور اُس عجیب سفر کے نہایت مؤثر حسیات اور محبت آگیں واقعات کبھی ہماری یاد سے کم یا فراموش نہیں ہو سکتے اون اُمور عظیمہ اور مہم میں جن کی انجام دہی ہمارے ذمہ ہوگی ہم کو آپ کی باوفا اور باہمیت ہمراہی پر پورا اعتماد ہے اور ہم کو یقین ہے کہ ہندوستان کی بہبودی میں جو ہمیشہ ہمارے مدنظر رہیگی ہم آپ سے پوری امداد کی توقع رکھ سکتے ہیں۔

حسب الحکم عالی جناب نواب گورنر جنرل بہادر اجلاس کونسل

اے۔ ارل

قائم مقام سکریٹری گورنمنٹ ہند

ماہوار العزیز آگرہ

بابتہ ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

میلان تقلید

ماخوذ از ثروت فنون

ہزاروں تجربوں اور مشاہدوں سے یہ ثابت ہوا ہے کہ انسان میں دوسرے کی تقلید کرنے کی طرف میلان اسقدر زیادہ اور طبعی ہے کہ اوس سے انسان کا اپنے آپ کو بچائے رکھنا ناممکن ہے۔ ماں کے پیٹ سے نکلنے سے لیکر آغوش لحد میں جانے تک وہ اپنے اطراف کی حالت و کیفیات سے جن لوگوں میں گزران کرتا ہے اون کی خو اور خصائل سے برابر متاثر ہوتا رہتا ہے اور اپنی طرز حیات اور طریقہ معیشت کو ایک مجبورانہ پیرایہ میں مشابہ کرنے لگتا ہے۔

فن اخلاق و سیاست کے ماہروں اور عالموں کو اس بات کے تسلیم کرنے میں اب بالکل شبہ نہیں رہا ہے کہ آدمی جہاں پیدا ہوتا ہے۔ جہاں پلتا ہے اور بڑہتا ہے۔ ملک کی زمین اور پہر ملک کی آب و ہوا۔ تعلیم و تربیت و صحبت اوس آدمی کو اپنا سا بنا لینے میں ہی کامل التزکرنے والے اسباب ہیں۔ اور وجہ اسکی وہی ہے کہ انسان خلقتاً ایک تقلید کرنیوالا حیوان ہے۔ جبکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ بچہ وہی بولی بولتا ہے جو اپنے پالنے والوں سے سنتا ہے تو ہمکو لازم ہے کہ سوسائٹی کے اچھے یا برے ہونے کے راز کو ماؤں کی گود سے تلاش کرنا چاہیئے ہر شخص اسکو دیکھہ سکتا ہے کہ بچہ جب کہ کچہ بڑا ہوتا ہے تو اوٹھنے بیٹھنے چلنے۔ پہرنے۔ بولنے چالنے میں وہی طرز اختیار کرتا جاتا ہے جو وہ اپنے گرد و پیش میں دیکھتا ہے۔ اشراف اور

خاندانی لوگوں کی اولاد اور ادنی درجے کے لوگوں کے بچوں کی دماغی بناوٹ میں کچھ فرق نہیں ہوتا بلکہ عوام کے بچوں کے اعضا نیچرل زندگی بسر کرنے کے سبب سے بہ نسبت اونچے طبقے والوں کے بچوں کے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ مگر اشرافوں کے بچوں میں رفتہ رفتہ اپنی چاروں طرف کی اچھی باتوں کی تقلید کرنے کی قابلیت ارثی ظاہر ہونے لگتی ہے اور اونکے ملکات عقلی زیادہ روشن اور نکھرے ہو جاتے ہیں۔

کہا جا سکتا ہے کہ اسکولوں اور کالجوں تک طالب علموں کے اندرونی حالات کی اگر اچھی طرح جانچ کیا جائے تو غیر معمولی طور پر اونکا تابع تقلید ہونا ثابت ہوگا۔ جن لوگوں نے تعلیم کا کام کیا ہے وہ متفق اللفظ ہو کر کہتے ہیں کہ ایک شاگرد کی بری یا بھلی قسم کی حرکتیں تمام دوسرے شاگردوں کی توجہ تقلید کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں۔

قطع نظر درسگاہوں کے عام طور پر دیکھا جائے تو بھی صاف صاف تقلید کرنیکی خواہش کا انسان میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ فیشن جسکا نام ہے وہ خالص طبعی تقلید کے میلان کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ کہانیوں اور ناولوں اور اخباروں کا اثر طبیعت انسان پر ہونے کی مثالیں روزمرہ دیکھنے میں آتی ہیں۔ اور انکا اثر وہی قوت تقلید ہے جو اولاد آدم کی سرشت میں ہے۔ تھیٹروں میں تماشہ گاہوں میں جانے والوں پر غور کرو تو بھی خواہش تقلید کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ یہ ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ بہت سے نوجوان (تماشوں سے باہر آکر) اون راگوں یا حرکتوں کی بے اختیار تقلید اور نقل کرنے لگتے ہیں جو اونہوں نے اونھیں سنے یا دیکھے ہیں میلان تقلید یہاں تک بنی آدم میں ہے کہ کبھی کبھی محض بے سوچے سمجھے محض سابقہ طبیعت سے اس سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کی جمائی لینے سے دوسروں کا جمائی لینے لگنا۔ قینچی سے کپڑا کاٹتے وقت اپنا مونھ اسی طرح چلانا جسطرح قینچی کے بازو چلتے ہیں لکھتے وقت مونھ چلاتے جانا وغیرہ بہت سی مثالیں اسکی ہیں۔

دوسروں کو کچھ کرتے دیکھکر خود بھی ویسا ہی کرنے کی خواہش کبھی کبھی بطور ایک عصبی مرض کے بھی دیکھی گئی ہے۔ چنانچہ فرانس کے ایک ذی علم (موسیو دواری) نے بیان کیا ہے کہ جزیرہ (میڈی گیسکر) میں ایک فوجی سپاہی تھا اور اوسکی یہ عادت تھی کہ جو کچھ اوس کے

سامنے کیا جائے ویسا ہی مجبوراً بلا اختیار وہ کرنے لگتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے دوستوں سے التجا کیا کرتا تھا۔ کہ اوسکے سامنے کوئی ایسی بات نکریں جو اُس سے کرانا مقصود نہو۔ ایک دن بہ نظر مذاق اوسکے چند احبابوں سے ایک ٹین کا برتن اوٹھا کر زمین پر مار دیا۔ بس وہ بے اختیار ہو گیا اور اُس نے ایک کانچ کے گلاس کو جو وہاں رکھا تھا زور سے دے پٹکا۔

ایک اور حکایت بھی اِس قسم کی ہے کہ ایک شخص جیل میں اپنے اِس عجیب مرض کی سبب سے داخل ہوا کہ وہ وہی کرتا تھا جو کرتے ہوئے دوسروں کو دیکھتا تھا۔ چنانچہ بطور لطیفہ کے چند شخصوں میں سے ایک نے ایک چاقو کو دوسرے شخص پر اِس طرح چلایا کہ گویا اوس کے پھونکتا ہے اور یہ کر کے چاقو پھینکدیا وہ شخص اوٹھا اور اوس نے اوسی چاقو کو ایک شخص کے پیٹ میں اسطرح بھونکدیا کہ تمام اوس کی آنتیں نکل پڑیں۔ ایک اور شخص بھی ایسا ہی تھا۔ ایک نے جبکہ وہ اپنے سر پر پانی کا گھڑا رکھے جا رہا تھا اوسکو دیکھا کر دوسرے نے اپنی ٹوپی سر پر سے اتار پھینکدی یہ دیکھتے ہی اوس نے بھی اپنے سر پر سے گھڑا اوتار دیا جو ٹوٹ پھوٹ گیا۔

اگرچہ یہ مثالیں مرض کی ہیں مگر اِس مرض کی اصل وہی میلان تقلید ہے جو قانون قدرت نے انسان میں ودیعت رکھا ہے۔

———— مذکورہ بالا مضمون کے اوپر اڈیٹر العزیز یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ جو کچھ اوپر ترجمہ کیا گیا ہے وہ نہایت اہم مضمون ہے۔ اگر اسکو غور سے پڑھا جائے اور حالات زمانہ سے مطابق کیا جائے تو بڑے اہم مسائل ترقی اور تنزل کے حل ہو جاتے ہیں۔ مختلف اقوام کے بڑھ جانے یا گھٹ جانے کا راز کھلتا ہے۔ تجارت پیشہ اقوام یعنی بنیوں بقالوں کا دولتمند اور کنجوس ہوتے۔ زمینداروں کے مفلس اور مسرف ہونے۔ مسلمانوں کے کاہل اور غافل اور بیکار ہونے کے اسباب چھپے نہیں رہتے۔ کیونکہ ان کی نسلیں وہی کرتی ہیں جیسا اپنی ہم قوم کو کرتا دیکھتی ہیں۔ اور پھر یہی نہیں ہے کہ اِس اصول کے سمجھ لینے سے صرف گذشتہ حالات کے وجوہ کو معلوم کیا جانا آسان ہو گیا ہو بلکہ آئندہ کے واسطے بھی اِس سے رہنمائی ہوتی ہے۔ یعنی قومی معایب کے دفع اور بچاے اوسکے اور محاسن کو داخل کرنے اور تنزل پذیر اقوام یا ملکوں کو ترقی کی طرف پھیر دینے کا طریقہ سمجھ میں آجاتا ہے۔

حدیث طیبہ (من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر عشر امثالھا) کی پوری تصدیق اس مذکورہ بالا مضمون سے ہوتی ہے۔

سمجھدار وکلا اور اخباروں کے پڑھنے سے طالب علموں کو روکنے اور گورنمنٹ کا پریس کو مزخرفات کے چھاپنے سے ممانعت کرنے کا اصول بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے۔ انگریزوں جیسے موجد۔ صناع سو لیاقت اور ہر صفت قابل قوم کو دیکھا تو محبت کرنے اور دنیوی امور میں انکی تقلید اور متابعت کرنے کی نصیحت دیگا اور مسلمانوں کے واسطے کانگریسی خرافات سے بچنے کی کوشش بے معنی نہیں رہتی۔ ایک ایسے زمانہ میں جبکہ بیدردی کا بازار گرم ہے العزیز کا ایک سچی پالیسی کو فارورڈ کرنا بلاشبہ ایک عاقلانہ کام ہے۔ نفسیات کا یہ مسئلہ کہ انسان تقلید کا بندہ ہے اگر بخوبی یقین کر کے زیر عمل لیلیا جائے تو مسلمانوں کو قعر تنزل میں اوندھے گرنے سے روکا جاسکتا ہے اور اون کو اپنی حالت کے سنبھالنے کے راستہ پر ڈالا جاسکتا ہے۔

یہ کام بہت سہل ہو سکتا ہے اگر ہر ایک والدین اپنی اولاد کی کارآمد تربیت اور تعلیم کو اپنی زندگی کا مدار قرار دیں۔ اور بجائے قسمت پر رونے کے اس آہ و بکا کے رفع کی تدبیر کیطرف مصروف ہوجائیں۔

بلاشبہ قناعت سے زیادہ کوئی چیز دل کو راحت دینے والا نہیں ہے۔ مگر جس حکیم و خالق مطلق نے قناعت پیدا کی ہے اسی نے حرص و طمع اور دوسری خواہشیں بھی پیدا کی ہیں پس ہر ایک قانع کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ حریصوں اور طامعوں کے ایذا رساں جذبات سے اپنے آپ کو بچائے۔ اور اپنے آپ کو قوی تر بنائے۔ اور اسواسطے کہ ان محنتوں کے میدان میں قدم رکھے جو قناعت کی چہار دیواری سے باہر ہیں۔ ایسا کرنے کے واسطے خود موذی نہ بننا چاہیے۔ لیکن موذیوں سے محفوظ رہنے کی تدبیر سے غافل نہ ہونا اپنے آپ کو برباد کردینے کی اجازت دینا ہے

مسلمانوں پر جو وقت اس زمانہ میں ہے اوس سے بچنے کی صرف دو تدبیریں ہیں جن میں سے ایک کے بھی ترک کرنے سے وہ بدترین حالت سے بچ نہیں سکتے ہیں۔ ایک تعلیم اور صنعت و حرفت میں انہماک دوسرے انگریزوں کے ساتھ دلی خلوص (نمائشی نہیں) اور انگریزی سلطنت پر اعتبار۔ پس تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ آیندہ نسلوں کے واسطے اپنے

آپ کو اسکا نمونہ بنائیں اپنی اولاد اور اپنے دوستوں اہل محلہ اور اہل شہر کو سمجھائیں کہ دنیا میں رہنے اور نیز کل گروہوں کو معزز درجہ پر رکہنے کے واسطے یہ لازم ہے کہ مسلمان تعلیم اور صنعت و حرفت کا پتلا بنجائیں اور انگریزوں کے ساتھ ملجانے اور یکدل ہو جانے اور اون کا اعتماد حاصل کرنے کے واسطے تمام تر مشکلات پر غالب آنے کی دل توڑ کر محنت کریں۔ ورنہ ہم لوگون کی غفلت اور بے پرواہی نہ صرف ہم تک محدود رہے گی۔ بلکہ ہماری آئندہ نسلوں کے واسطے بربادکن نظیر رہے گی کیونکہ آئندہ نسلیں ہماری مثالیں پیش نظر کرکے کاہلی اور بے علمی سے ہم سے بہی زیادہ مانوس ہوں گی اور میلان تقلید اون کو ڈبو دے گا۔

اسمٰعیل

سلسلہ حکایات

اگرچہ یورپین ناولیں بدمزاق مترجموں کی وجہ سے بدنام ہو رہے ہیں۔ مگر اسمیں کچھ شبہ نہیں ہے کہ یورپین لٹریچر میں ناول نویسی کا رتبہ کسی دوسری قسم کی تحریری بیان سے کم نہیں ہے۔ پانچ سات سال اول کے اخبار (ترجمان حقیقت) کے کچھ پرچے جو ضائع ہونے سے رہ گئے تھے۔ راقم کے پاس پڑے ہوئے تھے۔ جنپر بطور شغل بیکاری کے نظر ڈالنا شروع کیا تو اوسکے ورقوں میں ایسی ایسی چھوٹی حکائتیں دیکھنے میں آئیں جو ہر طرح نصیحت آمیز اور فرحت بخش تہیں۔

پس راقم نے ارادہ کیا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ مدد کرے تو اونکا ترجمہ کرکے وقتاً فوقتاً اپنی مسرت میں رسالۂ العزیز کے ناظرین عالی دماغ کو بہی شریک کیا کریگا۔ اِن کہانیوں کی ماخذ کی جانب جنکا ترجمہ کرنے کا ارادہ کیا ہے صرف اسقدر کہنا کافی ہے کہ یہ انگریزی۔ فرانسیسی۔ روسی۔ جرمنی وغیرہ کے اعلیٰ درجہ اور عالی دماغ حکایت نویسوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ اور ہز ایکسیلنسی مدحت آفندی نے اپنے اخبار ترجمان حقیقت میں انکے ترجمہ کو چہاپا ہے۔

حکایتوں کے ذریعے سے مافی الضمیر ادا کرنے کا طریقہ بہت قدیم ہے ہزاروں برس کی کہانیاں اسوقت تک موجود ہیں۔ اور کچھ شک نہیں ہے کہ یہ طریقہ بیان بعض وقت علی الخصوص نیچے ہوئے۔ غیر فلسفی اور نو عمروں کے دماغوں پر وہ خاص اثر کرتا ہے جو واقعات کی حقیقت کے بیان سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

ناول نویسی کی دو غایت ہیں ایک یہ ہے کہ اُن سے موجودہ سوسائٹی کی طرز معاشرت کا حال ظاہر کیا جاسکے۔ اس قسم کی حکایتوں سے اسپر غور و فکر کرنے کا موقع ملتا ہے کہ ہمکو کسی برائی کو چھوڑنا چاہیئے۔ یا کسی بھلائی کو اختیار کرنا چاہیئے اور نیز کسی قوم کی ترقی و تنزل کے راز کو اوسکے چال چلن سے مطابق کرکے سمجھا جاسکتا ہے۔ اور اس قسم کی حکائتیں ایک حد تک تاریخ کا کام بھی اپنے سے بعد آنے والی نسلوں کی واسطے دیتی ہیں۔ لیکن بعض نامعقول حالات کے بیان کرنے سے کبھی کبھی ناسمجھ اور کج فہم اشخاص کو اونکی تقلید کرنے کا میلان پیدا ہو جانے سے بجائے نفع کے اس سے نقصان بھی پہنچتا ہے۔

دوسری غایت ناول نویسی کی یہ ہوتی ہے کہ وہ ایک عمدہ کیرکٹر کا نمونہ دوسروں کے واسطے ہو۔ اگرچہ یہ دونوں شقیں ایسی ہیں کہ جنپر قلم اوٹھانا آسان نہیں ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ بہت مشکل ہے۔ مگر آخری قسم کی کہانیاں بڑی ذمہ داری اپنے اوپر لیتی ہیں کیونکہ وہ ہدایت نامہ ہوتی ہیں جنمیں غلطی سے پبلک گمراہ کی جاسکتی ہے۔

یورپ نے فن حکایت نویسی میں ویسی ہی ترقی کی ہے جسطرح دوسرے فنون میں کی ہے اور وہاں اچھی ناول نویسی کی ویسی ہی قدر و عزت کی جاتی ہے جسطرح کسی اسٹیٹسمین یا موجد کی ہو سکتی ہو۔ اور نیز وہاں کی حکایت نویسوں کی قلموں میں طاقت بھی اتنی ہے کہ قانون بھی اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ دس بارہ برس اول فرانس میں ڈریفس کے معاملہ کو ایک ناول نے بالکل پلٹ دیا اور اوسکو قید سے رہائی دلا دی اور اس معاملے نے اسقدر طوالت پکڑی کہ اگر ڈریفس چھوڑ نہ دیا جاتا تو ملک میں ایک عام سول وار (خانہ جنگی) ہو جاتی۔

مشرقی ادب میں بھی حکایت نویسوں کا رتبہ کسی دوسری قسم کے مصنفوں سے کم نہیں رہا ہے۔

العن لیلہ ولیلہ - چہار درویش - کلیلہ ودمنہ اب تک اسی عزت اور قدر سے دیکھی جاتی ہیں جس
قدر دعوت سے وہ پہلے کبھی دیکھی جاتی تھیں - داستان حمزہ - اور بوستان خیال کے مصنفوں کو
ز علم بردار حکایت نویسو نکا رتبہ نہ دیا جائے تو اون کے اور انصاف کے حق میں ظلم ہوگا -
پُرانی حکایتوں اور اس زمانہ کے ناولوں کو اگر غور سے دیکھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ حکایت
ویسی کے واسطے بے غایت واقفیت اور علم و فضل کی ضرورت ہے - اور سچ یہ ہے کہ ہم شما
لو ہر گز نہیں چاہیئے کہ وہ اس دشوار گذار کوچہ میں قدم رکھکر پبلک کو آفت میں پھنسنے کی دعوت
یں - بلکہ اس ذمہ واری کے کام کو بہترین اشخاص کے واسطے چھوڑ دینا چاہیئے -
المختصر ہم نے جن حکایتوں کے ترجمہ کرنے کا ارادہ کیا ہے - علاوہ ازیں کہ اونکا ماخذ بڑی
علی درجہ کا ہے وہ ایسی چھوٹی چھوٹی ہیں جس میں باقی آئندہ لکھکر ناظرین کے لطف کو کرکرا
نہیں کیا جائے گا -

اسمٰعیل

جائداد موروثی

(فرانسیسی سے)

مسس (لیونار) جس کے روبرو ایک گٹھری اوسکے بچوں کے پرانے کپڑوں کی رکھی ہے اور
میں جوڑ و پیوند لگا رہی ہے اپنے باغ کے کنارہ والے چبوترہ پر بیٹھی اپنے بچوں سے جو اس کے
س کھیل رہے ہیں اور جن میں سے سب سے بڑا بچہ آٹھ اور اس سے چھوٹے چھ - اور اوس سے
ں چھوٹا تین سال کا ہے کہہ رہی ہے کہ .
(موریسی) کمبخت کتا - دکتار - دست پھر - (جولی) میرے بچے! دیکھ اس ڈہلاؤ پر مت
ڑ ورنہ گل کی طرح پھر گر پڑے گا - (جارج)! اپنے بھتیوں کو دیکھتا رہ تا کہ میں اپنے کام میں اچھی

طرح مصروف و مشغول۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ تینوں بچے معصومانہ غل مچاتے ہوئے کہ بابا آئے بابا آئے باغ کے دروازہ کی طرف دوڑے۔ بڑا اور منجھلا بچہ تو دوڑ سکے گر چھوٹے بچے نے اگرچہ اپنی تمام طاقت صرف کر دی لیکن وہ کسی طرح کامیاب نہو سکا کہ اپنے بڑے بھائیوں کا ساتھ دے سکے اور صرف چند قدم آگے بڑہنے سے زیادہ کامیاب نہو سکا۔ اس عرصہ میں ڈاکٹر (لیونار) کی پرانی گاڑی دروازہ پر پہنچ گئی تھی اور ڈاکٹر نے اوتر کر اپنے بچوں کو چپٹا لیا۔

ڈاکٹر (لیونار) اگرچہ ایک بڑا شریف اور اپنے اہل عیال پر نہایت مہربان اور اپنے پیشہ میں کامل شخص تھا مگر اوس میں یہ قصور بھی معلوم ہوتا تھا کہ اوسکے مزاج میں بخل نے بطور مرض کے جگہ کر لی تھی ہر چند اوسکے دوستوں نے سمجھایا اوسکی بیوی نے التجا کی مگر نہ تو ڈاکٹر اوس پرانی گاڑی بدلنے پر راضی ہوا اس میں بیٹھکر وہ اطراف کے دیہات میں اپنے پیشے کی مناسبت سے روزانہ جایا کرتا تھا اور نہ اوس بڑھیا گھوڑی (کوکوٹ) نامی کو الگ کیا جو ایک مدت دراز سے اوسکے پاس تھی اور گاڑی کے اینچنے کی خدمت کو انجام دیتی تھی۔

(ڈاکٹر (لیونار) ہر روز صبح ہوتے ہی ہنسی خوشی اپنی (کوکوٹ) گھوڑی کو جسکا رنگ سمند تھا جوتتا اور اطراف کی پہاڑیوں۔ وادیوں میں جو دیہات تھے اونمیں جا کر دن بھر مریضوں کے علاج میں نہایت محنت اور محبت سے مصروف رہتا اور شام کو گھر لوٹکر آجایا کرتا تھا۔ گھوڑی ایک مدت دراز اپنے آقا کی خدمت میں ان ہی کے سبب سے اوس کی طبیعت مزاج سے خوب واقفت ہو گئی تھی اور اوسنے اختیار کر لیا تھا کہ سوار ہوتے ہی اپنے قصبہ کی حد تک تو خوب تیزی سی چلتی اور پھر ایسی آہستہ خرامی اختیار کرتی کہ جس کی مثال دینا مشکل ہے اور سوائے اسکے اور کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ اوس کی چال اوسکے واسطے ہی مخصوص تھی۔ ڈاکٹر بھی خواہ بخوشی یا مجبوراً اوس کی اس حالت پر راضی ہو گیا تھا اور وہ بھی جہاں قصبہ سے باہر نکلا گھوڑی کی راس کو کسی جگہ اٹکا دیتا اور اخبار ہاتھ میں لیکر پڑھنا شروع کر دیا کرتا تھا۔

باغ جس میں ڈاکٹر رہتا تھا اوسکا ہی تھا اور باغ کا نام خوبصورتی اور گل ہائے گلرنگ کی کثرت کے سبب سے (روز رہ) (گلابی باغ) پڑ گیا تھا۔ ڈاکٹر ہر شام کو واپسی پر گھوڑی اوس گانوں کی

رہنے والی ایک عورت کے سپرد کرکے (جو کہ سوائے سائیس کے ڈاکٹر کے گھر کا کھانا بھی پکاتی
تھی اور ڈاکٹر کے بچوں کی خدمت بھی کرتی تھی) ایسے شوق اور خوشی سے اپنے گھر میں داخل
ہوتا گویا کسی سفر دراز سے واپس آیا ہے۔ کسی بچے کو چومتا کسی کو پیار کرتا اور پچکارتا۔ مسز ہونگا
سے بغلگیر ہوتا اور ایک گلاس شراب کا پیکر اور چرٹ لگا کر کسی ایک کرسی پر بیٹھ جاتا اور اُس دن کے
گذرے ہوئے واقعات پر چھیڑ دیتا۔ ڈاکٹر اپنے مریضوں کا حال اور اوسکی بیوی خانگی واقعات کی
بیان میں مصروف ہو جاتی اور بیچ بیچ میں بچونکا بھولے بھالے دخل سے لطف اور انبساط
اور بھی بڑھ جاتا۔ غرضکہ اس خاندان کی خوش گذرانی ایسی نہ تھی کہ جسپر کوئی اعتراض ہو سکے۔
ڈاکٹر کے گھر میں اگرچہ بہت سادہ اسباب تھا مگر ضرورت اور آرام کی سب چیزیں موجود اور
سلیقے سے اپنے اپنے موقعوں پر موجود اور درست رہتی تھیں۔ یہ باغ اور گھر تین پشت سے ڈاکٹر
کے خاندان میں تھا۔ اور اسکا موقعہ چند پہاڑیوں کے ایک تنگ سے وادی میں تھا مگر ایک
بلندی پر تھا۔ باغ کے متعلقات میں سے ایک زمین بھی تھی جس میں اچھی گھاس اسقدر پیدا
ہو جاتی تھی کہ (کوکوٹ) کے بآسودگی چرنے کیواسطے کافی تھی۔
اگرچہ اس باغ اور گھر اور موقع سے بہت زیادہ وسیع اور بڑے باغ اور گھر ہو سکتے ہیں مگر فراغت
سے قانعانہ بسر حیات کے واسطے بہت ہی کم اس سے بہتر جگہ ہوں گی۔ اس گانوں میں جس
میں ڈاکٹر رہتا تھا اور اوسکے گرد و نواح کے سب دیہات کے باشندے ڈاکٹر لیونار کی عزت اور
اوسکے ساتھ محبت کرتے تھے اور غالباً کوئی گھر اطراف کے دیہات کا ایسا نہ ہوگا جسکے رہنے
والے ایک نہ ایک دن ڈاکٹر کے گھر پر اُسکو سلام کرنے کو نہ آتے ہوں۔ اور کوئی فقیر اور غنی ایسا
نہ ہوگا۔ جس کی خدمت اور علاج ڈاکٹر نے نہ کرکے اوسکو اپنا ممنون نہ بنا لیا ہو۔ الغرض ڈاکٹر اور
اُسکا گلابی باغ ہر ایک کا جانا اور پہچانا تھا۔
سنہ ۱۸۶۰ء میں جبکہ ڈاکٹر کا انتقال ہوا تو اوس کا بڑا بیٹا (جارج ہولیوپ)

سال کا تھا۔
چونکہ ایک دیہاتی طبیب کو اسقدر کمانا کہ جس سے وہ اچھی طرح کچھ بچا سکے مشکل ہے اس
واسطے ڈاکٹر کی وفات اوسکے ایسے خاندان کے واسطے جس میں سب سے بڑا بھی بچہ ہو اور

تعلیم و تعلم کا صرف بیش افتادہ ہو لیکن مصیبت نہ تھی اسپر مسس لیونار کو ایک ایسے واقعہ کی
خبر ملنا جسکا کبھی بھی اُسکو خیال نہ تھا نہایت ہمت شکن ہوا یعنی ڈاکٹر کی تحریر سے بعد اوسکی
وفات کے معلوم ہوا کہ وہ باغ اور گھر ایک بڑے قرضہ میں رہن ہے۔ اور کئی قسطیں چُک
چکی ہیں۔

چند روز کے بعد قرض خواہوں کے تقاضے پر جبکہ اون سے التجا کا کچھ نتیجہ نہ نکلا تو بیوہ (لیونار)
نے ڈاکٹر کے دوستوں سے مدد مانگی جن میں سے بہت سے تو وہ تھے جو درحقیقت مدد کرنے
کے قابل نہ تھے لیکن جو دستگیری کر سکتے تھے اونہوں نے بھی حسب معمول جیسا کہ بے وفائی کا
معمولی قاعدہ ہے بات واز اکر خشک جواب دیدیا اور ناکارہ تشفی اور تسلی دے کر ٹالدیا۔

جب ہر طرح اوسکو مایوسی ہوئی تو دائیوں کے ہاتھ میں مکان کو چھوڑ کر ایک گھر والی مغموم
دان کی صبح کو اپنے تینوں بچوں کو لیکر اوس گلابی باغ کو اُسنے الوداع کہا جس میں ایک بڑا
حصہ اوس کی عمر کا اور اونکے بچوں کا کل حصہ اونہیں گذرا تھا۔ مالکان مکان کو ایسی مایوسانہ حالت
میں اشک ریز نکلتے ہوئے دیکھکر اُس باغ کے تمام درخت بھی رات کی شبنم کے آنسو ٹپکانے
سے اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکے تھے۔ (جارج) نے جو سب سے بڑا لڑکا تھا اسوقت میں
تسلی دیتے ہوئے اپنی دلگیر ماں سے کہا کہ (اماں گھبراؤ نہیں خدا نے چاہا تو بغیر اسکے کہ بہت
زمانہ گزرے ہم پھر اسی گھر میں لوٹ کر آئیں گے اور بقیہ زندگی یہاں ہی بسر کریں گے) جارج
لیونار نہایت خوبصورت۔ قوی الجثہ اور محنتی لڑکا تھا اور نکلنے والوں میں صرف وہی ایک تھا
کہ جس کے آنسو نہ گر رہے ہوں اور آنکھیں خشک ہوں۔ گو کہ بظاہر وہ مغموم نہ تھا مگر اس
مصیبت اور موروثی خانہ و باغ کے نکل جانے سے دل اوسکا بھی ٹوٹا جاتا ہوا معلوم ہوتا
تھا۔ اس مضبوط لڑکے نے گھر سے جدا ہو کر چند دن کے بعد ہی آئندہ کیواسطے اپنے دل میں
ایک پروگرام بنایا اور اوسپر عمل شروع کردیا۔ یعنی اُس نے یہ قرار دیکر کہ دیہات میں رہ کر طبابت
کرتا کسی طرح کافی آمدنی نہیں پیدا کر سکتا اوس نے کوشش کی کہ پیرس کے انجینیری کے
مدرسہ میں داخل ہوجائے۔ چنانچہ اُسکو کچھ دشواریوں کے بعد اسکا موقع ملگیا اور ایسی محنت
اور دل سے اُس نے پڑھا کہ آخری امتحان میں فسٹ آیا۔ جس کی وجہ سے اوسے ریل میں

ملازمت قبول کرنے کی اوس سے درخواست کی گئی جو اوس زمانہ (پریزیڈنسی) میں بننا شروع ہوئی تھی۔ جارج نے بغیر پس و پیش کے اس ملازمت کو قبول اور ترک وطن کرکے دیار غربت میں رہنا اختیار کر لیا۔ یہاں پر پانچ برس لگاتار رہا اور چھٹے سال میں لوٹ کر وہ پھر فرانس میں آیا۔ آنے سے ایک مہینے کے بعد ایک دن متبسم صورت میں اپنی والدہ سے ملا اور اوس سے لپٹ کر کہنے لگا کہ اماں جلد جلد بچھونوں کو باندھو اور چلنے کی تیاری کرو۔ جس پر اوسکی ماں نے پوچھا کہ میاں! کہاں کو چلنے کے لئے؟ جس کے جواب میں اوس نے کہا کہ اپنے موروثی گھر میں! یہ کہکر اوس نے وہ بیعنامہ جیب سے نکالکر پیش کیا جو گلابی باغ کو از سر نو خرید کر اپنے نام لکھوایا تھا اس وقت میں (جارج) کی آنکھیں ویسی خشک نہیں تھیں جیسی کہ اپنے باپ کے گھر سے نکلتے وقت تھیں بلکہ اشک مسرت و کامیابی رخسار و نپر رواں ہو رہی تھی۔

اس خاندان کا پھر اپنی موروثی جائداد میں لوٹ کر آنا ایک بڑی مسرت کا دن نہ صرف مالکوں کے واسطے بلکہ اوس گاؤں اور اطراف کے دیہاتی باشندوں کے واسطے تھے۔ کیونکہ تمام لوگ غول کے غول اس ہر دلعزیز خاندان والوں کو دیکھنے اور اونکو از سر نو اپنی موروثی جائداد پر قابض ہونے پر مبارکباد دینے امڈے چلے آتے تھے۔

(روزرہ) گلابی باغ نے اپنی طراوت کو ہر طرح محفوظ رکھا تھا مکان بھی بدستور درستی کی حالت میں تھا۔ از سر نو آنے والے دوڑ دوڑ کر ہر ہر طرف مکان و باغ کو دیکھتے پھرتے تھے اور بڈھے بابا کے قبر پر چڑھانے کے واسطے (جو اوسی جگہ پر کی) گود بھر بھر کر پھول توڑ توڑ کر لانے میں مصروف ہو گئے تھے۔

غرضکہ ایک سپوت کی وجہ سے وہ عزیز خانہ و باغ پھر ہاتھ آ گیا جو چہار پشت سے اونکے خاندان میں تھا۔ اور بہت دن نہ گذرے ہونگے کہ ایک فرشتہ منش پری کا اس مبارک خاندان میں اور اضافہ ہو گیا۔ جسکو کہ (جارج لیونارڈ) بیاہ کر لایا تھا اور خدا تعالیٰ نے اون کی مسرتوں کو پھر اور اضافہ کرنے کے واسطے سنہ ۱۸۷۰ء میں ایک زندہ پھول بھی انکو عطا فرمایا۔

جسطرح خدا نے اونکے دن پھیرے۔ اسیطرح خدا سب کے اونکے دن پھیرے۔ اور خدا تعالیٰ ہماری اولادوں اور طالبعلموں

تو ایسا ہی دور اندیش اور خوش نصیب بنائے۔ جیسا کہ جارج لیونارتھا۔ آمین یارب العالمین۔

اسمٰعیل

الہ آباد پراونشیل اگزیبیشن میں لیڈیز سکشن

اور

پردہ کلب

الہ آباد کی نمایش میں جو اس سال کے دسمبر میں کھولی جاویگی اسمیں زنانہ دستکاریوں کے نمودار کرنے کے واسطے خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ جسکا مفصل حال اُس اشتہار سے معلوم ہوگا جو ذیل میں چھاپا گیا ہے۔

ہم کو امید ہے کہ مستورات کے ہاتھ کے بنائے ہوئے کام بکثرت اسمیں نمایاں کئے جائینگے۔ ہم ناظرین العزیز سے گزارش کریں گے کہ وہ خاص توجہ اس بارہ میں کریں کہ اس قسم کی دستکاریاں وہاں پر بکثرت بھیجی جائیں۔ اور ہم کو امید ہے کہ اس سکشن کے منتظم ایسا انتظام ضرور کریں گے کہ پردہ دار بیبیاں اس صیغہ کے صنائع کو بہ پابندی پردہ متعدد مرتبہ دیکھ سکیں تاکہ اون کی واقفیت میں ترقی ہو۔ اور آئندہ کو اس سے بہتر کام بنانے کی اون کو رغبت ہو۔

——— علاوہ ازیں اس نمایش میں بہ سرپرستی مسز پورٹر صاحبہ کی ایک پردہ کلب قایم کیا گیا ہے جسمیں پورے طور پر پردہ کی پابندی کے ساتھ پردہ نشین بیبیاں اُن غباروں کو ملاحظہ کر سکیں گی جو نئی ایجاد کے ولایت سے آئینگی اور اڑائی جائیں گی اور نیز دوسرے کھیلوں کو مثلاً گھوڑ دوڑ وغیرہ بھی وہ دیکھ سکیں گی۔ اور نیز مختلف شہروں اور خاندانوں کی بیبیاں اور نیز یورپین خواتین اس کلب کے ذریعے ایکدوسرے سے مل سکیں گی اور

ملاقات تعارف پیدا کر سکیں گی۔ اور ایسا ہونا ملکی ترقی کے واسطے بہت فائدہ مفید ہوگا۔
جو مکان نمایش کے اندر اس کلب کے واسطے قائم کیا گیا ہے وہ ہر طرح سجایا جائیگا اور ہر قسم کی ضروریات کا اہتمام کیا جائیگا اور پردہ کے واسطے تمام انتظاموں کے ساتھ میں یہ بھی بندوبست کیا گیا ہے کہ گاڑیاں اُس مکان کے دروازہ پر جا کر لگ جایا کریں گی جس کی وجہ سے اُترنے اور سوار ہونے کے وقت بھی پورا پورا پردہ رہے گا۔
جنابہ مسنز پورٹر صاحبہ نے ہندوستانی اشراف پردہ نشینوں کے سیر اور تفریح کے واسطے جو یہ انتظام کیا ہے وہ ہر طرح شکرگذاری اور فائدہ حاصل کرنے کے لایق ہے امید ہے کہ ہندو اور مسلمان بیبیاں بکثرت اس کلب میں شریک ہونے کی اجازت اپنے شوہروں اور افسرانِ خاندان سے حاصل کر سکیں گی۔
ہم کو تحقیق معلوم ہے کہ جو بی بی اس کلب میں شریک ہونا چاہے وہ ایک چٹھی کے ذریعہ سے جنابہ لیڈی صاحبہ ممدوحہ یعنی مسنز پورٹر صاحبہ سے بذریعہ چٹھی کے یا خط کے کر سکتی ہے اور ایسے خط میں نام لکھنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اہلِ خانہ یا والدہ یا بنت کرکے جیسا کہ دستور ہے خط یا چٹھی بھیجنا کافی ہے۔
اس کلب میں شریک ہونے کے واسطے کسی قسم کی فیس یا خرچ نہیں ہے۔ صرف آدہ آنہ کا ٹکٹ خط پر لگا دینا کافی ہو سکتا ہے۔
——— جنابہ لیڈی پورٹر صاحبہ کا اسم گرامی آنے کی وجہ سے ناظرینِ العزیز سے یہ کہنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ جنابہ ممدوحہ ہندوستانی مستورات پر ایک بڑی مہربان لیڈی ہیں۔ آپ نے پچھلے قحط میں لکھنؤ کی پردہ نشینوں کی بہت کچھ پرورش کی ہے اور وہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اور آپ نے یہ کام اُس سلیقہ سے کیا ہے جو یورپین کا خاص حصہ ہے یعنی آپ ململ وغیرہ لیکر پردہ نشین بیبیوں کو تقسیم کر دیتی ہیں کہ وہ اوس پر چکن کشیدہ کا کام بنائیں اور پھر اوسکو معقول داموں پر فروخت کرکے اوسکے منافع سے کام بنانے والیوں کو کافی اُجرت بھی دیتی ہیں اور دوسری معذور غریب پردہ نشینوں کو بھی مدد کرتی ہیں اور نیز اس فنڈ میں اپنی جیب خاص سے اضافہ فرما دیتی ہیں۔ اور یہ ایسا عمدہ طریقہ ہے جس کی تعریف جسقدر

کیا جاتا ہے کم ہے کیونکہ خیرات کے اس طریقہ سے بیکاری کی خواہش نہیں بڑھنے پاتی۔
ہمارا یقین ہے کہ ہندوستانی اشراف بیبیوں کا ایسی نیک نہاد لیڈی سے ملنا بلاشبہ
اچھا اور نہایت مفید اثر پیدا کرے گا۔

ممالک متحدہ نمائش

سنہ ۱۹۱۰ء

زنانہ سیکشن

ذیل میں ان نمائش کی اشیاء کے اقسام کی فہرست دی گئی ہے جن کی نمائش میں ضرورت ہے
(۱) ہر قسم کے لیس کا کام۔ ململ پر کارچوبی کام۔ جالی۔ ریشم یا ساٹن پر کشیدہ کا کام۔ اون کا
کام۔ بناوٹ کا کام۔ چکن کی قسم کا کام۔ ساڑی کے کنارے۔ چھپی ہوئی ساڑی۔ ہاتھ کے
چھاپے۔ چوب یا پتھر کی تصویریں۔ لکڑی کے چھاپے۔ فوٹو کی تصویریں (تمام اوپر
کی چیزیں صرف نمائش کے واسطے یا فروخت کے واسطے بھیجی جا سکتی ہیں)
(۲) پرانی قسم کی چیزیں مثلاً شال۔ زری کام۔ گوٹے۔ لیس صرف نمائش کے واسطے
بھیجے جا سکتے ہیں۔ انگریزی مستورات سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ پرانی قسم کے لیس
وغیرہ بھیجیں۔
کپڑے پہنے ہوئی گڑیوں کی بھی نمائش ہوگی جسکے واسطے خاص انعام مقرر کئے گئے ہیں۔
گڑیاں طرح طرح کے کپڑے پہنے ہوں آیا دولہا یا دلہن کی پوشاک یا چپراسی کی یا میم صاحبہ
کی یا کسی پورانے دہقانی کی پوشاک اور لباس اگر مستورات کی خواہش ہے تو وہ پورے
بارات کے موقع کی گڑیاں بھیجیں۔

نمائش میں بھیجنے والوں کیلئے چند ہدایتیں

صرف نمائش کی چیزیں بہت قیمتی یا دلچسپ ہونی چاہئیں جو فروخت نہیں ہو سکتیں ہیں

گاڑی کا کرایہ پہلے سے چیز بھیجنے والے کو ادا کر دینا چاہیئے۔
مالک کا نام اور پتہ صاف الفاظ میں چیز پر لکھا ہونا چاہیئے اور اگر فروخت کے واسطے ہے تو اوسکی قیمت۔
سب نمایشی اشیائے اکتوبر کے ماہ میں بذریعہ رائے سانول داس بہادر سینیر ممبر بورڈ الہ آباد بھیجنا چاہیئے۔

انسداد بغاوت

افسران سرکاری کے فرایض

گورنمنٹ ہند کا مشہور سرکلر

۱۱۔ مارچ گزشتہ کو ذیل کی چٹھی آنریبل مسٹر ہارلڈ اسٹوارٹ کے سی ایس آئی ۔ سی ایس آئی سیکرٹری گورنمنٹ ہند ہوم ڈپارٹمنٹ نے گورنمنٹ بنگال کو بھیجی تھی۔

(۱) مجھکو ہدایت ہوئی ہے کہ ملک کی موجودہ پولٹیکل حالت پر آپ کو مراسلہ لکھوں اور ہنر آنر لفٹنٹ گورنر کے ملاحظہ کے لئے چند وجوہات بغاوت اور اوسکے علاج تحریر کروں۔

(۲) شروع میں میری یہ خواہش ہے کہ برٹش گورنمنٹ کے خلاف بغاوت کے جوش کی جو بلاشک ہند کے بہت سے حصص میں پایا جاتا ہے حد اور نوعیت کی تشریح کروں۔ کسی جگہ پر باشندگان کی بڑی تعداد اس جوش سے اثر پذیر نہیں ہے۔ ایسا جوش چند بر حقیقت اوسط درجہ والے تعلیم یافتگان میں موجود ہے۔ یہ اظہار بغاوت بخلاف ہماری محصولات یا جابرانہ قوانین کے نہیں ہے اس کی بنیاد کسیقدر تمدنی معاملات پر ہے۔ مگر اصل میں یہ دماغی خیالات پر نہ کہ کسی اصلی شکایات پر مبنی ہے گو وہ لوگ جو نیشنلسٹوں کی رائیوں کے پھیلانے میں مشغول ہیں اپنے مقصد کو ترقی دینے کے لئے اس قسم کے بہت سے جزو واقعات پر بھی رائے قایم کرتے ہیں۔ بس ہمارے خلاف ایک ایسی جماعت ہے جو قلیل التعداد ہے مگر بہت

ہو اشبہہ اور جس میں مضبوط اور جذبات خیالات بھرے ہوئے اور سلطنت انگریزی کے قایم رہنے کے خلاف ہے۔ یہ جماعت وسیع طور پر دو درجوں میں منقسم کیجا سکتی ہے گو یہ تقسیم مضبوط نہیں ہے اور نہ مستقل نوعیت رکھتی ہے۔

اول درجہ کی جماعت میں وہ لوگ شامل ہیں جو اختیارات خود انتظامی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور گو ونکا طریقہ غیر محفوظ ہے مگر وہ چاہتے ہیں کہ اخبارات اور تقریروں میں اور زیادہ ترنج کے موقعوں پر مسلسل حملے کرکے بنیاد وفاداری کی بیخ کنی کریں۔ اس جماعت کے ناراض ممبران معمولاً تیار نہیں ہیں کہ باغیانہ حرکات کریں مگر بہت اونمیں سے خفیہ طور پر قتل اور بلوؤں سے ہمدردی رکھتے ہیں اور سب اون میں سے پولیٹکل جرایم کے انسداد میں مدد دینے کے لئے نا رضامند ہیں۔

انارکسٹ گروہ

دوسرے درجہ والوں میں وہ لوگ شامل ہیں جو خوفناک طریقوں کو صرف بخلاف ملازمان سرکاری کے نہیں جن میں یورپین اور ہندوستانی شامل ہیں بلکہ بخلاف اون تمام لوگوں کے بھی جو اطلاع یا شہادت دیکر عدالت کی کارروائی میں مدد دیتے ہیں عمل میں لاتے ہیں اور ایسا کرنے کی رائے دیتے ہیں اس درجہ کے لوگوں میں زیادہ تر وہ نوجوانان شامل ہیں جو ابھی اسکولوں یا کالجوں میں تعلیم پا رہے ہیں اور ایسے نوجوانان بھی جنکو ابھی سلسلہ تعلیم ترک کئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا ہے۔ یہ مستعد فتنہ پرداز بنگال۔ مشرقی بنگال اور بمبئی میں نہایت نمایاں حصہ لے رہے ہیں۔ اون کی تحریک صوبجات متوسط۔ برار اور پنجاب تک پھیلی ہوئی ہے اور چند دیسی ریاستوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

اس تحریک نے صوبجات متحدہ اور صوبہ مدراس پر ایسا بہت کم اثر ڈالا ہے مگر ان دونوں صوبجات میں بھی خطرہ کے مقامات ہیں جنپر بہت ہشیاری سے نگرانی کرنے کی ضرورت ہے گورنمنٹ ہند نے برہما یا شمالی مغربی سرحدی صوبجات میں کوئی اطلاع اسکی موجودگی کی نہیں پائی ہے۔ یہ نوجوان مفسدین اپنی سوسائٹیاں قایم کرتے ہیں مگر ابھی تک یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ کہانتک یہ انجمنیں کسی مرکزی انجمن کے دباؤ میں ہیں۔ گو ایسی مرکزی دباؤ

کی علامتیں پائی جاتی ہیں مگر فی الحال یہ صرف خیالی بات ہے اور ہر حالت میں یہ یقینی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مرکزی دباؤ اونپر ہے تو اوسکی ہدایت مقامی مستعدی پر بہت کچھ نہیں ہے۔ کم سخت درجہ کی بغاوت جیسا کہ امید کیجاتی ہے بہت کچھ اسی حد تک پھیلی ہوئی ہے اور بلاشبہ ان دونوں کے درمیان قریبی تعلق ہے۔ کیونکہ متواتر بغاوت کے وعظ دینے سے نوجوانان ملک پر نمایاں اثر پڑتا ہے اور اس طور پر باغیانہ جبر کرنے والوں کی جماعت کے لئے اُن کے مفید مطلب میدان تیار کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی اسکے شک کرنے کے بھی کچھ وجوہات ہیں کہ جبر کرنے والی جماعت کے اصلی لیڈران زیادہ اعتدال پسندئین ظاہر کرکے اپنے کو پوشیدہ رکھتے ہیں

ناواقفیت کی ذمہ داری

۴۔ نواب گورنر جنرل صاحب بہادر با جلاس کونسل کا یہ یقین ہے کہ مغویانہ تحریک خاصکر ہند میں انگریزی گورنمنٹ کی نوعیت اور اوسکے نتائج کے متعلق ناواقفیت اور غلط فہمی کی وجہ سے ہے۔ حضور ممدوح تسلیم کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی جماعت میں جو موجودہ سلطنت کی مخالف ہیں غیر ملکی دست اندازی کے خلاف سخت عداوت دلوں میں بھری ہے مگر ابھی تک جو کچھ اطلاع آپ تک پہنچی ہے اس سے اس رائے کی تائید ہوتی ہے کہ حامیان قومی تحریک کی غالب تعداد نے مغز دلائل اور متعصبانہ بیانات کی وجہ سے گمراہ ہوگئی ہے۔ اور غیر ملکی حکومت کے خلاف صرف ظاہری دلائل سنتے ہیں جو اونکے سامنے بار بار بیان کیجاتی ہیں مگر اوسکا دوسرا رُخ اون کو بہت کم دکھلایا جاتا ہے اگر اس بیماری کی تشخیص صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکا علاج نظم و نسق کے کل سیغوں میں اس مسئلہ پر زیادہ مکمل اور باریک توجہ دینے سے ہوسکتا ہے۔ بعض افسران گورنمنٹ خیال کرتے ہیں کہ جب اُنہوں نے اپنی خط کتابت ختم کردی یا اپنے مقدمات کی تحقیقات کرلی یا اپنے معائنہ جات ختم کردیئے تو اُنکا کام پورا ہوگیا۔ یہ سب اہمیت رکھتے ہیں مگر اکثر اوقات اون کے فرایض کا صرف یہی اہم حصہ نہیں ہوسکتے ہیں واقعات زمانہ موجودہ ضرورت رکھتے ہیں کہ ہر افسر گورنمنٹ اپنے خاص حلقے کے اندر نہایت کوشش کرکے غلط بیانیوں سے مقابلہ کرے اور سلطنت انگریزی کے نتایج اور نوعیت کے متعلق بدگمانیوں کو دور کرے بغاوت سے مقابلہ کرنے کا کام صرف افسر

فساد ہی پر نہ چھوڑ دینا چاہیے ضرور سب سے بڑہکر ذمہ داری اوسی پر رہیگی مگر دیگر محکمہ جات کے افسران پر بھی یہ فرض ہے کہ اپنے فرایض کے خاص حلقوں میں بغاوت کو روکیں اور نواب گورنر جنرل صاحب باجلاس کونسل کو یہ یقین ہے کہ ان افسران کی بخوشی خاطر و دلی شارکت پر بہت کچھ مدد حاصل ہو سکتی ہے۔

سررشتہ تعلیم

ہم یہ ضروری نہیں سمجھتے کہ نظم و نسق کے ہر محکمہ کا ذکر کیا جائے اور بتلایا جاوے کہ کیونکر تمام محکمے مختلف حدود تک اون لوگوں پر جن سے اونکو تعلق رہتا ہے۔ اثر ڈال سکتے ہیں مگر سررشتہ تعلیم خاص کر قابل ذکر ہے کیونکہ اس محکمہ کے ہر درجہ کے افسران مغویانہ خیالات کے پھیلنے کو روکنے کے لئے خاص موزوں حالت میں ہیں وہ ہمدردانہ مباحثہ اور مہربانی آمیز ہدایت کرکے بہت فایدہ پہنچا سکتے ہیں اور کوئی موقع ہاتھ سے نہ دینا چاہیے کہ کل پروفیسران اور اسکول ماسٹران کے ذہن نشین کر دیا جائے کہ اونپر ان کمسنوں کی جو اون کی سپردگی میں ہوں سیدہے راستہ پر رہنمائی کرنے کی بھاری ذمہ داری عاید ہوتی ہے صرف مغویانہ باتیں سکھلانے سے پرہیز کرنا ہی اونکے فرایض کا جو تعلیم دینے میں مصروف ہیں پورے طور انجام دینا نہ مان لیا جاوے گا اونپر نوجوانوں اور نرم دلوں کے دماغ پڑہنے کا کام سپرد کیا گیا ہے اور اون پر یہ بھاری فرض ہے کہ اپنے طلبا کی عقل کی رہنمائی کریں کہ اون میں معقول رائیں پیدا ہوں۔ تواریخ اور تمدن کے حلقوں میں اکثر غلط رائیں قایم کیجاتی ہیں مغربی تواریخ سے جو سبق حاصل کئے جاتے ہیں وہ موجودہ واقعات ہند پر غلطی سے چسپاں کئے جاتے ہیں۔ یورپین مصنفوں کے پولٹیکل سائنس پر عام وسیع نتایج بدون اون کے قیدوں کے بیان کرنے کے ظاہر کئے جاتے ہیں اور طلبا بلا معقول رہنمائی کے چھوڑ دیئے جاتے ہیں کہ یقین کریں کہ جو کام سوئیٹزرلینڈ یا اٹلی کی حالت میں پسندیدہ تہا وہ ضرور ہند کے لئے بھی مفید ہوگا۔ تمدنات کے حلقے میں نہایت نقصان دہ اصول وہ ہے جسکی بنیاد اس بیہودہ کہاوت پر ہے کہ برطانیہ اعظم کے تعلقات سے ہندوستان کی دولت بالکل کھینچی جاتی ہے اسپر بہت سے گریجویٹ اونکو ایمانداری

سے اعتقاد ہے اور وہ اوسکی تردید سُننا نہیں چاہتے۔ نواب گورنر جنرل صاحب باجلاس کونسل کا یہ اعتبار ہے کہ اِس خیال کے پھیلنے سے بیحد نقصان پہنچا ہے اور ہر ایک افسر گورنمنٹ کو اور خاصکر اونکو جو سرشتۂ تعلیم سے تعلق رکھتے ہیں مناسب ہے کہ وہ دلائل مطالعہ کریں جو اوسکی تائید میں پیش کیجاتی ہیں۔ اور ہر طور پر اون کی غلطیاں ظاہر کرنے کے لئے موقع ہاتھ سے نہ دیں۔

بہت کچھ نقصان جو اسکول اور کالجوں میں پہنچایا گیا ہے اور جو اُستادوں کی ناکمل بہم رسانی کیوجہ سے ہوا اور گورنمنٹ ہند کی یہ خواہش ہے کہ نارمل اسکولوں اور ٹریننگ کالجوں میں اُن لوگوں کی کافی طور پر ہشیاری سے تربیت دینے پر خاص توجہ دیجائے جنکو تواریخ اور تمدنات کی تعلیم کا کام سپرد کیا جانیوالا ہے یونیورسٹیاں بھی بہت کچھ کر سکتی ہیں کہ اون معقول کتابوں کے فراہم کرنے کا جو حالات ہند کے لئے ناموزوں ہیں حوصلہ دلاکر اور معروف علما کو خاص طور پر لکھ دینے کے لئے مقرر کرکے اِن مضامین پر صحیح رائیں قائم کرانیکا یقین دلادیں۔

افسران کا برتاو

۵۔ جیسا اوپر بیان ہو چکا ہے افسر ضلع اور اوسکے ماتحتوں پر انسداد سرکشی کے کام میں سب سے بڑھ کر محنت پڑے گی اور اون کو ہمیشہ تمام ایسے اشخاص سے ہوشیار رہنا چاہئیے جو ذرا بھی اثر رکھتے ہوں اور جن کے پولٹیکل رجحانات پر شبہ ہو۔ بسا اوقات بمقابلہ مقدمہ چلانے کے تنبیہ کرنا بہتر علاج ہو سکتا ہے اور یہ خیال ہمیشہ دل میں رکھنا چاہئیے کہ گورنمنٹ روکنے کی خواہشمند ہے نہ کہ سزا دینے کی اسلئے جب کسی افسر ضلع کو کسی مغویانہ تحریک کے شروع ہونے کی علامات معلوم ہوں اوسکو فوراً ہی اُس تحریک کے تمام لیڈروں کو طلب کرنا چاہئیے اور اون کے چال چلن کے مضرت رساں نتائج کا اونکو یقین دلانے کی کوشش کرنی چاہئیے۔ تمام ایسی کوششات میں افسران ضلع کو ہر مقام کے وفادار پُراثر لوگوں کی رفاقت سے بیش بہا مدد مل سکتی ہے۔ ایک صاف تنبیہ اکثر اوقات بہت ہی زود یقین لوگوں کو باغیوں کی صف سے جُدا کر دیوے گی۔ یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ اکثر اوقات جہاں دھمکیاں ناکامیاب ہو سکتی ہیں تفہیم سے کامیابی ہوگی اور بعض حالتوں میں نجی طور پر ملامت کرنا نہایت اثر پذیر ہوگا اور دیگر

حالات میں [illegible] مباحثہ سے نہایت عمدہ [illegible] مطلب حاصل ہوگا خلاصہ یہ کہ معقول ذرائع
واقعات [illegible] تبدیل ہوتے رہیں گے۔ افسر ضلع کو سمجھنا چاہیے کہ اسپر بہت ہشیاری
سے [illegible] ناچاہیے [illegible] حالات میں [illegible] کا برتاؤ کرنا چاہیے۔

۶۔ [illegible] افسران گورنمنٹ کی [illegible] ہندوستانی شرفا کے ساتھ عدم التفاتی اور بعض
حالتوں میں [illegible] کی شکایات کیجاتی ہیں۔
نواب [illegible] صاحب باجلاس کونسل تقریر کرتے ہیں [illegible] یہ امر بھی زیادہ تر غلط فہمی
اور ناواقفیت [illegible] سے [illegible] عدم التفاتی اور [illegible] کیجاتی ہے مگر یہ ضروری ہے
کہ [illegible] ہدایات کے اعلیٰ افسران کو چھوٹے افسران ہندوستانی و یورپین کے دلوں پر نقش
کردینا چاہیے کہ ہر سرکاری ملازم [illegible] ان سب لوگوں کے ساتھ جن سے اونکو تعلق
رکھنے یا ملنے کا اتفاق ہو اونکو خوش خلاقی اور التفات سے پیش آنا چاہیے نوجوان یورپین افسران
انگریزی [illegible] ناواقفیت متعلق [illegible] اور میں رائے دیتا ہوں کہ یہ خواہش کیجاتی ہے کہ چند
سادی ہدایات ہندوستانی شرفا کے ساتھ برتاؤ کرنے کیلئے جن میں یہ بھی شامل ہو کہ کس
طور پر اون سے ملاقات کرنا چاہیے کس طریقہ پر اون سے بات چیت کرنا چاہیے کیوں کر
ملاقات ختم کرنا چاہیے وغیرہ جاری ہونی چاہئیں کہ جن مقامات پر وہ جائیں وہاں کے
مقامی پر اثر اشخاص سے ملاقات کریں اور اون مقامی معروف شرفا کو ہمت دلاویں کہ وہ
مقامی کاروبار اور عام فائدہ کے امور پر صاف اور پورے طور پر مباحثہ کریں۔

نارضامند گواہ

۷۔ بعض صوبجات میں پولٹیکل مقدمات کے متعلق شہادت حاصل کرنے میں بڑی دشواریاں
پیش آتی رہی ہیں اور میں تجویز کرتا ہوں کہ جہاں کہیں ایسا ہو افسر ضلع ہر ضلع کے سربرآوردہ
اشخاص پر اپنا اعتماد کرے اور اون پر اون کی ذمہ داری نقش کردے جو کل پر اثر اور ذی مرتبہ
شرفا پر عائد ہوتی ہے کہ وہ دیکھتے رہیں کہ گواہوں کو خوف دلانے سے قانون کی معمولی کارروائی
میں کچھ کمی تو نہیں آجاتی ہے اونپر واضح کیا جائے کہ اون نارضامند اشخاص کے جو واقعات

مقدمہ سے واقفیت رکھتے ہیں نہ آنے سے اور جو کچہ جانتے ہیں اوسکے نہ بیان کرنے سے سخت جرائم اور سازشوں کے پتہ لگانے میں سخت رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور اِس طریق پر لوگوں کے قانون اور تسلط کے معاملہ میں مدد نہ دینے سے ضرور نظم و نسق قانون کے فیاضانہ طریق کو زوال پہونچیگا اور زیادہ سخت تدابیر ضرور عمل میں لائی جاوینگی موجودہ قانونی طریق کا دارمدار اس خیال پر ہے کہ پابند قانون اشخاص انصاف کے معاملہ میں مدد دینگے اگر ایسا کرنا اُن کے اختیار میں ہوگا۔ اگر یہ مدد نہیں دیجاتی ہے اور آزادی سے نہیں دیجاتی ہے تو علانیہ تحقیقات سے یقینی طور پر جرم کا ثبوت ملنا غیر ممکن ہوجاوے گا۔ اگر لوگ بباعث خوف۔ نارضامندی یا عام ملکی جوش کی کمی کی رفاقت سے دستکش ہونگے تو وہ لوگ جو تسلط قایم رکھنے اور پابندی قانون کے ذمہ دار ہیں ضرور شبہ پر کام کرینگے۔ ایسی کارروائی میں ظاہر ہے کہ خطرہ لازمی ہے کہ مجرموں کے ساتھ بیگناہ تکلیف اوٹھائینگے۔ نواب گورنر جنرل صاحب بہادر باجلاس کونسل کو شک ہے کہ آیا وہ لوگ جو علیحدہ رہتے ہیں اِس خطرہ سے کافی طور پر آگاہ ہیں اور حضور ممدوح خیال کرتے ہیں کہ افسران ضلع کا یہ کام عقلمندی کا ہوگا کہ ہر مقام کے پر اثر لوگوں کے دلوں پر اسبات کو نقش کردیں ایسے اشخاص جنپر زور ڈالنا چاہیئے کہ اطلاع دیکر صرف خود ہی نہ مدد کریں بلکہ نارضامند گواہان کو ترغیب دیں کہ وہ شہادت دیں۔ بہت سے مقدمات میں معلوم ہے کہ مجرمان کون ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ کون لوگ اون کے جرم کو ثابت کرسکتے ہیں مگر ملزم اسوجہ سے بچ جاتے ہیں کہ آخر الذکر علانیہ شہادت عدالت میں نہیں دیتے ہیں۔ اسی امر کے متعلق مقامی پر اثر اشخاص گواہان کو شہادت دینے کی ترغیب دیکر بہت بڑی مدد دیسکتے ہیں۔

۸۔ بڑی اہمیت کی بات یہ ہے کہ گواہان اور ایسے لوگوں کی آسایش کے لئے جو اطلاع دیں ہر طرح پر لحاظ رکھنا چاہیئے۔ تحقیقات یا شہادت کے لئے حاضر ہونیکا بار جہانتک ممکن ہو ایسا کرنا چاہیئے کہ کم تکلیف دہ ہو۔ جہاں ضرورت ہو ایسے لوگوں کے لئے جو اطلاع دیویں یا کوئی ایسی مدد دیں جسمیں اُنکے لئے خطرہ ہو اونکو بذریعہ پولس محافظت دیجاوے۔ اگر اطلاع بطور خفیہ کے دیجاوے تو ایمانداری سے اوسکو پوشیدہ رکھنا چاہیئے۔

مغویانہ مجالس

۹- جو سوسائٹیاں حقیقتاً یا ظاہری طور پر بے جرم مقاصد کے لئے مرتب کی جائیں اونکو اجازت نہ دیا جاوے کہ خراب ہو کر مغویانہ انجمنیں بنجائیں اس امر کی رغبت فوراً ہی منیجر کو تنبیہ کرکے اور اگر اسمیں ناکامیابی ہو تو وہ فوراً اوسکو روک دینا چاہیئے خیرات یا دیگر غیر اعتراض مقاصد کے لئے جو چندہ جمع ہو اوسپر ضرور نگرانی کرنی چاہیئے اور اگر وہ روپیہ کسی مغویانہ یا غیر پسندیدہ مقاصد میں لگایا جاوے تو فوراً اس امر کو آشکارا کرنا چاہیئے بعض حالتوں میں بائیکاٹ کا خوف دلاکر کسی قسم کی کمپنیوں کے منیجر۔ مالکان گودی۔ بازاروں میں خوانچہ والوں وغیرہ سے روپیہ پولیٹیکل مقاصد سے جمع کیا گیا ہے ہر جائز ذرائع سے اس طرح استحصال زر کی مزاحمت کرنی چاہیئے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر قسم کے پولیٹیکل بائیکاٹ پر گورنمنٹ ناراضی ظاہر کرتی ہے اور شخصی آزادی کی خلاف اسی قسم کی دست اندازی کے خلاف کل سرکاری افسران پر اپنا پورا اثر ڈالنا چاہتی ہے۔ مذہبی کتب کو مغویانہ مقاصد کے لئے کام میں لانے کی کوشش سے نوجوانوں کو بہت نقصان پہنچتا۔ افسران ضلع کا فرض ہے کہ اس خطرہ سے لوگونکو آگاہ کریں کہ ملکی معاملات کی قلم مذہب پر لگانے سے کیا خطرے پیدا ہوتے ہیں جو لوگ ایسے مذہبی تیوہاروں و رسمیات کا انتظام کرتے ہیں اون سے یہ تسلیم کرانا چاہیئے کہ ایسے مواقع پر اونکو بلا قید آزادی دیجاتی ہے اوسکو بغاوت سے خراب ہونے سے روکنے کے وہ ذمہ دار ہیں۔

۱۰- خود ملازمین سرکاری میں وجود بغاوت پایا جانا ایسا امر ہے جسکے متعلق ہر محکمہ جات پر برابری کا برتاؤ ہونا چاہیئے۔ ملازمان سرکاری کی جن کے مغویانہ رجوعات ہونے پر شبہ کے وجوہات پائے جائیں ضرور تنبیہ ہونا چاہیئے کہ اگر وہ اپنے چال چلن درست نہ کریں گے تو اونکو ملازمت سے برطرف کرنے میں کوئی دریغ نہ کیا جاوے گا اور کل سرکاری ملازمین کے دلپر یہ نقش کردینا چاہیئے کہ صرف اپنے ہی چال چلن درست رکھنے پر اون کی ذمہ داری ختم نہیں ہوجاتی۔ مگر اون کے بیٹوں و عزیزوں کے چال چلن تک بھی جنپر اونکا کچھ دباو ہے یہ ذمہ داری وسیع کردی گئی ہے اگر کوئی باپ یا ولی جو ملازم سرکاری ہو اپنے بیٹے یا خاندانوں کے مغویانہ رغبتوں

کے روکنے میں کوشش نہیں کرتا ہے یا اوسکے دیکھنے پر اونپر اوسکی کوششات کا اثر نہیں ہوتا اپنے ایسے عزیز کے مغویانہ خیالات کے متعلق عہدہ داران سرکاری کو مطلع نہیں کرتا سخت سزا کا مستوجب ہوگا۔

تالیف قلوب کی پالیسی سے امیدیں

۱۱۔ نواب گورنر جنرل صاحب باجلاس کونسل اعتبار کرتے ہیں کہ ایسی حکمت عملی کے جو مذکورہ بالا طریق پر عمل میں لائی جائیں ہر ایک وجہ کامیابی کی ہے۔ انگریزی سلطنت ہند میں بہت کچھ ناواقفیت اور غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں بدینوجہ جوش عداوت پیدا ہوا ہے جو ابھی زیادہ نہیں پھیلا اور غلط خیالات جنپر وہ مبنی ہے رضامند کرنے والے مباحثوں اور سچی تنبیہہ سے دور ہوسکتی ہیں نیشنلسٹ پروگرام کے بکثرت حامی جو اس پولٹیکل تحریک کے جس کو وہ جائز خیال کرتے تھے فرقہ باغیاں کے جذبانہ حملوں تک ترقی کرنے سے خوف زدہ ہیں اونکو کوشش کی جماعت سے جدا کرنے اور سکو یقین دلانے کا یہ بہت مناسب موقع ہے کہ اس مستحکم گورنمنٹ کی بنیاد اوکھاڑنے کے لئے ضد کے ساتھ حملہ کرنا کسقدر بہبودی عوام کے خطرہ کا باعث ہے بڑی جماعت رعایا بالکل وفادار ہے اور افسران گورنمنٹ اس سرکشی کے خلاف کاروائی کرنے میں شرکت کو تیار ہیں۔ بنگال و مدارس میں متفقہ انجمنیں قایم کی گئی ہیں کہ خلاف بغاوت کوشش کریں اور گورنمنٹ ہند یہ دیکھنے سے خوش ہوگی کہ دیگر مقامات پر اس مثال پر عمل کیا جاوے۔

۱۲۔ سرکشی دبانے کو ذرائع مذکورہ بالا سے متواتر سعی کوششات ہونی چاہئیں بخلاف اون لوگوں کے جو سرکش رہنے کا ارادہ کرچکے ہوں قانونی پابندی ہونی چاہیئے بلحاظ فواید عامہ بغاوت کا روکنا ضروری ہے اور اگر عقلی کارروائی اور تنبیہہ اثر پذیر نہو تو اور علاج ہونا چاہیئے اگر جرم نہیں رک سکتا تو اوسکی سزا ملنی چاہیئے۔ اگر ملازمین سرکار سرکش بنتے ہیں تو اونکو ملازمت سے برطرف کرنا چاہیئے اگر کسی اسکول یا کالج میں براہ راست یا غیر وسائل سے مغویانہ تعلیم جاری رہے تو اوسکی امداد و رعایت گورنمنٹ بند کردی جاوے بخیال فوائد ہند انگریزی سلطنت کا قایم رکھنا ضروری ہے حضور گورنر جنرل باجلاس کونسل نے ارادہ کرلیا ہے کہ اون تمام

کوششات کو دبا دیں جو حکومت تہ و بالا کرنے کی بابت ہیں حضور کی خواہش ہے کہ رضامندی سے وہ حق اختیار سے جائز یا ناجائز سے کامیابی نہو تو سخت تدابیر اختیار کرنے میں آپ سے وفادار رعایا و پابند قانون لوگ جن کی تعداد کثیر اس ملک میں ہے. فاقت کرینگے اور مدد دینگے۔

مذکورہ بالا نتائج: ہم مراسلہ اسوقت ہماری نظر سے گذرا جبکہ ہم جون کے رسالہ کی ترتیب دے چکے تھے اور گنجایش نہ تھی کہ یہیں درج کیا جائے مگر چونکہ یہ بہت ضروری کاغذ ہے اسواسطے ہم جولائی کے پرچہ میں اسکو چھاپتے ہیں۔

اس مراسلہ کے پڑھنے سے جو اثر ہم پر ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ انگریزی گورنمنٹ صرف مدبرانہ گورنمنٹ ہی نہیں ہے بلکہ ایک حکیمانہ گورنمنٹ ہے اور اوسکے اہلکار تمام اپنی دماغی قوت کو اس وسیع سلطنت کے قیام و استحکام کے واسطے صرف کرنے میں ہرگز دریغ اور بے پرواہی نہیں کرتے ہیں۔ اور اس دعوے کے ثبوت میں یہ مسطورہ بالا مراسلہ بخوبی پیش ہو سکتا ہے۔ اور نیز ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور لارڈ منٹو سلمہ اللہ تعالیٰ اپنے جانشین کے واسطے ایک ایسی ملایم مسند چھوڑنا چاہتے ہیں جسپر جلوس کرنے سے وہ اپنے آپ کو ایک کامل آرام اور اطمینان کی حالت میں پائے۔

اس مراسلہ کے نقرہ نمبر ۲ میں یہ خیال دیکھکر کہ گورنمنٹ آف انڈیا اس سے خوب آگاہ ہے کہ ایک گروہ مخالفین سلطنت میں ایسا بھی ہے جو کہ گو خود خلاف ورزی قانون کے بظاہر نہیں کرتا مگر خفیہ طور قتل اور حملوں سے ہمدردی رکھتا ہے۔ بہت اطمینان ہوتا ہے. کیونکہ یہ واقع بالکل صحیح ہے اور مرض کی حقیقت سے واقفیت اوسکے علاج کے واسطے پوری رہنما ہو سکتی ہے۔

اس مراسلہ میں گورنمنٹ نے اپنے تمام ملازموں سے (جسمیں رشتہ تعلیم کے ملازموں کو خاصکر مخاطب کیا گیا ہے) چاہا ہے کہ (ملاحظہ ہوں فقرات نمبر ۲-۴-۵-۷-۸-۹-۱۱) وہ علاوہ ان خدمات کے جو بحیثیت ملازم کے ان سے کے ہیں یہ کام بھی اختیار کریں کہ اپنے دوسرے اوقات میں لوگوں کے دلوں سے ان غلط خیالات کے نکالنے میں باخلاق اور فہمایش کوشش کریں جو مغویوں نے عوام یا طالب علموں کے دماغوں میں بھرا ہے ہیں۔ بلاشبہ اس حکم

سے اگرچہ یورپین حکام کی پرائیویٹ لائیف کی اوقات کا وہ دائرہ تنگ ہوگیا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ حضور منٹو نے فرمایا ہے یہ بالکل صحیح ہے کہ ملک میں ناراضگی کا بڑا حصہ اُن جھوٹے الزاموں کی بنا پر عوام میں ہے جو گورنمنٹ انگریزی اور انگریزوں کی نسبت بعض نا عاقبت اندیشوں اور ملک کے جھوٹے دوستوں بلکہ ملک کے تباہ اور برباد کرنے والوں نے لگائے اور مشتہر کئے۔ جس سے عنقا حاصل کرنے کا اوس محنت و مشقت کے بعد اونکا پورا حق تھا جو اپنے فرایض منصبی کے ادا کرنے میں انکو اٹھانا پڑتی ہے مگر اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اسپر عمل ہونے سے جسکی طرف حضور وسیرا نے اشارہ کیا ہے ملک میں لائلٹی اور وفاداری میں ترقی ہوجائے گی اور غلط فہمیوں کا ایک بڑے درجہ تک قلع و قمع ہوجائیگا۔

اس مراسلہ کا فقرہ۔ یہ خاصکر نہایت احسانمندی سے پڑھے جانے کے لائق ہے جس میں ہندوستانی شرفاء کے ساتھ نیک تر سلوک کئے جانے کی طرف اشارہ ہے۔ مگر ہم اس موقع پر ایک بات اپنے اہل ملک سے صاف کہنا ضروری جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم لوگوں ہندوستانیوں کو یہ خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ انگریزوں اور ہندوستانیوں کے میل جول کا مسئلہ اوسوقت تک حل نہیں ہوگا جب تک ہم ہی اون نقائیص کو رفع نہیں کریں گے جو ہم میں ہیں۔ ہم کو یورپین حکام سے صرف بطور ایک حاکم کے ہے نہیں ملنا چاہیئے بلکہ بطور ایک بڑے اور برتر بھائی کے بھی اون سے ملنا چاہیئے۔ بلاشبہ حاکموں سے عرض حال کئے بغیر چارہ کار اور مفر نہیں ہے مگر نہ یہ کہ (آتا نہیں تھا اور پوچھا سنکا) کا مصداق بنجاو۔ میرے نزدیک ہندوستانیوں کو اسیطرح انگریزوں سے ملنا چاہیئے جسطرح پر کہ ہندوستانی ہندوستانی سے۔ مسلمان مسلمان سے۔ ہندو ہندو سے ملتے ہیں۔

جب غرض ہو تو اوسکی غرض کرو اور جب غرض نہ ہو تو اوسوقت اون سے بے غرض ملو۔ اگر اسواسطے نہیں کہ یہ ملنا کسی غرض کے وقت کام آئے گا۔ کیونکہ یہ ملنا تو سمجھتا نہیں ہے اور نہ اسکا اثر خلوص پر ختم ہو سکتا ہے۔

لارڈ منٹو نے جس طرح اپنی ہم قوم سے خواہش کی ہے کہ وہ ہندوستانی شرفاء سے بعزت پیش آئیں اسیطرح ہمارا حق اور فرض ہے کہ ہم اپنی قوم سے کہیں کہ وہ انگریزوں سے اون کے

اور بموقع کے موافق برتاؤ کریں۔ حاکم کے وقت اونکو حاکم جانیں اور دوسرے اوقات میں اونکو بھائی
جانیں۔ علاوہ بریں گو بہ تہذیب یا ضرورت سے انگریز ہم کو نوکر کہیں مگر اسمیں شک وشبہ نہیں
ہے کہ ہمکو ہندوستانیوں کو صاف اور شستہ بنانے اور اپنے اخلاقی درجہ کو بلند کرنے کی قطعی ضرورت
ہے کیونکہ موجودہ حال حالت ہماری بہت پست ہے۔
اس پرسپکٹس کا ... دسواں فقرہ اگرچہ بہت کم نصیحیوں پر صادق آئیگا مگر
وہ نہ صرف ہندوستانی ملازموں بلکہ ہندوستانیوں کے واسطے بہت ہی شرمندہ کرنے والا ہے
اور ہم ... سے اگر بات یہ ... ہندوستانیوں کا حال ہے کہ اونمیں ایسی افراد بھی
ہیں جو باوجود نوکر ہونے کے وطوث بغاوت میں تو ہمارا کیا مونھ ہے کہ ہم مزید دعوے کریں
اور اونکے نہ پورے ہونے پر اظہار ناراضگی بھی کیجائے۔
کیا وجہ ہے کہ ایک ہندوستانی ملازم ویسا ہی خیرخواہ اور جان نثار نہ ہو جیسا کہ ایک یورپین
ہو سکتا ہے۔ اور اگر نہیں ہو سکتا تو وہ اون حقوق کا طلبگار کس دلیل پر ہو سکتا ہے جو یورپین
کو حاصل ہیں۔
اپنے آقا کے ساتھ وفاداری ایشیا کا ایک قدیم اور ایسا معزز خیال ہے جو مثل مذہبی
فرائض کے مقدس مانا جاتا ہے۔ نمک حرام کا لفظ ہر ایک بدتر سے بدتر اور حقیر تر سے حقیر تر کلمہ
کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ پس یہی بدبختی کی بات ہے کہ کوئی ایشیائی ایسا بداخلاق ہو جائے کہ اس
پلید لفظ سے خطاب کئے جانیکا مستحق اپنے آپ کو بنائے۔ گو کہ یہ امر کوئی فخر کا نہیں ہے
کہ ہم اسمیں گورنمنٹ کی طرف سے ٹوکنے کا موقع دیں۔ مگر تاہم اطمینان ضرور ہے کہ گورنمنٹ
نے اسطرف توجہ کی ہے اور نمک حرام باغی یا مفویوں کو سزا دینے کا ارادہ کر لیا ہے۔
یہ نہایت واجبی اور ایشیائی خیال کے بالکل مطابق ہے کہ ملازمان سرکاری کو نہ صرف اپنی
ذاتی حالت کو درست رکھنے کی ہدایت ہے بلکہ اون کے عزیزوں یا ورشتہ داروں کے چال
چلن کا بھی اونکو ذمہ دار کیا ہے۔ اس طرف توجہ دلانے کا ضرور یہ نتیجہ ہوگا کہ ہمارے مسلمین
اپنی ذریت کو بھی دست تعدی دراز کرنے سے روکیں گے۔
ہم نے گو کبھی قلم سے اسکو اس سے قبل نہیں نکالا ہے مگر اب ہم ضرور کہیں گے۔ کہ ہم

سے نے ہمیشہ سرکاری ملازموں کو اون سوشیل اور علمی جلسوں میں شریک ہونے کو بے اطمینانی کی نگاہ سے دیکھا ہے جو پولٹیکل جلسوں کے ساتھ ساتھ ہوتی ہیں۔ کیونکہ ہم فطرت انسانی کے خلاف اسکو جانتے ہیں کہ طوفان بے تمیزی کے مجمع میں موجود ہونیکے ساتھ سرکاری ملازم ایسے کورے اور صاف رہ سکیں جیسا کہ حق نمک چاہتا ہے۔

ہم یہ ضرور کہیں گے کہ خیرخواہی کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ قانون آڑ پکڑ کر شکار کیا جائے۔ جسکی تشریح یہ ہے کہ ہندوستانی ملازموں کو ویسا ہی دلی ارادتمند ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ ایک یورپین ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ صرف اوتنی اطاعت کیجائے جسقدر کہ قانونی الفاظ سے نکلتی ہو۔

اگرچہ بعض ابلہ اور ابلہ فریب یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک یورپین ملازم چونکہ گورنمنٹ کا ہم قوم ہوتا ہے اسوجہ سے ہندوستانی اور انگریزی کی موازنت نہیں ہوسکتی مگر یہ دلیل محض غلط ہے دو وجہ سے ایک یہ ہے کہ ہندوستانی اور انگریزی کی تفریق کرنا فی حد ذاتہ غلط ہے جبکہ ہم ایک بادشاہ کی رعیت میں اور ایک جھنڈے کے سایہ میں آرام اور آسائش پارہے ہیں تو انگریز اور ہندوستانی سب ایک ہیں چونکہ اس سبجکٹ پر ہم نے بہت کثرت سے رسالے اور مضامین لکھے ہیں۔ اسواسطے اسوقت اسکو طوالت دینا فضول جانتے ہیں۔ اگر کسیکو مفصل اس بحث کو پڑھنا ہے تو اردو او انگریزی کے مطبوعہ مضامین ہم سے طلب کرے یا رسالہ العزیز کا خریدار بنجاسے۔ اور اب ہم دوسری دلیل کو پیش کرتے ہیں۔ یعنی یہ ہے کہ انگریزوں کے اپنے آقا کے ساتھ جان نثاری نہ صرف اسپر ختم ہوتی ہے کہ اونکا آقا انگریز ہو بلکہ کوئی کیوں نہ ہو۔ جو اونکا آقا ہے اوسی پر وہ جان نثار ہیں۔ اور اوسکی بہتری اونکے واسطے مذہبی فرض سے زاید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی قوم پر مصیبت آتی ہے یا جو قوم اپنی بہتری چاہتی ہے وہ انگریزوں کو تلاش کرتی ہے۔ پہلی مرتبہ غالباً سلطان عبد العزیز خاں رحمت اللہ علیہ کے عہد میں جب جزیرہ کریٹ فتح نہ ہوتا تھا تو ہوبارٹ پاشا کو نوکر رکھا جس نے ہفتوں میں وہ کام کیا جو ترکوں سے مہینوں میں نہ ہوا تھا۔ اور اوسکے مقابل میں کون تھے اوسکے ہم مذہب اور اسی مثال پر ترکوں نے براہ عقلمندی انگریز کو اپنا اڈمرل بنایا ہے۔ حیدرآباد کی مالی حالت کو مسٹر واکر نے ایسا درست کیا ہے جیسا کہ بایدو شاید غرض یہ ہے کہ یہ غلط ہے کہ انگریز صرف انگریزوں کے ساتھ میں ہی صادق اور وفادار ہوسکتے

میں ملازمان کی سرشت میں ایمانداری اور ادائی فرائض کا خیال بھرا ہوا ہے اور پھر اس وصف
سے وہ بے فائدہ اوٹھا رہے ہیں یعنی ہر ملک میں اون کی مانگ ہے۔ پہر کیا ہم ہندوستانی اگر
اپنے آپ کو ایک جان نثار ملازم یقین کرا دینگے تو لوٹے میں رہیں گے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ سچ تو
یہ ہے کہ جو فوائد وہ ہندوستانیوں سے لے رہے ہیں وہ قطعاً جاتے رہیں گے۔ اور میں تو یہاں
تک کہتا ہوں کہ ہم کو اس سے کچھ حاصل نہ ہو تب بھی ایک نوکر ایک نمک خوار کا فرض ہے
کہ وہ آخری قطرہ خون اپنے آقا کے فائدہ کے مقابلہ میں خرچ کر دے۔ اور صرف نمک حلال
اور جان نثار کہے جانیکا تمغہ اپنے اور اپنے پس ماندوں کیواسطے کافی سمجھے۔

ہمارا فرض ہے کہ اپنے ہم مذہبوں سے یہ کہیں کہ وہ اپنے آپ کو اس سے زائد کارآمد اور
جان نثار گورنمنٹ کا بنائیں اور ثابت کر دیں کہ وہ ایسے ہی اعتبار کئے جانے کے قابل ہیں
جیسا کہ اور قوموں کو یقین ہو رہا ہے۔

ہم اس مضمون کو ناتمام خیال کرینگے اگر ہم اپنی آئندہ کی امیدوں یعنی طالب علموں
سے کچھ ذکر نہ کریں گے۔ کیونکہ افسوس ہے کہ اس گمراہی کے زمانہ میں بہت زیادہ داغ
بدنامی طلبا کے دامن پر لگ رہے ہیں

اگرچہ اس وجہ سے اونکا جرم بہت خفیف ہو جاتا ہے کہ اسمیں زیادہ قصور اونکے لیڈروں
کا ہے۔ اور وہ یعنی طالب علم بالکل ابھی کہہ سکتے ہیں کہ جیسا ہمکو روٹھایا ویسے ہم روٹھے مگر
تاہم اونکو یہ بھی سمجھ لینا ہے کہ اون کے فرائض میں والدین۔ بزرگ۔ استادوں اور حکام کا ادب
شامل ہے۔ ان میں سے جب کسی کے ساتھ میں وہ بیوفائی یا گستاخی کریں گے تو وہ
انسانیت کے ساتھ دشمنی کریں گے اور سوسائٹی کیواسطے نقصان رساں ہونگے۔

ہماری یہ نصیحت حاکمانہ اور جابرانہ ہرگز نہیں ہے اگر ہمارے طالب علم اپنے آپ کو باپ
مربی۔ اُستاد یا حاکم تصور کرلیں تو اس مسئلہ کا حل بخوبی ہو جائیگا کہ اون کی خواہش کیا ہوگی پس
جو تم ایسی حالت میں چاہتے ہو۔ ویسا ہی برتاو تم بھی اپنے بزرگوں اوستادوں اور حاکموں
سے کرو۔

انتظام دنیا بغیر درجہ بندی کے ہرگز نہیں چل سکتا ہے۔ ہم نے لڑکپن میں مُلا جامی کا

عقائدنامہ پڑہا تہا جس کے چند اشعار ہمکو ہمیشہ یاد رہتے ہیں اور جنکو نقل کرنے سے غالباً ہم اپنے مدعا کو اچھی طرح سمجھا سکتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

گر خدا بودے از پئے افزوں — کے بماندی جہاں بایں قانوں
در فیض وجود بستہ شدی — تار و بود رضا گسستہ شدی
داند آنکس نہ عقل دارد بہر — کردے شیئ را جو جا شود یک شہر
سلک جمعیت از نظام افتد — رخنہ در کار خاص و عام افتد

پس حاکم و محکوم۔ آبرو مامور ہونا اوس طبیعت کے واسطے جو خداوند تعالیٰ نے انسان کو دی ہے ایسا ہی ضرور ہے جسطرح حیات کے واسطے روح اور جسم کا ضرور ہے۔ غالباً ہمارے اس دلسوزانہ نصیحت کا مسلمان طالب علموں پر خاص اثر پڑے گا۔ اور وہ اسکولوں اور کالجوں میں چاند کیطرح روشن اور پیارے معلوم ہوا کرینگے۔

اس زیر غور مراسلہ کے فقرہ ۷ اور ۸ میں اسکے اوپر اپنے ملازموں کا خیال حضور ویسرائے نے رجوع کیا ہے کہ انکشاف مقدمات کیواسطے کیا کیا تدابیر کرنا چاہیئے۔ جس کی بابت ہم پبلک سے یہ گذارش کریں گے کہ وہ سرکاری بدخواہوں کے (جو کہ درحقیقت ملک کے بدخواہ ہیں) جستجو میں ہرگز حکام کے اشارہ کے خواہاں نہوں۔ بلکہ خود اس ٹوہ میں رہیں اور جسکو ذرا سا بدخواہ جانیں فوراً اسکی اطلاع۔ کلکٹر ضلع یا سپرنٹنڈنٹ پولس سے بزبانی یا تحریر کردیں کیونکہ جسطرح ہمنے اوپر ملازموں کی بابت لکہا ہے غیر ملازم رعیت کا بہی فرض ہے کہ وہ گورنمنٹ کی بدخواہی کو ذرہ بھر گوارا نہ کرے۔ مگر ہاں یہ ضرور اور سخت ضرور ہے کہ صحیح اور بالکل صحیح اطلاعیں دیجائیں۔ اور جسقدر حال معلوم ہوا اسیقدر کہا جائے نہ بڑہا کر اور نہ گہٹا کر ذاتی یا قومی عداوت کا ادنیٰ بہی دخل اسمیں نہیں ہونا چاہیئے۔ اور یہ یاد رکہنا چاہیئے کہ جہوٹی اطلاع نہ اطلاع دہندے کو صرف حقیر کردیتی ہیں بلکہ قانونی شکنجہ میں بہی دبا سکتے ہیں۔ اور قومی بدنامی کا باعث ہو سکتی ہے۔ زیادہ کیا زیادہ کیا۔

اسمٰعیل

اڈیٹر کے مختصر نوٹ

آگرہ ذیل کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانہ میں آگرہ کا نام (اگرہ) تھا یعنی الف آگرہ کا ممدودہ نہ تھا۔

طالب آملی جو عہد جہانگیر میں ملک الشعرا تھا لاہور کی تعریف کے ایک قصیدہ میں کہتا ہے۔

ز اگرہ تا بجیابان گلشن لاہور　　رفیق بودم با ابرہاے بارانی

اور یہی شاعر ایک قطعہ میں لکھتا ہے۔

آمد اینک با اگرہ در شورش　　دل طپاں چوں کبوتر است مرا

صائب کا یہ شعر بھی اسکی تصدیق کرتا ہے۔

توتیا ساز د غبار اگرہ و لاہور را　　چشم من تا خاکمال گرد برہانپور خورد

صائب کا دوسرا ایک شعر ایک قصیدہ میں یہ ہے۔

زاں پیشتر کز اگرہ بہ معمورہ دکن　　آید عنان گسستہ تر از سیل بیقرار

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ضرورت شعری کے سبب سے الف کی مد اڑا دی گئی ہے۔ کیونکہ ہر موقع پر ایسا نہیں ہو سکتا۔

بعض غلطیاں ہم دیکھتے ہیں کہ بعض الفاظ کے استعمال میں غلطیاں برابر جاری ہیں۔ مثلاً بادشاہ کی بیوی کے واسطے (ملکہ) کے لفظ کا استعمال غلط ہے۔ کیونکہ (ملکہ) عورت بادشاہ کو کہتے ہیں نہ کہ بادشاہ کی بیوی کو۔ بادشاہ کی بیوی کے واسطے صحیح لفظ بادشاہ بیگم یا شہنشاہ بیگم ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر کسیکو بادشاہ وقت کی طرف سے (ملکہ) کا خطاب دیا گیا ہو تو دوسری بات ہے اسی طرح الفاظ (دار السلطنت۔ دار الحکومت۔ دار الریاست۔ دار الخلافة) کو خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ الفاظ بالکل جدا جدا معنی رکھتے ہیں۔ لفظ دار الخلافة درحقیقت اس زمانہ میں ایک بے معنی لفظ ہے مگر بار ہا دار السلطنت کے واسطے اوسکو استعمال ہوتا ہوا ہم دیکھتے ہیں۔ (والی) کا لفظ بھی اسی قسم کا ہے جسکو بادشاہ کے معنی میں ہم نے لکھا دیکھا ہے اس زمانہ میں (والی) کے معنی سلطنت ہاے مسلمانان میں گورنر کے ہیں اور ہندوستان میں

اون رئیسوں کو کہتے ہیں جو نیم خود مختار ہوں۔ پس بادشاہ کے واسطے (والی) کے لفظ کا استعمال غلط ہے۔

بمبئی کونسل اور مسلمانوں کی ملازمت

بمبئی کے قانون ساز کونسل میں بجٹ کی تقریروں میں وہاں کے مسلمان ممبران کونسل نے گورنمنٹ بمبئی کی توجہ اس ضروری سوال کیطرف مائل کی کہ مسلمانوں کی تعداد اوس صوبہ کی بڑی اسامیوں پر بہت کم ہے۔ جسکا جواب حضور گورنر بمبئی نے اسطرح دیا۔

"میں افسوس کرتا ہوں کہ اس کونسل میں یہ بیان کیا گیا کہ گورنمنٹ نے جماعت اسلام کے ساتھ ملازمت سرکاری میں آسامیاں دیتے وقت پورا انصاف نہیں کیا۔ افسوس ہے کہ بلا مکمل معلومات حالات کے نامناسب مقابلہ دوسری گورنمنٹوں سے کیا گیا۔ اگر وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ گورنمنٹ ملازمت میں مسلمانوں کو پورا حصہ نہیں ملتا واقعات سے واقف ہوتے تو اونکو معلوم ہوتا کہ رجحان اونکے قول کے بالکل خلاف ہے حتیٰ کہ دوسری جماعتوں نے اس رجحان کے خلاف گفتگو کی ہے۔ گورنمنٹ با قابلیت مسلمان امیدواروں کے حقوق کا جہاں کہیں وہ ملیں گے مناسب خیال رکھے گی۔ مگر ملازمت میں فوائد عامہ کے خیال سے وہ ہرگز اون لوگوں کو ترجیح نہیں دے سکتی ہے۔ جو علانیہ ناقابل ہیں۔ ملازمت سرکاری میں مناسب حصہ کے حصول کا کل مسئلہ محض تعلیمی مسئلہ ہے جو خود بخود طے ہو جاوے گا کیونکہ میں واقف ہوں کہ یہ جماعت سرگرمی سے اپنی کمی دور کرنا چاہتی ہے جو مرتبہ اسوقت پارسیوں کی مختصر جماعت نے حاصل کیا ہے وہ ضرور مسلمانوں کو عمدہ راستہ بتلاتی ہے کہ وہ خود اگر تعلیم کا کام واقعی اصلی ترقی کی نگاہ سے کریں حاصل کر سکتے ہیں۔ اس اثنا میں تمام سچے دوست جماعت اسلام جن میں میں اپنے تئیں بھی شمار کرتا ہوں خوف ظاہر کریں گے کہ اگر پوری ہونیوالی خواہشات اون کی جانب سے پیش کیگئیں تو ممکن ہے کہ اونسے ہمدردی منتقل ہو جاوے جسکا ہم سب کو افسوس ہوگا۔"

——— حضور گورنر کا جواب ہماری راے میں مسلمانوں کے انٹرسٹ کی ہرگز خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ حضور فرماتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں۔ البتہ حضور نے قابلیت کی شرط لگائی ہے یعنی گورنمنٹ با قابلیت مسلمان امیدواروں کو

حقوق کا جہاں کہیں وہ لیں گے مناسب خیال ہو سکے گی) اور بلاشبہ یہ شرط ضروری ہے اور اسپر زور دینے کا گورنمنٹ کو پورا حق ہے۔

ہمکو جہاں تک علم ہے اسمیں شک نہیں ہے کہ بمبئی کے مسلمان جس طرح آسودگی میں خدا کے فضل سے تمام دوسری اقوام سے بڑھ چڑھ کر ہیں اوسیقدر تعلیم اور جدید تعلیم میں سب سے کم اور پیچھے ہیں۔ پس ایسی حالت میں سوا اسکے کہ جو جواب حضور گورنر نے دیا ہے اور کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ ہم کو جب کبھی موقع ملا ہے ہم نے بمبئی کے سرآوردہ اور عام مسلمانوں کی توجہ اون کی کم علمی کی طرف مبذول کرائی ہے۔ جسکے جوابات ہم نے یہ سنے ہیں کہ تجارت کو وہ افضل جانتے ہیں۔ بیشک یہ جواب اون کا قابل اعتراض نہیں ہے لیکن قومی زندگی کے واسطے یہ لازم ہے کہ ہر صیغہ میں وہ حصہ یاب ہوں۔ اور صیغہ ملازمت کیواسطے جدید تعلیم لازمی ہے اور اونچی پوسٹوں کے واسطے اونچی تعلیم ہی ہونا چاہیئے۔ جس کی کمی درحقیقت بمبئی کے مسلمانوں میں بہت کچھ ہے۔ اور اسیکا نتیجہ ہے کہ گورنمنٹ کو چارہ کار اس کے سوا نہیں ملا کہ وہ اس غلطی سے اونکو از سر نو آگاہ کرے۔

بمبئی کے مسلمانوں کی تعلیم کیطرف سے عدم توجہی کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ قوم جو ایک دو نہیں بلکہ اوس سے زاید قومی کالج اپنے واسطے بنا سکتے تھے صرف ایک اسکول اوسکا ہے۔ حالانکہ تمام دوسری قوموں کے خود اپنے متعدد اسکول اور کالج شہر بمبئی میں موجود ہیں۔

حضور گورنر صاحب نے نہایت معقول مثال اولوالعزم پارسیوں کی دی ہے کہ (جو مرتبہ اسوقت پارسیوں کی مختصر جماعت نے حاصل کیا ہے وہ ضرور مسلمانوں کو عمدہ راستہ بتاتا ہے) ہم نے خود بارہا اس مثال کو اپنے اخوان دین کے روبرو پیش کیا ہے۔ کہ اونکو دنیوی ترقی میں پارسیوں کی مثال مدنظر رکھنا چاہیئے کہ یہ لوگ باوجود قلیل تعداد ہونے کے اقتدار اور درجہ میں صوبہ بمبئی کی سب قوموں سے فائق اور برتر ہیں۔ اور اسکا سبب وہ عام تعلیم ہے جو پارسیونکی زن و مرد نے حاصل کی ہے۔

حضور گورنر کی اس اسپیچ کا آخری فقرہ اگرچہ دل خوش نہو مگر بالکل صحیح اور واجبی ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اگر مسلمان تعلیم میں ترقی نہیں کریں گے تو بلاشبہ صیغہ ملازمت میں افزونی کی اونکی

خواہشیں رد کرنا پڑیں گی۔

ہم اس موقعہ پر اپنے آسودہ بھائیوں یعنی مسلمانان بمبئی سے یہ عرض ضرور کریں گے کہ وہ دو کالج ایک بمبئی اور ایک کراچی میں قایم کریں۔ تاکہ اوس صوبہ کے مسلمانوں کی روشنضمیری اور قوت میں ترقی ہو۔

علاوہ اسکے بمبئی کے واسطے بڑی نام آوری ہو اگر وہ جہازرانی سکھانے کے واسطے بھی ایک کالج قایم کر سکے۔ کیونکہ جہازرانی مسلمانوں کا قدیم پیشہ ہے جو اب جدید علم و فن کے سبب سے اون سے نکل گیا ہے۔ (توجہ طلب ہے)

حضور گورنر بہادر کے اس فقرہ کی نسبت (جو ہم کہ دوسری جماعتوں نے اس رجحان کے خلاف گفتگو کی ہے) یہ عرض کرنا ضرور ہے کہ حضور دوسری جماعتوں کے اعتراضوں پر آئندہ بھی توجہ نفرمائیں۔ اور جہانتک حضور سے ممکن ہو اور انصاف کے خلاف نہو بدنصیب مسلمانوں کی مدد سے دریغ توجہ نفرمائیں۔ اگر حضور گورنر بہادر مسلمانان بمبئی کو وہاں اور کراچی میں ایک ایک قومی کالج بنانے پر متوجہ اور آمادہ فرما سکتے ہیں۔ تو بڑی پرورش ہوگی۔ اور حضور ممدوح ایک بڑا احسان درماندہ اور گم کردہ راہ قوم کے حق میں کرینگے۔

تعلیم مسلمانان صوبہ بمبئی اور کونسل

آنریبل مسٹر رفیع الدین نے جلسہ کونسل منعقدہ ۱۴ جون میں گورنمنٹ بمبئی کی توجہ اوس صوبہ کے مسلمانوں کی کمی تعلیم پر جبکہ مبذول کرائی اور یہ خواہش کی کہ اسکی تحقیقات کے واسطے ایک کمیٹی مقرر کیجائے تو اوسکا جواب دیتے ہوئے آنریبل مسٹر شارپ ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم صوبہ بمبئی نے یہ فرمایا۔

گورنمنٹ کو خاص توجہ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کی طرف ہے۔ سفارشات رپورٹ تعلیمی کمیشن کے موافق گورنمنٹ سرگرمی سے کاربند رہی ہے۔ ہر سال ڈائرکٹر اپنی رپورٹ میں مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کا تذکرہ کرتا ہے۔ ڈائرکٹر صاحب نے کہا کہ مسٹر رفیع الدین نے ان دشواریوں کا تذکرہ کیا ہے جو مسلمان ٹرینگ کالج میں محسوس کرتے ہیں اونھوں نے تفصیلات بیان نہیں کیں مگر اون کی تقریر سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ غیر ہمدردانہ برتاؤ ہوتا ہے کہ بکثرت پروفیسران کالج غیر مسلم ہیں۔ سب سے نزدیک کالج پونہ کا ہے۔ یہاں ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا ہے کہ مسلمان طلبہ کے ساتھ کیا برتاؤ ہوتا ہے۔ اس

کالج میں طلبا کا داخلہ بذریعہ امتحان ہوتا ہے اور مسلمان طلبا کے فائدہ کی خاطر معیار گھٹا دیا گیا ہے۔ اگر دو امیدواروں کے لئے جگہ ہوتی ہے تو کالج یہی نہیں کرتا کہ اول ۵۰ طلبا میں جسقدر مسلمان طالب علم ہوں بھرتی کرے بلکہ ۲۵ مسلمان طلبہ تلاش کر کے بھرتی کر لئے جاتے ہیں۔ ہر جماعت کے ساتھ نہایت فیاضانہ برتاؤ ہو رہا ہے۔ میں یہ خیال نہیں کرتا کہ وہ یہ ثابت کر سکے ہیں کہ تحقیقات اسی صورت میں ہو کہ انہوں نے اظہار کیا ہے باکا ثابت ہو کہ مجھے خود نہیں معلوم ہے کہ انہوں نے تمام وکمال واقفیت خود حاصل کی ہے کہ وہ سرگرمی سے اسوقت حصہ لے سکیں۔ میں اُن سے خواہش کرونگا کہ وہ اسبارہ میں زیادہ سرگرمی سے کوشش کریں۔ زیادہ تفصیلات بتلائیں کہ ہم اُن واقعات کو جو قابل منظوری ہوں سمجھ سکیں اور جب تک وہ اِن واقعات کو جمع کریں ہم لوگ اس مسئلہ پر زیادہ توجہ سے غور کریں گے۔ میرے خیال میں اسوقت اس تحقیقات سے کوئی عملی فائدہ نہ تو عام باشندگان احاطہ بمبئی اور نہ مسلمانوں کو حاصل ہو سکتا ہے۔ رزولیوشن پر مباحثہ سے ایک بات اخذ کیجاتی ہے کہ بمبئی میں ابتدائی تعلیم مسلمانوں میں اسوجہ سے زیادہ فروغ نہیں کرنے پائی کہ اُن کو علاوہ گجراتی اور مرہٹی کے جو صوبہ کی زبان ہے اور جس میں تمام کاروبار ہوتا ہے کچھ اُردو اور عربی بھی پڑھنی پڑتی ہے۔ جب تک مسلمان طلبا اُن دو میں کچھ مہارت پڑھنے لکھنے کی پیدا کرتے ہیں ایک زبان گجراتی یا مرہٹی پڑھنے والے سکنڈری تعلیم کے درجہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اسکی اصلاح اسوقت تک نہیں ہو سکتی ہے جب تک رسم خط کی بحث نہ طے کیجائے اور ہر صوبہ کو اپنے باشندگان کیحالت ابتدائی تعلیم میں آزادی دے اور جو کارروائی مناسب سمجھے اختیار کرے جو رعایات ٹرننگ کالج میں کیجاتی ہیں وہ خود مسلمان طلبا کی خودداری کے خلاف ہیں اور اِن رعایات سے ہمکو یہ دیکھکر حیرت نہیں ہوئی کہ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

——— ہماری رائے میں جو جواب گورنمنٹ بمبئی کی طرف سے آنریبل مولوی رفیع الدین کو دیا گیا وہ بالکل اطمینان کے لائق ہے اور کچھ شبہ نہیں رہا کہ گورنمنٹ بمبئی اپنی مسلمان رعایا کے ساتھ ضروری اور مناسب رعائتیں کرنے سے ہرگز دریغ نہیں کر رہی ہے۔ اور غالباً آنریبل مسٹر رفیع الدین صاحب کو بھی اِس جواب سے اسیطرح پوری تشفی ہو گئی ہوگی جس طرح ہمکو ہوئی ہے۔

پوناکالج میں جو رعایت مسلمانوں کی ساتھ میں دکہائی گئی ہے وہ بہی ہر طرح قابل الامتنان اور شکرگذاری کے ہے لیکن اِس میں شبہ نہیں ہے کہ میڈ تعلیم میں مسلمان امیدوار کے ساتھ قید عمر لگی ہوئی ہے گو مسلمان طلبا اِس سے مستثنیٰ کردیئے گئے ہیں پاس ہونے کے لئے ۴۰ فیصد نمبر معمولی مضامین میں کامیاب طالب علم کو حاصل کرنے چاہئیں گو مسلمانوں کے حق میں ۳۳ نمبر کافی سمجھے گئے ہیں۔ اور عربی وفارسی میں بجائے ۵۰ کے ۴۰ نمبر کافی سمجھے گئی ہیں سوائے اِس امر کے کہ یہ نہیں کہدیا گیا ہے کہ مسلمان امیدوار کالج کا ایک دروازہ سے اندر داخل ہوں اور دوسرے دروازہ سے سرٹیفکیٹ لیکر نکل جائیں۔ باقی جو کچھ رعایت اون کے ساتھ ہوسکتی تھی کی گئی ہے۔ محرک رزولیوشن نے شکایت کی ہے کہ اردو اسکولوں کے مدرس ناقابل ہوتے ہیں۔ اِن مراعات کا خیال کرکے جو مسلمان امیدواروں کے ساتھ کیجاتی ہیں یہ کوئی تعجب نہیں ہے کہ جسوقت وہ نارمل اسکول سے پاس ہوکر نکلتے ہیں تو وہ کمزور دکہلائی دیتے ہیں۔ دو سخت رکاوٹیں مسلمانوں کی تعلیم کے راستہ میں ہیں وہ یہ کہ قرآن پڑہنا اور اردو زبان سیکہنی اونہیں لازمی ہیں۔ یہ رکاوٹیں مسلمان ہی دور کرسکتے ہیں۔

اور اسی سلسلہ میں ختم کارروائی پر حضور گورنر صاحب بمبئی نے بیان کیا کہ ڈائرکٹر صاحب سررشتہ تعلیم نے ثابت کردیا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ تعلیم میں خاصکر رعایات کیجاتی ہیں۔ مجھے خاصکر آنریبل مسٹر شارپ کی تقریر کا اثر ہوا کہ ٹریننگ کالج پونہ میں مسلمانوں کے وہ مراعات کیجاتی ہیں جو اور جماعتوں کے ساتھ نہیں ہوتیں۔ آنریبل ممبر نے یقیناً یہ درست کہا کہ بطور جماعت کے مسلمانوں کو ان مراعات سے فائدہ نہیں ہے۔ مجھے امید ہے کہ محرک رزولیوشن یہ خیال کرینگے کہ گورنمنٹ اونکے یا اونکے اوستادوں کی تعداد میں اگر مناسب اضافہ ہوگا۔ تو مسلمان طالبعلموں اور اونکے والدین اور مربیوں میں تعلیم کی رغبت میں بہی اضافہ ہوگا۔ او مسلمان اُستادونکی کمی مسلمان طالب علموں کی کمی کا باعث ضروری ہے۔

گر ہمکو قطعی یقین اور بہروسہ ہے کہ گورنمنٹ بمبئی مسلمانوں کی تعلیم کی اِس پہلو سے ہرگز غفلت نہیں کرے گی۔

علاوہ اسکے یہ بیان کہ قرآن مجید اور اردو زبان کی تعلیم اوس صوبہ کے مسلمان بچونکو اُن بچوں

(یعنی غیر مسلم بچوں) سے پیچھے کر دیتی ہے جو قرآن مجید و سپارہ نہیں پڑہتے ہیں۔ ہماری راے میں بلاشبہ صحیح ہے اور اسطرف توجہ کرنے اور اس مسئلہ کو حل کرنے کا بار ضرور صوبہ بمبئی کے مسلمانوں پر خاصکر ہے۔ اور ہمکو کامل یقین ہے کہ جو معقول تدبیر اس بارہ میں گورنمنٹ بمبئی کو وہانکے مسلمان بتائینگے گورنمنٹ موصوف اوسکو قبول اور اوسپر عمل کرنے سے دریغ نہیں فرمائیگی۔

دیسی زبانوں یعنی صوبوں کی دیسی زبانوں کا سوال وقتاً فوقتاً مسلمانوں کے مقابلہ میں ہمیشہ اوٹھا کرتا ہے اور بلاشبہ یہ ایک دقیق سوال ہے۔ کیونکہ جس صوبہ کے رہنے والے مسلمانوں کو اس سے مفر نہیں ہے کہ وہ اوس صوبہ کے خط یا زبان کو بخوبی جانیں اور غالباً عملاً ایسا ہی ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ بمبئی کے مسلمان گجراتی زبان سے ویسے ہی واقف ہیں جسطرح کہ ہندو یا پارسی واقف ہیں پس اسکولوں کے متعلق یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ انہیں جو مسلمان ہوں اونکو گجراتی یا مرہٹی کی تعلیم نہ دلائی جائے۔ لیکن اسی کے ساتھ میں قرآن مجید کا پڑھنا بھی مسلمان بچوں کو لازم بلکہ الزم ہے۔ اور اردو دانی بھی ایک حد تک مسلمانوں کو ہندوستان کے ہر ایک صوبہ میں کچھ تو اسوجہ سے ضرور ہے کہ مسلمانوں کی مذہبی کتابیں ہندوستان کے اندر اسی زبان میں ہیں اور کچھ اسوجہ سے بھی کہ درحقیقت ہندوستان کے عمومی اور ہندوستان کے کل مسلمانوں کے خصوص زبان اردو ہے۔ غرضکہ یہ ایک پیچیدار مسئلہ ہے۔

چونکہ اصلی حل اس مسئلہ کا اسی صوبہ کے مسلمان کر سکتے ہیں۔ جہاں ایسی بحث ہو مگر ہم جو مشورہ اور راے دے سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ پانچ سال کی عمر سے سات سال کی عمر تک صرف قواعد بغدادی اور قرآن مجید اور اردو کی کتابیں پڑہائی جائیں اور اسکے واسطے مسلمانوں کی طرف سے انتظام ہو اور گورنمنٹ اس میں فقط اردو کی تعلیم کے واسطے روپیہ سے مدد اور نگرانی کرے۔ سات برس کی عمر کے بعد لڑکے اون اسکولوں میں داخل کئے جائیں جنمیں صوبہ کی زبان کے ذریعہ سے تعلیم ہوتی ہو۔

لیکن ہر ایک اسکول میں ایسا انتظام ضرور ہو کہ ہر روز ایک گھنٹہ مسلمان بچے قرآن مجید اور اردو پڑھتے رہیں جسمیں سے نہ اردو کا انتظام گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہو اور قرآن مجید کی تعلیم کا مسلمان بندوبست کر دیں۔ مگر اردو کے واسطے امتحان میں پاس ہونے کی اوسی طرح قید اور شرط نہو جیسی

طرح مشن کالجوں اور اسکولوں میں بائبل میں کامیابی سے نمبر حاصل کرنے کے پاس ہونے کے واسطے شرط نہیں ہے۔

——— ہم اس ذیل میں یہ اپنی پرانی راے ظاہر کردینا ضروری جانتے ہیں کہ مسلمان اپنے تعلیمی معاملات پر غور کرنے کے واسطے جبتک صوبہ دار جلسے قایم نہیں کریں گے ہرگز اون دشواریوں کا حل نہیں ہوسکے گا جو طرح طرح کی شکلوں میں مسلمانوں کے واسطے پیش رہتی ہیں۔ آل انڈیا کے زیر عنوان تحریکیں ہرگز اوسقدر مفید نہیں ہوسکتیں جسقدر کہ لوکل تحریکیں مفید ہوسکتی ہیں۔ ہمکو یاد ہے کہ چند سال اول صوبہ بمبئی کیواسطے ایک ایجوکیشنل کانفرنس قایم ہوئی تھی جس کے جلسے شاید دو سال ہوکر بند ہوگئے۔ اوسکو پھر زندہ کرنا چاہیے یا کوئی دوسرا جلسہ اس واسطے مسلمانوں کو قایم کرنا چاہیے۔ اور ان جلسوں کا کام اسی قسم کے مسائل پر غور کرنا ہو۔ گو کہ یہ فرض مسلمانوں کا ہے کہ وہ اپنی قومی مشکلات کے حل کرنے پر متوجہ ہوں۔ لیکن اگر اونمیں ایسی فیلنگ نہیں ہے تو ہم ڈائرکٹر صاحب سررشتہ تعلیم بمبئی سے گذارش کریں گے کہ اگر وہ مسلمانوں کی ایک مختصر کانفرنس سال میں ایک مرتبہ جمع کرکے تبدیل خیالات فرمالیا کریں تو بعید از بندہ نوازی نہوگا۔ گو مسلمانوں میں بیداری کے آثار پیدا ہوچلے ہیں۔ مگر ابھی اونکو سہارا دینے کی ضرورت ضرور ہے۔ جناب پولس کمشنر صاحب بہادر بمبئی نے از راہ مرحمت جبکہ لاوارث مسلمان بچوں کے واسطے فنڈ جمع کرنا چاہا تو بہل نہیں بلکہ ہفتوں میں جمع ہوگیا اسی طرح صیغہ تعلیم میں بھی اگر نیک یورپین افسران مسلمانوں کی رہنمائی کریں گے تو مسلمان بہت جلد کامیابی کے راستہ پر لگ جائیں گے۔

——— مسلمانوں کو اپنے اپنے صوبوں کی زبانیں حاصل کرنے میں جو دشواریاں ہیں اون کے متعلق اب سے تقریباً دو سال اول ہم نے اپنا خیال کسی اخبار میں جو ظاہر کیا تھا اوسکا اعادہ پھر کریں گے۔ یعنی ہماری راے یہ ہے کہ مسلمانوں کے حق میں سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ ہر صوبہ کی عمومی زبان اور خط کو اوس صوبہ کے اندر اپنی زبان اور خط قرار دے لیں اور اوس میں عام طور پر وہ ہی لیاقت اور قابلیت حاصل کریں جو اوس صوبہ کے دوسرے باشندے نمیں ہے اور اپنے قومی اور مذہبی لٹریچر سے اوس زبان اور حروف کو بھر دیں۔ رہی اردو زبان اوسکو

بطور سکنڈ لینگویج حاصل کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ اسپر اصرار کریں گے
کہ اپنے صوبہ کی زبان اور حروف کیطرف سے بے پروائی کرکے حرف اردو پر حصر کریں تو اونکو
ضرور نقصان پہنچیگا علی الخصوص اون صوبوں میں جن میں اون کی تعداد کم ہے۔ جیسا کہ صوبہ
مدراس یا بمبی ہے۔

اسلامی لٹریچر کو فارسی کے حروف پر منحصر کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ بلکہ جس
طرح دوسرے ملکوں کی زبان سیکھنے سے چھٹکارا نہیں ہوسکتا اوسی طرح اون حروف کو بھی
اپنا بنانا اور قرار دینا چاہیے۔ ہندوستان کا کوئی خاص حصہ نہیں بلکہ کل ہندوستان مسلمانوں کا
ویسا ہی ملک ہے جیسا کہ ہندوؤنکا یہ ملک ہے۔ پس مسلمانوں کو اوس کے ہر حصہ کی زبان
بھی اسیطرح اختیار کرنا چاہیے جس طرح آریوں نے آخرکار اختیار کرلی۔ مشرقی بنگال کی پست ہمتی
خاصکر مدت سے زیادہ افسوس اور ملامت کے لایق ہے کہ جہاں پچہتر فیصدی اونکی تعداد ہو وہاں
بھی ملکی زبان اونکی علمی اور قومی زبان نہ ہو۔ بلاشبہ ایک عمومی زبان مختلف حصص ملک کو باہم
ملادیتی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ جو نقصان ملکی زبان کو چھوڑکر دوسری زبانوں کے اختیار کرنے
کی دشواریوں کے سبب سے عام تعلیم میں پڑتا ہے وہ اتنا کم نہیں ہے جس کی طرف سے چشم
روپوشی کیجائے۔ مسلمانوں کو اپنے آپ کو ہندوستان کے اندر ایک اجنبی قوم نہیں قرار دینا چاہیے
اور بلاشبہ اگر وہ لوکل خط اور لٹریچر سے غافل رہیں گے تو ضرور اجنبی کہلائے جانے کے اعتراض
سے نہیں بچ سکتے۔ مرہٹی۔ بنگالی۔ گجراتی۔ پنجابی۔ سب ہماری ویسی ہی زبانیں ہیں جسطرح
فارسی عربی۔ یا پشتو اور ترکی زبانیں ہماری ہیں۔

متفرقات

شہنشاہ جارج پنجم قیصر ہند کی سالگرہ کے موقع پر جو پہلی جون میں اعزاز عطا
ہوئے اون میں سے سر کریم بھائی ابراہیم رئیس و تاجر بمبئی کو بیرونٹ
بنایا گیا ہے یہ درجہ نسلاً بعد نسلاً قایم رہتا ہے یعنی صرف درجہ حاصل کرنے والے کی وفات
کے ساتھ ختم نہیں ہوتا۔

ہندوستان میں کئی پارسی اور ہندو اول سے بیرونٹ کے درجہ پائے ہوئے ہیں مگر
مسلمانوں میں یہ عزت پہلے پہل سر کریم بھائی ابراہیم کو حاصل ہوئی۔ جسکی ہم دلی مبارکباد

اون کو دیتے ہیں۔
ٹیمس آف انڈیا نے اسکی بابت جو سطریں لکھی ہیں اُنکا ترجمہ یہ ہے۔
سر کریم بھائی ابراہیم کو پہلا مسلمان بیرونٹ ہونے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ سر کریم بھائی نے شہر کی مرفتی و صنعتی ترقی میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ وہ اون ملک التجار جماعت میں سے ہیں جو ترقی کرنے والے گروہوں کی جڑ ہیں اور اونہوں نے اپنی دولت کو بہت فیاضی اور دانائی سے صرف کیا ہے۔
اون کی پرائیوٹ بخششیں بے شمار اور بے تعداد ہیں اور اونکے پبلک عطیات پرنس آف ویلس میوزیم میں سائنس کالج ہیں اور مسلمانوں کی تعلیم کیواسطے بہت وسیع اور اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔ علاوہ اسکے اونکی دانائی اور فیاضی کی اسپرٹ اونکے لڑکوں میں بھی موجود ہے جو کریم بھائی کے خاندان کا نام روشن کر رہے ہیں۔
—— ہم نہایت خوشی سے رسالہ العزیز کے معزز خریدار یعنی خان بہادر نواب مزمل اللہ خاں کو نوابی کے خطاب اور خان بہادر حاجی محمد عبدالرشید خاں صاحب کو خانبہادری کے خطاب ملنے سے مبارکباد دیکر دعا دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اور زیادہ ترقی مدارج کرے اور طویل عمریں ان خطابوں کو حاصل کرنے کیواسطے عطا فرمائے۔
—— پچھلے مہینے میں جو فتح علیگڈہ کالج کی ٹیم نے کرکٹ میں حاصل کی اوسکی بابت نینی تال کے لوکل انگریزی اخبار "لیک زیفر" LAKE ZEPHEYR نے اپنے ۹ جون کے پرچہ میں اسکی کیفیت اسطرح چھاپی ہے۔
ہیوٹ کرکٹ چیلنج شیلڈ کا فائنل میچ درمیان ۴ وارسیسٹر رجمنٹ اور علیگڈہ کالج ٹیم کے تین دن تک رہا۔
یہ ایک بہت زور کا میچ تھا اور پہلی اننگس کے نتیجہ سے میچ بالکل برابر کا معلوم ہوتا تھا لیکن علیگڈہ نے دوسری اننگس میں اتنے رن کرلئے جس سے وارسیسٹر کے واسطے بہت کم امید باقی رہی۔
نتیجہ یہ ہوا کہ علیگڈہ ٹیم ۲۱۰ رن سے جیت گئی۔

مسز لیزلی پورٹر (یعنی لاٹ صاحب کی لیڈی صاحبہ) نے بڑی عنایت سے جیتے ہوؤں کو شیلڈ اور تمغے اور ہارے ہوؤں کو صرف تمغے عطا فرمائے۔ عطا کرنیکے وقت علیگڈہ کالج کا صرف کپتان موجود تھا باقی ٹیم کے لڑکے بڑی تعجب کی بات ہے غیر حاضر تھے شاید اسکا سبب بوندا باندی ہو جو اوس روز تھی۔ مگر ہاری ہوئی پوری جماعت معہ اپنے کپتان لفٹننٹ ڈینس کے تمغے لینے کے لئے موجود تھی۔

——— اگر ہماری آواز منتظمان علیگڈہ کالج تک رسائی حاصل کرسکتی ہے تو ہم انکو علیگڈہ کالج اور اوسکے طالب علموں کی بہتری کیواسطے یہ رائے دینگے کہ منتظمان کالج کو اون روایات کی تائید کیطرف سے غفلت نہیں کرنا چاہئیے جو یہ تھیں کہ علیگڈہ کالج کے طالبعلم تہذیب و شائستگی میں دوسرے کالج کے پڑہے ہوؤں سے ممتاز ہیں۔ اور ہم یہ مشورہ دینگے کہ آیندہ سے ہر ایک ٹیم ایک یورپین پروفیسر کے زیر اہتمام بھیجا جایا کرے۔ تاکہ اوسکے رہنمائی کی وجہ سے ایسی فروگذاشتیں نہ ہونے پائیں جسکا تذکرہ (لیک زیفر) نے تعجب کے ساتھ کیا ہے اور جس غلطی کا ہر ایک مسلمان موجودہ نینی تال کو دلی افسوس تھا۔

——— معلوم نہیں کہ اسکا وقت کیوں نہیں آتا کہ مالکان اخبارات اون اشتہارات کو چھاپنا بالکل بند کردیں جو قوت و طاقت کے متعلق ہوتے ہیں۔ گو اونکے الفاظ قانون کے حدود کے اندر ہوتے ہیں مگر در حقیقت ایک سخت مضر اثر خصوصاً مسلمان بچوں پر وہ ڈالتے ہیں۔ روز بروز تعلیم میں ترقی ہونے کے سبب سے اب آٹھ دس۔ بارہ۔ چودہ سال کے بچے اردو اخبارات کو پڑہنے لگے ہیں۔ پس اونکی نظر ایسی اشتہاروں پر پڑنے سے بلاشبہ ایک مضر تشویق ہونے کا آلہ ہو سکتے ہیں۔ اور ایسی دواوں کا استعمال نہ صرف اونکے اخلاق بلکہ اونکی تندرستی کے واسطے ضرر رساں ہوتا ہے۔

جب کسی عضو کو بذریعہ دواؤں کے ابتدائی عمر میں قوت پہنچائی جاتی ہے تو اسکی مثال ٹوائکر و اور حکما نے چابک مار کر گھوڑوں کو بگ ٹٹ دوڑانے کے دی ہے جسکا نتیجہ گھوڑوں کو تھکا کر قبل از وقت اونکو کمزور کردینا اور اونکی عمر طبعی گھٹا دینا ہے۔

غرضکہ ہم مالکان اخبار کو خدا کا واسطہ تک دیکر سمجھانا چاہتے ہیں کہ وہ ایسے اشتہاروں کو چھاپکر اپنے آپ کو اس گناہ میں آلودہ نکریں کہ قوم کے بچے تباہی کی طرف مائل کئے جائیں۔

اور ہم خریداران اخبارات سے عرض کریں گے کہ وہ اون اخباروں کو جنکو وہ پڑھتے ہیں ایسے اشتہارات کے چھاپنے سے روکیں۔ ہم نہیں جانتے کہ ہندوستانی ممبران کونسل اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالکر اس مضر طریقۂ اشتہارات کو بند کرنے کے واسطے کونسل کی توجہ کیوں نہیں مبذول کرتی۔

اس عرصہ میں یہ بحث پیش رہی کہ شہنشاہ آنجہانی حضور ایڈورڈ ہفتم کی یادگار کس شکل میں قایم کیجاے۔ اگرچہ ہندوستان کے اندر مفید عام کاموں کی بہت کمی بطور ضرورت ہے مگر اس قسم کی یادگاروں میں اسٹیچوؤں کا بنانا بھی بہت موزوں ہوتا ہے۔ کیونکہ اونکے ذریعہ سے متوفی کی یاد اور محبت تازہ ہوتی رہتی ہے۔ پس ہماری راے اس صوبہ کے واسطے یہ ہے کہ ہمارے عزیز سابق بادشاہ کے دو بت ایک لکھنو اور ایک آگرہ میں قایم کئے جائیں۔ میکڈانل پارک آگرہ کا زبان حال سے پکار رہا ہے کہ اوس میں جابجا نامآوروں کی مجسمین نصب کیجائیں۔ اور نیز یونیورسٹی بلڈنگوں میں کسی موقع پر الہاباد میں بھی حضور محتشم الیہ کا ایک اسٹیچو قایم کرنا چاہئے۔ اگرچہ یہ صرف چاہتا ہے لیکن اگر الہاباد میں ایک کونسل ہال حضور ممدوح کے نام نامی پر بنایا جاے تو بھی بہت مناسب یادگار ہوگی کیونکہ جدید کونسلوں کا وجود آپ کے عہد بابرکت میں ظہور پذیر ہوا ہے۔

ہز ہائینس نواب صاحب بہادر رامپور کی یہ تحریک بھی کہ کل ہندوستان کیطرف سے ایک شفاخانہ دق اور سل کے مریضوں کے واسطے بنایا جاے۔ لایق عمل کے ہے۔ امید ہے کہ تمام والیان ملک دریادلی سے اس فنڈ میں چندہ عنایت کریں گے۔ اگر میدان میں اس شفاخانہ کا کوئی حصہ قایم ہوسکتا ہے تو آگرہ سب سے موزوں بوجہ اپنی لطافت آب و ہوا کے ہے۔ تاجگنج سے شمال جانب کی وسیع زمین جمنا کے کنارہ کنارہ پر ایک نہایت نفیس صحت گاہ قایم ہونے کے لایق ہے۔ جہاں بر مثل میکڈانل پارک کی ایک کافی عرض و طول میں سبزہ زار اس طرح پہ قایم ہوسکتا ہے کہ اوسمیں لاکھوں درخت یوکلپٹس کی لگادی جائیں اور موزوں موزوں مقاموں پر مریضوں اور معالجوں کے رہنے کے مکانات۔ اور شفاخانہ وغیرہ کی عمارتیں بنادی جائیں۔ سواے عمدت آب و ہوا کے آگرہ کا قدیم دارالسلطنت ہونا بھی اسکا استحقاق رکھتا ہے کہ وہ اب بھی در ماندم کا ملجا رہے۔

ہز آنر
ـــــــ ہزہائنیس نواب صاحب بہادر رامپور نے پانیر میں ایک خط چھاپکر اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ہز آنر سر جان ہیوٹ کی مدت ملازمت میں توسیع کی کوشش ہونا چاہیئے۔ ہمنے اس مسئلہ پر یہانتک غور کیا ہے ہم کہسکتے ہیں کہ اگر ایسا ہوسکتا ہے تو ضرور ہونا چاہیئے۔ کیونکہ آپ جب اس صوبے کے افسر اعلی مقرر ہوے ہیں آپ نے صوبہ کی بہبودی میں بہت ہی دلچسپی لی ہے۔ لکھنو میں ایک عظیم الشان میڈیکل کالج کی تجویز اس صوبہ کے واسطے نہایت مفید تجویز ہے۔ سوا اسکے صوبہ میں مختلف قسم کی صنعتوں اور حرفتوں کی تعلیم گاہوں کے قایم کئے جانے کے خیال کی جسقدر تعریف اور توصیف ہو بجا اور درست ہے۔ اور چونکہ یہ بیحد مفید تجویزیں ابھی درجات تعمیل کے طے کرنے کی حالت میں ہیں اسواسطے سر جان ہیوٹ صاحب کی ملازمت میں توسیع ہوجانا ہر طرح صوبہ کے واسطے مفید اور کار آمد ہے۔

آپ نے اس نازک زمانہ میں جطرح مسلمانوں اور ہندوں کے ساتھ اور اونکے حقوق میں انصاف اور اخلاق کا برتا ہے وہ بھی ہر طرح سب کی طرف سے شکر گذاری کے اظہار کے لایق ہے اور ضرور ایسا مدبر اگر اور زیادہ اس صوبہ میں رہسکے تو اوسکو رہنا چاہیئے۔ امید ہے کہ ہزہائنیس نواب صاحب بہادر رامپور اپنی اس تجویز کو تکمیل کرنے میں اور صوبے کے باشندے اوسکی تائید کرنے میں تاخیر نہ فرمائیں گے۔

ـــــــ اخبار ہندوستانی، پیسہ اخبار سے نقل کرتا ہے کہ لندن کے سینیٹری انجینرنگ کالج کے منتظموں نے ہندی طلبا کے لئے خاص تعلیم دینے کا بندوبست کیا ہے۔ جو لوگ میونسپل یا ڈسٹرکٹ بورڈ انجنیر بننا چاہیں اون کے لئے اچھا موقع ہے کالج کے پرنسپل مسٹر ماسکنس ہیں جو لڑکے انگریزی سے ناواقف ہیں۔ انکے لئے دو سال اور انگریزی سے واقف لڑکے نو ماہ میں کورس کو ختم کرسکتے ہیں۔ انڈیا آفس کا تعلیمی صلاحکار اس کالج میں خاص تعلیم حاصل کرنے کی ہندی طلبا کو صلاح دیتا ہے۔ کورس کے اختتام پر طلبا سینیٹری انجنیروں کے انسٹیٹیوٹ کے امتحان میں شریک ہوسکتے ہیں۔ سینیٹری سرویر اور انسپکٹر کے لئے ۶ ماہ کورس ہندی طلبا کے لئے علیحدہ بورڈنگ ہوس ہے۔ اور وہاں ایک ہندوستانی باورچی ہوگا۔ جس کی نگرانی پرنسپل صاحب کریں گے سشن وسط ستمبر سے شروع ہوگا۔ لیکن جب چاہو۔ تو

نصاب کا انتظام ہو سکتا ہے۔ مسٹر کے۔ سی بنرجی معرفت میسرز ٹامس کک اینڈ سنز کلکتہ سے باقی حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔

ہم مسلمانوں کو اسطرف خاص توجہ کرنیکا مشورہ دیتے ہیں۔ جبکہ بیرسٹری کے امتحان کے واسطے زیادہ قیود ہو گئی ہیں تو یہ سلسلہ اونکے واسطے ضرور دستگیر ہو گا۔ علاوہ ازیں اسکی سخت ضرورت ہے کہ میونسپلٹیوں میں مسلمان زیادہ ہوں۔ جسکے واسطے یہ بھی ایک ذریعہ ہے۔

علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مطبوعہ ۲۰ جولائی ہر ہائنیس جنابہ بیگم صاحبہ بھوپال کی علیگڈھ تشریف آوری کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ جنابہ بیگم صاحبہ دام اقبالہا نے علیگڈھ کالج کے انتظامات پر اپنی مسرت اور اطمینان ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ (میرا ارادہ بھوپال میں کالج بنانے کا تھا مگر اس کالج کے ہوتے ہوئے میں بھوپال میں کسی کالج کی ضرورت نہیں سمجھتی) حضور ممدوحہ سے ہم یہ عرض کرینگے کہ ہر ہائنیس کو بھوپال میں کسی کالج کے بنائے جانے کے خیال کو ہرگز ترک نہیں فرمانا چاہیئے۔ جنابہ بیگم صاحبہ مدظلہا علیگڈھ کالج کی جسقدر بھی مدد فرمائیں بجا ہے لیکن جو فائدہ کہ مسلمانوں کا علی الخصوص بھوپال اور نواح بھوپال کے مسلمانوں کا بھوپال میں کسی کالج کے بنانے سے ہو سکتا ہے وہ بغیر اسکے کہ بھوپال میں کالج قایم ہو ہرگز نہیں ہو سکتا مسلمانوں میں ترقی تعلیم کے واسطے لوکل درسگاہوں کی اسقدر ضرورت ہے کہ اوسکو کوئی ایک نہیں بلکہ دس بیس کالج بھی پورا نہیں کر سکتے۔ دور دراز سفر کر کے پڑھنا صرف آسودہ لوگوں کا کام ہے۔ اور انمیں سے بھی بہت سوں کو بسا اوقات طبعی اور واجبی مجبوریاں دور دور بچوں کو بھیجنے کیلئے مانع ہوا کرتی ہیں۔ غرض یہ ہے کہ اگر حضور بیگم صاحبہ اپنی اس راے پر قایم رہیں تو کون ہے جو یہ کہہ سکتا ہے کہ حضور ممدوحہ کا یہ خیال بھوپال اور سنٹرل انڈیا کے مسلمانوں کے واسطے بدبختی کا نہیں ہے۔

اسمٰعیل

(شبیہ جنابہ لڑاي پورٹر صاحبہ)

الحسن نیز

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۰ء

مچھلیاں اور فن کابداری وغیرہ

نینی تال میں چونکہ صاحب لوگوں کی بود و باش اور آمد و رفت بہت ہے پس یہاں کا خاص تال الا
اور نیز نواح کے تالاب اسقدر مچھلیاں نہیں فراہم کر سکتے جو کل یورپین صاحبان کی میزوں کے
واسطے کافی ہوں لہذا وہ بہت گراں بکا کرتی تھیں یعنی روپیہ سوا روپیہ سیر تک اون کی قیمت
ہو جاتی تھی۔ اور مانگ باقی رہتی تھی۔ اس گرانی کیوجہ سے جدید تحقیقات سے فائدہ اوٹھاتے ہوئی
اب برف میں دبا کر الہ آباد سے روہو اور مہاشیر روزانہ باقاعدہ یہاں یعنی نینی تال میں
آتی ہیں۔ اور تیسرے پہر کو مارکٹ میں بارہ آنہ سیر اونکا گوشت بیچا جاتا ہے۔ اور اس طریقہ پر تجارت
کا ایک نیا کام شروع ہوگیا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ آگرہ اور نینی تال کے مابین بھی یہ تجارت بخوبی جاری ہوسکتی ہے اور
غالباً آگرہ اور نینی تال کے مابین خرچ کرایہ ریل بھی کم پڑے گا۔ صرف توجہ اور اولوالعزمی کی
ضرورت ہے۔

افسوس ہے کہ اس صوبہ کے مسلمانوں کی توجہ تجارت کی طرف نہیں
پھرتی جو دولت کی ترقی کے واسطے ایک بڑا آلہ ہے۔
اسمیں کوئی شبہ نہیں ہے کہ دنیاداری کے واسطے روپیہ کی ایسی ہی ضرورت ہے جسطرح

زندہ رہنے کے واسطے روح کی ضرورت ہے۔ پس مسلمان اپنی ذاتی اور قومی زندگی اوس وقت تک قائم نہیں رکھ سکتے جب تک کہ وہ ایک کمانے والی قوم نہیں بنجائیں گے۔ اور تا وقتیکہ زندگی کو دار کار و مقصود و غایت نہ بنالیں گے۔ بلاشبہ مختلف قابلیتیں مفید زندگی ہیں مگر دولت مندی گویا سب لیاقتوں سے آگے آ گئی ہے اور یوسف علیہ السلام کا حکم سب پر جاری ہے۔

مایا کے تین نام　　پرسا پرسی پرس رام

ــــــ ہم جانتے ہیں اور ہم نے خوب دیکھا ہے کہ مسلمانوں کی تجارت کی طرف سے بے پرواہی کے دو سبب ہیں ایک ہندوستان کے اس رواج کو قبول کر لینا کہ پیشہ ذاتوں کے ساتھ مخصوص ہے دوسرا طریقہ تجارت کو نہ جاننا۔ امر اول صرف ایک خیالی بات ہے کوئی کسب اور پیشہ حقیر نہیں ہے بلکہ اگر حقیر ہے تو بیکاری اور بے زری حقیر ہے جن ملکوں میں کہ مسلمان ہی مسلمان ہیں مثلاً ملک حجاز وغیرہ ہر ایک پیشہ کو مسلمان ہی کرتے ہیں اور کوئی پیشہ نہ حقیر سمجھا جاتا ہے نہ کسی خاندان کے واسطے مخصوص اور عدن بمبئی رنگون وغیرہ میں بھی یہی حال ہے اور وہاں کے مسلمانوں کی ماشاءاللہ عام دولت مندی کی حالت بہت قابل اطمینان ہے۔ نینی تال میں ایک پٹھان نے آٹے دال وغیرہ وغیرہ کی دوکان کر رکھی ہے جو نہایت خوبی سے چلتی ہے اور ہم تو جانتے ہیں کہ پٹھنوری میں بھی کوئی کمی نہیں ہوئی ہے۔ غرضکہ اہل انڈیا کے مسلمانوں کو اس ہندوانی رسم پر کہ پیشہ ذاتوں کے واسطے مخصوص ہے لعنت بھیج کر ہر کام کو اوٹھانا چاہیئے۔ بنسبت خشک شیخی کے چار پیسہ کا کمانا ہمیشہ کار آمد اور تقویت بخش ہے۔

رہی دوسری بات کہ پیشہ تجارت سے ناواقفی جو درحقیقت ایک بڑی مانع ہے اور ہم بہت سے لوگوں سے واقف ہیں جو تجارت کرنا چاہتے ہیں مگر وہ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ کس چیز کی تجارت کریں اور کیونکر کریں۔ اوس کی بابت ہماری یہ رائے ہے کہ چھوٹے چھوٹے کام تو خود سب شروع کر دیں۔ مثلاً پارچہ فروشی بزازی کی دوکان۔ آٹے دال کی دوکانیں وغیرہ چند روز میں کافی تجربہ ہو جائے گا۔ اور بڑے کاموں کے لئے والدین کا فرض ہے کہ وہ انٹرنس کے قریب تک اپنی اولاد کو تعلیم دلا کر پیشہ وروں کی تربیت میں اپنے بچوں کو دیدیں۔ ممکن ہو تو بمبئی۔ کلکتہ وغیرہ بھیجدیں اور ممکن ہو تو انگریزی کارخانوں میں اونکو سپرد کر دیں۔ اگر زیادہ صاحب مقدور ہیں تو جاپان امریکہ اور

یورپ کو بہیجدیں۔ اگرچہ رفتہ رفتہ خود ہندوستان میں بہی صنعت و تجارت سکہانے والی تعلیم گاہیں قایم ہوتی جاتی ہیں مگر ابہی اون کے کمل ہونے میں دیر ہے پس اوسکے انتظار میں موجودہ نسل کی عمروں کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

—— چونکہ مسلمانوں کے پاس روپیہ عام طور سے کم ہے اسواسطے اگر وہ اپنی توجہ دستکاری اور صنعت کی طرف کریں تو بہت فائدہ اوٹہا سکتے ہیں۔ چونکہ ہم نے یہ مضمون مچہلی کی تجارت سے اوٹہایا ہے اس واسطے ہم اشیائے خورد و نوش کا تذکرہ خاصکر نمونتاً کرینگے۔

یعنی یورپ کے روشنضمیر اور کاروباری لوگوں نے جس طرح سب طرف توجہ اور محنت کی ہے اوسیطرح کہانے پینے کے سامان پر کی ہے۔ اون کے تمام کہانیں پکے ہوئے ٹین کے ڈبوں یا کانچ کے برتنوں میں بکتے ہیں جس کے سبب سے کہ ایک وسیع اور عظیم تجارت کا میدان کہل گیا ہے۔ اس طریقہ سے بحری اور بری سفر کرنے والوں کو ہر قسم کا لذیذ کہانا ہر وقت تیار مل سکتا ہے اور موجدوں اور تاجروں کے اوپر کہنا کہن روپیہ برسنے لگا ہے۔ بڑی بڑی چیزوں کا تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً کے دانے۔ مٹر کے دانے۔ سیم کی پہلیاں ٹینوں میں بند ہر وقت مثل تازہ کے ذائقہ بخش موجود ہیں۔ طرح طرح کی پکی ہوئی مچہلیاں ہر ایک خوردنی پرند اور چرند کے گوشت پکے پکائے ڈبوں میں موجود ہیں۔ کہانے کے وقت خالی اون کو گرم کر لینا کافی ہے۔ پہلوں کا مربہ بنانے کا رواج قدیم سے ہے مگر اوسمیں اصلی بو اور ذائقہ کم ہو جاتا ہے اسواسطے اونکا خوشاف (خوشاف آجکل حجاز وغیرہ میں بولا جاتا ہے اور یہ مترادف انگریزی اصطلاح فروٹ ان سرپ۔ کا ہے۔) ٹینوں میں بند بکتا ہے جسکا ذائقہ غالباً اصلی ذائقہ سے بڑہ چڑہ کر ہے اور پہلوں کی اصلی خوشبو کا بڑا حصہ موجود رہتا ہے۔

ہم نے اوپر کہا ہے کہ صنعت میں روپیہ کم خرچ ہوتا ہے اوسکو اسطرح سمجہ لو کہ مٹر کی پہلیاں جو روپیہ کی دس بارہ سیر آتی ہیں اونکا ایک پونڈ کا ٹین یعنی آدہ سیر دانے پانچ چہ آنے کو آتے ہیں علی ہذالقیاس مکا کا آٹا (کورن فلاور کی ٹین) فی ٹین گیارہ آنے کو آتا ہے جس میں آدہ سیر آٹا ہوتا ہے۔ ولایتی جو کا ٹین جس میں ایک سیر جو ہوتے ہیں۔ دس آنہ کو آتا ہے۔ غرضکہ دستکاری میں بہ نسبت تجارت کم روپیہ لگتا ہے۔

ـــــ ہم کئی سال سے ایک لیپی کا استعمال کرتے ہیں جو آٹے کی پکی ہوئی ولایت سے کانچ کی شیشوں میں آتی ہے۔ چھ آنے میں ایک شیشی آتی ہے جس میں شاید زائد سے زیادہ آدھی چھٹانک آٹا ہوتا ہے مگر وہ اس حکمت سے پکائی گئی ہے کہ سڑتی نہیں ہے اور صرف اس حکمت کے معاوضہ کے یہ دام ہیں کہ آدھی چھٹانک آٹا چھ آنے میں بکتا ہے اور نہایت احسانمندی سے خرید اور استعمال کیا جاتا ہے۔

العرض سلمانوں کو ایسی باتوں کی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ پدرم سلطان بود کبھی کارآمد تھا اور نہ اب ہے۔

ـــــ پکے پکائے کھانے جس حکمت سے کہ بگڑنے نہیں پاتے وہ تل اوٹ پہاڑ ہے یعنی یہ ثابت ہو چکا ہے (غالباً ہم نے اسپر العزیز کے پچھلے کسی پرچہ میں ایک مضمون بھی لکھا ہے) کہ سڑن جس چیز میں پیدا ہوتی ہے وہ غیر مرئی (آنکھ سے نہ دکھائی دینے والے) کیڑوں یا اونکے انڈوں سے پیدا ہوتی ہے اور یہ کیڑے اور اونکے انڈے ہوا میں اڑا کرتے ہیں۔ پس جب کسی چیز میں وہ ملجاتے ہیں تو اونمیں توالد و تناسل شروع کر دیتے ہیں اور اسکا نام سڑنا ہے۔ ان کے نتائج او دور کرنے کا ٹھیک طریقہ یہ ہے کہ گرمی پیدا کیجائے پس جسقدر کھانے پکتے ہیں وہ ان کیڑوں اور اونکے انڈوں سے پاک ہوتے ہیں لیکن جب کہ وہ کھانے ٹھنڈے ہو جاتے ہیں تو از سر نو ہوا کے ذریعہ سے وہ کیڑے اور اونکے انڈے ملجاتے ہیں اور سڑا ڈالتے ہیں۔ پس اگر گرم گرم کھانا اون برتنوں میں بند کر دیا جائے جو کھولتے ہوئے پانی سے دھوکر اور ایک سو دس درجہ کی گرمی سے زائد مقام میں خشک کر لئے گئے ہوں (قبل اسکے کہ یہ برتن سرد ہو جانے پائیں) اور پھر اونکو اُس حالت میں اسطرح بند کر دیا جائے کہ ہوا داخل نہ ہو سکے تو سالہا سال وہ کھانا یا شے نہیں بگڑے گی۔

ہمارے پنساریوں کے شربت جو سڑے ہوئے ہوتے ہیں اوسکا سبب یہی ہے کہ اون کی بوتلیں صاف نہیں ہوتی ہیں اور ہوا روکنے کا انتظام کافی نہیں ہوتا۔

مگر مذکورہ بالا لیپی دوسرے اصول سے پکائی گئی ہے اوسمیں کوئی دوا ایسی ملائی گئی ہے جو مذکورہ بالا غیر مرئی کیڑوں کے واسطے قاتل ہے۔ اس قسم کے اجزا کو اس زمانہ میں (ایں

ٹی سپٹک (ANTISEPTIC) کہتے ہیں یعنی مانع عفونت۔
ہمارے جلدساز بھی جب لیہی پکاتے ہیں توتیا ملا دیتے ہیں تو وہ لیہی بھی نہیں سڑتی
ہے۔ مگر اوس میں یہ عیب ہے کہ توتیا کے سبب سے بہت سے رنگ خراب ہو جاتے ہیں
راقم نے اس لیہی سے ایک تصویر کارڈ پر چپکائی جو سلور پرنٹنگ کے اصول پر بنائی گئی تھی تو
اوسکا رنگ خراب ہو گیا۔

——— اس مضمون کو لکھتے لکھتے ہمکو ایک بات یاد آگئی۔ یہ کہ آگرہ میں جس
طرح پیٹھے کی مٹھائی بنتی ہے اوس فن کو انگریزی میں (کرسٹلائزیشن
(CRYSTILYZATION.) کہتے ہیں۔ پس یورپ سے شکر میں پاگی ہوئی
(یعنی کرسٹلائزڈ کی ہوئی) مختلف میوے۔ آڑو۔ خوبانی۔ ناشپاتی۔ انناس وغیرہ آتے ہیں
جو تین چار روپیہ سیر کے حساب سے بخوشی وخواہش خریدے اور کھائے جاتے ہیں لیکن
آگرہ میں یہ صنعت بس پیٹھے کیواسطے ہی مخصوص سمجھی جا رہی ہے۔ راقم نے ایک سال بمشکل
ایک حلوائی کو راضی کیا کہ وہ گاجر کو اسیطرح بنا دے۔ جب وہ بنی تو بہت خوش ذائقہ تھی بمشکل
کا لفظ اسواسطے لکھا ہے کہ کوئی حلوائی گاجر کو پاگنے پر راضی نہ ہوتا تھا۔ ہم نے توکبھی اسکی مٹھائی
نہیں بنائی۔ آخر بمشکل تمام ایک راضی ہوا۔
اب اگر آم۔ گاجریں۔ آڑو۔ الوچہ وغیرہ دیسی پیداوار کرسٹلائزڈ کیے جائیں تو بلاشبہ وہ باعث
حصول دولت ہو سکتے ہیں۔

——— اسی پر ایک اور بات یاد آئی یعنی اب نازک طبع یورپین اسی طرح پاگے
ہوئے بنفشہ کے۔ گلاب کے۔ نیبو وغیرہ کے پھول بناتے ہیں۔ جو بعد کھانے کے موںھ کا ذائقہ
درست کرنے کے واسطے کام آتے ہیں۔ اور بنفشہ اور گلاب کے پھول۔ دفع قبض کے کام بھی آتے
ہیں اور نازک طبع لیڈیاں اور بچے بہت خوشی سے انکے استعمال سے فائدہ اوٹھاتے ہیں۔
غالباً پودینے کے پتے بھی اسی طرح کرسٹلائزڈ کرے ہوئے راقم نے دیکھے ہیں۔ غرضکہ آگرہ میں بخوبی
یہ صنعت جاری ہو سکتی ہے۔

——— صنعت وحرفت کے واسطے بازاروں کے پیدا کرنے کا فن بھی ایک

خاص فن ہے جو ہم ہندوستانیوں کو نہیں آتا۔ اور بغیر اس فن کے آئے صنعت و تجارت
نافع نہیں ہو سکتی۔

[illegible] پکائی یہی جسکا اوپر تذکرہ کیا ہے۔ ہندوستان کے جس شہر میں چاہو سوداگروں سے
مول لے لو۔ حالانکہ وہ یورپ کی بنی ہوئی ہے۔ پس جبتک ایسا انتظام نہو درحقیقت کسی صنعت
و ایجاد سے کافی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

جدید تحقیقات [illegible] تو یہاں کے قدیم طریقہ کے مربے۔ اچار چٹنیاں۔ انگور
انار کے خالص شربت۔ سونف وغیرہ کے خالص عرق بہت بڑی تجارت کی اشیا ہیں بشرطیکہ
[illegible] سے بچی ہوئی ہوں اور خالص ہوں اور سلیقہ سے پکائی اور رکھی گئی ہوں۔ اور ملکوں ملکوں
کو بھیجی جائیں۔ ایک تجارت ہمارے ذہن میں ہے جو اگر کیجائے تو ضرور فائدہ مند ہو۔ یعنی
جس طرح لمنیڈ جنجر وغیرہ بنتے ہیں۔ اوسی طرح بنفشہ انار وغیرہ کی شربتوں کو بنایا جائے
تو وہ اپنے واسطے بکثرت خریدار پیدا کرینگے لیکن شربت خالص ہوں اور ایمانداری سے
کام ہو۔ یہ نہیں کہ ایک بوتل میں سے سب شربت نکالے جائیں۔ جو سوائے بے ایمانی کے
تجارت کیواسطے سم قاتل ہے۔

[illegible] مسلمانوں کے واسطے نہایت مفید ہو اگر کسی جگہ ایک اسکول مسلمانوں
کو کھانا پکانے اور اوسکو کھلانے یعنی میز لگانے اور دیگر انتظامات گھری کے کاموں کا کھولا جائے
تاکہ اوسکے ذریعہ سے ایسے لوگ نکلیں جو ہوٹلوں بیشتر [illegible] وغیرہ کے اہتمام [illegible] تک کے
قابل ہوں۔ اور امرا و نوابان اور والیان ملک کی خدمتگاری میں رسائی حاصل کر سکیں۔ خانسامانی
سے کمانا عام مسلمانوں کے واسطے بہت بڑی فلاح کا باعث ہے۔ مگر ہر جگہ تعلیم اور قابلیت
کی جس طرح ضرورت ہے اسی طرح اس لائن میں بھی۔ اب اگر مسلمان اس صیغہ میں بھی
اپنے آپ کو موجودہ یا آئندہ زمانہ کے لایق نہیں بنائیں گے تو بہت جلد وہ اپنے آپ کو بدر شدہ
پائیں گے۔ اس اسکول میں وہ لوگ داخل کیے جائیں جو اس فن کی لیاقت رکھتے ہوں۔
اور اس اسکول کا ہیڈ ماسٹر یا منیجر ایک کامل ماہر فن یورپین ہو۔ اور جہاں تک ممکن ہو یہ اسکول
اس اصول پر کھولا جائے کہ صرف ان فیسوں سے چل سکے جو طالب علموں سے لیجائیں۔ اور

جب تک ایسا کوئی اسکول نہیں کھل سکتا ہے تو ہم موجودہ خانسامانی پیشہ والوں کو یہ مشورہ دیں گے کہ وہ اپنے بچوں کو میٹریکیولیشن کے درجہ تک تعلیم دلاکر اون کے واسطے ایسا بندوبست کریں کہ وہ کسی انگریزی ہوٹل میں اس قسم کی کامل تعلیم حاصل کرے۔ اور غالباً اسکے واسطے کچھ معاوضہ دینا پڑیگا۔ جو دینا چاہیے۔

کیا (جان محمد صاحب مرحوم) کے جانشین۔ لکھنؤ یا آگرہ میں اس قسم کا کوئی بندوبست نہیں فرما سکتے جسکی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے؟ کیونکہ وہ خدا کے فضل سے وسیع کارخانہ ہائے خانساماں گری کے مالک ہیں۔ پس وہ بہت آسانی سے اسکا انتظام کرسکتے ہیں۔ اپنے مسلمان خانساماؤں سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو اول پڑھائیں پھر آپ کے زیر اہتمام انکو عملی کام پخت وپز اور انتظام کا سکھایا جاوے۔ جو لڑکے اس قسم کے زیر تعلیم ہوں بالکل بجا ہوگا کہ وہ ایک دو ابتدائی سالوں میں بغیر کسی معاوضہ یا خفیف سے معاوضہ کے کام کریں۔ تاکہ جان اینڈ سنس کو نقصان بھی نہ ہو۔

ہم کو اس تحریک پر ایک لطیفہ یاد آگیا۔ یعنی ہم نے اپنا یہ خیال اب سے چند سال اول علیگڈہ گزٹ میں ظاہر کیا تھا (مگر یہ وہ زمانہ تھا کہ سرسید مرحوم وفات فرما چکے تھے) تو بس یہاں تک ہنسی اڑایا گیا کہ ایک نہایت معزز مسلمان نے جن کو سر کا خطاب تک تھا ایک پبلک اسپیچ میں اسطرف مذاق کرکے اشارہ تک کیا۔ اور بنیاد مذاق کی یہ قرار دی گویا کہ ہم مسلمانوں کو صرف خانساماں گری کے قابل جانتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے آرٹیکل کے الفاظ مبہم نہ تھے اور ہمارا مقصد یہ تھا جو اب بھی ہے۔ کہ چونکہ کوئی قوم کل کی کل درجہ اعلیٰ پر فائز نہیں ہوسکتی اسواسطے یہ لازم ہے کہ اوسکے ہر درجہ کے لوگوں کے واسطے فلاح کا انتظام کیا جاوے۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے دوستوں کی سمجھ اتنی بھدی ہوگی کہ اس موٹی بات کو نہ سمجھ سکتے ہوں مگر تاہم واقعہ یہی ہے جو ہم نے اوپر کہا ہے۔

چونکہ واجبی باتوں کی تائید خدا کی جانب سے ہوا کرتی ہے لہذا ہم نے تو یہ خوب دیکھا ہے کہ جو ہم نے کہا ہے وہ آخرکار ہوکر رہا ہے۔ اسواسطے ہمکو نہایت خوشی ہوئی جبکہ غالباً گذشتہ تیورس سال میں پیشوں کی تعلیم کے دیئے جانے کے تجویز کے وقت اس صوبہ کے لاٹ صاحب

نے یہ بھی ارشاد کیا کہ وہ چاہتے ہیں کہ لکھنؤ میں ایک اسکول خانساماں گری کے سکھانے کا کھولا جائے۔

ہمارے وہ مہربان [illegible] زندہ ہیں اور ہماری دلی اور صادقانہ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی عمر اور بہت دراز کرے [illegible] ہمیں [illegible] ہے کہ آپ کی سمع مبارک میں ہز آنر کی اس آواز کے پہنچنے کے بعد آپ نے کیا [illegible] دی۔

چونکہ ہز آنر کی اسکا تذکرہ آگیا ہے اسواسطے یہ ظاہر کردینا ضرور ہے کہ ہز آنر نے جو اسکیم اس صوبہ میں صنعت و حرفت کی ترقی کیواسطے تیار کی تھی وہ بوجہ اسکے کہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں روپیہ کم ہے ابتک [illegible] اور کچھ ملتوی ہوگئی ہے معلوم نہیں کہ اس اسکول کی بابت آخر کار کیا قرار دیا ہے پس یہ کام اگر کوئی کرنا چاہتا ہے تو بلا انتظار اسکے کہ گورنمنٹ کچھ کرے اوسکو شروع کرنا چاہیئے۔

فن [illegible] کا بیان اوپر ہے ایک ایسا فن ہے کہ تھوڑے سرمایہ سے بھی چلسکتا ہے اور بڑے اور بہت بڑے سرمایہ لگانے کی بھی بخوبی اسمیں گنجایش ہے۔ یورپ میں جو کارخانے پکے کھانوں مربوں وغیرہ کو ٹینوں میں بند کرتے ہیں انمیں سے ایک ایک میں لاکھوں روپیہ لگا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن اسمیں شک نہیں ہے کہ جبتک اس کام کو یورپ جاکر سمجھا اور سیکھا نہ جائے اوسوقت تک اسقدر بڑے پیمانہ پر انکا کھولنا نہیں چاہیئے۔ یورپ میں اس سے واقفیت حاصل کرنیکے واسطے بی۔ اے۔ ایم۔ اے ہونیکی حاجت نہیں ہے بلکہ اچھی انگریزی اور حساب کتاب جاننے والا کوئی شخص وہاں جاکر ایک اچھا شاگرد بن سکتا ہے۔

غالباً اس سلسلہ میں یہ بیان کرنا بے موقع نہوگا کہ گرمیوں میں (مئی۔ جون جولائی) پہاڑوں پر وہ ترکاریاں پیدا ہوتی ہیں جو میدانوں میں جاڑوں میں ہوتی ہیں یعنی گاجر، کرم کلہ، گوبھی، چقندر وغیرہ۔ پس اگر سبزی فروش۔ صاحب لوگوں اور دوسرے اہل دول سبزی خور اقوام کیواسطے پہاڑوں سے یہ ترکاریاں منگا لیا کریں تو غالباً کسیقدر فائدہ بخش یہ تجارت ہوسکتی ہے لیکن یہ ترکاریاں باغیچوں سے حاصل کرنا چاہئیں کیونکہ منڈیوں میں خریدنے سے گراں پڑینگی۔

اسمٰعیل

کہانی

دو مصنفوں کی ایک کتاب

(انگریزی سے)

رذالت اور شرافت کے نمونے

(ہنری) بیان کرتا ہے :-

میز پر سامنے جو کتاب رکھی ہے یہ وہ ہے جس نے اب سے گیارہ بارہ سال اول بہت ہی شہرت حاصل کی تھی۔ ان حروف سے معلوم ہوتا ہے جو اسکے پشتہ پر چھپے ہیں کہ اسکے مصنف کا نام (چارلس بے ڈل) ہے۔ مگر درحقیقت یہ کتاب میری اور چارلس کی مشترکہ محنت کا نتیجہ ہے۔ جب اس کتاب کی اشاعت ہوئی تھی تو چارلس کا نام بھی خوب مشہور ہوا مگر پھر رفتہ رفتہ ایسا بھولا دے میں پڑتا گیا کہ اب کوئی اس سے واقف نہیں ہے۔

جس زمانہ میں ہم دونوں نے یہ کتاب لکھی تو ہم نہایت افلاس کی حالت میں تھے۔ ایک ادنی سے ہوٹل کے سب سے اوپر والے ایک خراب سے کمرہ کو ہم دونوں نے مشترکہ کرایہ پر لے رکھا تھا۔ اور دن رات اس ناول کی تصنیف میں تمام تر اپنی طاقت اور لیاقت خرچ کیا کرتے گھنٹوں کی آپس کی گفتگو کے بعد اسکے دو چار صفحوں کے لکھنے کی نوبت آتی تھی۔ اس ناول کے ہیروون کے عادات و اطوار کے اظہار کرنے میں اسقدر باریک بینی سے کام لیا جاتا تھا کہ ایک مرتبہ کے لکھے ہوے مسودہ کو متعدد مرتبہ اصلاح اور تبدیل کرنے سے بھی ہم کو تشفی نہ ہوتی تھی۔ بلکہ کبھی کبھی تحریر سابقہ کو ضائع کرکے از سر نو لکھنے کی نوبت آتی تھی۔ الحاصل یہ ناول ایک ایسی کتاب ہمارے حق میں ہوگئی تھی کہ گویا کبھی پوری نہ ہوگی۔ جب ہم نے مہینوں اس تاریک اور ٹھنڈے کمرہ میں تکلیفیں اوٹھا کر اسکو ختم کیا تو ہم اس فکر میں ہوئے کہ حتی المقدور جلد ممکن ہو اسکو نشر اور شائع کریں۔ کیونکہ ہم ایک ایک لقمہ کے واسطے محتاج تھے اور ہماری تمام امیدیں اسی تصنیف سے

اوپر لگی ہوئی تہیں۔

جبکہ خدا نے ہمکو یہ طفل معنوی عطا کیا تو بحث یہ تہی کہ اسکا اسکو کنا چاہیے۔ آیا اسکی اشاعت میرے نام پر ہو یا میرے رفیق (چارلس) کے نام پر لیکن چونکہ ہم ایک ایک پارچہ نان کے محتاج تہے تو اسپر زیادہ بحث کرنے کا ہمکو موقع نہ تہا۔ یہ ناول کس کی کہانی جائے۔ علاوہ اس کے یہ بہی ہم نہ جانتے تہے کہ اسکی قیمت کیا ہوگی پس میں نے خیال کیا کہ جبکہ نصف نصف اسکا منافع ہم دونوں کے واسطے ہوگا تو چاہیے کہ اسکا نام بہی ہو اسلئے کچھہ پروا نہیں کرنا چاہیے۔ اور یہ سوچکر میں نے یہ بہی سوچا کہ اگر (چارلس بیڈل) راضی ہو جائے تو میں اپنے نام سے اسکو موسوم اور ظاہر کردوں مگر جبکہ میں نے اس انتشار کو اپنے رفیق پر ظاہر کیا تو نہ معلوم کس خیال سے اوسکے چہرہ پر علامت مایوسی کی دیکہکر میں نے کہا اگر یہ ہو تو اس فیصلہ کے واسطے ہم قرعہ ڈال لیں۔ اسپر وہ راضی ہوگیا اور قرعہ (چارلس) کے نام پر نکلا اور اس ناول پر اوسکا نام ڈالا گیا۔

اس مرحلہ کے طے ہونے پر وہ کتاب کو ایک پبلشر کے پاس لے گیا جس نے یہ کہکر کہ ایک غیر معروف الاسم مصنف کی کتاب پر میں روپیہ نہیں لگا سکتا اوسکے چہاپنے سے انکار کردیا۔ ایک دوسرے ناشر نے بہی ایسا ہی کچھہ جواب دیا اور کتاب لوٹا دی اور جبکہ چار پانچ جگہہ سے ایسا ہی جواب ملا تو ہماری مایوسی اور پریشانی کی کوئی حد نہیں رہی مگر ایک ایسے پبلشر نے جس نے حال ہی میں کام شروع کیا تہا اور اپنے پیشہ کا تجربہ نہ رکھتا تہا تیس پونڈ ایک مرتبہ چہاپنے کے حق کے عوض میں ہم کو دیئے اور اسکے متعلق مابین (چارلس) اور ناشر کے معاہدہ تحریری در تکمیل ہوگیا۔ اور کچھہ دنمیں کتاب شائع ہوگئی۔ مگر اوسکے نکلتے ہی نہ صرف طابع بلکہ ہم کو اُس رغبت سے حیرت ہوئی جو پبلک نے اسکی طرف کی۔ یہ دیکھکر میں نے اور (چارلس) سے کہا کہ ہماری محنت ٹہکانے لگی اور اب ہمارا افلاس رفع ہوگیا۔ (چارلس) نے بہی اسکی تصدیق کی اور ہم دونوں بہت مطمئن اور خوش ہوئے۔

شہر کے معتبر اخباروں میں (چارلس بیڈل) مصنف کتاب کی ایسی کچھہ تعریف چہپی کہ ہم کو بڑی امیدیں اس کتاب سے نفع حاصل کرنیکی بندہیں اور ہم نے دوبارہ اوسکے چہاپنے کے ارادہ سے پہلے پبلشر کے گہر روزمرہ آنا جانا اس تحقیق کے واسطے کہ کسقدر کتابیں بکنے سے

باقی روٹی ہی سے شروع کیا۔

اب ہم ایک طرف تو اس تحقیقات اور تجسس میں رہے اور دوسری طرف ان پندرہ پندرہ پونڈ کو جو ہمارے حصوں میں اولین حق نشر کے عوض میں ملی تھی اپنے آرام و آسایش میں خرچ کرنے لگے۔ مگر اس خوشی اور اطمینان کی حالت میں میں ایک مصیبت میں گرفتار ہو گیا کہ زینہ سے اترنے میں پاؤں پھسل گیا اور میں سڑک کے نیچے آ رہا اور میری سیدھی ٹانگ ٹوٹ گئی جس کی وجہ سے مجھکو شفاخانہ جانا اور وہاں رہنا پڑا۔ چونکہ جراح نے رائے دی تھی کہ ڈیڑھ دو مہینے سے کم میں پاؤں درست نہیں ہوگا اسوجہ سے میرے رفیق چارلس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ وہ دوسرے تیسرے روز میرے دیکھنے کے واسطے آتا اور اس عرصہ میں کتاب کی طرف رغبت عام اور پہلے ایڈیشن میں سے بقیہ کاپیوں کی تعداد کی بابت بہت حالات بیان کیا کرتا۔ دو ہفتے تک ایسا ہی ورد رہا۔ جس کے بعد وہ کئی دنکے بعد اور بے وقت آیا۔ میں نے کہا کہ (چارلس) شاید اس تاخیر کا سبب وہی کتاب ہوگی اور تم اوسکے متعلق تردد اور تفحص میں رہے ہو گے۔ جسپر اوس نے جواب دیا کہ ہاں ان دنوں میں لندن کے تمام کتب فروشوں میں اس دریافت کے واسطے پھرتا رہا ہوں کہ پہلی کتابیں کتنی باقی رہی ہیں۔ ابھی میں پھر اسی تلاش میں جاؤنگا . . . . . . اور مسکرا کر کہا کہ بجائے اسکے کہ میں تمہارے پاس بیکار وقت گزرانوں کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ میں وہ زمانہ بھی کام میں لگائے رکھوں یہ کہا اور اٹھکر چلا گیا۔

ایک ہفتہ کے بعد (چارلس) پھر آیا مگر اسکے بعد سے میں نے اوسکو نہیں دیکھا۔

اب میں اچھا ہو گیا اور شفاخانہ سے رخصت ہوا اور سیدھا اس ہوٹل میں آیا جہاں پر کہ میں اول رہتا تھا۔ مگر میری حالت یہ تھی کہ میری جیب میں ایک پیسہ نہیں۔ سوچتا ہوں کہ الہی کیا کروں۔ ہوٹل والے کو کہاں سے دونگا۔ اور بغیر اسکے وہ کاہے کو ٹھہرنے دیگا۔ بہرحال انہیں خیالوں میں مستغرق بحالت یاس و ہراس ہوٹل پہنچا اور دروازہ میں گھستے ہی لیڈی دربان سے پوچھا کہ (چارلس بے ڈل) کہاں ہے؟

جسکا جواب اوس نے یہ دیا کہ وہ تو یہاں نہیں۔ مسٹر چارلس نے تو اس ہوٹل کو پندرہ دن ہوئے کہ بالکلیہ چھوڑ دیا۔

میں نے پریشانی میں تعجب سے پوچھا کہ پھر وہ کہاں گئے۔ لیڈی نے کہا کہ انہوں نے تو (بیڈ فورڈ پارک) میں ایک خوبصورت مکان خرید لیا ہے اور اب وہ اُسمیں ہی رہتے ہیں۔ جو ناول انہوں نے لکھا تھا اُس سے بہت روپیہ انہوں نے کما لیا ہے اور خوب آسودہ حالی سے بسر کر رہے ہیں۔ اور نکاح بھی کر لیا ہے۔

یہ سننا تھا کہ مجکو ایک سناٹا ہو گیا اور بجائے اسکے کہ میں اور کچھ پوچھوں فقط میرا مُنہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ جسپر دربانہ نے مجھ سے کہا کہ شاید تم کو اسکی خبر اول سے نہ ہوگی کہ تم ایسی متعجب ہو۔ اس عرصہ میں اپنی حالت اور عقل کو میں نے درست کیا اور جواب اُسکے کہا کہ ہاں مجکو ابھی اس واقعہ کی خبر ہوئی ہے۔

دربانہ نے اسی سلسلہ میں مجھ سے کہا کہ تمہارا پہلا کمرہ ابتک خالی ہے اگر تم چاہو تو اُس میں اوتر اور رہ سکتے ہو۔ اور پھر اوسنے ذرا سوچکر یہ بھی کہا کہ ہاں تمہارے نام کا ایک خط بھی مسٹر چارلس مجکو دے گئے ہیں۔ یہ کہکر وہ خط لینے چلی گئی اور میں تا آنے اُسکے وہیں ٹہلتا رہا اور اس عرصہ میں میرے ذہن میں یہ مسرت انگیز خیالات گذرتے رہے کہ گو (چارلس) اس عرصہ میں مجھے نہیں ملا۔ مگر ضرور اوسنے اس خط میں یہ لکھا ہوگا کہ میں اوسکے پاس آکر اوس مال و دولت میں سے اپنا حصہ لے آؤں۔ جو کتاب مشترکہ کے ذریعہ سے پیدا ہوئی ہے اور میں اپنے دوست کی اس کامیابی پر بھی کہ اوسنے مکان لے لیا اور بیاہ کر لیا خوش ہو رہا تھا کہ سامنے والے ایک بڑے مکان کی ایک کوٹھڑی میں ایک نہایت خوبصورت سفید لباس لیڈی کو میں نے دیکھا جو اپنے کسی کام میں مصروف تھی اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ کیا میرے رفیق (چارلس) کی بیوی بھی ایسی ہی خوبصورت ہوگی! اگر وہ بھی ایسی ہی حسین ہے تو میں بڑی خوشی سے اپنے دوست کو مبارکباد دونگا۔ میں ان ہی خیالات میں تھا کہ لیڈی دربان نے آکر مجکو وہ خط دیا جسکو میں نے پڑھا تو اسکا مضمون یہ تھا۔

میرے پیارے ہنری!

غالباً تم اس طرح دفعتاً میرے نکاح کا حال سُنتے ہی بہت متعجب ہوئے ہوگے سچ یہ ہے کہ میں نے یکایک نکاح کی تجویز قرار دی اور بیڈ فورڈ پارک میں ایک خوشنما مکان بھی خرید لیا جس

کی تفریحی اور تزئین میں آجکل مصروف ہوں - چونکہ میں صاحب اہل آدمی ہوگیا ہوں اسواسطے عالم تجرد کی طرح اب یہ نہیں ہوسکتا کہ دن رات تمہارے ساتھ گپ شپ میں گذراؤں - اُمید ہی کہ تم بھی ایک متاہل شخص کو بیکارانہ حالت کی نہ قبول کرنے کے عذر کو واجبی قرار دیکر بعد ازیں میرے ملنے کی آرزو کو ترک کردوگے اور مجھکو معاف کروگے -

تمہارا دوست (چارلس بیڈل)

خط میں جو تاریخ تھی وہ ایک ہفتہ اول کی تھی - اس مایوس انگیز خط کے مطالعہ سے بلا اختیار میں رونے لگا اور میرے رونے کیحالت ایسی بیتابانہ تھی کہ سامنے کی کوک والی خوبصورت لیڈی بھی مجھکو نظر حسرت سے دیکھنے لگی -

ایک ایسی حالت میں جبکہ میں اپنے رفیق کی بہتری کا ہر طرح خواہاں تھا اوسکی طرف سے ایسی بے وفائی اور سخت دلی کا خط جسقدر کہ میرے دلکو توڑ دینے والا ہوسکتا ہے اوسکو تم (مہتری اپنی مخاطب سے کہتا ہے) شاید اندازہ نہیں کرسکتی ہو الا یہ کہ خدانخواستہ تمپر بھی ایسا اتفاق پڑا ہو -

اس خط نے مجھکو حقیقت حال سے پورا واقف کردیا - اور (چارلس) نے جو خیانت اور بے مروتی میرے ساتھ برتی اُسکا بہت برا اثر میرے دلپر ہوا - میں نے کہا کہ شترکا لکھی ہوئی کتاب سے میری بیماری کی حالت سے فائدہ اوٹھا کر مجھکو اسطرح محروم کرنے کی حرکت (چارلس) نے اچھی نہیں کی - ایک ایسے دوست کے ساتھ جس نے افلاس اور ضرورت میں اوسکا ساتھ دیا ہو (چارلس) کا یہ برتاؤ کہ اوسکی مشترکہ محنت سے لکھی ہوئی کتاب سے ہزاروں پونڈ حاصل کرکے صرف اپنے تصرف میں کرے کسیطرح انسانیت اور شرافت کا اقتضا نہ تھا - لیکن ان خیالات کو ختم کرنے کے واسطے معاملہ کو خدائی منصف کے ہاتھ میں سپرد کرکے میں اپنے پرانے تنگ و تاریک کمرہ میں چلا آیا -

گو میں سخت مکدر تھا مگر مینے قلم کو ہاتھ میں لے لیا اور اوسی کو اپنی قسمت کا فیصلہ کن قرار دیا - دن رات لکھنے میں رہنے لگا اور جب کوئی کہانی ختم کرتا فوراً ہی اوسکو لفافہ میں بند کرکے

ڈاک کے ذریعے سے پبلشر کے پاس بھیجدیتا۔ دو چار ناولیں اسطرح بھیجکر میں اونکے جوابوں کا
بیتابی سے انتظار کرنے لگا۔ ایک دن ڈاکئے کو آتے دیکھکر گھبراکر باہر نکلا اور اپنے کمرہ کے نمبر بتاکر
اُس سے دریافت کرنے پر اوسنے ایک لفافہ دیا جسکو کھولکر جب میں نے دیکھا کہ میری کہانی
لوٹادی گئی ہے تو میں ایسا مایوس ہوا جسکا بیان کرنا ناممکن ہے۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا
آگیا اور ہاتھ کانپنے لگے۔ کیونکر نہ۔ وہ پونڈ جو اول مجھکو ملے تھے اونمیں سے آٹھ تو شفاخانہ میں دوا
داروؤں میں خرچ ہوئے باقی ادہر اودہر خرچوں میں اوٹھ گئے تھے۔ چونکہ کوئی جدید آمدنی
ہوتی نہ تھی اسوجہ سے ہوٹل میں آنے کے دو ہفتہ بعد میری حالت ایسی ہوگئی کہ بھیک مانگوں
توگزارہ ہو۔ اتنا پاس نہ رہا کہ میں ایک لقمہ کا تدارک کرسکوں یا ٹھنڈ سے بچنے کے واسطے (جو قسمت
سے اس سال زیادہ بعادت پڑی تھی) مٹھی بھر کوئلے خرید سکوں۔ غرضکہ اپنی اس نازک
حالت پر خود مجھکو رحم آتا تھا اور میں کہتا تھا کہ بار الٰہا آخر اس بے بضاعتی کا انجام کیا ہونیوالا ہے۔
شاید میرا انجام لوگوں کے واسطے ایک عبرت خیز حکایت ہوگا!! مگر باوجود اس تنگی اور تکلیف
کے دل نے یہ قبول نہیں کیا کہ (چارلس) کو اپنی حالت زار کی خبر کروں۔ اس اثناء میں یہ خبریں
بھی اخباروں میں دیکھنے میں آتی تھیں کہ چارلس دوسرے ناولوں کے لکھنے میں مصروف ہے
اور نیز اوسکے دن دونے بیش از بیش ثروت کی حکایتیں بھی سننے اور پڑھنے میں آتی تھیں
اب فاقہ کشی اور تکلیفوں کے مارے یہ حالت میری ہوگئی کہ میں کچھ کام نہ کرسکتا اور ضعف
کے مارے بستر پر پڑا رہتا۔ اس حالت میں قسمت نے میری یاوری کی کہ ایک دن ڈاکئے
نے ایک لفافہ مجھکو دیا جس میں ایک صاحب مطبع نے پانچ پونڈ چک میری ایک کتاب
کے عوض میں بھیجا اور مجھکو یہ بھی لکھا۔ کہ آئندہ جو تم لکھوگے مطبع اوسکو بخوشی لیا کرے گا۔
میں بغیر شرمائے کہہ سکتا ہوں کہ اس خط کو دیکھتے ہی میں سجدہ کے واسطے زمین پر گر پڑا اور خدا کا
شکر ادا کرنے لگا کہ اوس نے میری ایسی مایوسی کی حالت میں خبر لی۔
القصہ جب مجھ میں جان آئی تو میں نے اُس پبلشر کے پاس آمد و رفت شروع کی اور
میری تحریروں کا معاوضہ ملنے سے میری حالت روز بروز بے فکری کی ہوتی گئی۔ جب مجھکو
ایک طرف سے اطمینان ہوا تو بالطبع مجھکو (چارلس) کے حال کے کریدنے کی فکر بھی ہونے

لگی جس سے مجھکو معلوم ہوا کہ گو اس عرصہ میں اوسنے کئی کتابیں لکھیں مگر پبلک نے اونکی طرف مطلق توجہ نہیں کی۔

ایک رات کو میں تھیٹر میں جانے کے واسطے کپڑے پہن رہا تھا کہ میری میڈ سرونٹ ایک تار خبر لیکر اندر آئی اور اوسنے مجھکو لفافہ دیا۔ جسکو کھولکر پڑہا تو اسکا مضمون یہ تھا کہ (میرا شوہر چارلس حالت نزع میں ہے اور تم سے ملنا چاہتا ہے) اس ٹیلی گرام کو دیکھکر میں نے تھیٹر کا جانا ملتوی کر دیا۔ اور (چارلس) کے گھر پہنچا۔ جہاں پر ایک نوجوان اور کسیقدر خوبصورت لیڈی نے دروازہ پر میرا استقبال کیا۔ یہ سنہری بالوں والی عورت جس نے اپنے بالوں کو سر پر جمع کرکے ایک لانبی سی سلائی سے ٹہرا رکہا تہا۔ (چارلس) کی بیوی تھی۔ مجھکو دیکھتے ہی اپنی آنسو بھری آنکھوں کو رومال سے پونچھ کے میرا شکریہ ادا کرتی اور کہتی ہوئی کہ آپ نے بڑی تکلیف فرمائی میرا شوہر نہایت خراب حالت میں ہے۔ اور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ میری رہنمائی کرکے مجھکو اپنے شوہر کے کمرہ میں لے گئی۔ میں نے دیکھا کہ میرا پرانا رفیق بیحد دوبلا ہو رہا ہے اور ایسی صورت نکل آئی ہے کہ میں اوسکو بمشکل پہچان سکا۔ مجھکو دیکھ اوسکی پژمردہ آنکھوں میں ایک خفیف سی رونق آگئی اور اوسنے اپنی بیوی کو اشارہ کیا کہ وہ وہانسے ہٹ جائے۔ اوسکے چلے جانے پر (چارلس بیڈل) نے لڑکھڑاتی آواز سے کہا کہ (ہنری) میری خطا معاف کرنا۔ مینے بڑی خیانت تمہارے ساتھکی ہے۔

اوس کی اس بے بسی کی حالت دیکھکر میرا غصہ تمام جاتا رہا۔ اور مینے کہا کہ معافی کی کیا بات ہے نوشتہ تقدیر یوں ہی تہا۔

اسپر چارلس بولا کہ "ہنری حقیقت میں تم بڑے شریف آدمی ہو۔ جسکا خدا تعالیٰ عوض تمکو دیگا۔ میں نے جیسی نالائقی کی ویسا ہی بھگتوان بھگت رہا ہوں مگر باوجود اسکے میری ایک عاجزانہ التجا تم سے یہ ہے کہ چونکہ میں افلاس اور بے زری کیحالت میں مر رہا ہوں۔ اسواسطے یہ لازمی نتیجہ ہے کہ میری بیوی بھی اپنی بقیہ حیات محتاجی میں بسر کرے۔ پس فاقہ کشی سے اسکو بچانے کیواسطے تم جیسے رحمدل شخص کی مدد کی اسکو ضرورت ہے۔

(ہنری) کہتا ہے کہ (چارلس) کی یہ بات سنکر میرے آنسو نکل پڑے اور میں نے

اسکا اقرار کیا کہ جو کچھ مجھ سے ہو سکیگا میں اوسکی خدمت کرونگا۔

چارلس نے یہ سنکر بمشکل تکیہ سے ذرا سر اوٹھایا اور ہاتھوں کے سہارے سے ٹھیر کر مجھکو دعا دینے لگا کہ خدا تعالیٰ تمہارا ہمیشہ مددگار رہے۔ اور بولا کہ اب میں آرام سے مرنے کے واسطے تیار ہو گیا ہوں۔ اوس نے میرے ہاتھوں کو چومنا چاہا مگر میں نے ایسا نہیں کرنے دیا۔

جب میں رخصت ہوکر چلنے لگا تو وہ اور میں دونوں رونے لگے۔ کمرے سے باہر اوسکی بیوی ملی جو میرے تنہا ہونے کے ساتھ یہ کہکر اپنے شوہر کے پاس چلی گئی کہ وہ میرا منتظر ہوگا۔ اور یہ بھی کہتی گئی کہ رات کے مرنے کی خبر تار میں آپکو بھیج دونگی۔ مگر میں نے اوسکے چہرہ پر جو غور کیا تو باوجود اس پریشان حالی کے کچھ بھی ہمدردی اور تفکر اوسکو نہ پایا۔ جو (چارلس) کے واسطے ایک مزید بدبختی کی علامت تھی۔ کیونکہ اوس کی بیوی اوسکے ساتھ وفادار نہیں معلوم ہوتی تھی

دوسرے دن بیچارہ (چارلس) مرگیا۔ جسکے بعد جو میرا کام سب سے اول تھا وہ یہ تھا کہ میں نے اوسکی بیوی کے سو پونڈ سالانہ کا تقرر کر دیا۔ اور اسکے واسطے بنک کو ایک چٹھی لکھ دی۔ لیکن بیوہ چارلس مجھ پر بڑی ناراض ہوئی اور یہ لکھکر (جس عورت نے ہزاروں پونڈ سالانہ خرچ کئے ہوں اوس کا کام سو پونڈ سال سے کیونکر چل سکتا ہے) وہ چٹھی میرے اوپر پھینک ماری۔

اگرچہ مجھکو اوس کی اس نمک حرامانہ اور بد اخلاقانہ حرکت پر بہت غصہ آیا مگر چونکہ میں چارلس سے زبان ہار چکا تھا میں نے کچھہ نہیں کہا اور خاموش ہو رہا۔

اس واقعہ کو دو تین ہی مہینے ہوئے ہونگے کہ ایک دن بنک کا ایک چپراسی ایکہزار پونڈ کا ایک چک میرے پاس تصدیق کے واسطے اس وجہ سے لایا کہ منیجر بنک کو اوس کے دستخطوں پر شک ہوا تھا۔ میں نے جو دیکھا تو بیشک میرے دستخط نہ تھے۔ بلکہ جعلی تھے۔ اور چک کس کے واسطے تھا۔ (بیوہ چارلس) کے دینے کے واسطے۔ اگرچہ اصلی علاج یہ تھا کہ اس عورت کو پولس کے سپرد کیا جاے مگر میں خون جگر کھا کر رہ گیا اور میں نے کہا کہ ہاں میرے ہی دستخط ہیں جعلی نہیں ہیں۔ اوسکو قبول تو میں نے کیا مگر مجھکو ایک ہزار پونڈ کی زک لگی۔

چپراسی تو مجھ سے معافی چاہکر اونسے مجکو بیفائدہ تکلیف دی چلا گیا۔ گر میں گاڑی میں سوار ہوکر (بیوہ چارلس) کے گھر پہنچا۔ جہاں میں کیا دیکھتا ہوں کہ ابھی اوسکے شوہر کو مرے ہوئے کچھ بھی زمانہ نہیں ہوا ہے مگر وہ ایسی بنی ٹھنی ہوئی ہے کہ میں اوسکو دفعتاً پہچان نہیں سکا۔ ادہر ادہر کی چند باتیں کرنیکے بعد ایک غصہ مند چہرہ بنا کر میں نے کہا کہ (مسس چارلس) میں ایک نصیحت کرنے کیواسطے آیا ہوں جسکو سنتے ہی اوسکے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا اور بولی کہ فرمائیے وہ کیا نصیحت ہے؟ میں نے کہا کہ آج صبح بنک کا ایک چپراسی ایک جعلی چک ہزار پونڈ کا میری پاس لایا میں اسیقدر کہنے پایا تھا کہ میں اسکی متغیر حالت کو دیکھکر ڈر گیا اور میں نے کہا کہ ہیں تم بیہوش کیوں ہوئی جاتی ہو جسپر وہ بولی کہ نہیں تم بات کو ختم کرلو۔ میں نے پھر کہنا شروع کیا کہ جب مینے اس چک کو دیکھا تو اسپر حقیقت میں میرے دستخط نہ تھے۔ یہ کہکر مینے کہا کہ یہ نہایت بیجا بات ہے۔ مینے صرف ایکسو پونڈ سالانہ کو بنک سے لینے کی اجازت تمکو دی ہے نہ کہ اس سے زیادہ اور مینے کہا کہ میں صاف کہتا ہوں کہ اگر پھر مینے ایسی حرکت دیکھی تو میں وہ سو پونڈ سالانہ بھی بند کر دونگا۔ (مسس چارلس) میری باتوں کے ختم ہونے پر میرے قدمونپر گر پڑی اور عفو تقصیر چاہکر آیندہ ایسی حرکت سے اوسنے توبہ کی۔ مگر میں اسلئے یہ وزاری کو بالکل مصنوعی پاتا رہا لیکن تاہم اسیوجہ سے کہ وہ میرے ایک پرانے رفیق کی بیوی ہے اور اوسنے اسکی دستگیری کا مجھ سے وعدہ لے لیا ہے۔ مینے اسکا یہ قصور معاف کر دیا اور آیندہ کیواسطے بجائے ایکسو کے دوسو پونڈ سالانہ اوسکے مقرر کر دیئے۔ مگر تاہم مجھکو اکثر معلوم ہوتا رہا کہ وہ عورت میری ممنون نہیں ہے اور میری اس عنایت کا ہمیشہ حقارت سے لوگوں کے روبرو تذکرہ کیا کرتی ہے۔

اسمعیل

سرکاری تحریرات و اشتہارات

ذیل کے کاغذات چھاپنے کیواسطے ہم سے کہا گیا ہے۔ جن کو ہم خوشی سے درج کرتے ہیں ایڈیٹر

نمائش ممالک متحدہ

اس بات سے عوام بخوبی واقف ہو گئے ہونگے کہ نمائش ممالک متحدہ کے متعلق پولو ٹورنامنٹ بھی ۹ دسمبر و ۷ اور ۸ دسمبر ۱۹۱۰ء کے درمیان ہوگا۔ یہ تجویز ہے کہ اس ٹورنامنٹ میں جو شخص جیتیگا اوسکو ایک کپ بطور انعام کے دیا جاوے گا۔ اس کپ کے تیار کرنے کا کام ولایت کے گولڈ اسمتھ و سلور اسمتھ کمپنی لیمیٹڈ نے اپنے اہتمام میں لیا ہے۔ کپ نقرئی ٹھوس تارہ کی شکل کا بنایا جاوے گا۔ اس میں خاص بات یہ ہوگی کہ وہ جدید طرز کا تیار کیا جاوے گا۔ کپ پہ دونوں جانب پولو سین ابھرے ہوئے ہونگے۔ گھوڑوں پر چڑھے ہوئے اور پولو کھیلتے ہوئے لوگوں کی نقشی تصویر بنائی جاوے گی۔ گھوڑا و پولو کھیلنے والے مختلف پیرایہ میں دکھلائے جاوینگے۔ اسبات کی امید قوی ہے کہ یہ کپ اپنی پیدا ئش نہایت ہی خوبصورت اور قابل دید ہوگا۔

نمائش ممالک متحدہ

کمیٹی نمائش ممالک متحدہ نے ایک اشتہار اس مضمون کا دیا تھا کہ مبلغ سو روپیہ انعام ایسے شخص کو دیا جاوے گا جو ایک نفیس تمغہ کا نمونہ طیار کرے گا اور جو کمیٹی کی رائے میں سب نمونوں سے اعلیٰ ہوگا۔ یہ انعام مسٹر ایچ۔ وی دھرندھر لو تو بمبئی کے مشہور و معروف مصوروں میں سے ہیں عطا کیا گیا ہے۔ مصور نے اپنے تمغہ کے خاکہ میں کس خوبی سے دو عورتوں کی صورتیں دکھلائی ہیں جو گنگا اور جمنا ہیں اور الہ آباد کے مقدس سنگھم پر آپس میں مل رہی ہیں۔ گنگا کے مقابل نمائش ممالک متحدہ ایک ہندوستانی بچہ کی شکل میں کھڑی ہے اور گنگا اس بچہ کو ایک جام سیمیں نذر کر رہی ہے۔ اُن کے پیچھے دونوں دریا موجزن ہیں۔ تمغہ کے دوسری جانب ہندوستان کا مشہور کنول انگریزی گلاب کے پھول کے ساتھ ہم آغوش ہے اور دونوں قوموں کے رشتہ اتحاد کو ظاہر کرتا ہے۔

نمائش ممالک متحدہ

جو اصحاب صوبہ جات متحدہ کی نمائش گاہ میں تشریف لاویں گے اون کے قیام کے بلئے

نہایت وافر انتظام کیا گیا ہے۔ تجویز یہ ہے کہ چار وسیع قیام گاہوں میں خیمہ نصب کئے جاویں جو اصحاب نمایش دیکھنے کے لئے تشریف لاویں گے اگر وہ انگریزی طریقہ پر رہنا پسند کریں گے تو اون سے ۵ روپیہ روزانہ لیا جاوے گا۔ (اس رقم میں مصارف خوراک بھی شامل ہیں) مالکان کارخانہ جات یا اور دیگر اشخاص جن کی چیزیں نمایش گاہ میں رکھی جاویں گی اون کے لئے انگریزی قیام گاہ کا انتظام الگ ہوگا اور اونکو ۶ روپیہ (چھ روپیہ) روزانہ دینا ہوگا۔ انگریزی قیام گاہوں میں کھانے پینے کا انتظام مسرس کلز اینڈ کمپنی کے سپرد ہوگا۔ جو اصحاب کہ ہندوستانی طریقہ سے رہنا پسند کرینگے اونکے لئے بھی اسی طرح دو علیحدہ علیحدہ قیام گاہیں ہوں گی۔ اور ان سے ۱ روپیہ روزانہ (علاوہ مصارف خوراک) لیا جاوے گا۔ ہندوستانی کھانے کے لئے ہندوؤں و مسلمانوں کا علیحدہ علیحدہ انتظام ہوگا۔ پردہ نشین مستورات کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو مع عیال و اطفال آنا چاہیں الگ انتظام ہوگا۔ جن خیموں میں لوگ ٹھیرائے جاویں گے اون میں سامان عیش و آسایش کافی طور پر مہیا کیا جاوے گا۔ ہر قیامگاہ میں بجلی کی روشنی ہوگی۔ اور غسل کے لئے گرم پانی ہر وقت تیار رہے گا۔ اسکے علاوہ نمایش گاہ کے باہر کچھ زمین موجود ہے جہاں وہ لوگ جو اپنے خیمہ اور نوکر وغیرہ اپنے ہمراہ لانا چاہیں ٹھہر سکتے ہیں۔ اور اس زمین کے کرایہ وغیرہ کے متعلق سیکرٹری صاحب سے خط کتابت کرنی چاہیئے

لمعات الاسلام مصنفہ جناب نواب حاجی محمد اسمٰعیل خانصاحب رئیس دتاؤلی) احادیث متبرکہ کے اس مفید انتخاب میں تمام وہ مشتمل حدیثیں جمع کر دی گئی ہیں جو انسان کی روزانہ زندگی میں کارآمد ہیں اور جن پر کاربند ہونے سے ایک شخص سچا مسلمان کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً متوفی کو برا نہ کہو جنازہ مسلم کی و غیر مسلم کی تعظیم عیادت کی خوبی مریض کو تشفی دینا۔ اگر زندگی سے تنگ ہو تو کیا آرزو کرنی چاہیئے موت کی آرزو نہ کرنے کی حکمت۔ علم کی فضیلت عبادت پر وغیرہ وغیرہ بہت سی ایسی عمدہ احادیث جمع کی ہیں۔

قیمت فیجلد علاوہ ڈاک محصول چار آنہ ۴ر

ملنے کا پتہ۔ منیجر عزیزی پریس بک ڈپو آگرہ۔

گورنمنٹ ممالک متحدہ

صیغہ پولیٹیکل

متفرقات

۲۲ جون سنہ ۱۹۱۰ عیسوی

نمبر ۵۱۳ - ۴ ۱۴۲ - اس تحریر کی رو سے عام اطلاع کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ چیچک کی بیماری وبائی شکل میں ملک عرب کے متبرک شہروں اور دیگر مقامات میں اکثر پھیلتی ہے گورنمنٹ کے کل تعلیمیافتہ مسلمانوں سے یہ خواہش ہے کہ وہ اپنے ہم مذہب لوگوں کو جو حج کے لئے جانے والے ہوں یہ سمجھا دیں کہ ملک ہند سے مکہ کو روانہ ہونے سے قبل ٹیکہ یا ٹیکہ مکرر لگوالینا کس قدر مفید و ضروری ہے۔ اس طور پر ملک ہند میں ہر سال چیچک کی بیماری کا دوسرے ملکوں سے آنے کا خطرہ بہت کم ہو جائے گا اور خود مسافران حج کو بھی اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ ہر ضلع میں سارٹیفکٹ ٹیکہ کا ذمہ دار شخصوں کی طرف سے دیئے جانیکا انتظام کیا جارہا ہے اور اسکے متعلق علیحدہ احکام جاری ہونگے۔

یہ بھی مشتہر کیا جاتا ہے کہ گذشتہ حج کے موسم میں دیگر صوبہ جات سے بہت سے لوگ حج کے لئے جانے کو بمبئی گئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جدہ تک کا کرایہ صرف ایک طرف کا بڑھکر ۷۰ و ۷۵ روپیہ تک پہنچ گیا۔ یہ زیادہ تر ملک عرب کے مطوفین (بنگالی مسلمان) کی وجہ سے ہوا جنھوں نے اس خبر کو پھیلا کر سفر خرچ بہت کم ہو گیا ہے اور دیگر طریقوں سے اپنے ہم مذہبوں کو حج کے لئے آمادہ کیا۔ گورنمنٹ کی یہ خواہش ہے کہ جو تکالیف و نقصان مسافران حج کو گذشتہ موسم میں برداشت کرنے پڑے وہ دوبارہ نہ پیش آئیں لہذا ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے مسلمانوں کو یہ آگاہ کیا جاتا ہے کہ ملک حجاز کے غیر ذمہ دار شخصوں کی خبروں پر اعتبار نہ کریں۔ سفر حجاز کے متعلق جو اطلاع وہ حاصل کرنا چاہیں براہ راست محافظ مسافران حج بمبئی سے حاصل کرنا چاہیئے۔ عہدہ دار مذکور ایک مسلمان ہے اور اس غرض سے مقرر کیا گیا ہے کہ مسافران حج کو سفر حج کے متعلق جس قسم

کی اطلاع ومدد کی ضرورت ہو وہ حتی المقدور ادنہیں دے۔ جو چٹھی عمدہ دار مذکور کو مندرجہ ذیل
پتے سے بھیجی جاوے وہ اوس کے پاس پہنچ جائے گی۔ "محافظ مسافران ج بتوسط کمشنر
پولیس بمبئی"

حسب الحکم جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک متحدہ

جے ڈبلیو ہوز
چیف سکرٹری گورنمنٹ۔ ممالک متحدہ

بچوں کی حفاظت

بچہ پیدا ہونے کے بعد جو کام دائی کو سب سے پہلے کرنے ہوتے ہیں اون میں سے ایک یہ
ہے کہ نال کاٹے۔ بچے کے پیٹ سے قریب چار انچھ چھوڑ کر نال کو نئے فیتہ یا ڈوریا کچے دہاگے
سے باندھ دینا چاہیئے۔ پرانی اور میلی ڈور استعمال نہیں کرنی چاہیئے۔ نال کو کسی صاف چھری
وغیرہ سے کاٹنا چاہیئے۔ جب نال کاٹ دیا جاوے تو اوس جگہ پر جہاں سے وہ کاٹا گیا ہو پسا ہوا
لکڑی کا کوئلہ چھڑک دینا چاہیئے اور اگر وہ نہ مل سکے تو تھوڑا سا تازہ پسا ہوا آٹا اس کام کے لئے کافی
ہوگا۔ نال کے اوپر کپڑا یا چیتھڑا جلا کر لگا دینا بہت مفید ہے۔ ایک صاف چیتھڑے کو پانی میں ڈالکر
پانی کو کھولانا چاہیئے اور اسکے بعد چیتھڑے کو نکال کر ریندی یا السی کے تیل سے تر کرکے نال پر
باندھ دینا چاہیئے تاکہ وہ چپٹ نہ جاوے۔ نال پر میلا کپڑا باندھنے یا زخمی جگہ پر مٹی یا گوبر لگانے
کی وجہ سے اکثر بچے مر گئے ہیں اور ایسا کبھی نہ کرنا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے جموگا یا کزانکی بیماری
ہوجاتی ہے اور جن بچوں کو یہ بیماری ہوتی ہے اسمیں سے بہت ہی کم بچتے ہیں۔
نئے پیدا ہوئے بچہ کی آنکھیں بہت ہوشیاری کے ساتھ ملائم کپڑے سے صاف کی جاتی چاہئیں
آنکھوں کو تھوڑے پانی سے جو کسی قدر گرم ہو دہو ڈالنا چاہیئے۔ اور آنکھوں کا میل کچھ اچھی طرح
صاف کر دینا چاہیئے۔ اگر بچہ کے پیدا ہونے سے تھوڑے ہی دنوں کے اندر اوسکے پپوٹے لال
ہوجائیں اور سوج جائیں یا اگر پپوٹے پر کسی قسم کا میل وغیرہ پایا جاوے تو فوراً کسی علاج پیشہ

آدمی (یعنی ڈاکٹر یا حکیم وغیرہ) کو دکھلانا چاہیے نہیں تو بچہ کی ایک یا دونوں آنکھوں کے جاتے رہنا کا ڈر ہے۔ آنکھیں صاف کر دینے کے بعد بچہ کو ہلکے گرم پانی سے نہلانا چاہیے اور کل میل وغیرہ کو ہوشیاری کے ساتھ دور کر دینا چاہیے اور بدن کو ملائم تولیہ سے خوب پونچھ ڈالنا چاہیے بعض لوگ نہلانے سے پہلے بچہ کے بدن پر تیل مل دیتے ہیں تاکہ نہلانے میں آسانی ہو۔ بچہ کے پیٹ پر ایک پٹی مضبوطی کے ساتھ اس وقت تک باندھے رکھنا چاہیے جبتک کہ نال کا ٹکڑا گر نہ جائے اور زخم بالکل اچھا نہ ہو جائے۔

بچہ کو ہمیشہ بہت صاف ستھرا رکھنا چاہیے اور جب کبھی اسکا کپڑا یا جسم کسی چیز سے میلا ہو جائے یا خراب ہو جائے تو اسکو احتیاط کیساتھ دھلا کر پونچھ ڈالنا چاہیے اور کپڑا بدل دینا چاہیے۔

بچہ کو کبھی ننگا نہ رہنے دینا چاہیے۔ خاصکر جبکہ وہ سو رہا ہو۔ ایسا کرتہ جس سے سینہ اور پیٹ دونوں ڈھکے رہیں رات دن پہنائے رکھنا چاہیے۔ جاڑے کے موسم میں اونی کپڑا جو بچہ کی عمر کے لحاظ سے مناسب ہو پہنانا چاہیے۔ اگرچہ گرمی کے موسم میں اسمیں زیادہ حرج نہیں کہ بچہ ننگا پھرے مگر رات کیوقت کوئی ہلکا کپڑا ضرور پہنا دینا چاہیے۔

بچہ کو زمین پر نہیں سلانا چاہیے بلکہ کھٹولے یا چارپائی پر۔ زمین پر سونے سے کھانسی اور سینہ کی دوسری بیماریوں کے ہونے کا بہت ڈر ہے۔ بدن پر تیل لگانا اور ملنا بھی مفید ہے۔ کیونکہ اس سے مچھر نہیں کاٹتے ہیں۔ مچھروں کے کاٹنے سے بچوں کو اکثر بخار آجاتا ہے اور اس سے وہ اکثر مر جاتے ہیں۔

ہر عمر کے بچوں کو ہمیشہ ٹھیک مقرر وقتوں پر غذا دیجانی چاہیے۔ اور ہمیشہ بہت سا اچھا پینے کا پانی گھر میں موجود رکھنا چاہیے تاکہ بچے جا کر تالابوں اور گڑھوں کا پانی نہ پئیں کیونکہ یہ پانی پینے کیلئے اچھا نہیں ہوتا۔

بچہ کو ہمیشہ دوپہر کے وقت سولا دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بچہ کو کبھی افیون نہیں دینی چاہیے۔ جب بچہ رونے لگے تو اسے ہلا ڈولا کر سولا دینا چاہیے۔ بچوں کیلئے افیون زہر کا اثر کرتی ہے اور انھیں کھلانا بہت بری بات ہے۔

اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ بچے کو روزانہ ٹھیک طور پر معمولی پاخانہ ہو جایا کرے۔ اگ

قبض ہو تو تھوڑا سا لینڈی کا تیل یا "گھٹی" دینا سب سے مفید ہے۔ ۱۸ برس کے پاس سے زیادہ عمر کے بچے کے لئے برابر ورزش کرنا اور پکے پھل جیسے کہ نارنگی اور کیلا اور آم وغیرہ کھانا بہت مفید ہے۔ (دستخط) بے پیٹر وائٹ۔ لفٹنٹ کرنل۔ آئی۔ ایم۔ ایس
کمشنر حفظان صحت۔ ممالک متحدہ

چھوٹے بچوں کی غذا کے متعلق آسان ہدایتیں

قصبہ اور دیہات

نئے پیدا ہوئے بچہ کو (ماں کی) چھاتی سے دودھ پلانا سب سے اچھا ہے۔ جیسا اچھا کہ بچہ کے لئے ماں کا دودھ ہوتا ہے ویسا اچھا نہ تو کسی جانور کا دودھ ہوتا ہے اور نہ کسی قسم کی طیار کی ہوئی غذا۔ جب ماں بچہ کو دودھ پلاتی ہو تو اُسے بالکل چپاتی یا روٹی اور دل بھات ہی پر بسر نہ کرنا چاہیئے بلکہ اوسے چاہیئے کہ دودھ پیئے اور ترکاری اور پھل اور بکری و بھیڑ کا گوشت کھائے اگر اس کے مذہب اور ذات کے خلاف نہ ہو۔ نہیں تو اوس کا دودھ خراب ہو جائے گا اور بچہ مضبوط نہ ہوگا بلکہ چڑچڑا اور کمزور ہو جائیگا۔ اگر بازار کا دودھ خراب ہو تو گاڑھا کیا ہوا دودھ (یعنی وہ دودھ جو ڈبوں میں بند ہو کر آتا ہے) استعمال کیا جانا چاہیئے۔ نو مہینہ کی عمر ہو جانے پر بچہ سے ماں کا دودھ چھوڑا دینا چاہیئے۔ چاہے ماں کا دودھ باقی ہو۔ بچوں کو زیادہ عرصہ تک چھاتی سے دودھ پلانا اچھا نہیں چند مہینے سے کم عمر کے بچوں کو چپاتی یا بھات وغیرہ نہیں کھلانا چاہیئے کیونکہ اس سے بچہ کا ہضم خراب ہو جاتا ہے اور دستوں کی بیماری ہو جاتی ہے۔

اگر بچہ کے لئے ماں کا دودھ نہ ہو یا اگر ماں مر جاے تو بہتر یہ ہے کہ دودھ پلانے کے لئے کوئی دوسری عورت اگر ہو سکے رکھ لیجاے۔ مگر اکثر ایسا نہیں ہو سکتا ہے اسلئے عورت کے دودھ کی جانور کا دودھ دیا جاتا ہے۔ گائے کا دودھ عورت کا سا نہیں ہوتا ہے مگر اس ترکیب سے جو نیچے لکھی ہے وہ اوسکی طرح بنایا جا سکتا ہے۔

نئے پیدا ہوئے بچہ کے لئے ایک چھٹانک دودھ میں ۲ چھٹانک کھولایا ہوا پانی اور تھوڑی شکر ملانی چاہیئے ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ گائے کا عمدہ دودھ ہو اور گائے کو سامنے دوہنا

چاہئیے۔ بازار کے دودھ میں اکثر پانی ملا ہوتا ہے۔ دودھ کو اسقدر گرم کرنا چاہیئے کہ وہ قریب قریب کھولنے لگے۔ دودھ کو کسی صاف اوٹے یا برتن میں رکھنا چاہیئے اور استعمال کے بعد برتن کو کھولتے ہوئے پانی سے خوب صاف کر ڈالنا چاہیئے بچہ کو دودھ چمچہ سے دے سکتے ہیں یا ربڑ کا پچو یا گاؤ دم شکل کا بنا کر کام میں لا سکتے ہیں۔ روئی کے پھوئے کو کٹورے میں ڈالدیتے ہیں اور بچہ اسی کے ذریعہ سے دودھ چوستا ہے۔ پھوئے کو بار بار بدلتے رہنا چاہیئے۔ ہرے پتوں کو بھی موٹا کر بچے کو دودھ دینے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔

جب بچہ تین مہینہ کا ہو جائے تو گائے کے دودھ کو پلانے کے واسطے نیچے لکھے ہوئے طور پر تیار کرنا چاہیئے۔

پانی ایک حصہ۔ دودھ دو حصہ۔ اور تھوڑی شکر۔ اکثر چھ مہینے کے تندرست بچہ کو گائے یا بکری کا خالص دودھ تھوڑا تھوڑا دیا جا سکتا ہے بھینس کا خالص دودھ اسقدر طاقت دار ہوتا ہے کہ بچہ کیلئے موافق نہیں ہوتا لیکن پانی ملا ہوا دودھ یعنی ایسا دودھ جسمیں کہ ایک تہائی پانی اور دو تہائی دودھ ہو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اگر بچہ کمزور ہو اور دودھ بالکل ہضم نہ کر سکتا ہو تو تیار کی ہوئی غذا جیسی کہ ایلین اور ہینبری صاحب کے کارخانہ کی خاص طور پر تیار کی ہوئی غذا یا ڈبہ کا دودھ وغیرہ دودھ کی جگہہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ان خاص غذاؤں کو صرف مقدور والے آدمی استعمال کرا سکیں گے مگر کوئی بچہ صرف ان چیزوں کے استعمال سے اچھی طرح پل نہیں سکتا۔ اسے ہمیشہ کچھ تازہ دودھ بھی دیا جانا چاہیئے۔ نہیں تو اوسکی ہڈیاں اور دانت کمزور ہو جائیں گے۔

جو پانی بچہ کی غذا میں ملایا جائے وہ ہمیشہ کھولایا ہوا ہونا چاہیئے۔

(دستخط) جے جیٹر واٹ
لفٹنٹ کرنل۔ آئی۔ ایم۔ ایس
کمشنر حفظان صحت۔ ممالک متحدہ

ایڈیٹر کے ضروری نوٹ

مفت ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم کو مفت اور لازمی کرنے کے متعلق گورنمنٹ آف انڈیا نے جو لوکل گورنمنٹون کی رائین طلب کی تھین وہ اب مشتہر ہوئی ہین سب صوبہ دارون نے سوائے تین کے مفت کی تعلیم کے رائج کرنے کے خلاف رائین دی ہین۔ ہمارے صوبہ کے لاٹ صاحب بہادر بھی مفت کی تعلیم کے خلاف ہین۔ منجملہ وجوہ اختلاف مسئلہ مال بھی ہے۔ یعنی اگر مفت تعلیم جاری کرنا ہے تو اوس کے واسطے روپیہ کہان سے آئیگا اور بلا شبہ یہ اہم ترین مسئلہ ہے۔

چونکہ خلاصہ ان رایون کا جو لفٹنٹ گورنرون وغیرہ نے دی ہین اخبارون مین شایع ہوگیا ہے اسواسطے اس مختصر رسالے مین اوس کے اعادہ کی ضرورت نہین معلوم ہوتی مگر ہم اپنی ذاتی رائے ظاہر کردینا مناسب جانتے ہین۔ چونکہ مسلمان تعلیم کی طرف سے بہت غافل ہین اور ان مین مثل لودہی چمارون کی ایسی نیچ ذاتین نہین ہین جو پشت ہا پشت سے ناخواندہ رہتی آئی ہون اسواسطے ہماری بڑی آرزو ہے کہ اون کی یعنی مسلمانون کے واسطے جبریہ تعلیم کا انتظام ہو (واضح ہو کہ مفت اور جبریہ تعلیم لازم و ملزوم ہے۔ یعنی مفت تعلیم بغیر جبریہ کے نہین ہوسکتی اور جبریہ تعلیم بغیر مفت کے نہین ہوسکتی) مگر چونکہ یہ ناممکن ہے کہ مسلمانون کے واسطے مختص القوم جبریہ تعلیم کا بندوبست ہندون کو چھوڑ کر کیا جاسکے اسواسطے غالبًا [illegible] مسلمان کے جبر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر کہا ہے کہ مفت اور جبریہ تعلیم لازم و ملزوم ہے اور ہندو اقوام مین بکثرت وہ قومین ہین جن کے باپ دادون نے کبھی پڑہا ہی نہین ہے اسواسطے اونپر تعلیم کے واسطے جبر کرنا مزید صحیح نہین ہے۔ کیونکہ اس سے احتمال ناراضگی پیدا ہونے کا اسی طرح ہے جسطرح طاعون کی ابتدا مین اوس کی روک تھام کے انتظام سے ہوئی۔ پس لازمی منطقی نتیجہ یہ ہے کہ مفت کی تعلیم کے واسطے ملک تیار نہین ہے۔ ہم نے پرائیویٹ طور پر جو اہل ملک سے اس مسئلہ مین گفتگو کی ہے تو ہم نے بہت سے سنجیدہ ہندوستانیون کو مفت کی تعلیم کے خلاف پایا ہے۔ غرض کہ آخری فیصلہ یہی کرنا پڑتا ہے کہ مفت کی تعلیم کا وقت ابھی نہین ہے۔

—— مگر ایک خاص امر کی طرف معلوم نہین کہ توجہ کی گئی ہے یا نہین یعنی گروہ زمینداران کی تعلیم مین اونکے واسطے مزید سہولتین مہیا کرنا۔ کیونکہ تمام فرقون مین سے جو ہندوستان مین ہین۔ صرف زمیندار ہی وہ گروہ ہے جو تعلیم کے فنڈ مین خاص روپیہ دیتا ہے اور اسوجہ سے اسکا ہر طرح حق ہے کہ جہانتک ممکن ہو تعلیم کی فیس وغیرہ مین اون سے رعایت کیجائے اور یہ مسئلہ ایک پہلو ایسا بھی رکھتا ہے کہ عام طور سے مفت تعلیم کے خلاف کسواسطے کہ جو قومین کوئی خاص ٹکس تعلیم کا نہین دیتین اونکو کسیطرح یہ حق نہین ہے کہ اوس روپیہ سے مفت کا فائدہ اٹھائین جو گروہ زمینداران دیتا ہے وکیلون مختارون کیطرح تجارت پیشہ اشخاص کو اپنی ذریت کی تعلیم کے واسطے اول خود ٹکس ادا کرنا چاہئیے۔ اور اسوقت مفت کی تعلیم پر بحث چھیڑنا چاہئیے۔

جمعون کے خطبے اسپد اخبار دن نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ مروجہ ان خطبون کو جو جمعون مین پڑہے جاتے ہین۔ ترک کر کے ایسا رواج ہونا چاہئیے کہ امام لوگ مناسب وقت نصیحتین جمعہ کے دن کیا کرین کیونکہ اصل مقصد خطبہ کا یہی ہے۔ ہماری رائے مین بھی بلاشبہ یہ صحیح ہے کہ خطبہ سے مقصد نصیحت کرنا ہے مگر اس اصلاح کے واسطے اول یہ لازم ہے کہ مذہبی پیشوا ایسے عالم ہون جو علوم دین کے ساتھہ علوم دنیا سے بھی کافی بہرہ رکھتے ہون اور دنیا کے نشیب و فراز سے واقف اور باخبر ہون۔ ورنہ بہت کچھہ ممکن ہے کہ بجائے نیک صلاح دینے کے غیر ضروری یا مضر مشورہ دے بیٹھین۔ پس جب تک کہ ایسے عالم میسر آئین اسوقت تک مطبوعہ خطبون کو ہی پڑہنے دینا ہر طرح محفوظ اور مناسب ہے۔

قاعدۂ بغدادی قاعدہ بغدادی قرآن مجید پڑہنے کی استعداد پیدا کرنے کیواسطے اب بھی ویسا ہی مفید ہے جیسا کہ بزمانۂ تصنیف ہوگا۔ البتہ جس بے دردی سے وہ چھاپا جاتا ہے اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے بچون کے دماغ پر بے فائدہ پریشانی نہ ڈالنے کے واسطے یہ ضرور ہے کہ اوسکے حروف اور الفاظ خوب جداجدا اور بڑے قلم سے لکھے جائین اور اگر یہ ہو کہ دو رنگ سے چھاپا جائے تو بچون کی حالت کی نہایت موزون ہو۔ کیونکہ رنگ برنگ ہونا بچون کی مسرت اور دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اگر ایک حرف یا لفظ ایک رنگ کا اور دوسرا حرف یا لفظ دوسرے رنگ کا ہو تو حروف اور الفاظ کی باہم تفریق ہوجانے سے باعث مزید سہولت کا ہو سکتا ہے۔ علاوہ

مذکورۂ بالا اصلاح تحریر اور طبع کی کسی قدر ترمیم کی ضرورت بھی ہے یعنی اوس مین نمازون کی نیت اُردو
زبان مین لکہدینی چاہیئے اور عربی زبان کی نیت کو خارج کردینا چاہیئے سوائے اس کے نماز جنازہ
کی دعائین اور ترکیب اور دعاء ادا، قرض وغیرہ بچون کی سمجہ اور مذاق کے خلاف ہین اور اُن کے واسطے
بالکل غیر ضروری ہین۔ پس انکو بھی نکالڈالنا چاہیئے۔ ہان البتہ نو دونہ نام اور کلمات طیبات اور درود
شریف اور سبحانک اللہ۔ دعار قنوت وغیرہ جو روزمرہ اور نمازون کے واسطے ضروری ہین باقی رکہنا
چاہیئے۔ اگر الحمد شریف اور چند چہوٹی چہوٹی صورتین بھی داخل قاعدہ کردی جائین تو ہر طرح مناسب ہے
کیونکہ عام حالت مین اسکا پڑہ لینا کافی ہوجایا کریگا۔

انسداد بغاوت۔ جبکہ گورنمنٹ بنگال کو یہ خبر ملی کہ ۷ اگست کو "بائیکاٹ" کا احمقانہ اور مغویانہ
جلسہ پہر ہونے والا ہے تو ازراہ دوراندیشی اوس نے ذیل کا ریزولیوشن نافذ کیا ہم ایسے احکامات کی دلسے
تائید کرتی ہین۔ اور کچہہ شک نہین کہ گورنمنٹ کی پچہلی خاموشی جو محض مربیانہ تھی اہل ملک کو عقل
دلانے والی ثابت نہین ہوئی تھی۔ پس اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ گمراہی کی باتون کو حکماً روکا جائے
بہرحال ہم گورنمنٹ کی تائید کرتے ہین اور اہل ملک سے پہر ایک مرتبہ کہین گے کہ ایسے مہملات سے
باز رہین۔ گورنمنٹ بنگال کے حکم کے الفاظ یہ ہین۔

اخبارون مین جو اس مضمون کے بیانات شایع ہوئے ہین کہ لوگون کا خیال ہے کہ وہ دن جو یوم بائیکاٹ
کے نام سے مشہور ہے ۷۔ اگست کو منایا جائے چنانچہ ان بیانات کی جانب گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی
لفٹنٹ گورنر بہادر کی رائے مین بائیکٹ کی تحریک سے نقصان کے سوا کوئی فائدہ نہین ہوا اس سے
نقض امن واقع ہوسکتا ہے۔ حالانکہ ابھی تک ایسا نہین ہوا ہے اور یہ ہی زیادہ خرابی پائی جاتی
ہے کہ اسکے سبب سے قومی اشتعال پیدا ہوتا ہے اور مقررہ گورنمنٹ کے خلاف خصومت اور عداوت
کے خیالات پیدا ہوتے رہین جو ایام گزشتہ مین عمدہ طریقے کے نظم و نسق کے حق مین مضر رہتے آئے
لفٹنٹ گورنر بہادر کی زیادہ خوشی اس امر مین متصور تہی کہ یہ ایک تحریک قطعاً ترک کیجاے۔ گورنمنٹ اس
مین مداخلت نہ کرتی بلکہ متعلق اشخاص خود اسے نبد کردیتے مگر ہزآنر کو ایسی شہادتین بہم پہنچی ہین جن
سے ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کے زیادہ ذمہ دار اشخاص اس امر کو پسند کرتے ہین ہزآنر کو ابتک یہ امید
پائی جاتی ہے کہ زیادہ دانشمندانہ مشورہ پر عمل کیا جائیگا اور جن لوگون کا اپنے ہمجنسون پر اثر پایا جاتا ہے

اون کی کوشش یہی اس امر مین کارگر ہونگی کہ یہ جوش وخروش نہ پہیلایا جاوے کیونکہ یہ باتین سچے
دل سے گورنمنٹ کی معاونت کرنیکے خلاف ہین اور گذشتہ دو مہینہ کے عرصہ مین ملک کی خیر
خواہی کے جو خیالات ظاہر کئے گئے ہین تو کارروائیان اسکے مطابق نہین ہین لیکن اگرچہ امید پوری
نہونی تو ہر شخص پر واضح رہے کہ لفٹنٹ گورنر بہادر کا ارادہ یہ ہے کہ جو قانونی اختیارات انہین
حاصل ہین انہین عمل مین لاکر اس بات کی مانعت کرین گے۔ بیکٹ کے متعلق کوئی جوش وخروش کیسا تھ
کی کارروائی عمل مین نہ آئے - وکل حکام کے نام احکام جاری کئے جاتے ہین کہ اس کے فیصلہ
کی تعمیل کے لئے تمام ضروری انتظامات عمل مین لائین۔

قومی یونی ورسٹیان

حاجی محمد موسی خانصاحب رئیس دتاؤلی نے براہ کرم ایک رسالہ اپنے
چند خطوط کا جس مین (دی نامی نیشنل - مختص القوم) یونی ورسٹیون
کی تائید مین دلچسپی سے بحث کی گئی ہے غالباً بغرض ریویو ہمارے پاس بہیجا ہے رسالہ مذکور کے
دیکہنے سے یہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ مختص القوم یونی ورسٹیون پر گفتگو سے خاص غرض مصنف کی محمڈن
یونی ورسٹی بنانے پر زور دینے کی ہے ہمارا بہت دل چاہتا ہے کہ ہم بہی محمڈن یونی ورسٹی کی تائید
کرین مگر چونکہ ہمارے ناچیز قیاس مین محمڈن یونی ورسٹی کا بننا بغیر اس کے ممکن نہین ہے کہ ایک
دو جن سے کہین شاید زائد مختلف قومون کے واسطے یونی ورسٹیون کی اجازت دینی چاہیئے۔ تو ہم کو
خوف ہوتا ہے کہ ہماری تائید رائگان جائیگی۔ اسکا جواب کہ پہر ہندوستان کے سب فرقون اور
قومون کو یونی ورسٹی کا حق کیون نہ دیا جائے غالباً یہ بالکل واجبی ہے کہ ہندوستان کی متضاد سخت
متضاد خیال والون کو تعلیم مین ایسی آزادی دینا کہ وہ جو چاہین پڑہائین ہرگز خطرہ سے خالی نہین
ہے اور شاید حاجی محمد موسی خانصاحب بہی اس جواب کو قبول کرنے مین تامل نہین کرین گے۔
جنہے اس مسئلہ پر جہان تک غور کیا ہے ہین معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان مین تعلیم کو ایسا آزاد کر دینا کہ
گورنمنٹ کی نگرانی اوس سے اٹہہ جائے ملک اور گورنمنٹ دونون کے حق مین بلا شبہہ غیر مفید اور
مضر ہو گا۔ پس مسئلہ (دی نامی نیشنل یونی ورسٹی) ایسا سہل نہین ہے جیسا کہ بظاہر سمجہا جارہا ہے
علاوہ برین ہم اس خیال کو کہ جب تک مسلمانون کے پاس قومی یونی ورسٹی نہوگی وہ تعلیمی خسارہ
مین رہین گی۔ مسلمانون کے حق مین مضر جانتے ہین۔ کیونکہ کوئی وجہ نہین ہے کہ جس طریقہ

تعلیم سے تمام قومین - ہندو - سکھ - پارسی فائدہ اوٹھا رہی ہین - مسلمانون کے واسطے اسکو غنیمت سمجھا جائے - اور مسلمانون کو تا حرباق از عراق آید برمرنے کی اجازت دیدیجائے - الختصر ہم محمڈن یونی ورسٹی کے خلاف نہین ہین بلکہ دعا کرتے ہین کہ اس خیال والون کو کامیابی ہو - مگر جسطرح تمام قومین بغیر اپنی قومی یونی ورسٹیون کی دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی ہین ہمارے نزدیک مسلمان بھی بغیر اپنی یونی ورسٹی کے اگر چاہین تو تعلیم مین خاصی ترقی کر سکتے ہین - رہی عدم توجہی اور تعلیق بالمحال اسکا کوئی علاج سوائے دعا کے نہین ہے -

قانون ممانعت مجالس فساد

وائسرائے کی امپیریل لیجسلیٹو کونسل مین قانون ممانعت مجالس فساد پر اس وجہ سے ۵ اگست کو بحث ہوئی کہ اوسکی میعاد اگلے نومبر مین ختم ہونے والی تھی - اور زیر غور یہ تہا کہ آیا اوس کی میعاد مین توسیع ہونا چاہیے یا نہین - کانگریسی ممبرون نے جن مین ایک مسلمان ممبر بھی شامل ہوگئے تھے - اس قانون کو ختم کردینے کے اوپر زور دیا - اور سرکاری ممبرون نے جن کے ساتھ چند مسلمان اور ہندو ممبر شامل تھے - اس کی میعاد بڑہانے کی ضرورت کو ثابت کیا آخری فیصلہ یہ ہوا کہ بالفعل مارچ ۱۹۱۱ء تک اس کی وسعت منظور کیجاے اور اوسوقت کے وائسرائے کے روبرو یہ مسئلہ آخری فیصلہ کے واسطے پیش ہو - جو لوگ اس قانون ختم کردینے کے حامی ہین اون کی بڑی دلیل یہ ہے کہ ان تین سالون مین ایسے جرائم بہت کم ہوگئے ہین جن کی انسداد اور روک کے واسطے یہ قانون نافذ ہوا تھا - پس اس کی توسیع کی ضرورت نہین رہی مگر ہماری راے مین یہ دلیل بالکل بیہچ ہے - کیونکہ ملک مین جو شورید جلسے کم ہوتے ہین وہ اس روک تھام کا نتیجہ ہین جو اس زمانہ مین تشددانہ کیے گئے - پس اس خاموشی کو ملک کی امن پسندی پر محمول کرنا غلطی ہوگی -

گویہ قانون اگلے مارچ تک کے واسطے اسوقت دراز کردیا گیا ہے مگر اب بحث یہ ہے کہ اگلے مارچ مین یہ قانون ایک مستقل قانون بنا دیا جائے یا منسوخ کردیا جائے اور یا اور زیادہ وسیع کردیا جائے - اس قانون کی تنسیخ کی ہم بالکل خلاف ہین کیونکہ ہماری راے مین موجودہ خاموشی اول تو کامل خاموشی نہین ہے دوئم بظاہر یہ ایک عارضی خاموشی ہے لیکن ہماری راے مین یہ ہر طرح مناسب ہے کہ بالفعل یعنی آئندہ مارچ مین بجاے مستقل قانون

کردینے کے تین سال کے واسطے اسکو بسیج کردیا جائے تاکہ حضور لارڈ ہارڈنگ جدید ویسرائے کو ذاتی تجربہ ملک کی حالت کا ہوئے اور حضور ممدوح کو تمام پہلوؤن پر غور کرنے کا کافی موقع ملجائے

——— اس قانون کو قائم نہ رکھنے کی خواہش والی اسپر بھی زور دیتی ہین کہ اس سے آزادی خیال کی روک ہوتی ہے جو ہر انسان کو برا معلوم ہوتی ہے جس کی نسبت ہم یہ صاف کہین گے کہ گو اظہار خیالات مین آزادی ایک بڑی بیش بہا نعمت بنی نوع انسان کی ترقی کے واسطے ہے لیکن تجربہ ضرور یہ بتاتا ہے کہ ہر بات کے واسطے حد ہونا ضرور ہے اور آزادی اظہار خیال بھی اس کلیہ سے مستثنا نہین ہو سکتا ہم اپنی اس دلیل کے ثبوت مین دو مثالین پیش کرین گے اول یہ کہ موجودہ گورنمنٹ مین اب سے تین چار سال اول بلا روک ٹوک آزادی رائے حاصل تھی مگر چونکہ اوس کے واسطے حد مقرر نہ تھی اسواسطے اُس آزادی رائے نے بجائے نفع کے ملک اور اہل ملک کو نقصان اور صریح نقصان پہونچایا۔ یعنی شورش انگیزی اور شورش کرنے کا مادہ پیدا ہو گیا۔ پس اہل ملک کو شتر بے مہار بنانا کسی طرح عقلمندی کی بات نہین ہے دوسری مثال امریکا کی نہایت زبردست پیش کیجا سکتی ہے جہان پر بے روک آزادی کا یہ نتیجہ ہے کہ وہان کے قدیم باشندون پر کسی وقت مین پبلک کی طرف سے وہ ظلم و زیادتی سننے مین آتی ہے جو انسانیت اور انصاف کے بالکل خلاف ہے پس کون ایسا شخص جو ملکی خیرخواہی کا دلدادہ ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ اظہار خیالات مین قطعی آزادی کا دیدینا کسی ملک یا قوم کے واسطے مفید ہو سکتا ہے۔

——— آنریبل مسٹر گوکھلے نے اسی جلسے مین اپنی دوران تقریر مین یہ فرمایا۔ حضور والا مین آگاہ ہون کہ ہندی پولیس کی نوعیت کے مسئلے نے اب ایسی شکل اختیار کرلی ہے کہ بلا کسی قسم کا جوش پیدا کئے ہوئے اوس کے بارے مین اب مباحثہ کرنا دشوار ہے۔ بہرکیف اس مین شک نہین کہ بحیثیت ایک گروہ کے اونکا اعتبار بہت سے اہل ملک نہین کرتے اور بیچارہ رعایا اس خطرے مین سرگردان رہتی ہے کہ وہ کیا نہ کر ڈالین گے اور اوسوقت سے حالت اور بھی خراب ہو گئی جبسے کہ محکمہ سراغرسانی مجرمان مرتب کیا گیا ہے۔ اس فقرہ کو پڑھ کر ہم کو ایک بر خود گزشتہ لطیفہ یاد آیا یعنی بیس سال یا اس سے کچھ کم و بیش ہوئے ہونگے کہ ہمارے ایک دوست نے ہمکو متنبہ کرنے کی غرض سے ایک شخص کی بابت ہم سے

دلسوزانہ کہا کہ فلان شخص جو تمہارے پاس بہی اکثر آیا کرتا ہے خفیہ سرکاری مخبر ہے۔ پس اُس سے خبردار رہنا ضرور ہے جسکا جواب راقم نے اون کی محبت کا شکریہ ادا کرکے یہ دیا کہ یہ تو ہمارے واسطے ایک بشارت ہے۔ کیونکہ ہم تو خدا سے چاہتے ہین کہ ہمارے اصلی خیالات کا حال سرکار و حکام کو معلوم ہو جائے۔ غرض اس سے یہ ہے کہ ہمارے نزدیک محکمہ سراغرسانی کا انتظام جسقدر بہی وسیع ہو پاکدامن اشخاص کو اوس سے خوف کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے۔

توپاک باش برادر مدار از کس باک　　زنند جامۂ ناپاک گازران بر سنگ

علی الخصوص ایسی حالت مین جبکہ جہوٹی مخبری پر مخبر اور پولس سب کی سب قانونی شکنجہ مین کس دیجاتی ہے۔ جیسا کہ روزمرہ دیکہنے مین آتا ہے ہماری رائے مین یہ امر بہی فراموش کرنے کے لائق نہین ہے کہ جماعت قلیل کی حفاظت اور خفیہ انجمنون کے پتہ لگانے کے واسطے یہ لازم ہے کہ سرکار اور حکام علانیہ اور مخفی طریقون یعنی دونون ذریعون سے اہل ملک کے مزاج اور فیلنگ سے واقف رہے۔ غرضکہ ہم محکمہ سراغرسانی کے خلاف مین کوئی معقول دلیل نہین پاتی ہین۔ بلکہ اوس کی موجودگی اور ضرورت پر زور دیتی ہین۔

ٹرانسوال کی ہندوستانی

سنہ ۱۹۱۱ء مین بہ تقریب جشن تاج پوشی جو اجتماع تمام سلطنت کے قائمقامون کا دارالسلطنت لنڈن مین ہونے والا ہے ہماری رائے مین یہ بہترین وقت اس کے واسطے ہے کہ ہندوستان کے قائمقام افریقین نوآبادیون کے قائمقامون سے مسئلہ ہندیان ٹرانسوال کے حل مین گفتگو کرکے کوئی معقول بات پیدا کرین مگر جو لوگ اس کام کے واسطے آمادہ ہون ہم اون سے صاف عرض کرین گے کہ طرز گفتگو دوستانہ اور منصفانہ ہونا چاہیئے۔ نہ کہ معاندانہ و حریفانہ کیونکہ اس کشاکش کے متعلق ہماری رائے مین تمام بوجہ ٹرانسوال گوری آبادی کے سر پر تھوپ دینا بلاشبہ غلطی ہے وہان کے ہندیون نے چونکہ باوجود اس کے کہ اپنی سوشیل پوزیشن کو درست کرنے کی کوشش نہین کی اور قلی کے قلی بنے رہکر سرتابی کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ جس دو وہان کی گوری آبادی کی نظر مین سے اپنا وقار گہٹا دیا ہے۔ سوائے اس کے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اس زمانہ مین ایشیائیون نے (جن مین اہل ہند بہی شامل ہوگئے) یہ غل مچاکر کہ ایشیا یورپینون

کے واسطے نہین ہے۔ تمام یورپ نژاد اقوام کے کان کہول دیے ہین۔ اور جن ملکون مین
اُن کی اپنی حکومت ہے وہان کے واسطے وہ لوگ یہی کہنے پر آمادہ ہوگئے ہین جو ایشیا والون
نے زبان سے نکالا۔ پس ہر طرح عقل و دانشمندی اور انصاف و ایمانداری کی بات ہے کہ ہم
اور گذشتہ پچھلی حرکات سے توبہ کرنا چاہیئے اور پھر اولاً قولاً اور عملاً ثابت کرنا چاہیئے۔ کہ ہم اور تمام
وہ قومین جو انگلش جہنڈے کے زیر سایہ ہین باللحاظ کالی گوری رنگت اور بالحاظ قوم و مذہب
کی آپسمین ایک ہین۔ ثانیاً ٹرانسوال ہندیون کی سوشیل اور مارل حالت کی ترقی کے واسطے
بہ مشورت ٹرانسوال گوری آبادی کی کچہہ سوچنا چاہیئے۔ مذکورہ بالا اصول کو مدنظر رکھتے
ہوئے اگر مسلمان لوگ ٹرانسوال مسلمانون کے واسطے خاص گفتگو کرین تو ہماری رائے
مین ہر طرح موزون ہے۔ کیونکہ جہانتک ہمکو اخبارون سے معلوم ہوا ہے ٹرانسوال مین مسلمانون
اور غیر مسلمان ہندیون کی حالت مین باہم فرق ہے۔

متفرق

آجکل وہ لوگ جو چندہ طلب کرتے ہین طرح طرح سے تشویق دیتے ہین کہ لوگ
سنتے ہین کہ اپنے کل اموال تک اونکو بخشدین اور ہم اسکے مخالف نہین ہین کیونکہ بغیر فیاضیون
اور فیاضیون کی ترقی ملکی اور قومی نہین ہوسکتی مگر ہم اس کو بافسوس ضرور کہین گے کہ چندہ
وصول کرنے والون کو اس کی پروا اکثر نہین رہتی کہ اپنے اُن وعدون کا خیال رکہین جن کو طلب
چندہ کے وقت ظاہر کیا تہا اور ہم چارون طرف سے اس کی شکایتین سنتے ہین کہ (یقولون
مالا یفعلون) حالانکہ ایسا کرنا خود چندون کی کمی کا باعث ہے۔ کیونکہ ایسی نظیرون کے ملنے سے
بہت دینے والون کو بیدلی ہوتی ہے اور وہ لوگ اپنے ہاتہون کو روکنے کی طرف مجبور
مائل ہوتے ہین۔ اس کے تدارک کے واسطے اوّل تو ہم چندہ مانگنے والون سے التجا کرین گے
کہ اون کو ایسی مثال کا مصداق نہین بننا چاہیئے دوسرے چندہ دینے والے اور مخیر لوگون
سے ہم گزارش کرین گے کہ وہ اپنے ہاتہون کو تو روکین نہین۔ مگر چندہ لینے والونکو قطعاً مجبور کرین
کہ وہ چندہ کو دینے والے کی مرضی کے خلاف ہرگز خرچ نکرنے پائین۔ ہماری رائے مین
دیگر اوس کے مصرف سے غافل اور بے پروا ہو جانا اوس عطیہ کو بیکار کر دیتا ہے اور کچھ
نہین ہے کہ دانستہ بے پروائی سے خدائے تعالیٰ کے یہان بھی اجر و ثواب پورا نہ ملے

ہماری رائے مین عطیات کو موقع سے خرچ کے واسطے یہ بہت مناسب انتظام ہے کہ اوس کی نگرانی گورنمنٹ یا حاکم کے ہاتہون مین دیدی جائے جیسا کہ سر کریم بہائی نے بمبئی مین کیا کہ مسلمانون کو صنعتی تعلیم دلانے کے واسطے جو روپیہ دیا وہ گورنمنٹ کے حوالہ کر دیا اور نیز اہل خیر بہی ایسا کرتے ہین۔ اوقاف کی حالت بہی اس قابل ہے کہ اوسپر گورنمنٹ اور پبلک یکسان نظر ڈالے اور جن کے ہاتہون مین ہین اونسے پوری بے مروتی کیساتہہ حساب طلب ہوتا رہے۔

—— حضور سیکرٹری آف اسٹیٹ کے اس جدید حکم کا ہم خیر مقدم کرتے ہین کہ آپنے اس غرض سے کہ جدید آنیوالے سویلین صاحبان دیسی زبانون مین خاص مشق کر سکین بجائے ایک سال کے جو اب تک تہے دو سال مقرر کر دئے ہین (اس زمانہ کو امتحان کا زمانہ کہا جاتا ہے) ملک کی بہتری کے واسطے اسکی قطعی ضرورت ہے کہ سویلین صاحبان دیسی زبانون اور خطون سے کامل واقفیت حاصل کرین تاکہ دیسی زبانون کے اخبارون کو پڑہ سکین اور دیسی زبانون مین خطوط لکہہ سکین لیکن اس انتظام کی تکمیل اوسوقت تک نہوگی جب تک دو دو یا تین تین سال کے بعد دو مرتبہ پہر دیسی بان کی تحریر اور خواندگی مین امتحان ہونا قرار نہ دیا جائیگا۔

—— افسوس ہے کہ مردہ دلی کو مسلمانون مین روز بروز ترقی ہے اور اس وجہ سے شب برات اوس طرح نہین منائی جاتی جسطرح اول منائی جاتی تہی۔ اول یہ تہا کہ اس شب کو اسی طرح چراغ جلائے جاتے تہے۔ جسطرح دیوالی مین ہندو قومین جلاتی ہین۔ مگر اب یہ دلچسپ رسم بالکل نہین رہی آتش بازی کا بہی وہ چرچا نہین ہے جو اول تہا۔ اور سب سے زیادہ افسوس اسکا ہے کہ اتنی آتش بازی سے تفریح کو بہی لوگ دیکہہ نہین سکتے۔ جہان شعبان کا مہینا آیا اور اخبارون مین آتش بازی کے خلاف مضامین نکلنے شروع ہوئے۔ حالانکہ (لا رہبانیت فی الاسلام) حدیث شریف موجود ہے۔ مکہ مکرمہ مین اس مقدس شب کو چراغان کرکے اب تک زینت دیجاتی ہے اور نیز آتش بازی چہوڑکر اب تک غم غلط کیا جاتا ہے ؎ زندگی زندہ دلی کا نام ہے ‡ مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہین۔ سوائے عام طور کے سرکاری طور پر بہی حرم شریف کی مینارون پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ مین ۱۵ شعبان کو خاص روشنی کیجاتی ہے اور غالباً یہی حال تمام ملک عثمانیہ کا ہے

—— ہم نے اس خبر کو علی گڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ مین نہایت مسرت سے دیکہا کہ نواب

عبید اللہ خان صاحب خلف جنابہ ہر ہائینس بیگم صاحبہ بھوپال نے علیگڈھ کالج کو مبلغ پچاس ہزار روپیہ کا ایک شاہانہ عطیہ مرحمت کیا۔ خداتعالیٰ اہل خیرون کے اقبال مین ترقی دی۔ مگر یہ امر ظاہر کر دینا ہمارا فرض ہے کہ ریاست بھوپال اور اسکے اہل دول اسوقت تک اپنے فرائض سے سبکدوش نہین سمجھے جائینگے جب تک کہ خاص بھوپال مین ایک کالج قایم نہ کر دینگے۔ بہت سی ہندو ریاستین یہ فخر کر سکتی ہین کہ انہون نے اپنی رعایا کی تعلیم کے واسطے لوکل کالج کھولدئے ہین۔ مگر اسلامی ریاستین افسوس ہے کہ اس طرف سے بالکل غافل ہین حالانکہ مسلمانون ہی مین تعلیم کی کمی زیادہ ہے۔ اور اسکا علاج لوکل کالجون اور اسکولون کی کثرت کے سوا کچھ نہین ہے اور ریاستین جسقدر آسانی سے تعلیم گاہین قائم کر سکتی ہین اسمین گفتگو کرنے کی کچھ ضرورت نہین ہے۔

—— جو خط و کتابت نسبت کمی مسلمانون کے ریلون کے محکمون مین مسلم لیگ اور ریلوے بورڈ مین ہوئی اسکو اخبارون مین پڑھکر ہم اس لکھنے سے خوش ہین کہ مسلم لیگ نے ایک ضروری قدم آگے بڑھایا۔ بلاشبہہ مسلمانون کی تعداد ریلوے کے تمام صیغون مین کم ہے جسکو رفع ہونا چاہیے۔ ریلوے بورڈ کا جواب ناقابل اطمینان نہین ہے ہم امید ہے کہ ریلوے بورڈ ایسے مسلمانون کے نام معلوم ہونیسے جو اس محکمہ مین کام کرنے کے قابل ہونگے مسلمانون کو ضرور جگہ دیگی۔ علاوہ برین کہ یہ ایک نسق کا مسئلہ ہے اسمین شک نہین تمام محکمون کا مختلف اقوام کے ہاتھون مین تقسیم رہنا بجائے اسکے کہ کوئی ایک قوم ہی قابض ہوجائے ہر طرح مناسب ہے

—— ہم یہ نوٹ لکھ چکے تھے کہ پیسہ اخبار لاہور مین ہمنے یہ خبر دیکھی کہ ایسٹ انڈین ریلوے کمپنی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ پچیس فیصدی آسامیان مسلمانون کیواسطے مخصوص کردیگی۔ جو لوگ نوکری کے طالب ہون انکو اپنا نام جائنٹ سکرٹری بنگال پراونشل مسلم لیگ کے پاس بھیجنا چاہیے تاکہ وہ ریلوے کمپنی مین انکا نام پیش کردین۔ ہمکو اس خبر سے دو خوشی ہوئی اول مسلمانون کو نوکریون کے ملنے سے دوسرے اس سے کہ ہمارے اس عقیدہ کا کہ انگریزون کی قوم منصف مزاج ہے ایک مزید ثبوت حاصل ہوا۔ مگر یہ پچیس فیصدی کی تعداد کم ہے کیونکہ بنگال اور یونائیٹڈ پراونس مین دونون مین ملاکر مسلمانون کی مردم شماری اس سے غالبا زیادہ ہوگی۔

—— جو کمیٹی ایڈورڈ میموریل فنڈ کی نوعیت پر غور کرنیکے واسطے اس صوبہ کے ممبران کونسل کی مقرر ہوئی ہے ہمیں امید ہے کہ وہ اپنا فیصلہ مرض سل کے علاج النفسیر غریب مریضون کیواسطے ایک صحت گاہ قایم کرنے کے حق مین صادر کریگی۔ ہماری یہ بھی آرزو ہے کہ فیصلہ مین یہ بھی لکھا جاوے کہ اس صحت گاہ مین حضور شہنشاہ آنجہانی کا اسٹیچو بھی قایم کیا جاوے کیونکہ اس قسم کی اسٹیچوون کی جسقدر کثرت ہوگی اوسی قدر عام فیلنگ ہندوستانیون اور انگریزون کی محبت کا بڑھیگی

—— جو دارو گیر اور تلاشیان بنگال کی ڈکیتیون اور دیگر باغیانہ جرائم کے انکشاف کیواسطے ہو رہی ہین۔ انسے ہم اطمینان ظاہر کرتے ہین کیونکہ بغیر ایسی تدابیر کے ان ایکٹرون کا جو ملک مین خلل ڈالرہے ہین۔ قلع قمع نہین ہو گا چونکہ اس کام مین کامیابی محکمہ پولیس اور سرکار کی ہوشیاری سے ہو رہی ہے اسواسطے ہم ان محکمون کو دلی شاباش دیتے ہین۔

ماہ مبارک

اے تیرہ خیرو ماہ حقیقت کی دکھا دے — یہ پردہ غفلت مری آنکھون سے ہٹا دے
وہ صیقل دیجئے جلا دل کو اک آئینہ بنا دے — اسرار نہان کا اسے گنجینہ بنا دے

ہو جسطرح انوار الٰہی مرا سینہ — وہ صاف ہوا ئینہ ہے نام کو کینہ
ایمان کا وہ نور عطا ہو مرے دل کو — محبوب بنے اک ذکر خدا ہو مرے دل کو

ہو درد بھی اور شوق عبادت بھی ہو دلمین — اندیشۂ فردا کے قیامت بھی ہو دل مین
جب تک کہ چلے سانس بھرون دم مین اسیکا — سمجھون اس پر زخم کو مرہم مین اوسیکا

ہان کھول کے آنکھون کو ذرا دیکھ تو غافل — ہر شاخ ثمردار بھی پڑھتی ہے نوافل
کچھ باد بہاری سے جو بیل پھول جھکی ہے — کر نیکو ادا سجدہ شکرانہ جھکی ہے

کوکو مین ہے قمری کی وہی ذکر سراپا — بلبل کے ترانون مین بھی ہے راگ اسیکا
انسان کو لازم ہے کہ حیوان سے سبق لے — ایسا ہی ہے انجان تو بیجان سے سبق لے

انوار تجلی سے جو معمور جہان ہے — معلوم نہین تجھکو یہ ماہ رمضان ہے
ہے جسکی بڑی شان یہی ہے وہ مہینہ — نازل ہوا قران یہی ہے وہ مہینہ

دنیا کے تو سب کام کیا کرتے ہین ہم لوگ — دم حق کی اطاعت کا عبث بھرتے ہین ہم لوگ
راضی ہو خدا جس سے وہ صورت بھی ہے لازم — پابندی احکام شریعت بھی ہے لازم

بہتر یہ کہ دہر مین وہ بات ہے بہتر — اللہ بھی خوش جس سے ہو اور خوش ہون پیمبر
ہے حکم خدا سے دو جہان فرض ہین روزے[۱] — واجب ہے ادا جسکی وہ اک فرض ہین روزے

کچھ آج نہین پہلے سے یہ حکم خدا ہے — اس فرض کو سابق مین ادا سب نے کیا ہے
مقبول ہون روزے[۲] یہ اگر تمکو ہے منظور — پابند اوامر ہو نواہی سے رہو دور

ناپاک اگر دل ہے تو روزہ نہین مقبول — کہتا ہون مین سچ مان لو یہ بات ہے معقول
دل بغض و حسد کینہ سے بس صاف ہی رکھو — ہان دیکھو اس آئینہ کو شفاف ہی رکھو

---

۱ قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۱۲ یعنی اے ایمان والو حکم ہوا تم پر روزہ کا جیسے کہ حکم ہوا تھا اگلون پر شاید تم پرہیزگار ہو جاؤ ۱۲

۲ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجة فی ان یدع طعامہ وشرابہ یعنی ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص نہ چھوڑے باطل بولنا اور کام کرنا برا نہین اللہ کو کچھ حاجت کہ چھوڑے وہ کھانا پینا اپنا ۱۲

پہر پہرکے جو دن رات یہی کام زبان کا
لیتی رہے بس نام خدای دو جہان کا

بدگوئی و دشنام سے فرسودہ نہو جائے
یہ پاک زبان زہر سے آلودہ نہو جائے

خوشبوئے دہن حق کو پسند آتی ہے دیکھو
روزہ کے سبب مرتبہ عالی ہے دیکھو

ہے نعمت تازہ یہ خدائے دو جہان کی
لازم ہمین عزت ہوئی ماہ رمضان کی

دنیا کے ہر اک عیش سے اب ہاتھ اٹھا و
اس ماہ مبارک کی خوشی دل سے مناو

اس ماہ مبارک کی عجب دہوم مچی ہے
جو گہر ہے وہان دیکہو شادی سی رچی ہے

ہین منتظر افطار کے ہر گہر مین مسلمان
دن بہر کی بہجی پیاس ہے ہین شام کے سامان

ہین مسجدین آراستہ آتے ہین نمازی
سر شکر کے سجدون کو جہکاتے ہین نمازی

کرتے ہین ادا شکر خدا کہاتے ہین کہانا
جنت کا یہ آیا ہوا سب کہاتے ہین کہانا

پڑہ پڑہ کے تراویح مزے پاتے ہین کیا کیا
قرآن کو سن سن کے کہلے جاتے ہین کیا کیا

پہر بعد عشا ہوتی ہے آرام کی صورت
راحت وہی اچہی جو ملے بعد مشقت

ملتا ہے عبادت کو جو پہر وقت سحر کا
پاتے ہین مزا شکر مین بہی شیر و شکر کا

روزے کو یہ سمجہو کہ ہے اک صبر کی تعلیم
دو لہرین ہین حسن صبر کی یہ کوثر و تسنیم

رتبہ ہے بڑا اجر کا اسمین نہین تکرار
صابر کا سدا رہتا ہے اللہ مددگار

روزہ وہ ہے اسلام کی ہے شان اسی سے
سچ پوچہو تو مومن کی ہے پہچان اسی سے

آتا نہین کچہہ آج ہمین خوف خدا کا
دل مین نہین افسوس کچہہ اندیشۂ فردا

بے عذر بہی روزون کو قضا کرتے ہین صد حیف
اور دولت دنیا پہ مرتے ہین صد حیف

اک وہ ہین علالت کی بہی پروا نہین کرتے
اک ہم ہین کہ صحت مین بہی روزہ نہین رکہتے

ممکن ہے کہ بیمار کو روزے سے شفا ہو
کیا دور جو ہر درد کی روزہ ہی دوا ہو

ہے حکم خدا دیکے اسے جان خرید و
مومن کا ہے ایمان یہ ایمان خرید و

تکلیف یہ صایم کیلئے روح فزا ہے
کچہہ کر نہین سکتا ہے جو روزہ نہین مزا ہے

کچہہ بہوک ہو یا پیاس ہو پر صبر ہی کرنا
افطار کی امید مین دن بہر کا گذرنا

شاید نہین اسکا کوئی امید سے بڑہکر
ہے شام کا جلوہ سحر عید سے بڑہکر

واصف یہ دعا ہے مری درگاہ خدا مین
ہر روز میسر ہون ہمین ایسی ہی شامین

راقم خاکسار سید تصوف حسین واصف - از آگرہ

العزیز
آگرہ

بابتہ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۰ء

مذہب اسلام کی اشاعت

پر

اہل یورپ کی رائیں

اس سال کے جون میں دنیا بھر کی مشنری صاحبوں نے (ریڈنبرگ) اسکاٹ لینڈ میں ایک کانفرنس اس غرض سے کی تھی کہ آئندہ کے واسطے اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کی تدابیریں غور کریں اسکے متعلق علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ سے ہم ذیل کے وہ فقرے نقل کرتے ہیں جنکا تعلق مسلمانوں سے ہے۔

"افریقہ میں اسلام کی ترقی کی نسبت لکھا گیا ہے کہ "افریقی قومیں عملاً کل حصص براعظم میں مسلسل طور پر اور سرعت کے ساتھ اسلام میں جذب ہوتی جاتی ہیں" کمیشن کو اس بارے میں وادی نیل مشرقی وسطی افریقہ، جنوب شرقی افریقہ، مغربی سواحل، شمالی نائجیریا، سوڈان حصص کانگو، یہانتک کہ جنوبی افریقہ سے شہادتیں بہم پہنچی ہیں۔ ریورنڈ ڈاکٹر جارج رابسن وائس چیرمین کانفرنس نے بیان کیا کہ "اس امر کی ضرورت ہے کہ بت پرست افریقہ میں مشنری قوت کو مستحکم کر دیا جائے، اور عیسائی مدارس اور طبی مشنوں کی نہایت درجہ احتیاج ہے۔ افسوس ہے کہ افریقہ میں برٹش حکومت بت پرستوں کے مسلمان ہونے میں ہر طرح مدد و معاون ہے اور عیسائی مشنریوں کو مسلمانوں سے اپیل کرنے میں حارج ہوتی ہے۔ بت پرست افریقہ نہایت سرعت سے مسلمان ہو رہا ہے" یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ "مسلمان تاجر جنوب کی طرف

بڑھتے ہیں اور ہر مسلمان تاجر اپنے مذہب کا مشنری ہوتا ہے۔ سب سے مقدم ضرورت ہے کہ مشنری قوت کو بڑھا کر اسلام کی پیش قدمی کو روکا جائے۔" ڈاکٹر کارل کہنے بھی یہی قصہ دہرایا اور کہا کہ "یورپین گورنمنٹیں بالواسطہ و بلاواسطہ اسلام کی پیش قدمی کی اعانت کرتی ہیں۔" ڈاکٹر ایس۔ ایم زویمر نے کہا کہ "افریقہ میں سات کروڑ اور ایشیا میں سوا سات کروڑ آدمی ایسے ہیں جن تک ہماری تعلیم پہنچی ہی نہیں۔ ایشیا کا قلب ایک زمانہ میں عیسائی تھا، مگر اب مسلمان ہے۔"

ان فقروں کو نقل کر کے ہم اس جملہ پر خاصکر مسلمانوں کا خیال گورنمنٹ انگریزی کی اس فیاضانہ مذہبی آزادی کی طرف رجوع کرتے ہیں جنکی شکایت مشنریوں سے کی۔ اور جن الفاظ کے تلے ہم نے لکیر بنادی ہے۔

اسکے بعد گو کہ طویل کوشش ہے مگر ہم ڈاکٹر سر میکنزی کی کتاب تاریخ روس سے (ڈاکٹر میکنزی لارڈ ڈفرن ویسرائے ہند کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے) چند سطریں نقل کرینگے جن سے مذہب اسلام سے متعلق دلچسپ حالات معلوم ہوتے ہیں۔

(از صفحہ ۴۶ تا صفحہ ۱۵۲ میں سے یہ فقرے لئے گئے ہیں)

گو روس کے دہقین پر اہل فن لینڈ کے عقاید کا کسی قدر اثر پہونچا تھا مگر روس کے عقائد آخرکار غالب آئے۔ اسکا سبب بغیر اسکے ہی ظاہر کیا جا سکتا ہے کہ عیسائی مذہب کو ہر قسم کے مذہب شرک پر ہمیشہ افضلیت حاصل ہوتی آئی ہے۔ اہل فن لینڈ میں پیری و مریدی کی کوئی رسم نہیں تھی لہذا انہوں نے کبھی نئے عقیدے سے مخالفت نہیں کی اسکے برعکس روسیوں کے پادریوں کی حکومت نظم ملکی سے بالکل ملی ہوئی تھی۔ خاص خاص موضعوں میں گرجا بنائے گئے تھے اور بعض افسران پولس عیسائی کرنے کے کام میں افسران مشن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی روسی اہل فن کی ضعیف الاعتقادی کا برتاؤ کرتا تو لوگ کچھ دن اوس کو دھتکا طعن سناں لسانی بناتے۔ اسکے برعکس اگر کوئی فن مذہب مسیحی اختیار کرتا تو اس سے جس قدر باتیں پیدا ہوتیں سب اسکے مفید مطلب ہوتیں۔ رفتہ رفتہ بہت سے اہل فن لا علمی میں عیسائی ہو گئے۔ افسران مشن اپنی خواہشوں میں نہایت درجہ اعتدال رکھتے تھے۔ اونکا یہ منشا نہ تھی کہ

معاملات مذہبی کے عالم ہوں۔ اون کی صرف یہ خواہش تہی کہ جو شخص اونکا مذہب قبول کرے وہ اصطباغ لے۔

فرقہ ہائے فن لینڈ میں جو بتدریج تبدل مذہب واقع ہوا اون نو مریدوں کے دلوں میں کوئی ایسا انقلاب نہیں پیدا ہوا جس سے دماغی امور پر اثر پڑتا مگر امور دنیوی کو اس سے البتہ فائدہ ہوا۔ اعتقاد کے ایک ہوجانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ باہم شادی بیاہ ہونیلگا۔ اور باہمی ازدواج سے دونوں قوموں میں خلط ملط ہوگیا۔ اگر ہم فن لینڈ کے طرز کے کسی روسی گاؤں کا کسی تاتاری گاؤں سے جسکے باشندے مسلمان ہوں باہم مقابلہ کریں تو اسدرجہ فرق نظر آئے گا کہ حیرت ہوگی۔ تاتاری گاؤں میں گو بہت سے روسی ہوں تاہم دونوں قوموں میں خلط ملط نہیں ہے۔ باہمی ربط وضبط کا مذہب بہت بڑا سد باب ہے۔ یورپی روس کے مغربی اور شمالی و مشرقی صوبوں میں ایسے بہت سے گاؤں ہیں جنکے باشندے کئی نسلوں سے نصف تاتاری اور نصف روسی ہیں۔ مگر اب تک ان دونوں قوموں کا باہم ایک ہونا شروع نہیں ہوا تھا۔ ایک گوشے میں گرجا گھر ہے۔ دوسرے میں چھوٹی سی مسجد۔ کل گاؤں ایک خاص جماعت یا فرقہ سمجھا جاتا ہے جسمیں ایک مجلس دیہی ہوتی ہے اور ایک سرغنہ۔ اور دو مختلف فرقہ ہوتے ہیں اور ہر ایک کے خاص خاص رسوم اور خاص خاص طرز معاشرت ہیں۔ ممکن ہے کہ تاتاری روسی زبان سیکھیں مگر زبان سیکھنے سے وہ کچھ روسی نہیں بنجاتے۔ تاہم یہ سمجھنا چاہیے کہ ان دو قوموں میں باہم کسی مذہبی جوش دیوانگی کے سبب سے نفرت ہے۔ بلکہ اسکے برعکس وہ آپس میں بہت ملے جلے رہتے ہیں۔ کبھی روسی کبھی تاتاری کو گاؤں کا سرغنہ منتخب کرتے ہیں۔ اور مجلس دیہی میں امور متعلقہ موضع کی نسبت جو بحث کرتے ہیں اسمیں مذہبی امور کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ مجھے ایک گاؤں یاد ہے جسمیں ان دونوں کے درمیان باہمی محبت اور اختلاط بہت بڑھا ہوا تھا۔ عیسائیوں نے قصد کیا کہ اپنے گرجا کی مرمت کریں اور مسلمانوں نے انکو یہ مدد دی کہ اس کام کیلئے لکڑی بھجوائی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر گورنمنٹ کا توسط درمیان میں نہ ہوتا جسکا بھی انتظام بسواہ کسی مذہب کے درپے آزار یا جنبہ دار ہو تو مسلمان تاتاری اور عیسائی اسلاو نز باہم صلح کے ساتھ رہیں۔

ایک تو خیالات مذہبی میں دیوانگی کا جوش نہیں ہے۔ دوسرے اپنی اُمت بڑہانے کا وہ جوش نہیں ہے جس سے انسان دوسرے مذہب والوں سے نفرت کرنے لگتا ہے اور اسکا سبب یہ ہے کہ ان دہقانیوں کے خیالات مذہبی انو کے ہوتے ہیں۔ اونکے دلونمیں یہ بات جاگزیں ہے کہ قومیت اور مذہب کو باہم اسقدر تعلق ہے کہ دونوں قریب قریب ایک ہیں۔ روسی تو گویا بخلقی عیسائی ہیں اور تاتار مسلمان اور گاؤں میں کبھی کوئی خواب میں بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ قدرتی امور میں کسی قسم کا خلل ڈالے۔ اس امر کی نسبت مجھسے اور ایک روسی دہقانی سے بڑی دلچسپ گفتگو ہوئی تھی جو کچھ ذکر تاتاریوں میں ایک مرتبہ رہ چکا تھا جس جو سوال کیا کہ تاتاری کس قسم کے آدمی ہوتے ہیں تو اوسنے اختصار کے ساتھ جواب دیا کہ اون میں کوئی خاص بات نہیں ہے اور جب میں نے اصرار کیا کہ میں اس سے زیادہ تشریح چاہتا ہوں تو اوس نے تسلیم کیا کہ وہ بہت اچھے آدمی ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا اون کا مذہب کیسا ہے۔

فوراً جواب دیا کہ بہت خاصہ مذہب ہے۔ پوچھا کیا فرقہ مُولُوکانی کے عقاید سے بھی عمدہ اور بہتر ہے۔

اوس نے جواب دیا بیشک مولوکانی کے مذہب سے بہتر ہے۔ اس انوکھی رائے سے جو استعجاب مجھے ہوا اوس کو میں نے مخفی رکھنے کی کوشش کی اور کہا تو کیا مولوکانی بڑے خراب آدمی ہوتے ہیں۔

اُسنے کہا نہیں نہیں مولوکانی نیک اور ایماندار ہوتے ہیں۔ میںنے پوچھا تو پھر تم یہ کیوں سمجھتے ہو کہ اونکا مذہب مسلمانوں کے مذہب سے اسقدر خراب ہے۔ جواب دیا کہ میں کیونکر آپ سے بیان کروں۔ یہ کہکر دہقانی نے ذرا توقف کیا گویا اپنے خیالات کو جمع کر رہا تھا۔ بعد ازاں ٹھہر ٹھہر کے کہنا شروع کیا کہ آپ دیکھیں کہ تاتاریوں نے اپنا مذہب خدا سے پایا ہے جسطرح جسم کی رنگت پائی ہے مگر مولوکانی روسی ہیں جنہوں نے اپنے ہی دماغ سے مذہب ایجاد کیا ہے۔

افسران مشن بالکل اس انوکے مسئلہ کے مطابق تو کارروائی کرتے نہیں ہیں مگر اسکا اثر بھی بہت پڑتا ہے۔ شہنشاہ روس کی رعایاے اہل اسلام میں کوئی سرکاری مجلس مسیحی

نہیں قایم ہے۔ اور یہ اچھی بات ہے کیونکہ اگر ایسی مجلس ہو اور اوسکے ممبر مستعد اور سرگرم ہوں تو اوس سے صرف یہ نتیجہ نکلے کہ دونوں قوموں کا کینۂ دیرینہ اور بھی زیادہ ہوجاے اور پھر کوئی نومرید بھی نہو۔ تاتاری اہل فن لینڈ کی طرح بے سمجھے بوجھے مذہب مسیحی نہیں اختیار کرلیتے۔ اُن کا مذہب نرا جہل اور شرک نہیں ہے۔ بلکہ اون کے مذہب میں بھی علم الٰہیات ہے۔ وہ موحد ہوتے ہیں اور اپنے کو ویسا ہی پکا موحد سمجھتے ہیں جیسا عیسائی اپنے تئیں سمجھتے ہیں۔ اگر کسی تیز طبع آدمی سے جو اعلیٰ اصول مذہبی سے ناواقف ہو اور ایک بھونڈی قسم کا شرک اوس کا مذہب ہو گفتگو کیجیے گا تو حضرت مسیح کی سوانح عمری اور تلقین کا آپ پر اثر آسپر آسانی ہوگا۔ بشرطیکہ آپ اُس سے واقف ہوں اور اپنی واقفیت کو عمدہ طور پر کام میں لائیں۔ جن لوگوں کی خلقت میں شرک نہیں ہے اونکے دلوں میں پہلے مذہبی امور سے دلچسپی اور ہمدردی ہوتی ہے اور اُسکے بعد مذہب تبدیل کر دیتے ہیں۔ اسیطرح اگر کسی مسلمان کے عیسائی کرنے کی کوشش کیجیے گا تو آپ کو فوراً معلوم ہوجائے گا کہ آپ کی کوشش بیکار رہی۔ مذہب اسلام میں علم الٰہیات بھی ہے اور ایک پیغمبر بھی ہیں۔ پس جو مذہب تم اُسکو سکھاتے ہو اُس سے وہ اپنا مذہب خاص کیوں بدلنے لگا۔ شاید وہ علانیہ یا کسی قدر مخفی طور پر تم پر ظاہر کردے گا کہ اوسکو تمہارے جہل پر رحم آتا ہے۔ اور تعجب کرتا ہے کہ تم نے اسقدر ترقی نہیں کی کہ عیسائی مذہب ترک کرکے مشرف باسلام ہوجاتے۔ تربیت یافتہ مسلمان کے نزدیک موسیٰ اور عیسیٰ اپنے اپنے زمانے میں بڑے پیغمبر گذرے ہیں لہذا وہ عادی ہے کہ اونکو تعظیم کے ساتھ یاد کرے۔ مگر اوسکو کامل عقیدہ ہے کہ وہ دونوں اپنے وقت میں چاہے جسقدر مقدس ہوں مگر جناب رسالتماب اونسے بڑھ گئے۔ یعنے اسی طرح جسطرح ہمارا خیال ہے کہ مذہب یہود پر مذہب مسیحی فوق لیگیا ہے۔ وہ اپنے اعلیٰ درجہ کی ملیت پر مغرور ہوتا ہے اور تمکو ایک غیر مہذب مشرک سمجھتا ہے اور عجب نہیں کہ وہ آپ سے یہ کہے کہ حضرت بندہ کو تو جتنے گئے اور آپکے عیسائیوں سے سابقہ پڑا ہے سب کو اللہ کی عنایت سے تین خدا کا (معاذ اللہ) قائل پایا اور ان تین خداؤں پر بھی قناعت نہیں اور بھی بہت سے ابرار اور صدیقوں کے قائل ہیں۔ آپ لوگ بتوں کو پوجتے ہیں جنکو بت معجزنما کہتے ہیں اور اپنے متبرک دنوں میں شرابیں لنڈھاتے ہیں۔ آپ اسکو لاکھ سمجھانے کی کوشش

کیونکہ یہ بزرگ اور بت عیسائی مذہب کے کوئی خاص جزو نہیں ہیں اور بادہ نوشی کی عادت کو مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے مگر وہ ایک نہ مانیگا اِن امور میں وہ آپ سے بیشک اتفاق بھی کرلے مگر تثلیث کا مسئلہ تو اسکو ہمیشہ سنگ راہ ہی نظر آتا ہے۔ وہ کہیگا کہ تم عیسائیوں کا پیغمبر ہمارا پیغمبر تہا مگر تم نے اسکو (معاذ اللہ) خدا کا درجہ دیدیا اور اب تم کہتے ہو کہ وہ خدا کے مساوی ہے خدا کرے کہ یہ کفر کی باتیں ہم سے دور ہی رہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

مذہبی امور میں دخل نہ دینے کی حکمت عملی کا برتاؤ گورنمنٹ سے ہمیشہ نہیں قایم رہا جب سولہویں صدی میں قازان فتح ہو چکا تو روس کے شہنشاہوں نے کوشش کی کہ انکی رعایا اسلام کو عیسائی کرلیں۔ اسکے لیے جو ذریعے اختیار کیے گئے اونمیں تمدن اور تلقین دونوں امور شامل تھے مگر ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ افسران پولس بہ نسبت پادریوں کے زیادہ کام کرتے تھے اس طرح پر کسی قدر تاتاری عیسائی کیے گئے۔ مگر حکام کو مجبور ہو کر تسلیم کرنا پڑا کہ اِن نو مریدوں میں اب تک بہت سے تاتاری رسوم جاری ہیں اور یہ شرم کی بات ہے۔ اونکو نہ عیسائی مذہب سے واقفیت ہے نہ اوسپر عقیدہ ہے جب پند و موعظت سے کام نہ نکلا تو گورنمنٹ نے اپنے افسروں کو حکم دیا کہ جو لوگ عیسائی ہو گئے ہیں مگر مجتہد مذہب مسیحی کے نصائح کو نہیں بجالاتے انکو قید کریں بیڑیاں ہتکڑیاں پہنائیں اور ایسی دہمکی دیں کہ تاتاریوں کے دلوں سے اُنکے پرانے خیالات دور ہو جائیں۔ یہ سرگرمی کی تدبیریں بھی ویسی ہی غیر موثر نظر آئیں جیسے روحانی وعظ و نصائح۔ اور ملکہ کیتھرائن ثانیہ نے ایک نیا طرز اختیار کیا جو اوسکے طرز تمدن کی بڑی خوبی ظاہر کرتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نو مرید پڑھ لکھ نہیں سکتے تھے۔ اونکو شہنشاہی فرمان کے ذریعے سے حکم دیا گیا کہ ایک تحریری عہد نامے پر دستخط کردیں کہ وہ اپنے کفر کی غلطی یک قلم بھلا دینگے اور ملحدوں سے ربط و ضبط بالکل ترک کرکے بڑے استقلال اور مضبوطی کے ساتھ عیسائی مذہب پر قایم ہونگے۔ حالانکہ وہ مذہب مسیحی کے مسائل سے ذرا بھی واقف نہ تھے۔ جن لوگوں کو اب نو مرید عیسائی تاتاری کہتے ہیں وہ اب تک ویسے ہی برائے نام عیسائی ہیں جیسے کہ وہ سولہویں صدی میں تھے۔ وہ علانیہ طور پر مذہب اہل اسلام اختیار نہیں کرسکتے کیونکہ جو لوگ حسب ضابطہ عیسائی ہو گئے ہیں وہ اوسکو ترک نہیں کرسکتے اور اگر ترک کریں

مجموعہ ضابطۂ فوجداری کی رو سے سخت سی سخت تکلیفیں اور سزا برداشت کریں۔
یہ بات بلا خطر کہی جاسکتی ہے کہ عیسائی اسلام کو قبول نہیں کرسکتے اور نہ مسلمان عیسائی
مذہب نہیں اختیار کرسکتے۔ مگر ان دونوں میں چند فرقے یا فرقوں کے حصے ہیں۔ جنسے پادریوں
کی کوششوں اور اولوالعزمی کے لئے ایک بہت اچھا موقع ملتا ہے۔ اس میدان میں
تاتاریوں نے روسیوں سے زیادہ سرگرمی کا اظہار کیا ہے اور اونکو اپنے رقیبوں سے کسی قدر
فائدے بھی زیادہ حاصل ہیں۔ شمالی مشرقی روس کی قومیں روسی زبان کی نسبت تاتاری
زیادہ آسانی سے سمجھ سکتی ہیں اور اونکے ملک کی حالت جغرافیہ اور اونکا طرز معاشرت ایسا ہے کہ
روسیوں کی نسبت تاتاریوں ہی سے زیادہ میل جول رہتا ہے نتیجہ اسکا یہ ہے کہ کل مواضع
شرمس اور وہیکس جو سرکاری طور پر متعلق کلیسا سے یونانی ہیں اونکے باشندوں نے علانیہ
مسلمان ہونے کا اعلان کردیا بعض بعض مشہور آدمی جو اسلام میں واپس آئے اون کی یادگار
مشہور مشہور گیتوں کے ذریعے سے کی گئی جوان و پیر دونوں اُنکو گاتے ہیں۔ اسکے خلاف
پکے افسران مشن کوئی کارروائی نہیں کرتے۔ گو مجموعۂ ضابطۂ فوجداری میں اون لوگوں کے خلاف
بہت سخت سخت قوانین ہیں جو مذہب سے منحرف ہوجاتے ہیں اور اس سے زیادہ سخت
اون کے لئے ہیں جو عیسائیوں کو مسلمان ہونے کے باعث ہوتے ہیں تاہم اس قانون کا
برتاؤ شاذ ہی کیا جاتا ہے۔

منقول از علیگڈہ گزٹ

اسلام اور جرمنی

پانیر کا خاص نامہ نگار لکھتا ہے۔
اسلام کے از سر نو قوت پکڑنے کی جانب جرمنی بھی متوجہ ہے۔ افریقی نوآبادیوں کے
باشندوں میں بہ نسبت مسیحیت کے اسلام کے زیادہ پھیلنے کا ذکر جرمن اخبارات اور پارلیمنٹ
میں کثرت سے آرہا ہے۔ سنہ ۱۹۰۹ء کی رپورٹ میں برلن کی مشنری سوسائٹی بیان کرتی ہے

اگر جرمن مشرقی افریقہ میں اسلام کے اثر کو روکنے کی کوشش نہ کی گئی تو چند ہی عشرات کے عرصہ میں یہ کل علاقہ مسلمان ہو جائے گا۔ اس بارہ میں رائیں مختلف ہیں کہ آیا حالات موجودہ کی ذمہ داری مشنری کی کوتاہی پر ہے یا مشنوں کی غفلت پر۔ برلن مشنری سوسائٹی بتاتی ہے کہ حبشی ایک بار دائرہ اسلام کے اندر [illegible] مشنریوں کے قابو سے باہر ہو جاتے ہیں۔ سوسائٹی [illegible] کا یہ خیال نہیں ہے کہ گورنمنٹ کو باشندگان کے مذہبی عقائد میں مداخلت کرنی چاہیئے، یا اسلام کی اشاعت کو جبراً [illegible] دلنا چاہیئے۔ کیونکہ سوسائٹی کی رائے میں اس قسم کی کسی کارروائی سے اسلام کی ترقی کی رفتار اور زیادہ تیز ہو جائے گی۔ البتہ سوسائٹی کی رائے ہے کہ گورنمنٹ کو عیسائی مشنری کی مالی اعانت کرنی چاہیئے اور مدارس اور شفاخانے وغیرہ کھولنے میں انکی امداد کرنی چاہیئے۔ اس بات کا سب کو اقرار ہے کہ عیسائی مشنوں کو اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے اس قسم کے ذرائع (جیسے مدارس و ہسپتال وغیرہ) استعمال کرنے پڑتے ہیں اور اسلام فرد بہ فرد منتقل ہوتا ہے۔ اسلامی عقائد باشندوں کی فطرت کے مطابق ہیں۔ مسلمان تاجر مسلمان [illegible] اور [illegible] مسلمان [illegible] ذاتی اور انفرادی طور پر اپنے مذہب کی اشاعت میں حصہ لیتے ہیں۔ اسطرح جو میدان عیسائیوں کے ہاتھ سے نکلا ہوا ہے اسکو قبضہ میں لانا دشوار ہے۔

برلن مشنری سوسائٹی مذکورہ بالا بیان کی تصدیق دیگر ذرائع سے بھی ہوتی ہے۔ ہمبرگ کے "مدرسہ تاریخ و تمدن مشرق" نے پروفیسر بیکر کی ایڈیٹری میں "اسلام" نامی ایک سہ ماہی رسالہ اسلامی مشرق کی تاریخ و تمدن پر ریویو کرنے کے لئے نکلنا شروع ہوا ہے۔ اس کے ایک مضمون میں ڈاکٹر اینو لٹمین (پروفیسر السنہ سامیہ اسٹراسبرگ یونیورسٹی) نے گذشتہ صدی کے اندر شمالی حبش میں اسلام کی ترقی کی جانب توجہ دلائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "کل اقوام (جو ایک ماننے میں عیسائی نہیں اور ہنوز عیسائی نام رکھتی ہیں) مسلمان ہو گئی ہیں۔ ان لوگوں کے جدا جدا گرجا اور پادری تھے۔ رفتہ رفتہ ان کے مذہبی پیشوا جاہل ہونے لگے۔ اسکے بعد مسلمان آئے اور ان اقوام کو مسلمان کرنا شروع کر دیا۔ آجکل وہاں بہت ہی تھوڑے عیسائی ہیں۔" سر الیفرڈ شارپ گورنر نیاسالینڈ (جو آجکل انگلستان آئے ہوئے ہیں) انہیں نے ریوٹر کے قائم مقام سے بیان کیا ہے کہ "میں نیاسالینڈ سے بیس سال سے واقف ہوں۔ اسوقت یہاں سوائے دو مقام

سکے اسلام کا کہیں اور نام نہ تھا۔ اِس وقت سے علی الخصوص آٹھ سال سے اسلام کی یہاں بیحد ترقی ہوئی ہے۔ نیاسالینڈ میں اسلام زنجباری عربوں کے ذریعے سے پہیلا ہے۔ اسلام کی اشاعت خودبخود ہو رہی ہے۔ کسی مرتب تحریک کو اسمیں کوئی دخل نہیں ہے۔ جہیل نیاسا سے مشرقی ساحل تک جتنے قصبات و دیہات ہیں تقریبا سب میں ایک ایک مسجد اور ایک ایک واعظ ہے یااو رنامی قوم میں اسلام بہت پختگی کے ساتھ موجود ہے۔ اس قوم کے خیالات برٹش گورنمنٹ کی جانب سے بہت اچہے ہیں۔ اِس وقت تک یہ تحریک بالکل بے ضرر رہی ہے۔

نمایش ممالک متحدہ

ذیل کے مشتملات صیغہ نمایش سے چہاپنے کے واسطے ہمارے پاس بہیجے گئے ہیں۔

بڑے خوشی کا مقام ہے کہ ہمارے ملک میں صنعت و حرفت کے ترقی کے شعاعیں پہر بلند ہونے لگی ہیں۔ اور تمدنی بیداری کے آثار نمایاں ہونے لگے ہیں۔ یہاں تک کہ حکومت وقت بہی اس صیغہ کے ترقی کی طرف مائل ہے اور جا بجا نمایش گاہیں منعقد ہو رہی ہیں کہ جس سے لوگوں کے دل میں صنعت و حرفت کے ترقی کا ہیجان و جوش پیدا ہو۔ عظیم الشان نمایش کہ بماہ دسمبر ۱۹۱۰ء بمقام الہ آباد جو کہ صوبہ متحدہ کا دار الحکومت ہے اور دریاے جمن و گنگ کے کنارے پر واقع ہی ہونے والی ہے اوس کی بابت تو عوام الناس اِس وقت تک بخوبی واقف ہو گئے ہونگے اور ہر لمحہ یہ خبر سننے کے مشتاق ہوں گے کہ کمیٹی نمایش نے کیا کیا انتظام اس جلسۂ عظیم الشان کی کامیابی کے بابت اِس وقت تک کیا ہے۔ پیشتر اسکے کہ میں جملہ مراتب اِس نمایش کے متعلق ہدیۂ ناظرین کروں میری رائے میں اِس موقع پر کچہ تہوڑا سا وقت و مقام نمایش کا ذکر کر دینا نہایت موزوں ہوگا۔

اہل ہنود پریاگ (الہ آباد) کو جو کہ گنگا و جمنا کے سنگم پر واقع ہے نہایت ہی متبرک مقام خیال کرتے ہیں حتی کہ ہر سال ہزاروں کا تو ذکر ہی کیا ہے بلکہ لاکہوں آدمی اکہہ کے مہینے میں ملک ہند کے ہر حصے سے الہ آباد بغرض اشنان آتے ہیں۔ منتظمان نے نمایش کا یہ زمانہ

اسوجہ سے تجویز کیا ہے کہ جس میں جو اصحاب کہ ماگہ میلہ میں تشریف لاویں اُن بعد مسافت
مسافت طے کرنے کے بعد نہ صرف تفریح کا ہی لطف بلکہ فائدہ بھی حاصل ہو۔ مقام نمائش
بھی جو کہ ایک کھلے میدان میں دریائے جمنا کے کنارہ قلعہ و شہر کے درمیان واقع ہے نہایت
ہی دلفریب و پُر فضا جگہ ہے اور وہاں سے دریا کا ایک نہایت ہی پُرلطف نظارہ حاصل
ہوتا ہے۔ نمائش کے عمارات کا نقشہ سر سونٹن جیکب صاحب کے سی۔ آئی۔ ای کے
مشورہ سے جن کی لیاقت شہرہ آفاق ہے تیار کیا گیا ہے۔ عمارت کی خوبی و لطافت دیکھنے
سے تعلق رکھتی ہے جس جوش و خروش سے کہ عمارت کا کام اسوقت ہو رہا ہے اُس سے
تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس عمارت کو دیکھکر ناظرین کے مُنہ سے یہ شعر بیساختہ نکل جاوے تو
کوئی بات ہی نہیں ؎

اگر فردوس بر روے زمین است ہمین است و ہمین است و ہمین است

یہ امر تو پایہ ثبوت تک پہنچ گیا ہے کہ ہندوستان ایک بہت بڑا زراعتی ملک ہے جہاں کہ ذرا
سی بھی کشش بارش باشندگان کے لیے نہایت ہی مہلک ثابت ہوتی ہے یہ امر
بھی بخوبی روشن ہے کہ اس ملک کے باشندگان زراعت کے جدید طریقوں سے مطلق واقفیت
نہیں رکھتے۔ اس امر کو مدنظر رکھکر کمیٹی نمائش نے ایک طبقہ زراعت بسلسلہ نمائش متحدہ
مرتب کیا ہے کہ جس میں ہر قسم کے آلات کشاورزی اور ہل اور غلہ کے کاٹنے و صاف کرنے
کی کلیں بحالت عمل دکھائی جاویں گی۔ اس طبقہ کا خاص مقصد یہ ہے کہ اشیا بنانے اور
پیدا کرنے والوں اور اشیا استعمال کرنے والوں کے درمیان روابط پیدا کئے جاویں اور اوسکے
ذریعہ سے اشیا بنانے والوں اور پیدا کرنے والوں کی قابلیت زیادہ واضح طور پر تاجروں کو معلوم
ہو جاوے۔ اس طبقہ زراعت سے لاحق ہوا ایک طبقہ متعلق جنگل ہوگا اوس کے سات بڑے
قسمے ہوں گے۔ اون میں لکڑی اور لکڑی کی دستکاریاں دکھلائی جاویں گی اور ہر ایک قسم
کے درختوں کے پتے اور شاخ وغیرہ کے نمونوں اور تصاویر کی نمائش کی جاوے گی اور جنگل
کے ایسے پیداوار کی بھی نمائش کی جاوے گی جو کہ ایام قحط میں بطور غذا انسانی استعمال ہو سکتی
ہیں۔ علاوہ اسکے اور بھی قابل دید اشیا پیش ناظرین کی جاویں گی۔ بنی ہوئی چیزوں سے

طبقہ کا اہتمام اپر انڈیا چیمبر آف کامرس کانپور کے متعلق رہیگا۔ ایک خاص بات یہ ہوگی کہ کپڑا تیار کرنکی بعض ترکیبیں بحالت عمل دکھلائی جائیں گی۔

طبقہ انجینیری میں جو کلیں بحالت عمل دکھلائی جاویں گی اون کی تعداد اسقدر زیادہ ہوگی کہ جو اس سے قبل ملک ہند کے کسی نمایش میں پیشتر کبھی دکھلائی نگئی ہو ہر قسم کے موٹر گاڑیوں اور اون کے لوازمات اور موٹر کشتیوں اور بائیسکلوں اور دیگر سواریوں کی بھی نمایش کی جاوے گی۔

طبقہ فنون لطیفہ جو منجملہ کل طبقات کے سب سے زیادہ دلچسپ ہے ڈاکٹر کمار سوامی صاحب کے زیر اہتمام رکہا گیا ہے۔ اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ اوس شعبہ کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کا نام نامی وابستہ کیا جانا عوام پر ایک فوری اثر پیدا کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ثابت ہوگا۔ ڈاکٹر کمار سوامی وہ صاحب ہیں جنھوں نے ہندوستانی صنعت وحرفت کو قعر ذلت وگمنامی میں پڑنے سے بچایا۔ سونے چاندی اور پتھر کے نقاشی اور پچکاری کے کام ملک ہند کے تمام حصص سے اس طبقہ کے متعلق اس نمایش گاہ میں آئیں گے۔ طبقہ متعلق فنون لطیفہ ملک جاپان میں جاپانیوں کے فن کے بہترین نمونے دکھلائے جاوینگے۔ طبقہ تعلیم میں ایسی اشیاء دکھلائی جاویں گی جن سے یہ ظاہر ہوگا کہ ممالک متحدہ میں کیسی کچھ ترقی اسبارہ میں ہورہی ہے۔

طبقہ خواتین کی عمارت مکمل ہوگئی ہے اور اوسکے آراستہ کرنے کا انتظام ہورہا ہے۔ اس عمارت کے اندر ایک پردہ کلب ہوگا جسکی بابت نئی قسم کی فیس نہ لیجاوے گی۔ پردہ نشین مستورات بہ لحاظ قیود پردہ اس عمارت کی چھت پر سے جملہ تماشہ بخوبی دیکھہ سکینگی کمیٹی نے جو اصحاب نمایش میں تشریف لاویں گے اون کے لئے تفریح کی ضرورت محسوس کر کے سامان تفریح مہیا کرنے کی خاص طور پر کوشش کی ہے اور یہ امید قوی ہے کہ اس معاملہ میں ہرگز کسی قسم کی کوتاہی نہ ہوگی۔ ایک ٹورنامنٹ جیسا کہ دہلی دربار کے موقع پر ہوا تھا۔ قریب قریب اوسی پیمانہ پر اس نمایش میں بھی ہوگا۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سی تفریح کی چیزیں مثل ہوائی جہاز و ہوائی تختہ۔ واٹر شوٹ۔ دنگل۔ تھیٹر وغیرہ بھی ہونگے۔

جو اصحاب کہ نمایش میں تشریف لاویں گے اُن کے قیام کے لئے کمیٹی نے نہایت ہی بے نظیر و بے تکلف انتظام کیا ہے۔ کل خیمہ جات میں سامان آسایش مہیا کیا جاوے گا اور برقی روشنی بھی ہوگی۔ ان سب امور پر غور کرنے سے اس بات کا یقین کامل ہوتا ہے کہ کمیٹی حتی الوسع کوئی دقیقہ اس نمایش کو دلچسپ کرنے کا فروگذاشت نہ کرے گی۔ اور اسکا آیندہ اثر ہندوستانی صنعت و حرفت پر نہایت ہی مفید و مستقل پڑیگا۔

نمایش ممالک متحدہ

فی زمانہ ہندوستان میں پولو کا کھیل بہت کچھ مروج ہو گیا ہے۔ والیان ریاست کا بھی شوق اس طرف بڑھ گیا ہے۔ نواب زادہ طالع محمد خان والی پالن پور کو جسقدر اس کھیل کیطرف رجحان ہے وہ تو ہر فرد بشر پر بخوبی روشن ہے۔ نوابزادہ موصوف نے ایک پیالہ قیمتی ۵۰۰ روپیہ ایسے شخص کو انعام دینے کا وعدہ کیا ہے جو کہ نمایش ممالک متحدہ کے پولو ٹورنامینٹ کے آخری کھیل میں ہارے گا۔ یہ پولو ٹورنامینٹ بماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء منعقد ہوگا۔ ہر شخص کو جس کو پولو کے کھیل سے ایک قسم کی دلچسپی سی ہوگی اوس کو نواب زادہ طالع محمد خاں صاحب کی اس انعام دینے کا حال سنکر نہایت ہی مسرت حاصل ہوگی۔

نمایش ممالک متحدہ

اسوقت تک ہر فرد بشر اس سے بخوبی واقف ہو گیا ہوگا کہ لوکل گورنمنٹ کس سرگرمی سے صوبہ جات متحدہ کی صنعت و حرفت کی ترقی کے لئے سعی بلیغ کر رہی ہے۔ نمایش ممالک متحدہ جو کہ بمقام الہ آباد دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء میں منعقد کیجاوے گی گو یہ تحریک غیر سرکاری ہے لیکن زیادہ تر اسی دلچسپی کا نتیجہ ہے جو کہ گورنمنٹ کو ہندوستانی صنعت و حرفت سے ہے۔ منتظمان نمایش جس خوش اسلوبی و جوش سے اس نمایش کی کامیابی کے لئے کوشش کر رہے ہیں

وہ محتاج بیان نہیں۔ جو اصحاب کہ نمائش میں خواہ بغرض سیر خواہ اشیاے نمائش لیکر تشریف لاویں گے اونکے قیام کے لئے منتظمان نے حتی الوسع نہایت ہی نفیس انتظام کیا ہے اور جس سرگرمی سے کہ منتظمان کام کر رہے ہیں اوس سے یقین کامل ہوتا ہے کہ اُن اصحاب کی سہولیت و آرام کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہوگا۔ قریب قریب دو سو خیمہ جات نمائش میں آنے والوں کے واسطے نصب کئے جاویں گے۔ منجملہ اون دو سو کے سو صرف ایسے ہوں گے جن میں اہل اسلام فروکش ہو سکیں اور سو میں اہل ہنود قیام کریں۔ ان خیمہ جات میں سامان آسایش بخوبی مہیا کیا جاوے گا۔ مثلاً ہر خیمہ میں بستر۔ تخت۔ چوکی میز۔ کمبل۔ گدا۔ تکیہ۔ چادر وغیرہ ہر صاحب کو مل سکیں گی۔ اور خیمہ میں بجلی کی روشنی اور نہانے کے لئے گرم پانی کا انتظام بھی رہیگا۔ ہندوستانی اصحاب کو اپنے قیامگاہ کی بابتہ مبلغ سے روپیہ دینا ہوگا۔ اس رقم میں صرف خوراک شامل نہیں ہے۔ جو اصحاب کہ نمائش میں تشریف لاویں گے خواہ وہ اہل اسلام ہوں یا اہل ہنود اونکے اکل و شرب کے واسطے علیحدہ علیحدہ ہندو کھانا بنانے والے و مسلمان باورچیوں سے انتظام کیا گیا ہے۔ اور یہ باورچی علیحدہ علیحدہ خیموں میں رہیں گے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قیامگاہوں میں آرام کی چیزیں ہر شخص کو دستیاب ہو سکیں گی۔ ہر شخص اپنے اپنے طرز معاشرت کے موافق قیامگاہ پسند کر سکتا ہے۔

جو اصحاب کہ خود اپنے ذاتی خیمہ نصب کرنا چاہیں گے اونکے واسطے کمیٹی نمائش نے نمایشگاہ کے قریب کچھ زمین کا بندوبست کیا ہے۔ اس زمین کا کرایہ سیکرٹری صاحب سے خط کتابت کرنے سے دریافت ہو سکتا ہے۔ ان سب امور پر غور کرنے سے اسبات کی امید قوی کیجاتی ہے کہ کارکنان نمائش جملہ اصحاب کو جو نمایش گاہ میں تشریف لاویں گے بقدر کافی آسائش و آرام دینے کا انتظام کریں گے۔

نمائش صوبہ متحدہ آگرہ اودھ

نمائش ممالک متحدہ کے متعلق مختلف پیشوں کے جدید آلات کو کام کرتے ہوئے دکھانے کے مقابلے کی بابت قواعد بن رہے ہیں اور جلد شائع کئے جاوینگے۔ مختلف وقتوں میں بہت قسم کے فلائی شٹل کرگے کم و بیش کامیابی کے ساتھ فروخت کے لئے بازار میں آئیں گے ہوشیار جلاہوں میں نمائش کے موقعہ پر مقابلہ اون لوگوں کے لئے جنکو ہندوستان کے ہاتھ کے کپڑے کی آیندہ ترقی میں دلچسپی ہے بہت مفید ثابت ہوگا۔ جبکہ کمیٹی انتظامیہ بہت سے قیمتی تمغہ اور انعام نہ صرف ان مقابلوں کے لئے بلکہ ہر طبقہ کے کامیاب نمائش کرنے والے کے لئے بھی دینے کا اعلان کرتی ہے ہمکو یہ بات سنکر خوشی ہوئی کہ تاجر اور لوگ بھی انعام دینے کا وعدہ کر رہے ہیں۔

کلکتہ کے مشہور کارخانہ انڈر ووڈ اینڈ کمپنی کے مسٹر ڈیوڈ یول نے کوئلہ سے روٹی اور دیگر قسم کے ہندوستانی کھانے پکانے کے سب سے عمدہ چولہے کے لئے ایکہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کل ملک کو بے حد فائدہ پہونچے گا اگر کم قیمت چولہے کو جن میں سستا کوئلہ جلے اوسط درجہ کے ہندوستانی بکثرت استعمال کریں بجائے اسکے کہ وہ کنڈے کو استعمال کریں جو کہ زمین کے زرخیز کرنے کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے۔ انڈین وایسٹرن انجینیر اخبار کے مالکان نے طبقہ انجینیرنگ میں ہندوستانی صنعت وحرفت کے ترقی کے متعلق تین سو روپیہ کا پیالہ انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ دیگر انعام دینے والے راجہ مہندر پور سنگھ صاحب چندا پور ضلع رائے بریلی کے (جنہوں نے دو سونے کے تمغے ہر ایک پانچسو روپیہ قیمت کا دینے کا وعدہ کیا ہے) اور لالہ جوتی پرشاد سرکاری خزانچی سہارنپور ہیں۔ کمیٹی انتظامیہ کی یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ ممالک متحدہ اور دیگر مقاموں میں اوسکو ایسے اصحاب ملیں جو کہ نمائش کے صیغہ صنعت وحرفت سے اسقدر دلچسپی رکھتے ہوں۔

علیگڈہ کالج میں اختلاف

علیگڈہ کالج کے منتظموں یعنی نواب مشتاق حسین صاحب آنریری سکرٹری اور آنریبل محمد آفتاب احمد خاں صاحب ٹرسٹی میں کچھ اختلاف پیدا ہوگیا تھا ۔ وجہ اختلاف جسقدر پبلک پر ظاہر ہوئی ہے یہ ہے کہ پرنسپل آفتاب احمد خاں صاحب کے نام زیادہ آنے لگے ہیں اور اونکا استعمال آنریری سکرٹری کی رائے کے خلاف میں ہوتا ہے۔ یا ہونے کی طرف میلان ہے۔ ہماری رائے میں یہ قرار دینا کہ اس معاملہ میں حق بجانب کون ہے بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اول تو ایسی حالتوں میں معاملہ شاخ در شاخ ہوجاتا ہے دوسرے جب تک فریقین کے کل بیان اور تحریریں سنی اور پڑھی نہ جائیں حق و باطل میں تفریق کرنا ناممکن ہے۔ مگر ہم کالج کی بہتری مدنظر رکھکر کچھ عام اور اصولی باتیں ضرور بیان کریں گے۔

ازانجملہ اول یہ ہے کہ ہم تمام پبلک انسٹیٹیوشنوں میں اختلاف کے ظاہر ہونے کو بہ نسبت جبری یا مصنوعی اتفاق کے زیادہ پسند کرتے ہیں اور اس اپنے اصول کی بنا پر ہم اس اختلاف کو جو علیگڈہ کالج کے منتظموں میں پیدا ہوا ہے علیگڈہ کالج کے حق میں ایک مبارک فال جانتے ہیں۔ اور ہمکو یقین ہے کہ اس ذریعہ سے بدانتظامیونکا افشا اور تدارک بہ نسبت عدم اختلاف کی حالت کے زیادہ اچھی طرح ہوسکے گا۔

ہمکو سید رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد سے ہمیشہ اسکا افسوس رہا کہ کالج کے انتظامات پر نکتہ چینی کرنے کو اوسکے منتظموں نے بری نظر سے دیکھا اور یہ کوشش جاری رہی ہے کہ کوئی کچھ مت کہے کیونکہ اس سے کالج کو ضرر پہنچے گا۔ حالانکہ حقیقت اسکے خلاف ہے یعنی نکتہ چینی گو باعث پریشانی خاطر ہوتی ہے مگر ملک معاملات میں تنقیح اور تدقیق بغیر نکتہ چینی کو جائز رکھے اور اوسپر غور کئے نہیں ہوسکتی۔ خدا کرے کہ یہ اختلاف بہتری مصالحتوں سے رفع دفع کیا جائے۔ بلکہ علانیہ اور ہمیشہ کے واسطے ایک گروہ اور ایک نکتہ چیں پارٹی بنجانا چاہیئے تاکہ وقتاً فوقتاً دودھ اور پانی الگ الگ ہوتا رہے۔

دوم مسئلہ سکرٹری شپ ہے۔ ہماری رائے میں علیگڈہ کالج کی عہدوں میں سکرٹری

شپ سے زیادہ آسان اور سیکرٹری شپ سے زیادہ دشوار کوئی عہدہ یا مسئلہ نہیں ہے۔ اگر سیکرٹری ٹرسٹیوں کے احکام کا جاری کرنے والا اور ٹرسٹیوں کو کالج کے حالات سے واقف کرنے والا ہے تو اس سے زیادہ آسان کام ہو نہیں سکتا یعنی اگر سکرٹری اپنے پہلے فرض یعنی اون حالات کو جو بذریعہ عہدہ سکرٹری اوس کو معلوم ہوئے ہیں وقتاً فوقتاً ٹرسٹیوں کو جتاکر اون کے فیصلہ کی تعمیل کرتا ہے خواہ وہ فیصلہ اوسکی مرضی کے خلاف ہوا ہے خواہ موافق تو ہر سیکرٹری بآرام تمام اپنے عہدہ کی مدت کو بہترین اطمینان کے ساتھ پورا کرکے کامل سرخروئی حاصل کرسکتا ہے۔ اگر دوسری شق اختیار کی جاے یعنی چاہا جاے کہ ٹرسٹی اوسکی مرضی پر چلنے والے اور اوسکے احکام کی تعمیل کرنے والے رہیں تو سیکرٹری شپ سے زیادہ دشوار اور ذمہ داری کا کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ اور ہاشبہ سیکرٹری ایسی حالت میں ہر وقت معرض خطر میں رہیگا اور منوا اوسکو توڑ جوڑ سے کام لینا پڑے گا جو عمل کر مشکلات پیدا کریگا۔

سرسید رحمۃ اللہ علیہ آخر قسم کے سیکرٹری تھے یعنی اون کی خواہش یہی تھی کہ ٹرسٹی براے نام رہیں۔ اور بیشک اونکی یہ خواہش باعتبار بانی کالج ہونے اور باعتبار اوس قابلیت کے جس قسم کی قابلیتوں کو ایک شاعر نے اسطرح نظم کیا ہے۔

بے دو ر بایہ کہ خسرو ج ظفر
بیا ر د جو تو شہسوارِ دگر

ایک بہت بڑی حد تک بجا اور درست تھی مگر بعد اون کے آگے آئی آیت کا معاملہ ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہ اس دل و دماغ کا کوئی شخص نہیں ہے زمانہ کا رنگ ایسا دگرگوں ہوگیا ہے کہ اگر جناب سید صاحب مغفور اس زمانہ میں ہوتے تو ان کو بھی اپنی خودمختاری کو ترک کرنا پڑتا کہ بر دیگراں چہ رسد۔ اب سب مہذب ملک کے دانا اس پر ہر طرح یکساں اور برابر ہیں البتہ اجرا انتظام کے واسطے کوئی شخص کسی عہدہ پر مقرر کیا جاسکتا ہے اور اصلی حکومت حکمراں جماعت کی کثرت راے کے ہاتھ میں ہونا چاہیے۔

مگر ہم جب جمہور کی راے کا اندازہ کرتے ہیں تو اپنی اور اون کی راے یا عمل میں زمین اور آسمان کا فرق پاتے ہیں یعنی پبلک (جس میں ٹرسٹی بھی بخوبی شامل ہوسکتے ہیں)

موٹہ ومٹر میں چنا تلاش کرتے ہی یعنی دوسرے سید کی جستجو میں رہتی ہے جو محال اور جنون ہے اور تمام جھگڑوں کی جڑ پبلک کی یہ پالیسی ہے۔ کیونکہ کون ایسا ہے جو سید کا جانشین بن سکے۔ تو تنہا بنتا نہ مانگے علی الخصوص جبکہ پبلک اوسکو اوسی خیالی کرسی پر جلوہ گر کردینے کو موجود ہو۔ اگر لوگ ہماری راے پر چلنے لگیں اور سیکرٹری شپ کو ہر ایک معمولی بھلے مانس اور فرصت دار شخص کے واسطے موزوں تسلیم کرلیں تو تمام رقابتیں آج ختم ہوئی جاتی ہیں اور کام اپنے ٹھیک مرکز آیا جاتا ہے۔

اگر ہم سے سوال ہو کر موجودہ آنریری سیکرٹری کی ختم میعاد کے بعد یا بحالت اُنکے استعفیٰ کے کون سیکرٹری کیا جاے تو اول ہم یہ جواب دیں سکے کہ جسقدر نام ٹرسٹیوں کے ہیں ہم اپنے اصول کے موافق انمیں سے ہر ایک کو اس عہدہ کے لایق جانتے ہیں اور سب کے حق میں ووٹ دینے کو تیار ہیں اور یہ راے ہماری آج کی نہیں ہے بلکہ سید مغفور کے بعد سے ہم نے اپنے دوستوں کے سامنے ایسا ہی کہا۔ مگر ہاں ایک سوال جو اہم ہے وہ فرصت کا ہے پس ہم حاجی محمد موسیٰ خانصاحب کو سیکرٹری کے عہدہ کے واسطے تجویز کرینگے کیونکہ اونکو علاوہ دلچسپی کے اونکو کافی فرصت ہے جس سے وقت کام کرنیکا اونکو بہت ملیگا۔ علیگڈہ میں ہی وہ رہتے ہیں۔ جوان آدمی ہیں علیگڈہ کے رئیس ہیں۔ بیشک ہم اونسے اسوجہ سے ناراض ہیں کہ مسٹر آرچبولڈ کی علیحدگی میں وہ بھی طوفان بے تمیزی میں اونکے خلاف شامل تھے۔ مگر پھر ہم کہتے ہیں کہ انسان مرکب من الخطاء والنسیان ہے غلطی ہو جانا بشر سے بعید نہیں ہے اور ممکن ہے کہ وہ اسکا کوئی کفارہ دے سکیں۔ سواے اسکے اگر ٹرسٹی خوش عقیدگی سے کام نلیں اور سیکرٹری شپ کے واسطے فوق العادت مزاج انسان کے وجود کی فکر کو چھوڑدیں تو کسی سیکرٹری کی کج ادائی کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

ہم نے جو راے نواب محسن الملک مرحوم کی وفات کے بعد بذریعہ ایک پمفلٹ موسومہ (تقسیم کام) کے ظاہر کی تھی اوسکو مختصر مگر زیادہ زوردار الفاظ میں پھر ظاہر کرتے ہیں کہ یہ قرار دیا جانا چاہیے کہ کالج کا سیکرٹری اور تمام عہدہ دار کالج کے سواے کالج کے اور کسی کام سے تعلق نہیں رکھیں گے۔ یعنی نہ مسلم لیگ سے نہ ایجوکیشنل کانفرنس سے۔ نتیجہ اسکا یہ

ہو گا۔ کالج کا کام کرنے والے آدمی باقی رہ جاوینگے اور صرف فخر کے خواہاں لوگ الگ ہو جائیں گے۔
اور رشک و حسد یا رقابت دو بجا لگی ہی ہوئی ہیں اس سے نہ صرف کالج کو بلکہ مسلم لیگ اور
ایجوکیشنل کانفرنس کو بھی بیش بہا فائدہ پہنچے گا۔

ہم پبلک اور ٹرسٹیوں کو ایک اور مشورہ دینا اپنا فرض جانتے ہیں کہ تمام معاملات جو
اونکے روبرو پیش ہوں بلا طرفداری اور خیال زید و بکر کے اوسپر نظر ڈالیں اور جو خدا لگتی بات
ہو وہ کہیں یہی انسانی فرض ہے اور یہی کالج کے حق اور مسلمانوں کے حق میں اور نیز
مباحثہ کرنے والے فریقین کے حق میں بہتر ہے۔ امید ہے کہ خاص آزادی اسبارہ میں
ٹرسٹی صاحبان اختیار کرینگے اور جسطرح انہوں نے مسٹر آرچبولڈ پرنسپل کی فیصلہ میں اندھا دھندی
سے کام لیا ویسا اب نہ ہونے پائیگا۔

پراکسی کی بابت ہماری یہ راے ہے کہ آزادانہ پراکسی (یعنی ایسی پراکسی جسمیں کسیکو یہ
اجازت دی گئی ہو کہ وہ اپنی راے کی تائید میں اوسکا استعمال کرے البتہ ایند مجہدی یا قطعی
اعتبار کے ہرگز نہیں دینا چاہیئے جن ٹرسٹیوں کو اتنا وقت نہیں ہے یا موقع نہیں کہ اصل
حال سے واقف ہو کر کوئی آخری راے قائم کر سکیں اونکے واسطے بجاے پراکسی دینے کے ہماری
راے میں ٹرسٹی شپ سے علیحدہ ہو جانا بہتر ہے۔ مگر وہ پراکسی جسمیں اپنی راے ظاہر کر دیگئی
ہو اور صرف پیش کرنے کیواسطے کسی ٹرسٹی یا سکرٹری کے نام پر بھیجدی جاے ہماری راے
میں ایسی ہے کہ جس سے نہ کوئی مضر اثر پڑ سکتا ہے اور نہ کسیکو اوسکے متعلق کوئی شکایت پیدا
ہو سکتی ہے۔ اسیطرح ٹرسٹیوں کو معلق بالغیر نہیں بننا چاہیئے یعنی اپنی فہم اور ادراک سے کام
لیکر حل مسائل کرنا چاہیئے۔ پبلک کاموں میں کسی کی مروت یا رعایت کر جانا بھی ٹرسٹی شپ
کے فرائض کی قطعاً خلاف ہے اور ایسی حالت میں بھی ہم یہی مشورہ دینگے کہ ٹرسٹی شپ
سے استعفیٰ دے دینا بہ نسبت رعایت یا مروت کر جانے کی ہر طرح عزت اور آبرو کی
بات ہے۔ اب رہی فریقین اور اونکے معاونین اونسے ہم یہ عرض کرینگے کہ اپنے اپنے دعوے
کی سچائی ثابت کرنے میں جسقدر جائز کوشش ہو سکے کرنے میں ہرگز تامل نہ کریں کیونکہ کالج کے
حق میں تصفیہ معاملہ کا بہ نسبت باہمی سمجھوتہ کے زیادہ مفید ہے۔

آخر میں جن الفاظ پر ہم پبلک ٹرسٹیوں اور عہدہ داران کالج کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں وہ مضمون ہی جو اسی نمبر میں پرائیویٹ کالج اور اسکول کے تحت عنوان اڈیٹر کے مختصر نوٹ میں ملیگا۔ کیونکہ اسپر عمل تمام جھگڑوں کی بیخ و بنیاد کو اوکھاڑ کر پھینک دیگا۔ (و من اللہ التوفیق)

اسمٰعیل

ایک مضطرب مسافر

ایک دل لگی کی کہانی

انگریزی سے

ایک شخص جو ریلوے اسٹیشن کی ایک بینچ پر بیٹھا تھا دیکھ رہا ہے کہ ایک فربہ اندام جنٹلمین ہاتھ میں سگار لئے ہوئے ادہر سے اُدہر اور اُدہر سے ادہر جھنجلایا ہوا ٹہل رہا ہے۔ آخر اس سے رہا نہ گیا اور اُسکو خیال ہوا کہ اس فربہ اندام سے اُسکی اضطراب کا سبب دریافت کرنا چاہیئے۔ یہ سوچکر اُٹھا اور اسطرح ان دونوں میں بات چیت ہوئی۔

جناب شاید آپ کی کوئی چیز گم ہو گئی ہے۔

نہیں۔

کیا آپ کے اضطراب کا سبب معلوم ہو سکتا ہے۔۔۔۔ اگر مجھ سے آپکی کوئی خدمت ہو سکی تو اوسکے واسطے ہر طرح حاضر ہوں۔

اگر (سانس لیکر) آپ کیا مدد دے سکتے ہیں! کچھ نہیں!!

فرمایئے تو شاید میں کچھ خدمت کرسکوں۔

(ایک بڑی سانس لیکر) ساڑہے آٹھ بجے والی ٹرین کوئی پا نہیں سکا ہو کیا آپ اسکو لوٹا لا سکتے۔

بیشک اگر ممکن ہو تو ایسا ہی کرنے کو حاضر ہوں۔

جی ہاں۔ ممکن ہونیکا آپ نے خوب فرمایا۔ چونکہ یہ غیر ممکن تھا اسی سبب سے تو میں خود پریشان ہوں۔

کچھ دیر ٹھیر کر جھنجلا کر فربہ اندام جنٹلمین بولا کہ بس یہ دل چاہتا ہے کہ ابھی ریلوے کمپنی

پر ایک نالش دائر کردوں۔

آخر اس غصہ کا سبب کیا ہے۔

ٹرین وقت مقررہ سے پانچ منٹ اول چھوٹ گئی۔ میں سو پونڈ کی شرط کرنے پر تیار ہوں کہ ٹرین پانچ منٹ پہلے چھوٹ گئی ہے۔ میں ہر وقت اسکے ثابت کرنے پر تیار ہوں کہ پانچ منٹ پہلے ریل چلی گئی ہے۔

(ایک بے پرواہی کے طور پر) ہاں ۔ ۔ ۔ معلوم ہوا کہ ٹرین کے نہ ملنے کی وجہ سے آپ کو اضطراب ہے!

اب آپ کو میری پریشانی کا حال معلوم ہوا۔!!

مگر ایسی گھبراہٹ کیوں ہے اگلی ٹرین میں چلے جائیے گا۔!

بے شک میں خود اسی انتظار میں ٹہیرا ہوا ہوں۔ مگر جھگڑا تو یہ ہے کہ اگلی ٹرین شام کے ساڑھے چار بجے یہاں سے چھوٹے گی جسیر جانے سے منزل مقصود پر سات بجے سے اول نہیں پہنچ سکونگا۔ اور یہی سوچ سوچکر میرا دل لوٹا جاتا ہے۔

جناب دل لوٹنے کی کیا بات ہے۔ تار پر آپ خبر بہیجدیں کہ ریل نہ مل سکی کام آج نہیں کل کو ہو جائے گا۔

(ایک حسرت آمیز تبسم سے) تار۔ تار کا تو یہ حال ہے کہ ایک گھنٹہ کے عرصہ میں جب سے کہ میں یہاں ہوں بارہ تار روانہ کر چکا ہوں۔ آپ فرماتے کیا ہیں۔!

ایسا ہے تو شاید کوئی بہت ہی بڑا کام ہوگا۔

ظاہر ہے بات یہ ہے کہ آج سہ پہر کو مجھ کو نکاح میں موجود ہونا لازم تھا۔

(نہایت سہل انکاری سے) ہی ہی۔ یہ بھی کوئی بڑا کام تھا جس کے واسطے اتنے پریشان ہوتے ہو۔

واہ۔ یہ کوئی کام ہی نہ تھا۔ دولہن کے واسطے بہت سے تحفے میرے ساتھ میں ہونے دیجے ۔ ۔ ۔ تاہم یہ ایسا بڑا کام نہیں ہے۔ آج نہیں کل صبح کو تحفے دے دیجیے گا۔ تحفوں کا کیا ہے آج نہیں کل۔ کل نہیں پرسوں کو دیدی

لیکن۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(سخت پریشانی کی حالت میں) آپ بھی عجب آدمی ہیں۔ ارے میاں اگر میں شریک عقد نہ ہوسکا تو میں توکسی قابل نہ رہا۔

اگر یہ آپکو ملجاتی توآپ کس قابلیت کا اظہار کرتے۔

بندہ نواز میں نکاح کرتا۔ دولہا تو میں ہی ہوں۔ میری تلاش وہاں ہورہی ہوگی لڑکی کا باپ ایک بڑا دولتمند تاجر ہے۔ اور میں ایک مفلس شخص ہوں۔ خدا جانے کن کن تدابیر سے لڑکی کے باپ کو نکاح کردینے پر میں نے راضی کیا ہے۔

ہاں یہ جو فرمایئے کہ ریل نکل جانے سے گویا آپکو نکاح کی فکر ہوگئی ہے کہ دیکھئے اب ہو یا نہ ہو۔ اور اسی پریشانی میں آپ ہیں۔

اور کیا۔ یہی تو ہے۔

بیشک۔ بیشک۔ یوں جو فرمایئے۔ بلاشبہ اب میں آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتا ہوں۔

ظاہر ہے۔ کیا آپ جانتے تھے کہ میں فضول اظہار اضطراب کر رہا ہوں۔

میں تو اب بھی یہی عرض کرونگا آپ ایک فضول پریشانی میں اپنے کو مبتلا کئے ہوئے ہیں۔ مالداری کیوجہ سے بیوی نہ ملنے پر افسوس کرنا کوئی بات ہے۔

اس کہنے پر فربہ اندام جنٹلمین نے کہا کہ للّٰہ میرا سر نہ کھاؤ اور یہاں سے دفع ہو۔ مجھے آپ کی خدمت و مدد کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ ناحق کی آپ کی باتوں سے مجھ کو اور غصہ آتا ہے۔

جن صاحبون کی خدمت مین رسالہ بطور نمونہ حاضر ہوا ہے۔

مخدومی ومکرمی

جیسا کہ آپ کو ملاحظہ سے معلوم ہوگا اس رسالہ کا مقصد مسلمانون مین روشن ضمیری پھیلانا ہے۔ پس یہ رسالہ اس قابل ہے کہ ہر شہر وقصبہ اور خاندان مین پڑھا جاوے مبلغ دو روپیہ سال اس کی قیمت ہے۔ جو باعتبار مضامین اور فائدے کے بہت کم ہے۔ لہذا جناب اس کی خریداری اس سال کے واسطے ضرور منظور فرمائین اور جو کارڈ ملفوف ہے اوسپر دستخط فرما کر مطبع کو اجازت دین کہ آیندہ رسالہ بذریعہ ویلیو پی ایبل آپ کی خدمت مین بھیجا جاوے

ایڈیٹر العزیز آگرہ

اڈیٹر کے نوٹ

اوقاف | ۲۲۔ اگست کو مدراس میں ہاؤس مووہ کی مسلم لیگ کے جلسہ میں اوقاف کے متعلق ایک رزولیوشن پاس ہوا جسمیں یہ الفاظ تھے۔

نہایت افسوس کی بات ہے کہ اکثر اوقاف کا انتظام بُری طرح ہوتا ہے منشائے واقفین کی تعمیل نہیں ہوتی اور اکثر صورتوں میں زر توفیر پرائیویٹ اغراض میں صرف ہوتا ہے۔

اڈیٹر العزیز اس رزولیوشن کی دلی تائید کرتا ہے۔ اور گذارش کرتا ہے کہ پبلک کو خاص توجہ اس طرف کرنا چاہیئے کہ کارکنان اوقاف سے حساب مانگا جائے۔ اور تمام جائز اور قانونی طریقوں سے وہ مجبور کئے جائیں کہ اوقاف کی آمدنی کو واقف کی مرضی اور قانون کے مطابق خرچ کریں۔

ہمکو نہیں معلوم کہ قانون میں کوئی ایسی دفعہ ہے یا نہیں کہ جس کے ذریعہ سے مجسٹریٹ ضلع کو ایسے اوقاف میں بطور مشیر اور صلاح کار کے دخل دینے کا حق ہو۔ اگر نہیں ہے تو ہم ممبران کونسل سے عرض کریں گے کہ وہ کوشش کرکے یہ منشا قانون میں داخل کرائیں کہ ضلع کا کلکٹر اور مجسٹریٹ ایک لازمی جز بطور نگراں کے اوقاف کا ہوجاے کیونکہ ہماری رائے اور تجربہ میں بغیر سرکاری نگرانی اور دخل کے اوقاف کی حالت سنبھلنا نا ممکن ہے اور اوقاف کی ایسی ناگفتہ بہ حالت ہونا جیسی کہ اب ہے پبلک اور وقف کنندوں سب کے حق میں ایک قسم کا ظلم ہے۔

ایک جگہہ کچھہ اور دوسری جگہہ کچھہ اور | اس عنوان کے تحت میں روزنامہ پیسہ اخبار لاہور میں یہ فقرے چھاپے گئے ہیں۔ ہاؤس آف کامنز میں ہندوستان کے بجٹ مباحثہ کے وقت مسٹر میکڈانلڈ نے اپنی تقریر میں یہ بھی بیان کیا تھا کہ ہندوستانی طالب علم جب انگلستان میں تعلیم پاتے ہیں۔ تو ہم اون کو اپنے گھروں میں بار دیتے اور اونکو ہم اپنا ہمسر سمجھتے ہیں۔ اور جب وہ ہندوستان واپس جاتے ہیں تو ہم اون کی پیٹھ ٹھونکتے

ایسا نیکین ہو در ہا ہے اونکے لئے انگلستان میں کھلے ہوئے ہوتے ہیں وہ اونکے لئے ہندوستان میں بند ہو جاتے ہیں۔ وہاں اونکو ہمسر نہیں سمجھا جاتا۔ مسٹر میکڈانلڈ کی اس رائے میں ذرہ بھر بھی شک نہیں ہے۔ واقعی جو سلوک ہندوستانی طلبہ کے ساتھ اُن کے قیام انگلستان میں کیا جاتا ہے۔ اور جسکے وہ مستحق و عادی بھی ہو جاتے ہیں۔ ہندوستان واپس آکر اینگلو انڈین اور دیگر یورپین حکام کی طرف سے اونکے ساتھ اوسکے خلاف سلوک کیا جاتا ہے۔ یورپ ہندوستان کی موجودہ بے چینی کا ایک سبب یہی ہے اسلئے سرکاری او غیر سرکاری دونوں ہی قسم کے یورپین کو اپنے اس سلوک میں تبدیلی کرانی چاہیئے۔ ورنہ نہ کہا جائے کہ وہ ہندوستانیوں کو واقعی نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

مذکورہ بالا فقرات یعنی طالب علموں کے ساتھ انگلستان اور ہندوستان میں یکساں برتاؤ نہ ہونا ایک حد تک ضرور صحیح ہیں۔ لیکن اگر مقصد محض اعتراض جڑنا نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت حال کو سمجھکر کوئی صحیح راستہ نکالنا منظور ہے تو اس تفریق کے اسباب پر آزادی سے غور کرنا ضرور ہے۔

ہماری رائے میں ایک سبب اُس سلوک کا جو ہندوستانی طالب علموں کے ساتھ انگلینڈ میں کیا جاتا ہے اور ہندوستان میں نہیں کیا جاتا یا نہیں کیا جا سکتا۔ ایک تو حاکم و محکوم ہونے کا قدرتی فرق ہے۔ انگلینڈ میں جب تک طالب علم رہتا ہے بطور مہمان اور دوست کے رہتا ہے اور اسوجہ سے اُسکے ساتھ وہ ہی سلوک ہوتا ہے جو دوست یا مہمان کے ساتھ ہوتا ہے۔ انگلستان میں طالب علم جبتک رہتا ہے وہ وہاں کے ججوں۔ کلکٹروں اور ایسے افسروں کے جن کے ہاتھ میں نوکریاں ہیں کرسیاں توڑنا اپنا فرض اور آئیڈیل نہیں جانتا۔ بلکہ اپنے مساوی درجہ کے انسانوں سے گویا ملتا ہے اور اُسی طرح کا مقابلہ اون سے پاتا ہے۔ ہندوستان میں آتے ہی وہ تلاش معاش کی فکر میں صرف حاکموں کے سلام کے واسطے اور وہ بھی اس منشا سے کہ چاہے جگہہ ہو یا نہو اوسکو نوکری ملنا چاہیئے حاضر ہوتا ہی اور چاہتا یہ ہے کہ اوس سے اُسی طرح سلوک کیا جائے جسطرح ایک کلکٹر دوسرے کلکٹر یا ایک جج دوسرے جج سے کرتا ہے۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے۔

——— حاکم ہونا ایک ایسی چیز ہے کہ خواہ ہندوستانی ہی کیوں نہو اوسکو اپنی مصنوعی پوزیشن بطور ایک حاکم کے بنانا لازم ہے۔ ایک ہندوستانی وکیل یا بیرسٹر جب ہی کہ ہائیکورٹ کا جج ہو جاتا ہے تو نا ممکن ہے کہ وہ اپنی سوشیل طریقوں میں تبدیلی نہ کرے اور لوگوں سے اسی طرح میل ملاپ رکھے جس طرح کہ حالت وکالت میں رکھتا تھا۔ کسی بڑے حکیم مشرب کا یہ شعر ہے جو ہر طرح اور ہر موقع پر درست اترتا ہے اور بالکل نیچر اور جذبہ انسانی کے موافق ہے۔

آدمی را بچشم حال نگر

از خیال پری و دے بگزر

جب حال یہ ہے تو یہ شکایت بالکل ناواجبی ہے کہ (ایک جگہہ کچھہ اور دوسری جگہہ کچھہ اور) دوسرے ایک ہندوستانی طالب علم جب انگلینڈ جاتا ہے وہاں کی سی وہی طرز و روش اختیار کر لیتا ہے پس وہاں کی سوسائٹی میں وہ فوراً ملجاتا ہے لیکن جب کوئی انگریز اپنے ملک سے ہمارے ملک میں آتا ہے تو وہ ضرور محسوس کرتا ہوگا کہ اس طالب علم سے جس سے وہ انگلینڈ میں ملا تھا اور جس کے طور طریقوں کو دیکھہ کر اوسنے اوسکے اور اوسکی تمام قوم کی بابت جو رائے قایم کی تھی وہ تو بالکل اوندھی رہی۔ یہاں تو کوٹ پتلون کیا معنی دہوتی اور زیر غرقی کے سوا پاجامہ اور مرزئی تک نہیں دیکھتا ہے پھر جب یہاں کے اخباروں کو پڑہتا ہوگا تو اونمیں یورپین کے حق میں سوا ے مکروہ الفاظ اور نا ملایم باتوں کے اور کچھہ نہ دیکھکر حیران رہ جاتا ہوگا کہ الٰہی یہ بھید کیا ہے اور بلاشبہ قدرتاً وہ مجبور ہوتا ہوگا کہ اپنی اوس راے میں جو انگلینڈ میں کسی طالب علم کو دیکھکر اوس سے قایم کی تھی تبدیلی کرے۔ اور یہ کہنے لگے کہ مجھکو دہوکہ ہوا تھا اور ماشا تو ماشاءاللہ ہی ہیں۔

——— بیشک یہ سچ ہے کہ اس بدگمانی کے بحران میں جو ہندوستان کا رنگ ڈہنگ دیکھکر کوئی یورپین قایم کر سکتا ہے بعض نیک مزاج اور اشراف بھی اپنی حیثیت سے اوسکی نظر میں گر جاتے ہیں اور غیر مستحق سرد مہری کے مورد بن جاتے ہیں مگر گیہوں کے ساتھہ گھن کا پس جانا ایک قدیم اور معقول مثال ہے جس کو فراموش

نہیں ہونا چاہیئے۔

سوائے اس نقل کے حضرت سعدی کا یہ مشہور شعر کہ

چو از قومی یکے بے دانشی کرد — نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

نہ صرف شاعرانہ بلکہ حکیمانہ ہے۔

غرضکہ ہمارے نزدیک یہ اسباب باعث تبدیلی کے ہیں جو ایک ہندوستانی طالب علم کے تعلق انگلینڈ اور ہندوستان میں ایک یورپین کے خیالات میں ہو جاتی ہے۔ اور ہماری رائے میں اس کی ذمہ داری ہندوستانیوں پر ہے نہ انگریزوں پر بالخصوص اس زمانہ میں جبکہ یعنی یہاں انگلینڈ اور یورپ میں پہونچکر بدترین بدعتیں اور سرکشیاں ہندوستانی کر رہے ہیں۔

ہمکو امید ہے کہ ہمارے ہندوستانی بھائی اس مضمون پر کارر غور فرمائیں گے اور اپنی حالت اور اپنی قومی حالت کو درست کرنیکی تدبیر کریں گے۔ اور دوسروں پر بے فائدہ اعتراض اور الزام لگانے سے باز رہیں گے۔

ہم اپنی آئندہ کی امیدوں یعنی طالب علموں کو اپنے ایک مدبر فیلسوف کے ایک شعر کی طرف توجہ مبذول کرانا اس موقع پر ہر طرح مناسب تصور کرتے ہیں۔ یعنی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

تکیہ بر جاے بزرگاں نتواں زد بگزاف

مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی

____ اگرچہ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ مسلمان ہند زیادہ تر بوجہ ایک ہندوستانی ہونے کے اسوقت میں گیہوں کے ساتھ گھن ہیں۔ مگر اس میں بھی ہرگز شبہ نہیں کہ بعض مرتبہ مسلمان اسپیکروں کا بیان اور مسلمان اڈیٹروں کی تحریریں ایسی ہوتی ہیں کہ جنپر افسوس نہ کرنا اور انکو لائق اعتراض نہ کہنا سچائی کا بالکل خون کرنا ہے۔ اور مسلمانوں کی قوم کو بدنام کرنے کے واسطے وہ ہر طرح کافی ہوتے ہیں۔

____ مسٹر میکڈانلڈ ممبر پارلیمنٹ جن کی اسپیچ موضوع اس تحریر کی ہے

اوسکی بابت ہم چند لفظ اور کہیں گے یعنی اول یہ کہ ہمکو اہل انگلینڈ کا شکرگزار ہونا چاہیے کہ اونمیں ایسے اہل دل ہیں جو اپنی قوم کو ہندیوں کے حق میں رعایتانہ نظر ڈالنے پر مائل کرتے رہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ مگر ہم کو ایسی اسپیچ یا ایسے فیاض طبع انگریزوں کی وجہ سے بزعم خود غلط نظر انداز نہیں بننا چاہیے۔ بلکہ (ایاز خود را بشناس) کے مقولہ کو یاد رکھنا چاہیے اور ضرور غور کرنا چاہیے کہ باعتبار علم و قابلیت اور لیاقت کے ہمارا حقیقی درجہ کیا ہے۔ درحقیقت انگریزوں کی شرافت ہے کہ وہ ہم کو ہماری حیثیت سے اونچا سمجھنا چاہتے ہیں۔ ورنہ (ما آنیم کہ ما دانیم)

پرائیویٹ کالج اور اسکول

مختلف حالات پر نظر ڈالنے اور غور کرنے اور علی الخصوص بنگالہ کی طالب علموں کو گورنمنٹ کے خلاف فسادوں میں شریک ہونے اور چوریوں اور ڈکیتیوں میں کافی حصہ لینے سے اسطرف توجہ کی خاص ضرورت ہے کہ کیا ایسا انتظام ہو جس سے طالب علم اوس گمراہی سے بچیں جو اونکی اور اون کے ملک کے واسطے ضرررساں ہے۔ ہم نے اس مسئلہ پر مختلف اوقات میں غور کیا ہے اور اب ہم اس راے پر پہنچ گئے ہیں کہ تمام تعلیم گاہوں میں (خواہ وہ کالج ہوں یا اسکول) اور جو پرائیویٹ انتظاموں سے چلتی ہوں اونمیں سرکاری عنصر کا لازمی اضافہ کیا جاے۔ یعنی ضلع کا کلکٹر یا جائنٹ مجسٹریٹ باعتبار عہدہ کے ہر ایک پرائیویٹ کالج یا اسکول کا ممبر یا ٹرسٹی ہوا کرے اور جس جلسہ میں وہ شریک ہو اسکا چیرمین وہی ہوا کرے درصورت کالج کے اوسکا سیکرٹری یا جائنٹ سیکرٹری ایسا شخص ہو جسکا تقرر اور علیحدگی گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہو اور حتی المقدور سرکاری نوکروں میں یا پنشن خوار ہو۔ ہماری راے میں یہ انتظام ضرور مفید ہوگا اور ہماری راے میں اس کی قطعی ضرورت ہے۔

ضرور ہم سے ہماری اس راے کے وجوہ پوچھے جاینگی جن کی بابت مختصرا یہ کہیں گے۔ (۱) کہ جن تعلیم گاہوں کو گورنمنٹ ایڈ دیتی ہی اون میں اسکا یعنی گورنمنٹ کا پورا حق اوسی طرح اوسکی مصرف کی نگرانی کرنے کا ہے۔ جس طرح چندہ دینے والے یا وقف کرنے والے یا اون کے قایم مقاموں اور متولیوں کا حق کسی عطیہ کی نگرانی کا ہے۔ (۲) جبکہ تعلیم میں یہ قوت ہے کہ وہ بچوں کو جسطرف چاہے پھیر دے اور جسکا ثبوت اوس

تبدیلی سے مجہول گئیا ہے جو بنگالیوں کی عادات واطوار میں ہوئی ہے) تو گورنمنٹ کا پورا حق ہے کہ وہ اسکی رہنمائی کرے اور خراب تعلیم کو روک دے اور اچھی تعلیم کو جاری کرے۔ (۳) اس طریقہ کے اختیار کرنے سے وہ بدگمانی جو نتیجہ تعلیم کیوجہ سے اصل تعلیم سے کبھی کبھی پیدا ہو جاتی ہے قطعاً جاتی رہے گی اور حاکم و محکوم ایجوکیشن اور ہائی ایجوکیشن میں متفق الخیال ہو جائیں گے۔

(۴) حاکم و محکوم کا اتفاق سے کام کرنا بہتر ہے بجائے اس کے کہ ایک دوسرے کو الگ رکھنے کی کوشش کریں۔ پس پرائیویٹ کالجوں اور اسکولوں کے مہتمموں کو اس نیک کام میں عملی حصہ لینے کے واسطے لازم ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کو اپنے کاموں میں آزادی سے شریک کریں علی الخصوص مسلمانوں کی تعلیم گاہوں کے کارکنوں کو تو اس طریقہ کو نہایت فیاضی اور خندہ پیشانی سے قبول کر کے ثابت کر دینا چاہیئے کہ وہ اور انگریز حقیقت میں ایک ہیں۔

—— گو کالج ٹرسٹیوں کے ہاتھ میں ہے۔ بوجہ اس کے کہ اوسکا پریزیڈنٹ کمشنر اور وائس پریزیڈنٹ کلکٹر اور سیکرٹری پرنسپل ہے ایسی خوبی اور خاموشی سے چل رہا ہے کہ یا وشاید۔ نہ انگریز اور ہندوستانی کا قصہ ہے نہ پرنسپل اور یورپین پروفیسروں پر بدگمانی ہے اور نہ ٹرسٹیوں اور عمدہ داروں میں باہم جنگ ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس تجربہ سے دوسری تعلیم گاہیں بھی فائدہ نہ اوٹھائیں اور روزمرہ کی لڑائیوں سے خود کو اور پبلک کو پریشان نہ کریں۔

—— ہماری یہ رائے قطعی ہے کہ گورنمنٹ کو پورا حق ہے کہ وہ اس قسم کی مداخلت تمام پرائیویٹ تعلیم گاہوں میں خواہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں یا ہندوؤں یا مشنریوں کے ہوں اور خواہ وہ قاعدہ کے اندر چلتے ہوں یا نہ چلتے ہوں کرے۔ مگر قبل اسکے گورنمنٹ آمادہ ہو ہم تمام غیر سرکاری کالجوں اور اسکولوں اور علی الخصوص جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہیں اون کو یہ مشورہ دین گے کہ وہ ہماری اس اسکیم کو قبول کر کے اپنی تعلیم گاہوں کو زیادہ مقبول اور زمانہ کے موافق بنالیں۔ مصرع

ازاں پیش بس کن کہ گویند بس

رپن کالج بابو سرندرو ناتھ بنرجی کے زیر اہتمام کلکتہ میں ایک کالج پچیس سال سے صرف

فیسوں کی آمدنی سے چلتا ہے جسکا نام ریپن کالج ہے۔ قریب اٹھارہ سو کے طالب علم اوسمیں اسوقت پڑھتے ہیں اور فیس اوسکی تمام کالجوں سے کم ہے۔ جس کے سبب سے غریب طالب علم زیادہ پڑھ سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسی مثال ہے جو مسلمانوں میں موجود نہیں ہے نہ مسلمانوں سے کچھ رو سے اسکی توقع ہو سکتی ہے کہ وہ کوئی ایسا واقعی مفید کام کر سکتے ہیں کیونکہ ہمیں تو ہاؤ ہاؤ دلاؤ دلاؤ سے فرصت نہیں ہے۔

حال میں اوسکی عمارت کا سنگ بنیاد حضور لفٹننٹ گورنر بہادر بنگال نے اپنے دست مبارک سے رکھا ہے اور بابو صاحب کی اس محنت اور کام کی تعریف کی ہے۔

چندہ عمارت کی فہرست جو ہم نے اخباروں میں پڑھی ہے اوس میں کوئی رقم پانچ ہزار سے زاید کی ہماری نظر سے نہیں گذری۔ اور یہ رقمیں راجوں مہاراجوں کی ہیں۔ اور حضور لاٹ صاحب نے بھی پانچ ہزار عطا فرمائے ہیں۔

حضور لاٹ صاحب بہادر کی اسپیچ میں سے یہ چند فقرے ہم نقل کرنا ضروری جانتے ہیں کیونکہ اون سے ایک بڑی مفید نصیحت نکلتی ہے جس پر کل پرائیوٹ کالج والوں کو توجہ کرنا لازم ہے لاٹ صاحب نے ارشاد کیا۔

آخر میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اس موقع پر ایک لفظ نصیحت کہوں جس سے مجھے یقین ہے کہ تعلیم کے کل سچے دوست متفق ہوں گے۔ ٹرسٹیوں کو احتیاط رکھنی چاہیے کہ ریپن کالج بطور مقدس تعلیمی عمارت کے پاک اور غیر آلودہ رہے اور اوس میں مدبران ملکی اور جد وجہد کرنے والے قدم نہ جما سکیں میں آپ کو اسکے لئے وجوہات بیان کر کے دکھلانا نہیں چاہتا ہوں کہ کس لئے طلبا کو ملکی معاملات میں دخل دینے سے روکنا چاہیے۔ اس کے وجوہات مجھے زیادہ قابل لوگوں نے بیان کئے ہیں اور اون سے ہم سب واقف ہیں۔ اس مسئلہ پر اب بحث نہیں کی جا سکتی یہ اب ثابت کردہ اصول بن گیا ہے۔ یہ کہ وہ سرمایہ جس کے لئے عہدہ داران کالج اب عوام سے اپیل کر رہے ہیں قطعی تعلیمی مقاصد کے لئے درکار ہے اور کسی پولیٹیکل مقصد کے لئے نہیں۔ صاف اور علانیہ طور پر یہ سمجھکر میں آج یہاں آنے کے لئے رضامند ہوا ہوں اور میں خیال کرتا ہوں کہ وہ جو اس اپیل کے جواب میں چندہ دہندگان

ہمیں اسکا یقین ہے کہ یہ شرط معززانہ طور پر ادنہ بلاد ریغ قبول کیجاوے گی۔

بابو سریندرناتھ صاحب مذکور پریذیڈنٹ رپن کالج کونسل نے ہزآنر کا شکریہ ادا کرتے وقت یہ الفاظ بھی کہے جن کی بابت ہمیں یقین کرنا چاہیے کہ وہ عملاً بھی سچ ثابت ہونگی۔

اون آخری کلمات کی نسبت جو حضور والا نے فرمائے ہیں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ درسگاہ محض ایک مندرجہ تعلیم کا رہیگا جسکا واسطہ محض تعلیم سے رہیگا اور جسمیں پولٹیکل جدو جہد کو کبھی جگہ ملی ہے اور نہ آئندہ ملے گی اور مزید براں جس سرمایہ کے لئے افسران کالج اپیل کر رہے ہیں محض تعلیمی اغراض میں لگے گی اور کسی دوسری غرض میں صرف نہو گی۔

مگر ہم اپنی اس پرانی رائے کو دوہرانا ضرور چاہتے ہیں کہ نہ صرف کالجوں کو پولٹیکل تعلیم سے الگ رہنا چاہیئے بلکہ اُن لوگوں کو جنکے ہاتھ میں تعلیم ہے اپنے آپ کو پالٹیکس سے بالکل الگ کرلینا چاہیئے جبتک کہ سوائے تعلیم کے اور کچھ خیال اونکے دماغوں میں باقی نرہی اور جب تک ایسا نہیں ہوگا ہمارے رائے میں تعلیم کا اثر طالب علموں پر ویسا عمدہ نہیں ہوگا۔ جیسا کہ عمدہ ہونا چاہیئے۔ علاوہ بریں ایک شخص دو متضاد کام نہیں کرسکتا۔ یا کوئی پبلک کو پالٹیکس کی رہنمائی ہی کرلے یا ملک کے بچوں کو پالٹیکس سے ہی بچائے۔ خواہ کیسلی کچھ رائی ہو مگر ہمکو اپنی رائے سے ہٹنے کے معقول دلائل نہیں ملتے ہیں۔ بلکہ ہم تو یہاں تک کہنے پر تیار ہیں کہ اگر گورنمنٹ اسکے متعلق کوئی قاعدہ نافذ کردے تو ملک کے حق میں ضرور مفید ہوگا اور گورنمنٹ کو اسطرف توجہ کرنے کی حاجت اسوجہ سے ہے کہ ملک اپنے فرائض سے اب تک ضرور غافل رہے۔

رپن کالج پر ریویو کرتے وقت معزز ہمعصر ہندوستانی نے یہ خوب کہا ہے کہ بہت سے بی۔ اے۔ ایم۔ اے روزگار کی تلاش میں دربدر بھٹکتے پھرتے ہیں اگر پرائیویٹ اسکول کھول لیں تو وہ ضرور ایک معقول حد تک اپنے واسطے اسطرح پر معاش پیدا کرسکیں گے کہ اونکو بھی نفع اور ملک کو بھی نفع ہو۔ اور اس زمانہ میں جبکہ تعداد معین سے زائد طالب علم ایک اُستاد سے اسکولوں میں نہیں پڑھ سکتے تو پرائیویٹ تعلیم حاصل کرنے کے واسطے ضرور کافی تعداد میں طالب علم کے شہروں میں مل جائیں گے۔

مسلمانوں کو ایسی کوششوں کی سخت ضرورت ہے مگر مسلمانوں میں سے ایسے
ل نہیں ہیں۔ یہاں تو (اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی ہے) کا معاملہ ہے۔

نفرق

ہم نے بہت خوشی سے یہ خبر دیکھی کہ سندھ کے ایڈورڈ میموریل فنڈ کے عقیل ممبروں نے قرار دیا کہ حضور ایڈورڈ ہفتم شہنشاہ ذیجاہ متوفی کا اسٹیچو قایم کیا جائے۔ ہم اسکو
بہت موید ہیں کہ بڑے بڑے لوگوں خصوصاً ایسے بادشاہوں کی جیسے کہ ہمارے حضور تھے بکثرت
بسین (اسٹیچو) قایم ہوا کریں۔ ہمکو بہت افسوس ہے کہ آگرہ کا میکڈانل پارک ایسی مقدس
دگار بننے سے بظاہر اسوقت محروم رہتا نظر آتا ہے۔ سوائے سندھ کے بنگال اور برہما میں بھی
یٹیچو کا بنانا قرار دیا گیا ہے۔

——— مسٹر روزولٹ سابق پریزیڈنٹ یونائیٹڈ امریکا نے اسی مہینے میں
بٹ شہر میں اسپیچ کرتے وقت اپنے سامعین سے کہا کہ (ہر ایک جماعت کی خرابیوں پر اسی
گروہ کے ایماندار آدمیوں کو نکتہ چینی کرنا چاہیئے) ہماری رائے میں مسٹر روزولٹ کی یہ تقریر بالکل
اچھی ہے۔ صرف گورنمنٹ کی طرف سے زجر و توبیخ ملک کے اخلاق کو درست کرنے کے
اسطے کافی نہیں ہے۔ ہم اس مقولہ پر جو مسٹر روزولٹ نے آج کہا ہے سالہا سال سے
عامل ہیں اور اپنے اہل ملک کو ان کی حالت پر تنبیہ کرنے سے ہم اپنے آپکو باز نہیں رکھ
سکتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ہمارا ہاتھ بٹانے والا کوئی نہیں ہے۔ نہ ہو۔ ہم کو اپنا فرض
ادا کرنا چاہیئے۔

——— ذیل کی ہماری تصانیف بچوں کو پڑھائی جانے کے نہایت قابل ہیں
۱۔ فلاح دارین۔ جس سے اخلاق کی درستی کے ساتھ بہت سی ضروری اسلامی معلومات
حاصل ہوتی ہیں۔ نویں دسویں جماعت کے بچوں کے مطالعہ کے قابل ہے۔ انعامی
کتابوں میں عمدہ موقع حاصل کرسکتی ہے۔ مطبع البشیر اٹاوہ سے چار آنہ میں ملتی ہے۔
۲۔ لمعات الاسلام۔ جس میں روزمرہ کی زندگی کے متعلق احادیث شریف معہ ترجمہ اور
ایک دیباچہ کی جمع کی گئی ہے۔ انعامی کتب میں داخل ہونے کے لائق۔ مطبع عزیزی
آگرہ سے چار آنے میں ملتی ہے۔

۳۔ نظم صلوۃ۔ نماز اور وضو کے مسائل نہایت آسان نظم میں بیان کئے گئے ہیں۔ چھہ سات برس تک کی عمر کے بچوں کی سمجھ کے لائق ہیں۔ تین پیسہ میں مطبع البشیر اٹاوہ سے اور ڈاکٹر محمد نفیس صاحب سیکرٹری انجمن فیض عام آگرہ محلہ کونچہ حکیمان سے ملسکتی ہے۔

۴۔ نظم لغت جس میں چوبیس سو کے قریب عربی۔ فارسی۔ انگریزی اور ہندی کے لغات اشعار میں بغیر ناگوار حشو کے جمع کئے گئے ہیں آٹھ سات برس کی عمر سے لیکر بچوں کے از بر کرنے کے لائق ہے۔

دو آنہ میں ڈاکٹر محمد نفیس صاحب سیکرٹری انجمن فیض عام آگرہ سے کونچہ حکیمان کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

——— علیگڈہ کالج کے جدید مناقشوں پر یہ رائے بھی ظاہر کیجاتی ہے کہ ایسے معاملات کا پبلک میں آنا مضر ہے۔ مگر ہم اسکے خلاف ہیں ہماری رائے میں پبلک انسٹیٹیوشنوں کے اصلی حالات کا ظاہر ہونا بہ نسبت اونکے چھپے رہنے کے بہتر ہے۔

——— اول دستور تھا کہ کتابوں میں حمد اور نعت اور بادشاہ وقت کی تعریف کے کچھ کلمات ضرور ہوتے تھے۔ مگر پہلی نصف صدی میں بادشاہ وقت کی تعریف کیا معنی حمد اور نعت تک کا لکھنا حذف کر دیا گیا۔ خود ہماری بہت سی کتابیں ایسی ہی ہیں جنہیں زمانہ کی تقلید ہم نے بھی کی ہے۔ مگر اب ہم نے پہلا طریقہ اختیار کرنا ہر طرح مستحسن سمجھا اور حال میں جو دو رسالے (ایک نظم صلوۃ۔ اور ایک نظم لغت) لکھی ہیں اون میں حمد اور نعت اور بادشاہ وقت کا ذکر خیر داخل کر دیا ہے۔ نظم نعت ۲ آنہ کو اور نظم صلوۃ پون آنہ کو ڈاکٹر محمد نفیس صاحب سیکرٹری انجمن فیض عام محلہ کونچہ حکیمان شہر آگرہ کے پتہ سے ملتی ہیں نظم لغت بطور خالق باری کے جدید مذاق کے موافق ہے یعنی اوس میں عربی۔ فارسی کے ساتھ انگریزی لغات بھی داخل کر دئے ہیں اور نظم صلواۃ میں نماز کا بیان ہے۔ یہ دونوں کتابیں ایسی ہیں کہ کوئی بچہ مسلمان کا ایسا نہ ہونا چاہیے جسکو یہ حفظ نہوں۔

——— کچھ شبہ نہیں کہ عالیجاہ کیوان بارگاہ حضور جارج پنجم شہنشاہ ذیجاہ کا دربار تاجپوشی ۱۲ سنہ ۱۹۱۱ء میں ہندوستان میں منایا جائے گا۔ لہذا ہم یہ گذارش کرنا ضرور جانتے ہیں

کہ جشن آگرہ میں برپا کیا جائے جو مثل دہلی کے پایۂ تخت رہا ہے اور جسکی عمارتیں اور قلعہ
اسکا مستحق ہے کہ موجودہ فرمانرواؤں کی تقریبیں کل نہ ہوں تو کچھ تو ضرور یہاں بھی ادا ہوا
کریں۔ دہلی کو سوائے اسکے کہ وہ آخری پایۂ تخت سلاطین مغلیہ کا تھا اور کوئی فوقیت آگرہ
پر نہیں ہو سکتی باعتبار درمیانی حالت کے صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ صوبہ پنجاب سے زیادہ ہندوستان
کے وسط میں ہے۔ پس ہر طرح آگرہ جشن ہائے شاہی میں کامل حصہ لینے کا استحقاق
رکھتا ہے۔

——— محمد عزیز مرزا صاحب بی۔ اے آنریری سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ
نے ایک چھوٹا سا رسالہ از نام مسلم پالٹیکس غالباً مسلم لیگ کے صرف سے شایع کیا ہے جسکی
ایک کاپی ہمارے پاس بھی آئی ہے۔

رسالہ مذکور کو ہم نے از اول تا آخر پڑھا ہے اوسمیں مسلم لیگ پالیسی اور ضرورت کو جن الفاظ
میں ادا کیا ہے وہ ہر طرح معقول کہے جانے کے مستحق ہیں۔

آنریری سیکرٹری صاحب موصوف نے ایک مطبوعہ خط میں جو رسالہ کے ساتھ ہی خواہش
کی ہے کہ اس رسالہ کی عبارت جابجا سے لیکر اہل اخبارات نقل کریں۔ اسکی تعمیل ہم اس
نمبر میں بوجہ عدم گنجایش نہیں کر سکے مگر ارادہ ہے کہ انشاء اللہ تعالی اکتوبر کے العزیز میں نقل
کریں گے۔ کیونکہ ہم کو بھی اس رسالہ کے بعض عبارتیں بہت پسندیدہ معلوم ہوتی ہیں۔ مگر
افسوس ہے کہ اس رسالہ کے آخری چند صفحے چھاپہ خانہ والے کی غلطی سے مقدم موخر ہو گئے
ہیں جنکی ترک ملانا پڑھنے والے کو ناگوار معلوم ہوتا ہے۔

محمد عزیز مرزا صاحب جو سفر مسلم لیگ کی خاطر اور غالباً مسلم لیگ کے صرف سے
انقطاع ہندوستان کا کر رہے ہیں وہ ان خیالات کو دیکھتے ہوئے جو رسالہ مسلم پالٹیکس میں ظاہر
کئے گئے ہیں بجا معلوم ہوتا ہے۔

——— ہم کو ایک نوجوان صاحب نے جو اس اسکول کے ٹیچنگ اسٹاف
میں سے ہیں ایک نوٹس انجینیرنگ فیض عام اسکول آگرہ کا دکھایا جس سے معلوم ہوتا
ہے کہ منشی غلام رسول خاں صاحب نے جو سروے پارٹی نمبر ۵ سے پنشن یاب ہوئے

ہیں مذکورہ بالا نام کا ایک اسکول کھولا ہے جو کہ صرف فیسوں سے چلے گا اور اسی میں مختلف قسم کی انجنیری کے ایسے کام سکھلائے جائیں گے جن کے ذریعہ سے طالب علم عمارات کے نقشے بنا سکے گا ان کے تخمینے تیار کر سکیگا۔ ریل کی سڑکوں کے تخمینے تیار کر سکے گا ریل کی سڑک درست کر سکے گا پٹری ریل کی بچھا سکے گا وعلیٰ ہذالقیاس۔ ہم نے نوٹس پڑھ کر مبارکباد دی اور انکو سمجھایا کہ وہ خوب محنت اور عرقریزی سے کام کریں اور اپنے شاگردوں کو لائق بنانے کی پوری کوشش کریں۔ ہمنے اونسے کہا کہ رپن کالج کلکتہ میں صرف فیسوں کے ذریعہ سے چلتا ہے (رپن کالج کا کچھ حال اسی نمبر میں ہوچکا ہے) مگر چونکہ یہ اسکول اسی ستمبر سے کھولا گیا ہے اسواسطے یہ دیکھنا باقی ہے کہ وہ کہاں تک کامیابی سے کام کر سکے گا۔ ہم سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ کافی شاگردوں کی درخواستیں آگئی ہیں۔ بہرحال ہم دلی دعا سے اس اسکول کی کامیابی اور منشی غلام رسول خانصاحب اور تمام ٹیچنگ اسٹاف اور شاگردوں کی درازی عمر کے متعلق اپنی نیک خواہشوں کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ہم اپنے کو خوش نصیب سمجھیں گے۔ اگر اس اسکول کی ترقی اور استقلال کے متعلق آئندہ خبر درج کر سکیں۔

——— اخبار ہندوستانی مطبوعہ ۲۱ ستمبر سنہ ۱۹۱۰ء میں ماڈرن ریویو سے مظفر پور (ترہٹ) کے ایک جدید کارخانہ پریزرونگ کمپنی کے متعلق ذیل کی خبر چھپی ہے۔

مسٹر اے پی سرکار اس کمپنی کے ڈائرکٹر اور شریک دار ہیں۔ آپ کارخانے کے روح رواں ہیں۔ کالیفورنیا امریکہ میں جاکر اسٹانفرڈ یونیورسٹی میں اسکی تعلیم پائی کہ کیونکر کیمیائی طریقہ سے میوہ کی نگہداشت رکھی جاسکتی ہے وہاں انکے اجرام کے متعلق تعلیم پائی اور یونیورسٹی سے ڈپلوما حاصل کرکے امریکہ کی کیمکل سوسائٹی کے آپ ممبر ہوئے عملی تعلیم حاصل کرنے کو اپنے چند ماہ تک کالیفورنیا اور ارگن کے کارخانوں میں جاکر دیکھا کہ کیونکر میوہ عرصہ تک برتنوں میں ایسی حالت میں رکھ جاسکتے ہیں کہ تازگی قایم رہے۔ جس زمانہ میں تعلیم پارہے تھے آپنے بابو بسنتی چرن سنگھ صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ایل وکیل مظفر نگر سے خط وکتابت شروع کی اور بابو بسنتی چرن نے اپنے طور پر آمبہ اور لیچی کے مال رکھنے کی فکر کی اور ایسی کامیابی ہوئی کہ یورپین صاحبوں نے بھی تعریف کی چنانچہ بہار کی نمایشگاہ کھولتے وقت فروری میں مسٹر میڈ صاحب کمشنر قسمت پٹنہ نے تعریف کرتے ہوئے

یقین ظاہر کیا کہ تھوڑے ہی روز میں اس کارخانہ کی بدولت میوہ ہر جا جانب جانے لگے گا راقم مضمون ماڈرن ریویو میں لکھتا ہے "شکر کے قوام میں میوہ کا بطور مربہ رکھنا ہندوستان کی پُرانی حرفت ہے مگر مربہ میں تمام خوشبو میوہ کی جاتی رہتی ہے اور شکر بھی زیادہ استعمال ہوتی ہے۔ حالانکہ اب مربہ جدید سائینٹفک طریقہ سے اسطرح سے رکھا جاتا ہے کہ میوہ کی خوشبو قایم رہتی ہے اور کھاتے وقت یہ کہنا دشوار ہے کہ خوشبو میں تازہ پھل کی خوشبو سے کمی ہے۔ بعض پھل مثل اناناس کے ذائقہ میں اور بھی اچھے ہو جاتے ہیں۔ پھل تازہ حالت میں اس طریقہ سے اُس وقت تک رہیں گے جب تک ٹن جس کے اندر ہوا نکالکر وہ بند رکھے جاتے ہیں ٹوٹ کر کھل نہ جائے۔" ماڈرن ریویو کا مضمون پڑھکر لکھنؤ میں آنبہ اناناس اور لیچی منگائی گئی اور ذائقہ میں بہت عمدہ پائی گئی۔ تازہ آنبہ سے بہت ہی کم فرق تھا صاحب سرمایہ لوگوں کو مد نظر یہ کے ایسے کارخانے ایسے مقامات میں کھولنے چاہئیں جہاں پھل بکثرت ہوتے ہیں اور فصل پر کوڑیوں کے دام بک جاتے ہیں۔

اڈیٹر العزیز بہت خوشی سے ایسی خبریں چھاپتے ہوے حسرت سے اسپر افسوس بھی کرتا ہے کہ مسلمان ایسی کارآمد اولو العزمی نہیں کرتے۔ حالانکہ وہی لقمہ افلاس و فلاکت خاکمر ہو رہے ہیں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ مسلمان ایسے کاہل اور مردہ دل نہ ہوتے تو پھر آج ہم کو رونا ہی کاہے کا ہوتا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پیسہ اخبار مطبوعہ ۲ ستمبر سے ذیل کا نوٹ نقل کیا جاتا ہے۔

ہمعصر "مسلمان" کلکتہ لکھتا ہے کہ جو مسلمان سرکاری یا دیگر صیغوں میں ملازمت حاصل کرنے کے خواہاں ہوں۔ وہ سیکرٹری صاحب سنٹرل نیشنل محمڈن ایسوسی ایشن نمبر ۱ ولیسلی اسکوئر کلکتہ کے پاس اپنی درخواستیں روانہ کر دیں جنہوں نے بیکار گریجوایٹ اور انڈر گریجوایٹ مسلمانوں کے لئے ایک رجسٹر کھولا ہے۔ اور مختلف سرکاری وغیرہ سرکاری صیغوں کے افسروں سے مسلمانوں کے لئے ملازمتیں حاصل کرنے کے لئے خط و کتابت کرتے ہیں۔ اور جنہوں نے کوشش کر کے چند مسلمانوں کو ملازمتیں دلوا بھی دی ہیں مسلمانوں کو اس طرف جلد تر توجہ دینی چاہیئے۔

—— ذیل کی خبر نہایت غور کے لائق ہے۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ بدمعاش لوگ اپنی بدمعاشی سے باز نہیں آتے ہیں۔

سرت چندر گھوش انسپکٹر محکمہ تحقیقات فوجداری کو شب کے وقت دو حملہ آوروں نے سنیٹ ہاؤس جمیع ڈھاکہ کے ایک گوشہ میں گولی ماردی۔ انسپکٹر نے اپنے حملہ آور کو پکڑنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ بھاگ گئے۔ اب وہ گرفتار کئے گئے اور انسپکٹر نے جس کے ہاتھ اور ران میں زخم لگے ہیں ان کی شناخت کی۔ ان کے اس فعل کا سبب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ حال کے مقدمہ ڈھاکہ کے متعلق انسپکٹر نے جو سرگرمی ظاہر کی اسکا بدلہ لیا گیا۔ انسپکٹر کی جان بال بال بچ گئی ورنہ اسکے ہلاک ہوجانے میں کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی تھی۔

جو خبریں بعد میں آئیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ فضل الٰہی سے انسپکٹر سرت چندر کے زخموں کی حالت اچھی ہے۔

اس خبر کے متعلق یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ملزموں میں ایک ڈاکٹر اور ایک وکیل کا بیٹا ہے لیکن معلوم نہیں کہ حضور والیسرائے کے جدید ایک رزولیوشن کے بموجب ڈاکٹر کو اوسکے بیٹے کے افعال کا ذمہ دار گردانا گیا یا نہیں۔ سوائے اس کے ہماری رائے میں وکلا کو بھی مثل سرکاری ملازموں کے اون کے متوسلین کے افعال کا ذمہ دار قرار دینا چاہیئے۔

امید ہے کہ پولس جسکی جانفشانی اور خیرخواہی میں شک نہیں رہا ہے ایسے حملوں سے بیدل نہیں ہوگا بلکہ اور زیادہ سرگرمی سے ان وارداتوں اور سازشوں کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکے گا۔ اور نیز امید ہے کہ گورنمنٹ بھی ان خیرخواہوں کا انعام و اکرام سے دل بڑھانے مین کوتاہی نہ کرے گی۔ (کہ مزد ور خوشدل کند کار بیش)

—— پیسہ اخبار روزانہ کا زیر کا نوٹ بالکل سچا اور بجا ہے۔

(اگست گذشتہ میں جرمنی کے پایۂ تخت برلن میں جو پانچویں عالمگیر مذہبی کانفرنس کا اجلاس ہوا تھا۔ اسمیں تمام متمدن دنیا کے اقوام اور مذاہب کے قایم مقام شریک ہوئے تھے۔ یہانتک کہ کلکتہ سے دو برہمو لیڈر ہیرمبا چندر میترا ایم۔ اے اور ریورینڈ پردموتا لال سین اور سکھوں کے قایم مقام مسٹر تیجا سنگھ موجود تھے۔ آخری صاحب غالباً وہی ہیں۔ جو امریکہ اور کنیڈا میں سکھوں

کے لیڈر ہیں۔ سیلون اور جاپان تک کے قایم مقام موجود تھے۔ لیکن افسوس کہ مسلمانان عالم کا کوئی قایم مقام یہاں نہ تھا۔ بحالیکہ یورپ۔ افریقہ۔ ایشیا بلکہ دُنیا کے ہر گوشہ میں مسلمان موجود ہیں۔ مگر خواب گراں میں پڑے ہوئے ہیں۔ یا جو بیدار ہوئے ہیں۔ وہ ابھی بجید معروف ہیں۔ جنیوا یونیورسٹی کے پروفیسر مانٹسٹ نے عیسائیت واسلام پر ایک مضمون پڑھا۔ جسمیں معلوم نہیں کہ اسلام پر کیا کیا الزام لگائے ہونگے۔ سکھہ جنکی آبادی ہندوستان کے صرف ایک گوشہ میں۔ اور صرف ۲۰ لاکھ کی ہے۔ اونکا تو قایم مقام برلن میں موجود تھا۔ مگر ہمارے شور مچانے اور زیادہ باتیں بنانے والے بھائیوں کا کوئی قایم مقام نہ تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

——— اخبار ہندوستانی مطبوعہ ۹ ستمبر میں پادری اینڈروز صاحب مشن کالج دہلی کا ایک لکچر چھپا ہے جس میں سے ذیل کا ضروری حصہ ہم نقل کرتے ہیں۔

پادری صاحب ہندوستان کی بیداری کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے اس تحریک کا پھل یہ ہونا چاہئے کہ عورتوں میں ابتدائی تعلیم پھیلائی جائے۔ عورتوں کا حلقہ ایک ایسا حلقہ ہے جہاں گورنمنٹ کا اثر نہیں پہنچ سکتا۔ یہ ایک ایسا گرہ ہے جہاں ہندوستانی خود مالک ہیں اور اپنی قسمت کی عمارت کو آپ تعمیر کر سکتے ہیں۔ کیا نئی قومی ترقی کی لہر اسقدر بلند ہوسکیگی کہ وہ تمام ان رکاوٹوں کو بہا کر لیجائے جو عورتونکی تعلیم کے راستہ میں حائل ہیں۔ ایک شخص کے سامنے جو میری طرح اجنبی ہے یہ بتانا کہ وہ رکاوٹیں کونسی ہیں شاید گستاخی میں داخل ہو۔ لیکن ہر ایک ہندوستانی ان رکاوٹوں کو جانتا ہے اور ہر ایک ہندوستانی کم وبیش طور پر انکے لئے ذمہ دار ہے۔ ان رکاوٹوں کو دور کرنے کیواسطے سوشیل تبدیلیاں کرنا پڑیں گی۔ اس کے لئے ان پرانی رسموں کو قربان کرنا ہوگا جو عرصہ سے رائج ہیں۔ اسکے لئے نہایت نازک مدبرانہ کام کرنے کی ضرورت ہوگی۔ یہ ایسا کام ہے جسکو علیحدہ علیحدہ اور متفقہ طور پر کام کرنا ہوگا۔

ایڈیٹر العزیز کی رائے میں پادری صاحب نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔

اشتہار

عوام کو اطلاع دیجاتی ہے کہ ٹھیکہ روشنی چہاونی کا ہونے والا ہے جو شخص ٹھیکہ لینا چاہے خدمت مین صاحب مجسٹریٹ بہادر چہاونی اگرہ کے درخواست کرے

تفصیل لیمپ وللٹین حسب ذیل ہے۔

(۶۵) ڈٹمار کے پائین گلوب لیمپ - ۲۰ یوم ہر مہینے مین روشن ہونگے۔

(۴۱) معمولی لیمپ - - - - - - - - - ایضاً

(۳۵) معمولی لیمپ لٹرنیہ مین - - - - - - - ایضاً

(۱۰) معمولی لیمپ سبٹونیر - - - - ۲۲ یوم ہر مہینے مین روشن ہونگے۔

(۲) معمولی لیمپ مویشی خانہ مین - - - تمام رات پورے مہینے روشن ہونگے۔

(۳) الہ دین لیمپ - - - - - - ۲۱ یوم ہر مہینے روشن ہونگے۔

(۱) پٹرول لیمپ - - - - - - - - - ایضاً۔

میزان لیمپ ۱۵۶ - یعنی ۱۵۲ لیمپ معمولی اور ۴ لیمپ کیس

کل درخواست سربمہر لفافہ مین آنی چاہئین اور اُسکے اوپر یہ عبارت ہونی چاہیئے؛ درخواست واسطے ٹھیکہ روشنی چہاونی اگرہ جو ۱۱ بجے دن کے ۴ - اکتوبر ۱۹۱۰ء تک دفتر صاحب مجسٹریٹ بہادر چہاونی اگرہ کے آنی چاہئیں۔ درخواست ہائے مذکورہ ۵ - اکتوبر ۱۹۱۰ء کو دفتر چہاونی مین کہولی جاوینگی جو درخواست دہندہ حاضر ہونا چاہے حاضر ہو سکتا ہے کیٹی چہاونی کو اختیار ہے کہ چاہے کم سے کم درخواست باوجودہ مناسب سمجھے منظور کرے۔ یا کل درخواست ہائے نامنظور کرے - ۱۹ ستمبر ۱۹۱۰ء

سی ہربٹ میجر چہاونی مجسٹریٹ اگرہ

[illegible]

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۰ء

سل اور دق

ڈاکٹر ملک کا لکچر اور اُس پر ریویو

اخبار ہندوستانی مطبوعہ ۲۵ جولائی ۱۹۱۰ء سے کلکتہ والے ڈاکٹر ملک کے ایک لکچر سے جو سل اور دق کے متعلق تھا ذیل کے چند فقرے نقل کئے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ وہ غور سے پڑھے جائینگے کیونکہ سوائے اس کے کہ حفظ صحت کا مسئلہ ایک بہت ضروری مسئلہ ہے مسلمانوں کو ان خطرون سے جن کی وجہ سے اون کی تعداد مین کمی ہوتی ہو اس زمانہ مین جب کہ قومی نصرت تعداد کی زیادتی پر منحصر ہے بچانا ایک اہم پولیٹکل فرض ہے۔ بہرحال مذکورہ بالا لکچر کے کچھ فقرے یہ ہین:

معزز دوستو۔ اس وقت ملک کے سامنے صحت کے متعلق چند ضروری معاملات درپیش ہین ہر شخص کا جس کے دلمین اپنی قوم اور ملک کے لئے ذرا بھی محبت ہے فرض ہے کہ وہ ان کوششون مین حصہ لے جن سے اُسکے اہل وطن زندگی کے خطرون سے بچ سکتے ہین۔ نوجوان دوستو۔ کچھ عرصہ گذرے پنجاب کو طاعون کے نہایت خوفناک حالات کا سامنا کرنا ہوگا مین آپکو یقین دلاتا ہون کہ ان خوفناک تباہیون مین جو اس سے زیادہ تباہ کن ہو وہ تپ دق ہے جو کہ دنیا کے شہر والونکو بڑی سرعت سے تباہ کر رہا ہے حال مین معزز لیفٹننٹ گورنر نے مقامی گورنمنٹ کے نام حکم بھیجا ہے کہ اس مرض کے خلاف کوشش کرنے کا وقت آن پہونچا ہے اور اس موذی مرض کے پنجہ سے لوگون کو نجات دینے کے لئے سخت جد و جہد کرنی چاہئیے۔ مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ ہم لوگون کے لئے جو کہ ایک دیرینہ مرض کے اسیر رہے تھے۔ یہ حکم ایک بہادرانہ گونج کا حکم رکھتا ہے۔ جس سے امید اور تسلی پیدا ہوتی ہے

تپ دق اور میونسپل کمیٹی کی ذمہ داری

سالانہ رپورٹون سے پتہ لگتا ہے کہ تپ دق کا خوفناک مرض بڑی ترقی پر ہے پس بلا ایک لحظہ ضائع کرنے کے اس کی بڑھتی ہوئی ترقی کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ بدقسمتی سے اس مرض سے ناواقفیت نہایت نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ مین نے کئی بیمارون کو دیکھا ہے جو عام طبیبون سے علاج کرا رہے تھے۔ اور حکیم ان کی بیماری کو معمولی بخار سمجھ کر دوائیان دے رہے تھے۔ لیکن دراصل یہ خوفناک تپ دق کا مرض تھا جو ان کے عالمگیر ہو رہا تھا۔ یہ خوفناک مرض گنجان آبادی اور ہوا کی خرابی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے ایک پہلو سے تمام میونسپل کمیٹیان اس مرض کی ترقی کی ذمہ دار ہین یہ اچھی طرح ثابت ہو چکا ہے۔ کہ بلند مقامات پر جہان ہوا صاف اور مکانات کے درمیان فاصلہ کافی ہو یہ مرض بہت کم پھیلتا ہے۔ تپ دق کے کیڑے کیونکر انسانی جسم مین داخل ہوتے ہین اگرچہ ہندوستان مین جب کوئی اجنبی آتا ہے تو وہ یہ دیکھکر حیران ہوتا ہے کہ یہان آنتون کی بیماری نہین ہے کیونکہ یہان دودھ گرم کرکے پیا جاتا ہے۔ لیکن کیا دودھ اچھی طرح گرم کیا جاتا ہے؟ یا معمولی طور پر ابالکر ہی اتار لیا جاتا ہے؟ دودھ کو اچھی طرح صحت بخش بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اسکو سخت گرم کیا جائے تاکہ تمام چھوٹے چھوٹے کیڑے جو صرف خوردبین کی مدد سے دیکھے جا سکتے ہین اور جو دودھ کے اندر ہوتے ہین بالکل مر جائین مگر دودھ کو گرم کرنے سے کیا فائدہ۔

اگر اسکو بعد مین سڑنے اور خراب ہونے سے نہ بچایا جائے۔ کیا ہمکو یہ معلوم نہین ہے کہ ہندوستان کی عورتین اس بارہ مین کسقدر ناواقف اور لاپرواہ ہین۔ وہ ایک دفعہ دودھ کو گرم کرنے کے بعد پھر اس مین گرد و غبار پڑنے یا کیڑے پیدا ہونے کی بالکل پرواہ نہین کرتین۔ اور یہ امر کہ دودھ کو بوتل مین بند کرکے کاک لگا کر محفوظ رکھا جائے عورتون کے مذاق اور طبیعت کے قطعی برخلاف ہے کیونکہ ان کا غلط عقیدہ یہ ہے کہ ایسا کرنے سے دودھ خراب ہو جاتا ہے مین اس معاملہ کو زیادہ طول دینا نہین چاہتا کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ ہندوستان کے حلوائی بھی اپنی اشیا کو گرد و غبار مین کھلی رکھنے سے کئی امراض کے بڑھانے مین حصہ لیتے ہین۔

تپ دق مین مسلمان زیادہ مبتلا ہوتے ہین

ایک سال کا عرصہ گذرا کہ میجر روجرز نے ان طبی معائنوں کی بنا پر جو کلکتہ کے ہسپتال مین مردہ آدمیون کی چیر پھاڑ کے متعلق کئے گئے تھے۔ یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ تپ دق کا مرض ہندوٴن کی نسبت مسلمانون مین زیادہ پایا جاتا ہے۔ ایسا کیون ہے۔ اسکا ٹھیک جواب ہم نہین دیسکتے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بیمار گائے کا گوشت کہانے سے تو یہ نہین ہوتا۔ ہندوستان کے موسمون کے لحاظ سے یہ بیماری خاصکر ماہ اپریل اور ستمبر کے درمیان مین ہوتی ہے۔ بنگال مین یہ مرض زیادہ تر گرم خشک موسم مین ہوتا ہے۔ اس کی وجہ بتلائی جاتی ہے کہ خشکی اس گرمی کی کمی کو پورا نہین کر سکتی مین۔ جو ان مہینون مین پڑتی ہے۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے جو تجربہ سے معلوم ہوئی ہے کہ امریکن اور ہندوستانی لوگ اس بیماری سے زیادہ تکلیف اٹھاتے ہین بمقابلہ یہودیون کے ان کے اسقدر محفوظ رہنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بیماری سے بچنے والے قواعد کو جو انہون نے اپنے بزرگون سے میراث مین حاصل کئے ہین۔ اچھی طرح عمل مین لاتے ہین۔ یہودی قوم کے رہنما پیغمبر حضرت موسٰے نہ صرف ایک قانون ساز ہی تھے بلکہ وہ حفظ صحت کے بھی عالم تھے۔

جانورون کو بھی تپ دق ہوجاتا ہے

جانورون مین فرق ہے۔ ایک جانور دوسرے جانور کی نسبت تپ دق سے جلد یا دیر مین اثر پذیر ہوتا ہے۔ جو جانور اس مرض سے تکلیف اٹھاتے ہین۔ ان جانورون کے ذریعہ سے تپ دق کے کیڑے انسانی جسم مین پہنچ جاتے ہین۔ اگرچہ مشہور پروفیسر کوخ کی یہ رائے ہے کہ جانورون سے یہ مرض انسان مین نہین پہنچ سکتا۔ مگر طبی تحقیقات سے یہ امر ثابت ہوا ہے کہ وہ جانور جن کا خون سرد ہے۔ تپ دق کی ترقی مین کوئی حصہ نہین لیتے۔ ہندوٴن کا جانورون کے گوشت سے پرہیز کرنا جو مہاراج منو کی ہدایات کے مطابق ہے۔ غالباً اسی لئے معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان جانورون سے یہ مرض پیدا ہوتا ہے اور بڑہتا ہے۔ گائے کی رکھشا کا سوال اس سے قطع نظر کہ وہ دودھ دیتی اور زراعت کی جان ہے۔ اسلئے بھی ضروری ہے۔ کہ گائے[1] کا گوشت تپ دق کے پیدا کرنے کا نہایت خوفناک ذریعہ ہے۔ جسقدر تپ دق گائے کے گوشت کے استعمال سے پیدا ہوتا ہے۔ اسقدر اور کسی جانور کے گوشت سے نہین ہوتا۔ سر انگلستان کا تجربہ ہے کہ بیمار جانورون کا وجود بھی بہت سی خطرناک بیماریون کا باعث ہے۔ ہندوستان مین آکر ہی مین نے یہی وجہ

[1] ہم نے اس سوال پر اپنے ریویو مین مدید بحث کی ہے (ایڈیٹر العزیز)

پائی ہے جو لوگ گوشت خور ہین وہ یہ معلوم کرکے خوش ہونگے کہ بھیڑ بکری مین یہ مرض بہت کم پایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ لنگور اور بندر اس مرض سے اسی طرح اثر پذیر ہوتے ہین جسطرح انسان اور اس مشابہت سے انکا رشتہ ہمارے ساتھہ بہت قریب ہو جاتا ہے۔ بندر جب تک انسان کی طرح کھلی ہوا مین رہتے ہین۔ اس بیاری سے بچے رہتے ہین۔ لیکن جونہی ان کو گنجان اور تنگ و تاریک مقامات مین رکھا جاتا ہے وہ تپ دق مین مبتلا ہو جاتے ہین۔

کیا ہمین تپ دق کے بیماروں سے ملنا چاہیئے۔

سوال کا دوسرا پہلو جسپر ہمین غور کرنا ہے۔ یہ ہے کہ کسقدر فاصلے سے اس مرض کا اثر دوسرے لوگون پر ہوتا ہے۔ اس سوال کا فیصلہ کرنا ذرا مشکل بات ہے لیکن جہان تک مین نے تشخیص کی ہے وہ یہ ہے کہ باوجودیکہ روزانہ ایک مریض تپ دق کے جسم سے سوا دو ارب کے قریب تپ دق کے کیڑے خارج ہوتے ہین۔ تاہم خطرہ صرف اُس تھوک سے پیدا ہوتا ہے جو مریض اپنے کمرہ مین یا کمرہ سے باہر ادہر اُدہر تھوکتا ہے۔ یہ تھوک دروازے دیوارون چھت اور دیگر اسباب پر گر کر وہین سوکھ جاتا ہے۔ ڈاکٹر کارنٹ کا تجربہ ہے کہ ۱۱۸ دیوارون مین سے جن پر تپ دق کے مریضون نے تھوکا۔ چالیس دیوارون سے لوگون کو یہ مرض ہو گیا۔ یہ مسلمہ بات ہے کہ وہ کمرہ جس مین ایک تپ دق کا مریض رہتا ہو۔ چھہ ہفتہ کے اندر اسقدر خراب اور متاثر ہو جاتا ہے کہ اس مین رہنے والون کو تپ دق کا مرض لاحق ہو سکتا ہے جب تک تھوک خشک نہین ہوتا یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس ذریعہ سے اُسکو بیماری کے پیدا ہونے کا بہت زیادہ خطرہ نہین ہوتا ان باتون اور نیز بہت سی دیگر باتون کی وجہ سے جنکا ذکر آگے کیا جائیگا۔ ڈاکٹر لوگ تامل کرتے ہین کہ تپ دق کے مریض کے پاس جانے سے ان کے دوستون کو منع کرین یا نہین بہرحال مین اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر جو مجھے امریکہ کے شفاخانہ مین ہوا۔ جو خاص طور پر چھاتی کے امراض کے لئے ہے اور جہان ڈاکٹر اور خدمتگار تپ دق کے سخت بیمارون کے پاس رہتے ہین۔ کہہ سکتا ہون کہ وہان اسکا اثر ایسا ہی ہے جیساکہ دیگر معمولی مکانات مین جہان تپ دق کے خراب اثرات سے جہان تک ممکن ہو بچین خصوصاً ایسی حالتون مین جبکہ بیماری درد دق ہو سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

کیا تپ دق موروثی ہے

ایک اور پہلو سوچنے کے قابل ہے وہ یہ کہ کیا اُس شخص کو تپ دق ہوسکتا ہے جسکے باپ دادا کو نہ ہوا ہو۔ لندن میں جہان مرض تپ دق ہزارون کو اپنا شکار بناتا ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ ۲۸ سے ۴۸ فیصدی لوگ اس کی بھینٹ ہوتے ہین۔ ۲۵ فیصدی ایسے ہین جنکو یہ مرض ورثہ مین ملتا ہے۔ خود بخود مرض مین مبتلا ہوتے والون کی تعداد بہت تہوڑی ہے۔ آخرالذکر وہ لوگ ہین جو گوشت یا چمڑہ بیچتے ہین جو جراح ہین اور جو علم جراثیم کے تجربہ کرتے رہتے ہین۔ یہ مرض مسلمانون اور یہودیون مین بہی پایا جاتا ہے اور وہ اس وقت مبتلا ہوتے ہین۔ جب کہ بچپن مین انکا ختنہ[1] ہوتا ہے۔ عورتون کے وہ زخم جو اُن کے کان چہدنے کے وقت ہوجاتے ہین تپ دق کو خوب پھیلاتے ہین۔ کسی تپ دق کے مریض کے کاٹنے یا اُس کے کپڑے پہننے سے بہی یہ مرض ہوجاتا ہے۔ یہ سوال کہ آیا خاوند سے بیوی کو یا بیوی سے خاوند کو یہ مرض ہوسکتا ہے یا نہین؟ ابہی زیر غور ہے کیونکہ اسکا ابہی تک کچہہ فیصلہ نہین ہوا۔ لیکن شہادتین اسکے حق مین جمع ہورہی ہین۔ برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن نے تحقیق کیا ہے کہ ۲۰۰ ڈاکٹرون مین سے ۱۵۰ ڈاکٹر اس کے حق مین ہین یعنی عورت سے مرد کو اور مرد سے عورت کو یہ مرض ہوجاتا ہے۔

ڈاکٹر ویبر کا بیان ہے کہ ۔۔ ایک تپ دق کے مریض کی چار بیویان جن کے ساتہہ اُس نے یکے بعد دیگرے شادی کی مرگئین ایک مریض کی تین بیویان اور چار مریضون کی دو دو بیویان فوت ہوگئین۔ یعنی ان مریضون سے ان کی بیویون کو تپ دق کی بیماری لاحق ہوتی رہی ہے یہ ایک مشہور بات ہے کہ دودہ مین مریضون مین تپ دق کے پیدا کرنیکی زبردست زہریلی قوت موجود ہے۔ ایک شخص نے ایک بہینس کا دودہ اپنے سورون کو پلایا تاکہ وہ موٹے ہوجائین۔ یہ بہینس تپ دق سے بیمار تہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ساری سور تپ دق سے بیمار ہوگئے۔ جنکو ہلاک کرنا پڑا۔ بچون مین دیگر خراب اور متعدی امراض کی نسبت یہ مرض نہایت تباہ کن ہے۔ کلکتہ مینوسپل کمیٹی کی رپورٹ سے ظاہر ہے کہ ۵۰ فیصدی بچے اس موذی مرض کے شکار ہوتے ہین مردون کی نسبت یہ مرض عورتون کو زیادہ ہوتا ہے کیونکہ وہ بند مکانون کے اندر رہتی ہین۔ نیز اُس تکلیف کی وجہ سے جو اُن کو حمل کے وقت ہوتی ہے۔ نمونیا دست وغیرہ کی بیماری اور کئی طرح کے بخارسے بہی لوگون کو

[1] ہمارے ریویو مین اسپر مزید بحث ہے (ایڈیٹر الغزیز)

تپ دق ہوجاتا ہے۔

کھلی ہوا کا علاج

سب سے ضروری سوال یہ ہے کہ ہم اس موذی مرض کے آئندہ حملون سے کسطرح نجات پا سکتے ہین؟ اس مین شک نہین کہ جو حکیم یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اپنے مریض کو محض ادویات سے تندرست کریگا۔ وہ ایک ایسی بات کہتا ہے۔ جو معمولی سمجھ کا آدمی بھی تسلیم نہین کرسکتا۔ چاہیئے یہ کہ جو لوگ اس مرض کے پنجہ مین موروثی یا کسی اور طرح سے پھنس گئے ہین وہ کھلی ہوا مین رہین اور شہرون کے بجائے دیہات مین بسر کرین ان کو ایسے پیشون سے خاص طور پر بچانا چاہیئے مثلاً کان کھودنا مشین چلانا۔ چاقو تیز کرنا۔ اون رنگنا وغیرہ یعنی اُن تمام چیزون سے احتراز کرنا چاہیئے جو ذرات کی شکل مین اُن کے پھیپھڑون کو خراب کرتی ہین۔ اگر ان کی حالت اجازت دے تو انکو نشیبی مقامات کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور اونچے مقامات مین جاکر رہنا چاہیئے۔ مثلاً الموڑہ اس مطلب کے لئے بہت اچھی جگہ ہے۔ بیمار کو ان تین چیزون سے خاص فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ کھلی ہوا۔ کافی روشنی زود ہضم غذا چھوٹے چھوٹے جانورون پر تجربہ کرکے دیکھا گیا ہے۔ کہ اگر ان کو اندھیرے اور نشیبی مقامات مین رکھا جائے تو وہ بہت جلد تپ دق مین مبتلا ہوکر مرجاتے ہین کوئی دوا ایسی نہین جو تپ دق کے لئے ایسی مفید ہو جیسی کھلی صاف ہوا۔ سب سے اچھا علاقہ جہان ایسے مریض کو رکھنا چاہیئے خشک اور اونچا علاقہ ہے۔ یورپ کے کئی ممالک مین عام خیرات کے ذریعہ سے تپ دق کی ترقی کو روکنے اور اسکے پنجہ سے نجات پانے کیلئے ایسے مقامات بنائے گئے ہین جن کو صحت گاہ کہتے ہین۔ سب سے مشہور صحت گاہ نارڈریک مین واقع ہے۔ یہان پابندی قواعد اعلیٰ درجہ کی اور طبی مہارت لاثانی ہے مریض لوگون کو آکسیجن سے صاف کی ہوئی ہوا کی مقررہ مقدار اپنے لئے لینی ہوتی ہے۔ بعض حالتون مین مین نے دیکھا ہے کہ مریضون کو باہر چھوٹے چھوٹے صندوقون مین رکھ دیتے ہین۔ ان صندوقون کے نیچے پہیے لگے ہوتے ہین اور ان کی دیوارین اور چھت کھلی ہوئی ہوتی ہے۔ جن کو جب چاہو کھول لو۔ اور جب چاہو بند کرلو بعض اوقات مریض انہی صندوقون مین رات کی ٹھنڈی ہوا مین باہر سوتے ہین اور بعض حالتون مین دن کے وقت مریض دن مین پڑے رہتے ہین تاکہ سورج کی کافی روشنی حاصل کرسکیں۔ بیمار کا سونے کا بستر ایک ایسے

کمرے مین ہوتا ہے۔ جہان کافی مقدار روشنی کی پہنچ سکے اور خوشگوار ہوا کے چلتے وقت تمام دروازے اور کھڑکیان کھول دیجاتی ہین۔ اگر مریض کو بخار ہو تو وہ اپنے بستر پر لیٹا رہتا ہے۔ اور اگر وہ کسی قدر اچھا ہو تو باغ مین چکر لگاتا ہے۔ ایک دن مین آٹھ دس گھنٹے کھلی ہوا مین رہنا نہایت صحت بخش ثابت ہوا ہے۔ جب مریض کو خون کی قے آتی ہو۔ اُسے آرام کرنا چاہیئے۔ مشہور ڈاکٹر کلوخ کا طریقہ علاج کہ تپ دق کے مریض کے جسم مین ایک عرق (جو دافع اجرام دق سمجھا جاتا ہے) داخل کیا جاے ابھی تک مکمل نہین ہوا۔ کشتہ سنکھیا۔ مچھلی کا تیل وغیرہ غذائین مفید ہین۔ لیکن معدہ کی حالت کو خالص رکھنا چاہیئے۔ لوگ کہتے ہین کہ گویا فوج ان کے معدہ مین دوڑ رہی ہے یہ حالت تپ دق کے بیمار کے معدہ کی ہوتی ہے۔ جب تک ہاضمہ درست رہتا ہے مریض کی حالت اچھی رہتی ہے۔ دودھ انڈے وغیرہ خوب کھانے سے معدہ کی حالت درست رہتی ہے۔

مین نے کبھی کسی موٹے آدمی کو تپ دق سے مرتے نہین دیکھا۔ اگر مریض ڈاکٹر کے زیر علاج ہے اور اس کی بیماری رک گئی ہے بلکہ حالت رو بصحت ہے تو بھی ہمین مطمئن نہین ہونا چاہیے بلکہ اس بات کا خیال خاص رکھنا چاہیئے۔ کہ مرض کسی اور شخص کو دامنگیر ہونے پاوے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مریض کا تھوک بڑی ہوشیاری سے تھوک دان مین جسمین ہر وقت کاربالک ایسڈ ہو۔ احتیاط سے جمع کیا جائے۔ مریض کو اپنے پاس کپڑے کے ٹکڑے یا جاپان کے بنے ہوئے کاغذ کے رومال رکھنے چاہئین۔ جن مین تھوکا جائے اور جن کو بعد مین تلف کر دیا جائے مریض کے لئے ضروری ہے کہ وہ تھوک ہرگز نہ نگلے۔ اس امر کو مدنظر رکھتے رہئے کہ تپ دق دودھ کی بدولت بہت پھیلتا ہے ضرورت ہے کہ ہر ایک ڈیری (دودھ کرنے کی دوکان) کا بہت اچھی طرح معائنہ کیا جائے تاکہ لوگ خراب دودھ پیکر نہ بیماری مین مبتلا ہون۔

ایڈیٹر العزیز کو مذکورہ بالا طبی مضمون کی تصدیق مین کچھ عذر نہین ہے۔ البتہ گوشت خوری۔ ختنہ اور نیز اسپر کہ مسلمان اس مرض کا شکار کیون زیادہ ہوتے ہون گے غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اول گوشت خوری۔ یہ بالکل سچ ہے کہ آدمی کی طرح چوپایہ جانورون کو بھی یہ مرض ستاتا ہے۔ اور اس مین بھی شک نہین ہے کہ مریض جانورون کے گوشت اور دودھ دونون سے ایک سان پرہیز کرنا مناسب ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنے کے لائق ہے (جیسا کہ ڈاکٹر ملک

سے خود بھی کہا ہے) کہ پکانے اور ابال دینے سے مرض دق وسل کے کیڑے قطعاً ہلاک اور تباہ ہو جاتے ہین اور چونکہ ہندوستان مین گوشت کو خوب طرح پکانے کی عادت ہے اور نیز بسا اوقات دودھ بھی اُبال لیا جاتا ہے۔ اسواسطے گائے کا ہو یا بکری اور مینڈھ کا گوشت ہرگز مسلمانون مین باعث ازدیاد مرض سل ودق نہین ہوسکتا اور اسوجہ سے اس مسئلہ پر زور دینا فضول ہے البتہ سستی بناکر باجوش کئے ہوئے دودھ پینے والون کو اس مسئلہ کو فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ مریض جانور کا دودھ ممکن ہے کہ انسان کو بھی مریض کردے۔ اسی طرح گرم دودھ ٹھنڈا ہوجانے کے بعد پھر مائیکروبون کا گھر ضرور بن سکتا ہے جسطرح ڈاکٹر ملک نے کہا ہے۔

دوم ختنہ اور کان ناک چھیدنا بلا شبہہ ممکن ہے جو زخم اس ذریعہ سے جسم مین ڈالا جاتا ہے باعث اسکا ہو کہ اوس مین مرض کی کیڑے داخل ہوجائین اور تندرست بچون بچیون کو مریض کردین مگر اس کی مثال حجامت بنانے یا ڈاڑھی مونڈنے کی سی ہے اوس سے زخم اور اگر استرہ خراب اور غیر صاف ہے تو وہ بھی تندرست انسان مین مرض پیدا کرسکتا ہے۔ پس اس کا علاج یہ ہے کہ آلات جراحت خواہ ختنون کے واسطے مستعمل ہون یا حجامت کے لئے خوب پاک وصاف ہونے چاہئین۔ .. .. .. اور زخمون کو محفوظ رکھنا چاہیئے۔ علاوہ برین جب کہ سفر ڈاکٹر نے ایک جگہ خود کہا ہے کہ یہودی قوم اس مرض سے بہت کچھ بچی ہوئی ہوئی ہین تو ختنہ کا خطرہ کم ہوجاتا ہے کیونکہ یہودی لوگ مثل مسلمانون کے ختنہ کراتے ہین۔ مگر چاہے کچھ بھی ہو چونکہ ازروئے فن کے یہ ہر طرح مناسب ہے کہ چیر پھاڑ کے اوزار ہمیشہ ایسی حالت مین ہونا چاہئین جو باعث نقل امراض نہ ہوسکین۔ اسواسطے لازم ہے کہ ختنہ کرنے کے استرے اور کان ناک چھیدنے کی سوئیون کو علمی طور پر کام لینے سے قبل پاک کرلینا چاہیئے۔ اور بعد اختتام عمل کے ڈاکٹرون کے ذریعہ سے زخمون کی نگہداشت کیا کرین۔ (یہ ظاہر کردینا ضروری ہے کہ خواہ باعث مرض ہون یا نہون ہم کان ناک چھیدنے کے بالکل خلاف ہین۔ علی الخصوص اوپر کا حصہ کانون کا جو شاید ہے کبھی تندرست حالت مین رہتا اور رہ سکتا ہو۔ اور جو درحقیقت باعث معصیت ہے۔ ہمارے اُن کا چھیدنا بالکل مرحمت کے خلاف ہے۔

سوم یہ کہ مسلمان صرف مرض دق وسل کیون ہوتے ہین۔ اسپر صحیح بحث کرنا ضرور دشوار

ہے۔ مگر ہماری رائے مین اسکا بڑا باعث مسلمانون کا افلاس ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جن لوگون نے
اس فن کے بڑے ماہرون کی تحریرین پڑہی ہین وہ بخوبی جانتے ہین کہ فتح میت یعنی مُردون
کی لاشین چیرنے کے ذریعہ سے معائنہ کیا گیا ہے۔ کہ فیصدی پچاس ساٹھہ ایسے آدمی ہوتے
ہین جنکے پھیپڑون پر اون کی عمر کے کسی نہ کسی عہد مین ٹیوبرکل (یعنی مرض سل کے کیڑون)
نے حملہ نہ کیا ہو۔ مگر باوجود اس کے وہ لوگ ان کیڑون کے حملہ سے مرتے نہین۔ اسوجہ
سے کہ اُن کی جسمانی قوت نے ازروئے قاعدہ نیچر کے ان موذی کیڑون کا مقابلہ کر کے انکو
ہلاک اور ضائع کر دیا تھا۔ جیسا کہ ڈاکٹر ملک نے بیان کیا ہے۔ سل کے مریضون کا تہوک گویا
ایک بہاری توپ خانہ حیات انسانی کے واسطے ہے۔ یعنی اُن کی ایک کہکار مین لاکہون کیڑے
ہوتے ہین جو خشک ہو کر گرد وغبار کے ساتھہ اڑتے پہرتے ہین۔ اور ناک و منہ کے راہ
سے سانس کے ساتھہ داخل جسم ہوتے رہتے ہین یا جسم کے دوسرے رستون سے داخل
خون ہو جایا کرتے ہین۔ پس ایسی حالت مین تمام انسانون کا ان موذیون سے بچنا بہت
مشکل ہے مگر وہی کہ جسمی طاقت انکا مقابلہ کر کے انکو ہلاک اور بے اثر کرتی رہا کرتی ہے
غرض یہ ہے کہ ایک کمزور جسم بہ نسبت کسی زورآور جسم کے مرض سل سے اثر پذیر ہونے اور
اسکو دفع نہ کرنے کے زیادہ قابل ہو سکتا ہے۔

ماورا اسکے افلاس مسلمانون کو چہوٹے چہوٹے اور تنگ و تاریک مکانون مین رہنے
کے واسطے خاصکر مجبور کر سکتا ہے۔ اور مکان مین قلت ہوا اور روشنی مرض سل یا دوسرے
امراض کے مایکروبون کو زندہ اور محفوظ رکہنے مین خاصکر مددگار ہے۔ پس مسلمانون کا اس
مرض کا شکار ہونا اون کی سب سے مقدوری بڑا باعث خصوصیت سے ہو سکتا ہے۔ یہ
سچ ہے جیسا کہ ڈاکٹر ملک نے بہی کہا ہے) کہ بہ نسبت مردون کے عورتین مسلول اور
مدقوق زیادہ ہوتی ہین۔ اور اسکا سبب اور خصوصیت مسلمانون مین افلاس ہو سکتا
ہے۔ اسلئے کہ اول تو زچہ گی کی حالت مین انکو معقول علاج اور مقوی غذا میسر نہین آتی
دوم پردہ کی رسم کی وجہ سے چہوٹے چہوٹے گہرون مین کافی ہوا اور روشنی نہ ملنے سے
بیچاریان جلد داغ حسرت دے اور لیجاتی ہین۔ المختصر جیسا کہ ہم نے ڈاکٹر ملک کے لکچر کو

نقل کرنے سے اول کہا ہے پہر کہتے ہین کہ مسلمانون کو اس طرف سے ہرگز غفلت نہین کرنا چاہیئے

———— دودھ اور سل کے کیڑون کے تذکرہ مین یہ بیان کرنا ہر طرح مناسب ہے کہ جو طریقہ آجکل رایج ہوگیا ہے اور ہوتا جاتا ہے کہ کچے دودھ کی کریم نکال کر اوس سے مکھن بنایا جائے خطرہ سے خالی نہین ہے۔ کسواسطے کہ چونکہ اسکا انتظام سخت دشوار ہے کہ مریض گائے بھینسون کا دودھ نہ آسکے پائے اسواسطے کچے دودھ سے نکالے ہوئے مکھن مین وہ تمام خوف موجود ہے جو کچے دودھ کے استعمال سے ہے۔ ہماری رائے مین یہ مسئلہ گورنمنٹ۔ تاجرون اور خریدارون سب کی خاص توجہ کے لایق ہے۔

سل کے عنوان کے ذیل مین اس بیان پر خاص توجہ دلانے کی ضرورت ہے کہ تمام وہ بچے جو چست و چالاک اور باعتبار بناوٹ کے چھریرے بدن کے ہوتے ہین ان مین مرض سل مین مبتلا ہونے کی خاص قابلیت ہوتی ہے۔ پس ایسے بچون کے والدین کو انکی تندرستی کی طرف ہمیشہ خاص خیال رکہنا چاہیے۔ اُن کی کہانسی اور بخار کو بے توجہی سے نہین دیکھنا چاہیئے اور جب کبھی ان کی بہوک کم ہوجائے اور حرارت ہو تو اوس سے بے پروائی نہین کرنا چاہیے۔ اور ہوشیار ڈاکٹر سے رجوع کردینا چاہیئے۔ علی الخصوص ان مکانون مین اپنے بچون کو جن مین کوئی مسلول و مدقوق مریض رہا ہو جیسا کہ ڈاکٹر ملک نے کہا ہے اسکو فراموش نہین کرنا چاہیئے کہ چھوٹی عمر مین سل کے کیڑون کا حملہ اور اثر خاص کر ہوتا ہے اور یہ بھی یاد رکہنا چاہیئے کہ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ بچپن مین سل کے کیڑون نے جسم مین جگہ پکڑلی ہے۔ اور وہ ایک کمزور حالت مین بدن کے اندر پڑے ہوتے ہین۔ مگر جب کبھی جسم مین کسی دوسری وجہ سے کمزوری ہوگئی ہے تو وہ قوت پکڑ لیتے ہین اور جسم مین داخل ہونے سے دس بیس برس کے بعد مہلک ثابت ہوتے ہین یہ بات بالکل پردۂ خفا مین ہے کہ بڑہوار کے زمانہ مین یعنی جبکہ انسان بالطبع بڑہنے کے طرف زائد مایل ہوتا ہے یعنی بارہ اور اٹھارہ سال کے اندر کبھی معمولی عمدہ غذا مین بدل ما یتحلل نہین ہوسکتین یعنی باعتبار بڑہوار کے جسقدر غذا جسم کی پرورش کے واسطے درکار ہوتی ہے۔ معمولی کہانین اوتنی غذا جسم مین داخل نہین کرتے ہین۔ جس کے سبب سے دبلا ہوکر دبلے بدن کے

بچے) اور زیادہ دُبلے ہوجاتے ہین اور اگر اون کے جسمون مین پہلے سے سِل کے کیڑے پہنچ چکے ہین تو وہ اب زور پکڑنے لگتے ہین اور لڑکے مبتلا سل ہوجاتے ہین. بس اس حالت کا خاص خیال درکار ہے اور بالکل مناسب ہے کہ اونکی شان کے نامناسب نہ ہوگی - مکھن یا چکنائی دار میوہ ون مثلاً ناریل - بادام - اخروٹ وغیرہ کا خاص استعمال رکھین - اور زائد غذا ئیت بخش کھانون کا استعمال کرائین - مچھلی کا تیل ایک نہایت مفید اور قابل اطمینان غذا ایسی حالت اور عمر کے واسطے ہے -

ہم اس سلسلہ مین یہ کہنے سے بہت مطمئن ہین کہ قیصر آنجہانی حضور ایڈورڈ ہفتم کی یادگار مین جو اس وقت مریض ہائے سل کے واسطے خاص شفاخانے بنانے کی تجویز کی گئی ہے وہ ہر طرح ملک کے واسطے انشاءاللہ تعالیٰ مفید ثابت ہوگی - مگر اہل ملک اور خاصکر مسلمانون کو اس مرض سے بچنے کی تدابیر سے غافل نہین ہونا چاہیئے -

اسمٰعیل

مسلم پالٹکس

مندرجہ عنوان نام کے رسالے سے جسکو مرزا صاحب بی - اے سکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے لکھا ہے ہم ذیل کی چند عبارتین لکھتے ہین - رسالہ مذکور بطور مکالمہ کے ہے -

مولا بخش - پولیٹکل حقوق یہ کیا لفظ ہے -

مولوی نصیر الدین صاحب - بس یہ سمجھ لو کہ تم اس ملک مین رہتے ہو اور سرکار انگریزی کی رعایا ہو - ملک مین رہنے اور رعایا ہونیکی حیثیت سے کچھ حقوق ہمارے سرکار پر اور کچھ حق سرکار کے تم پر ہین مثلاً ہمارا سرکار پر حق یہ ہے کہ ملک مین امن وامان قایم رہے تاکہ تم اپنا کاروبار بلا مزاحمت انجام دے سکو - اور سرکار کا تمپر حق یہ ہے کہ جو ٹیکس تمپر لگایا جائے اوس کو ادا کرو اور اگر کوئی کارروائی سرکار کے خلاف عمل مین آئے تو او سکے دفع کرنے مین مدد دو - انہین حقوق کو پولیٹکل حقوق کہتے ہین -

مولا بخش - ہان صاحب یہ تو صاف بات ہے بچہ بھی سمجھ سکتا ہے مگر یہ حق تو سب ہی

رعایا کو حاصل ہے خواہ ہندو ہون یا مسلمان عیسائی ہون یا پارسی پھر مسلمانون کی کیسا خصوصیت ہے۔

مولوی نصیر الدین صاحب۔ یہ تو تم نے ٹھیک کہا بیشک بعض بلکہ اکثر حقوق ایسے ہین جیسے ہمارے بھائی ہندوؤن اور عیسائیون اور پارسیون کو بھی ویسا تعلق ہے جیسا کہ ہم مسلمانون کو مگر بعض حقوق ایسے جو خاص مسلمانون ہی سے متعلق ہین۔ مثال کے طور پر کہتا ہون کہ ہماری محسن ہر دلعزیز ملکہ معظمہ قیصرہ ہند نے سلطنت ہندوستان کا انتظام اپنے ہاتھ مین لیتے وقت وعدہ فرمایا تھا کہ ملک کے انتظام مین حصہ لینے اور اعلیٰ سے اعلیٰ خدمتون پر ترقی پانے کے لئے رنگ یا قوم یا مذہب یا ملت مانع نہو گی بلکہ ہر شخص اپنی قابلیت کے مطابق عطایائے شاہی سے مستفید ہو سکیگا اور پھر ہمارے ہر دلعزیز بادشاہ ملک معظم ایڈورڈ ہفتم مرحوم نے حکومت ہند کی پچاس سالہ جوبلی کے موقع پر اس وعدہ کی تجدید فرمائی۔ بس اس وعدہ سے جو حق اہل ہند کو حاصل ہوا ہے اس مین سب رعایا بلا لحاظ تفرق مذہب و ملت شریک ہین برخلاف اس کے یہ حق مسلمانون کو اون کی تعداد اور درجون کے مناسبت سے عہدے ملین یہ خاص مسلمانون کا حق ہے۔

مولا بخش۔ ہان مولوی صاحب اب مین سمجھا کہ ہم مسلمانون کے کچھ خاص حقوق ہین لیکن کیا سرکار اُن سے واقف نہین ہے جو مسلم لیگ کی ضرورت ہوئی۔

مولوی نصیر الدین صاحب۔ یہ کون کہتا ہے کہ واقف نہین ہے بیشک واقف ہے اور وہ ہر وقت ہمارے حقوق ہمکو دینے پر طیار ہے لیکن مان بھی تو بغیر روئے بچے کو دودھ نہین دیتی ہمکو بھی تو چاہیے کہ سوتے نہ رہین اور اپنے حقوق ادب اور اعتدال کے ساتھ سرکار سے طلب کرتے اور اسکا راستہ بتاتے رہین ورنہ تم سمجھتے ہو کہ ہندوستان مین ایک مسلمان کا ہی تو نہین ہین بہت سی دوسری قومین آباد ہین جن کی بڑی بڑی قومی انجمنین ہین جو ہر وقت ان کے حقوق پر زور دیتی رہتی ہین دوسرے گورنمنٹ کا صرف ایک یہی تو کام ہے نہین کہ مسلمان کے حقوق کی حفاظت کرتی رہے اگر ہم خود اپنے حقوق پر توجہ نہ دلاتے رہین گے

اور خاموشی اختیار کرین گے تو دوسرے فرقون کو یہ کہنے کا موقع ملیگا کہ ہمارے کوئی خاص حقوق ہی نہین ہین جنکو ہم طلب کرین۔

مولا بخش۔ اس کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

مولوی نصیر الدین صاحب۔ طریقہ تو مین تمہین پہلے ہی بتا چکا۔ کہ لیگ کی شاخین ہر ضلع مین قایم کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے اور یہہ اسکے ساتھہ لیگ نے اپنی پابندی کے لئے کچھہ اصول بھی قرار دئے ہین۔

مولا بخش۔ وہ اصول کیا ہین۔

مولوی نصیر الدین صاحب۔ وہ اصول بالکل سیدھے سادے ہین کہ جاہل آدمی کی بھی سمجھہ مین آجائین۔ پہلا اصول یہ ہے کہ دلنشین کر لیا جائے کہ ہماری بھلائی برائی سرکار انگریزی کے ساتھہ وابستہ ہے اور اس لئے ہمپر سرکار کی خیر خواہی پوری طرح پر واجب ہے دوسرا اصول یہ ہے کہ مسلمانون کے خاص حقوق کی حفاظت کیجائے۔ اور تیسرا اصول یہ ہے کہ جہان تک کہ سرکار کی پوری خیر خواہی اور مسلمانون کے خاص حقوق کی حفاظت کے خلاف نہو اپنی ہمسایہ قومون کے ساتھہ رابطۂ اتحاد مضبوط کیا جائے۔

مولا بخش۔ آپنے تو فرمایا تھا کہ لیگ کے اصول بالکل سیدھے سادے ہین مگر مجھے کسی قدر تفصیل کی ضرورت معلوم ہوتی ہے مثلاً میری سمجھہ مین نہین آیا کہ ہماری بھلائی برائی کو سرکار سے کیا تعلق ہے۔ یہ تو خود ہمارے ہاتھہ مین ہے یا خدا کے۔

مولوی نصیر الدین صاحب۔ جو کچھہ کہا سچ کہا۔ مگر اصل مضمون نہین سمجھے اگر غور کروگے معلوم ہوگا کہ جیسے عمدہ اصولون پر گورنمنٹ انگریزی قایم ہے آجتک کوئی گورنمنٹ قایم نہین ہوئی۔ سرکار نے یہہ اصول تسلیم کرلئے ہین۔ کہ سب رعایا کے حقوق بلا لحاظ قوم و ملت یکسان ہین ہر شخص آزاد ہے کہ جس مذہب کی چاہے پابندی کرے اور جسطرح مناسب ہو اپنے رسوم مذہبی انجام دے سلطنت کے اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے ہمارے لئے کھلے ہوئے ہین۔ بشرطیکہ ہم اپنے آپ کو انکے قابل ثابت کرین کیا تمہین نہین معلوم کہ کوئی ہائیکورٹ ایسا نہین ہے جہان ہندوستانی جج انگریزون کے ساتھہ موجود نہون۔ سشن جج کلکٹر اور کمشنر بھی متعدد ہندوستانی موجود ہین

اور خدا خوش رکھے ہمارے وزیر ہند لارڈ مارلی اور ہمارے محسن لارڈ منٹو کو کہ انہون سنے تو اس حق
کو یہانتک وسعت دی ہے۔ خود وزیر ہند کی کونسل مین دو ہندوستانی ممبر مقرر ہوتے اور حضور
ویسراے کی کونسل مین ایک ہندوستانی ممبر کا تقرر عمل مین آیا جو ملک کے اہم سے اہم معاملہ مین
راے دینے کا مجاز ہے۔ اور رائٹ آنریبل سید امیر علی کو وہ درجہ نصیب ہوا جو آجتک کسی نے خواب
مین بھی نہ دیکھا تھا یعنی حضور انور ملک معظم کی خاص کونسل کے ممبر مقرر ہوے اور یہ ایسا اعزاز ہے
جو ہندوستان کے بہت کم انگریزون کو بھی حاصل ہوتا ہے۔

سرکار اعلی اور ادنی سب کے حقوق کی یکسان حفاظت کرتی ہے کسیکی مجال نہین ہے کہ دوسرے
پر دست درازی کرے۔ ملک مین کامل امن وامان ہے اور ہر شخص اپنا پیشہ آزادی کے ساتھ انجام
دیتا اور اپنی محنت کے ثمرہ سے مستفید ہوتا ہے۔ رعایا کے آرام وآسائش اور تجارت کی توسیع کے لئے
ہر طرف سڑکین اور ریلین بنائی جارہی ہین۔ بیرونی دشمنون کے حملون سے ہم بالکل محفوظ ہین۔
قانون سب پر حکمران ہے اور اسکا درجہ سب سے بالا ہے۔ انصاف کے لئے عدالتون کے دروازے
کھلے ہوے ہین۔ ہر انتظام مین رعایا کے آرام وآسائش اور انکی خواہشون کا خیال رکھا جاتا ہے
اور حال مین تم نے سنا ہی ہوگا کہ حضور گورنر جنرل اور گورنرون اور لفٹننٹ گورنرون کی کونسل
مین ایسی ایسی اصلاح کی گئی ہے کہ خود ہم کو حق مل گیا ہے کہ اپنے وکلا منتخب کرکے
کونسلون مین بھیجین جو حکام کے ساتھ دوش بدوش ملک کے انتظام مین حصہ لین گے گویا
کہ ہم خود انتظام ملک مین شریک کرلئے گئے ہین۔ صوبہ کی کونسلون کے متعلق تو یہانتک
فیاضی برتی گئی ہے کہ غیر سرکاری ممبرون کے مقابلے مین سرکاری ممبرون کی تعداد کم رکھی
گئی ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ وہ حکام کی راے کے خلاف بھی اپنی راے کے مطابق قانون
پاس کرسکتے ہین۔ اگر چراغ لیکر بھی ڈھونڈوگے تو بھی کسی ملک مین جہان غیر قوم کی حکومت
ہو ایسی فیاض اور مفید عام گورنمنٹ کا پتہ نہ لگا سکوگے۔ جب خدا کے فضل سے ہم گورنمنٹ
کے سایہ مین رہتے ہین تو کیا ہمارا یہ فرض نہین ہے کہ اسکی خیرخواہی کا دم بھرین۔

مولا بخش۔ بیشک بیشک ہم پر سرکار کی خیرخواہی مقدم ہے اور اس مین ہمارا ہی فائدہ ہے
مگر ہم بیچارے کر ہی کیا سکتے ہین نہ ہاتھ مین زور ہے نہ زر۔

مولوی نصیر الدین صاحب۔ کرہی سکنے کی ایکہ ہی کہی۔ گو ہمارے ہاتہہ مین زور اور زر نہو مگر چاہین تو سب کچہہ کر سکتے ہین۔ کیا سرکار ہمارے زر اور زور کی محتاج ہے ہرگز نہین جس چیز کی اوسکو اور ہم کو ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہم دلسے سرکار کی مہربانیون کی قدر کرین اور جو لوگ واقف نہون اونکو واقف کرین۔ ابتدا ہی سے اپنے بچون کے دلون مین خیر خواہی اور خلوص کا تخم بوئین۔ جب وہ بڑے ہون تو اون کو بری صحبت اور برے خیالات سے بچائین ملک مین جو فتنہ و فساد کے خیالات بعض لوگ پہیلا رہے ہین۔ ان سے نہ صرف آنکو الگ رکہین بلکہ اُن کی مضرت اُن کے ذہن نشین کرین۔ اگر کسی شخص کو کسی بدخواہی کے کام پر آمادہ پائین تو اس سے اسکو باز رکہین۔ آج کل جو بعض مفسد مرہٹون اور چند مجنون بنگالیون کی وجہ سے ملک مین بدامنی کی حالت پیدا ہو گئی ہے کہ کوئی بیگناہ اونکے دست ستم سے محفوظ نہین ہے اوسکے رفع کرنے مین سرکار کو پوری مدد دین اور اگر کسی ایسی سازش کا پتہ لگے تو فوراً اوس سے حکام کو مطلع کرین اور جس قسم کی مدد اُن کو درکار ہو بیدریغ دیون جو اخبار بدخواہی کے خیالات پہیلاتے ہین اونکو نہ خریدین اور نہ پڑہین۔ مفسدون کی سازشونکا پتہ لگائین اور لوگون کے دلون مین مفید اور خیرخواہانہ خیالات پیدا کرنے کے لئے کمیٹیان قائم کرین۔ یہہ اور بہت سے ایسے کام ہین جو ہم بغیر زر و زور کے بہی انجام دے سکتے ہین

مولا بخش۔ مگر مولوی صاحب ہم ایسا کرین گے تو گورنمنٹ کے خوشامدی تو نہ کہلائین گے بلکہ مین نے یہ لفظ بعض اہل وطن کی زبان سے مسلمانون کے لئے سنا بہی ہے۔

مولوی نصیر الدین صاحب۔ اگر لوگ کہین تو کہنے دو ہم کو اپنے کام سے کام ہے اور در اصل یہ خوشامد ہے بہی نہین۔ مین کہہ چکا ہون کہ ہماری بہلائی اور برائی سرکار انگریزی کے ساتہہ وابستہ ہے پس تم نے دیکہا ہوگا کہ جتنی باتین مین نے بتائین ہین۔ وہ دراصل ہمارے ہی فائدہ کی ہین کیونکہ سرکار کی قوت مین ہماری قوت ہے۔ پہر ان باتون کو خوشامد سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ مردانگی کیساتہہ مدد دینے پر آمادہ رہنا داخل خوشامد نہین ہے۔ خوشامد جزو اعظم نامردی اور جہوٹ ہے اور جو امور مین نے بتائے ہین اونکو نامردی اور جہوٹ سے کیا تعلق ہے بلکہ اون کی انجام دہی کے لئے اگر کسی صفت کی ضرورت ہے تو وہ مردی اور خلوص ہین جو خوشامد کا عکس ہین۔ اسکے علاوہ یہ کون

کہتا ہے کہ گورنمنٹ سے اپنے واجبی حقوق نہ مانگو یا اگر کوئی امر قابل اصلاح معلوم ہو تو اوس کی اصلاح کے لئے کارروائی نہ کرو یا ہم پر کسی عہدہ دار سرکار کی طرف سے کوئی جبر یا ظلم ہو تو زبان بند کئے بیٹھے رہو۔ نہین اپنے حقوق سرکار سے مانگو اور ضرور مانگو۔ گورنمنٹ کو امور قابل اصلاح کی طرف ضرور توجہ دلاؤ اور اگر کوئی ظلم و ستم ہو تو کبھی خاموش نہ بیٹھو بلکہ اوسکے لئے باضابطہ چارہ کار اختیار کرو۔ ایسا کرنا ہرگز بدخواہی مین داخل نہین ہے اور اگر کوئی سمجھے تو اوسکو اپنی عقل کے ناخن لینے چاہئین البتہ کسی صورت مین اور انصاف اعتدال کو ہاتہ سے دیکر آپے سے باہر نہ ہونا چاہئیے۔

مولا بخش۔ بیشک بھلا سواراج کی نسبت تو کچھ فرمائیے۔

مولوی نصیر الدین صاحب۔ یہ داستان تو اوس سے بھی زیادہ دردناک ہے سواراج کا خیال تو بالکل ہی بے معنی ہے۔ سواراج کے معنی خود حکومتی یعنی اپنے اوپر خود حکومت کرنے کو کہتے ہین۔ یہ خیال حال ہی کے زمانہ مین ہندوستان مین نمودار ہوا ہے اور اوسکے متعلق دو گروہ ہین۔ ایک گروہ کی تو یہ رائے ہے کہ کسی قوم کو دوسری قوم پر حکومت کرنیکا حق نہین ہے اس لئے ضرور ہے کہ انگریزون یا بقول اُنکے فرنگیون کو نکالکر اپنی حکومت قایم کیجائے۔ اس فریق کا نام فریق گرم ہے۔ دوسرا گروہ جو فریق نرم کہلاتا ہے یہ کہتا ہے کہ ہم قیصر ہند کی رعایا ہین۔ اسلئے انگریزون کا حکومتی تعلق تو قایم رہنا چاہیئے۔ مگر رفتہ رفتہ اون کی حکومت کی صورت بدل کر اس طرح کی ہو جانا چاہیئے جیسے کہ انگریزی نوآبادیون مین ہے یعنی تمام حکومت ہمارے ہاتہ مین رہے برٹش گورنمنٹ کی طرف سے صرف گورنر جنرل کا تقرر ہو جایا کرے۔ فریق گرم کا جو خیال ہے وہ اسقدر بادہوائی ہے کہ اوسکی تردید کی ضرورت ہی نہین ہے۔

اب فریق نرم کو دیکھئے وہ کیا فرماتے ہین وہ تو آبادیون جیسی حکومت کے خواہان ہین۔ لیکن کوئی پوچھے کہ آپنے نوآبادی کے معنی بھی سمجھے ہین۔ نوآبادیون کے یہ معنی ہین کہ ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک مین جاکر آباد ہو جائین۔ اور اُن کے لئے اتحاد قوم اتحاد زبان اور اتحاد ملت اور اتحاد اعراض لازم ہے گویا دونون کا گوشت و پوست ایک ہی ہوتا ہے آپ تو فرمائیے کہ ان مین سے کس چیز مین آپ انگریزون سے متحد ہین قوم مین زبان مین ملت مین اغراض مین کسی ایک چیز مین تو اتحاد ثابت کیجئے اوسکے بعد ہم بھی تسلیم کرلین گے کہ نوآبادیون کے

حقوق جو آپ طلب کرتے ہین یہ بجا و درست ہے۔ خیر اسکو بھی جانے دیجئے تو نوآبادیون مین تو آج کل
پارلیمنٹری حکومت ہے اور اسلئے آپ بھی پارلیمنٹ قایم کرین گے۔ لیکن جبکہ آپ ابھی تک اس امر مین
کامیاب نہین ہوسے ہین کہ تمام ہندوستانیون کو ایک قوم بنائین اور ہندوستان مین بہت سی
قومین اسوقت موجود ہین جو نسل اور مذہب کے لحاظ سے ایک دوسرے سے جدا ہین اور انہین
اونکی اغراض بھی متحد نہین ہین بلکہ بعض ضرورتون مین مخالف ہین۔ ظاہر ہے کہ جس قوم کی تعداد زیادہ
ہوگی۔ اسی کے ہاتھ مین حکومت رہیگی اور باقی قومون کو وہی روز بد دیکھنا ہوگا جو مسلوب قومون کے
حصہ مین آیا ہے۔ ٹرنسوال ہی کو دیکھئے کہ یورپین لوگون کی بیچارے ہندوستانیون پر کیا ظلم وستم
ڈہا رہی ہے اور امپیریل گورنمنٹ کو بھی باوجود ہمدردی رکھنے کی مجال دم زدن نہین ہے۔ ایسا
ہی حال ہندوستان کی نوآبادی قرار پانے کی صورت مین مسلمانون اور دوسری قومون کا ہوگا
جن کی تعداد زیادہ نہین ہے کہ جیسا دل چاہیگا ویسا سلوک اونکے ساتھ کیا جائیگا۔ اور ہماری
امپیریل گورنمنٹ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہیگی۔ میان مولا بخش اب سمجھے کہ سوراج کے کیا معنی ہین
مولا بخش۔ اگر سوراج کے یہی معنی ہین تو باز آئے ہم ایسے سوراج سے۔

بھبودی رعایا کا خیال

جناب ولیمسن صاحب سپرنٹنڈنٹ پولس آگرہ نے ایک سلسلہ لکچرون کا جاری کیا ہے
جو ہر مہینے مین پولیس کے ملازمون کی رہنمائی کے واسطے دیا جاتا ہے۔ پہلا لکچر محمد عباس خانصاحب
شروانی بی۔ اے نائب تحصیلدار آگرہ نے دیا تھا اور دوسرا لکچر خان بہادر سید ابوالحسن صاحب
تحصیلدار صاحب آگرہ نے دیا۔ چنانچہ دوسرے لکچر کی نقل ہم خوشی چھاپتے ہین۔ ہماری رائے مین
جناب صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر کی یہ رعایا پروری ہے کہ وہ اپنے ماتحتون کو بہترین حالت مین
دیکھنا چاہتے ہین۔

ایڈیٹر

پولیس کو رعایا سرکار کیساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے

حضرات! قبل اس کے کہ مین اصلی مضمون کی بابتہ آپ لوگون کے سامنے کچھ کہون مین اپنا فرض

سمجھتا ہون کہ مین جناب مسٹر ولیم سن صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کا شکریہ ادا کرون کہ صاحب بہادر ممدوح نے مجھکو اس قابل خیال فرمایا کہ مین آپ لوگون کے سامنے ایک ایسی بات کی بابتہ کچھہ کہون کہ جس پر پولیس کی نیکنامی اور بدنامی اوس کی بہلائی اور برائی کا دار و مدار ہے۔ اگر آپ لوگ اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ لین اور سمجھہ کر اوسکے مطابق کام کرین کہ آپ لوگون کا برتاؤ رعایا کے ساتھ کیسا ہے یا کیسا ہونا چاہیئے تو میرے خیال مین آپ نیکنامی کے حاصل کرنے مین اور بدنامی سے بچنے مین پورے طور سے کامیاب ہوجاوینگے اور دوسرے ملکون کی اچھی سے اچھی پولیس کے مقابلہ مین کامیابی کا تاج آپکے سر پر اور فتح کا جھنڈا آپکے ہاتھہ مین رہیگا۔

اس مضمون کے متعلق بیان کرتے ہوئے بہت سی باتین ایسی ہوینگی جو آپ کو بری معلوم ہونگے مگر یہ ایک مثل مشہور ہے کہ سچی بات ہمیشہ کڑوی معلوم ہوتی ہے لیکن اچھا یہی ہے کہ آپ مین جو برائی ہے وہ صاف صاف آپکے سامنے بیان کردیجائے۔ سب سے پہلی بات جو آپ کو یاد رکھنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ جیسا برتاؤ آپ دوسرون سے اپنے ساتھہ چاہتے ہین ویسا ہی برتاؤ آپ خود دوسرون کے ساتھہ کرین۔ اگر آپ پولیس کے کانسٹبل نہوتے اور کوئی کانسٹبل آپ کے ساتھہ خلاف قانون سختی یا بری طرح کا برتاؤ کرتا تو کیا آپ کو برا نہ معلوم ہوتا۔

پس یہی خیال کرکے آپ دوسرون کے ساتھہ پیش آئیے۔ آپ اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ لین کہ یہان کے لوگ آپسے ڈرتے ضرور ہین مگر آپ سے محبت نہین کرتے ہین۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مین کوئی بات کی کمی ضرور ہے۔ دیکھیئے پولیس صرف چالان کرتی ہے اور مجسٹریٹ سزا کرتے ہین۔ مگر لوگ مجسٹریٹ کے دشمن ہین اور نہ اون کی شکایت کرتے ہین اور برخلاف اس کے لوگ پولیس کی اکثر شکایت ہی نہین کرتے بلکہ دشمن بنجاتے ہین۔ اسکی کیا وجہ ہے حضرات اس کی وجہ یہی ہے کہ مجسٹریٹ لوگ قانون کی حد سے باہر نہین جاتے۔ اور پولیس قانون کی حد سے گذر کر ملزم کو اپنا دشمن سمجھنے لگتی ہے۔ خاص آپکے دوست رشتہ دار آپکا بھروسہ اور اعتبار نہین کرتے ہین۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک معزز شخص نے مجھہ سے اپنے لڑکے کی آوارگی کی شکایت کی اور کہا کہ اسکو سمجھا دیجئے اور ایسی کوئی کارروائی کیجئے جس سے اوس کی آوارگی اور بدچلنی کم ہی ہوجاوے اور اسکے بعد باتون ہی باتون مین مجھہ سے یہ بھی کہا کہ میرا ایک

ہتیرے پولیس سب انسپکٹر ہے مین نے چاہا کہ اس بات کو اوس سے کہون کہ وہ کچھ انتظام کرے مگر وہ پولیس کا ملازم تہرا نہین معلوم کہ وہ لڑکے کو کسی بلا مین پہنسا دے اب بتایئے کہ جب آپکے رشتہ دار آپ پر اعتبار نہین کرتے تو عام لوگ کس طرح پر کر سکتے ہین۔ یہ نہ سمجہیے کہ یہہ باتین محض فرضی اور گڑہی ہوئی ہین۔ بلکہ ایسے واقعات روز ہوتے رہتے ہین اور یہ واقعہ تو جگ بیتا نہین ہے بلکہ آپ بیتا ہے۔ اور اپنے چند تجربے ظاہر کرتا ہو جن سے آپ لوگون کو اچہی طرح یہ معلوم ہو جائیگا کہ رعایا آپسے کیون ناراض ہے۔

سنئے حوالاتی کو سرکار سے خوراک دینے کا حکم ہے مگر مین نے خود دیکہا ہے کہ حوالاتی بیچارے پولیس کانسٹبل سے زیادہ بہوکے رہے ہین۔ پولیس کانسٹبل اوس کو وقت پر خوراک نہین دیتے ہین اور جب وہ بہوک سے تنگ آکر خوراک مانگتا ہے تو بجائے روٹی کے گالیان کہاتا ہے۔ بہلا بتایئے کہ تعزیرات ہند مین بہوک کی سزا بہی آپنے کہین دیکہی ہے۔ سزا قید سزار جرمانہ سزائے تازیانہ پائیے گا پر پیٹ کی مار اس مصیبت کے مارے کو کیون دیجائے میرے سامنے ایسی وارداتین ہوئین کہ مین نے ایک ملزم کو سزائے جرمانہ دی۔ سزا پائے نے کہا کہ باہر سے جرمانہ لاتا ہون۔ کانسٹبل سے مین نے کہا کہ جاؤ اور باہر سے جرمانہ لے آؤ کانسٹبل نے اوس غریب کا اس زور سے ہاتہہ کہینچا کہ ضرور دو چار روز تک اوس کے ہاتہہ مین درد رہا ہوگا۔ بہلا بتلایئے اس کی کیا ضرورت تہی۔ یہہ ایک چہوٹی سی بات ہے مگر اوس ملزم پر اور دیکہنے والون پر کانسٹبل کی غیر ضروری سختی اور بد تہذیبی کا کتنا بڑا اثر ہوا کہ مجہکو اب تک یاد ہے۔ ابہی حال کا قصہ ہے کہ سڑک پر ایک یکہ کہڑا تہا اور اوس مین ایک اکیلی عورت بیٹہی ہوئی تہی۔ اودہر سے ایک خدائی فوجدار کانسٹبل صاحب تشریف لائے اور یکہ کو معہ عورت کے تہانہ مین لے گئے۔ تہوڑی دیر بعد یکہ بان اور اوس عورت کا مرد آئے اور یکہ کو وہان نہ پایا۔ یکہ والے کو اپنے یکہ کا اسقدر خیال نہ ہوا۔ جسقدر مرد کو اپنی عورت کی فکر ہوئی۔

بیچارہ پریشان حواس باختہ تہانہ بہی پہونچا اور یکہ اور عورت کو دیکہکر جان مین جان آئی۔ مگر طرح طرح کے خیالات کی وجہ سے شرم سے پسینہ پسینہ ہوگیا۔ بہلا بتایئے کہ یکہ بان اور مرد کے آنے تک کانسٹبل کو صبر کرنا چاہیے تہا یا نہین اب آپ ہندوستانی لوگ

آجتھے سمجھ سکتے ہین کہ اوس بیچاری عورت کے برابر والی عورتون نے اسکو کسقدر چھیڑا ہوگا اور اسکا نام تھانہ کچہری دکھلایا ہوگا یکہ بان کا چالان ہونا چاہیئے تھا نہ کہ خالی یکہ کا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ضلع مین پوری کی ایک تحصیل مین ایک تحصیلدار تھا ایک سب انسپکٹر صاحب جواب ملازمت چھوڑ کر سب ...... کے سامنے اوس پار ضلع متھرا مین اپنی زمینداری پر قابض ہین ایک ملزم کا اقبال جرم لکھانے لائے۔ واقعہ یہ تھا کہ وہ ملزم ہولی کے زمانہ مین جسرانہ سے گذرا۔ لڑکون نے اسکو گھیر لیا اور دہول دہیہ کرنے لگے کوئی چپت لگاتا تھا کوئی کیچڑ ڈالتا تھا۔

غرضکہ جب وہ تنگ ہوگیا تو اپنے آپ کو ہاتھہ سے اور پیر سے بچانے لگا۔ اتفاق سے ایک اسکا پیر ایک لڑکے کے لگ گیا جس کی چوٹ سے وہ مرگیا۔ اوس کی بابت اوس نے اقرار کیا کہ میرے پیر سے یہ بچہ مرگیا ہے۔ مین نے اوس ملزم سے سوال کیا کہ اوس بچہ کا کیا نام ہے اوس کے باپ کا کیا نام ہے۔ بچہ کی کیا قوم ہے۔ ملزم پہلے کبھی جسرانہ بھی آیا تھا۔ یا نہین۔ جسرانہ مین وہ کسی کو جانتا ہے یا نہین۔ اسی طرح کے اور بہت سے سوال کئے۔ جن کے جواب مین ملزم نے سب باتون سے انکار کیا اور اپنی لاعلمی ظاہر کی۔

سب انسپکٹر نے مجھ سے آہستہ سے پوچھا کہ ایسے سوالات آپ کیون کرتے ہین۔ مین نے کہا کہ میرے نزدیک یہ واقعہ اتفاقیہ ہوگیا ہے۔ اسوجہ سے مین نے یہ سوالات کئے۔ سب انسپکٹر نے کہا کہ ان سوالات سے تو یہ ملزم چھوٹ جاویگا۔ مین نے کہا کہ بے جرم ہے چھوٹ جاویگا تو اچھا ہے سب انسپکٹر نے کہا کہ اس سال میرے تھانہ سے کوئی شخص قتل عمد مین سزایاب نہین ہوا اگر اسکو سزا ہوجاتی تو میری کارروائی اچھی سمجھی جاتی۔ مین نے کہا خدا کے غضب سے ڈرو صرف نقشہ کی خانہ پوری کیوجہ سے ایک بیگناہ کو پہانسی دلوانا چاہتے ہو۔ دیکھو کس قدر بیرحمی کی بات ہے جسکو قانون نے کہین اور کبھی جائز نہین رکھا۔

اقبال جرم مین سرکار نے ملزم کو کتنی بڑی آزادی دی ہے کیسی کیسی سخت ہدایتین مجسٹریٹون اور پولیس کے لئے ہین کون نہین جانتا کہ بعض دفعہ کیسی کیسی ترغیب دیکر اور کس قدر تکلیف دینے کے بعد اقبال جرم کرایا جاتا ہے مگر لوگ ہین کہ اپنی حرکتون سے باز نہین آتے ہین۔ ابھی ہمارے صوبہ کی گورنمنٹ سے حکم صادر ہوا ہے کہ آپ لوگون کے ولیسن اچھی طرح

یہ بات بتا دی جاوے کہ آپ لوگ براہ راست یا کسی اور طریقہ سے ملزموں پر اون سے اقبال جرم کرانے کے لئے ذرا بھی دباؤ نہ ڈالیں اب ذرا سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ اگر آپ ایسا نہ کرتے ہوتے تو سرکار کو کیا غرض تھی کہ ہر سال ایسے حکم جاری کیا کرتی۔ میں نے ایک مرتبہ پولس کمیشن کے واسطے تحریر کیا تھا کہ نقشہ کارگذاری و کارروائی پر تحقیقات سے ملزم کے لاپتہ رہنے پر اور پولیس کے چالان کئے ہوئے ملزم کے عدالت سے رہا ہو جانے پر جو اعتراض پولیس پر ہوتا ہے وہ بند کیا جاوے کیونکہ ایسا کرنے سے پولیس کو مقدمات کے بنانے میں ترغیب ہوتی ہے۔ اور یہی رائے میری اب بھی ہے اور جہاں تک میں خیال کرتا ہوں سرکار کا منشا بھی یہی ہے۔

اگرچہ بعض خاص خاص حالتوں میں صاحب انچارج پولس ضلع کو عدالت کی تجویز پر پولیس متعلقہ سے کسی خاص خرابی کی وجہ ضرور دریافت کرنا پڑے گی۔ لیکن ایسی صورتیں جن میں بدنیتی سے نہیں بلکہ محض غلطی سے کوئی بات رہگئی ہو یا کوئی خلاف قانون کارروائی کی گئی ہو۔ اُن صورتوں سے زیادہ ہونگی جنمیں بدنیتی سے نقشہ کارروائی کے ڈرکے مارے جھوٹے مقدمے چالان کئے گئے ہوں۔ میرا خیال ہے اور مینے سنا ہے اور مجھکو خوشی ہے کہ یہ نقشہ کارروائی اب بند کر دیا گیا ہے۔

پس حضرات جب سرکار آپسے کسی قسم کی سختی نہیں کرانا چاہتی تو آپ خود سختی کرکے لوگوں کے دشمن کیوں بنتے ہیں۔ جتنا کام آپسے آپ کے افسر چاہیں اوتنا ہی سمجھیے اور فضول تکلیف گوارا کر کے اپنے کو عذاب الہی اور عذاب شاہی میں نہ ڈالیے۔ اب کچھ واقعات جو اخباروں سے معلوم ہوئے ہیں وہ بھی سنانے کے قابل ہیں۔ ابھی ۸ ستمبر کو الہ آباد میں کنگ روڈ پر ایک کانسٹبل نے ایک انگریز زمیندار جسکا نام آر وارٹن ہے بائسکل سے گرا کر ضرر شدید پہونچایا۔ اور دو برس قید سخت اور پچاس روپیہ جرمانہ کی سزا پائی۔ اب اس واقعہ میں ایک بات غور طلب ہے۔ کسی کانسٹبل کو ایسا نہیں پایا جاتا کہ ایک انگریز پر ہاتھ اوٹھائے۔ پھر اس کانسٹبل نے ایسا کیوں کیا۔ بات یہ ہی کہ مسٹر آر وارٹن زمینداری پیشہ تھے۔ پولیس کانسٹبل اور چھوٹے افسروں کے

نزدیک زمینداروں کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ اگر وہ تھوڑی بہت وقعت کرتے ہین۔ تو مجسٹریٹون کی یا دیگر بڑے بڑے ملازمان سرکاری۔ آروار ٹن صاحب محض زمیندار ہونے کی وجہ سے اس ہتک عزت کے شکار ہوئے۔

کاشتکاری اور زمینداری پیشہ لوگ ہندوستان مین زیادہ ہین اور دیہات کی پولیس کو تو بالکل انہین سے کام پڑتا ہے مگر پہر بہی محض کاشتکار و زمیندار ہونے کیوجہ سے نفرت کی نگاہ سے پولیس اون کو دیکہتی ہے۔ اگر آپ اون کے ساتہ بہلے مانسون کی طرح سے پیش آوین گے تو وہ آپکے دوست بنجائین گے۔ اور آپ پر بہروسہ و اعتبار کرین گے اور آپکا کام بہت خوبی سے انجام پاوے گا۔ یہ مین ضرور کہون گا کہ بعض حالتون مین پولس کا کوئی تصور نہین ہوتا بلکہ لوگ خواہ مخواہ اوسکو بدنام کرتے ہین۔ اور سب کو یکسان خیال کرتی ہین۔ اس غلط فہمی کی وجہ سے پولیس کو اپنا فرض منصبی انجام دینے مین بعض دفعہ دقت ہوتی ہے اوسکو سراغرسی مین کامیابی نہین اوسکو ٹہیک اور سچی خبرین گاؤن یا شہروالون سے نہین ملتی ہین۔ مگر حضرات اسکا ذمہ دار کون ہے۔ اس کے ذمہ دار آپ ہین۔

اگرچہ آپ مین سے بعض صاحبون کے بارے مین ایسا خیال کرنا ایک اخلاقی گناہ ہے اور اگرچہ ایک مچہلی سارے تالاب کو گندہ کرتی ہے مگر اسکا علاج خود آپکے ہاتہ مین ہے۔ اگر آپ مین سے اچہے صاحب اپنے ان بہائیون کو جن مین بُری عادتین ہین اور جو بُری باتون کے کرنے کے عادی ہین یا جو رعایا کو تکلیف پہونچاتے ہین۔ نفرت اور حقارت اور ناراضی کی نگاہ سے دیکہنے لگین تو وہ آپکے بُرے بہائی اپنا رویہ اپنا برتاؤ خود بخود سنبہال لین گے۔

حضرات مین پہر کہون گا کہ اسکا علاج نیک نیت محنتی مہذب افسرون کے ہاتہ مین نہین ہے بلکہ خود آپ کے ہاتہ مین ہے ابہی حال کا ڈیرہ غازی خان کا قصہ ہے کہ ریلوے اسٹیشن پر ایک مسافر ہجوم مین دہکا مکی کرکے ریل مین گہس رہا تہا۔ کانسٹبل صاحب نے ہجوم مین سے گہسیٹکر اوس کو ایسا مارا کہ وہ غریب دوسرے ریلوے اسٹیشن پر پہونچکے مر گیا۔ کانسٹبل صاحب اب حوالات مین ہین۔ اگر اوس نے کوئی قصور کیا تہا تو عدالت سے

سزا پاتا مگر سزائے موت کا مستحق تو نہ تہا۔ اب بتلا تبلائیے کہ انہین کرتوتون سے رعایا۔ آپ کی دوست بنیگی۔ غریب بہولے بہٹکے ہوئے لوگون کو راہ تبانا پولس کا خاص کام ہے مگر یہان جو رواج ہے کی نوکری والے سپاہی سے آپ اچہی طرح سے اطمینان کرکے راستہ پوچہہ تو لیجئے۔ اگر آپ سفید کپڑے پہنے ہوئے ہین تو شاید تہوڑا بہت پتہ راستہ کا مل بہی جاوے لیکن اگر آپ کا کرتہ ذرا بہی پہٹا ہوا ہے یا ٹوپی میلی ہے تو راستہ تو راستہ انعام مین دو چار گالیان آپ کو اور ملجاوین گی۔ لیکن مجہکو آپ کی طرف سے ذرا بہی۔ یوسی ہنین ہے اور نہ آپکے افسرون کو ہونا چاہیے کیونکہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ کہ دہلی دربار کے موقعہ پر وہان کے پولس افسرون نے پولس کو خاص طور پر تعلیم دی تہی۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہان کی پولیس ایسی ہی تہی۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہین۔ دہلی دربار کے نام سے مجہکو ایک واقعہ یاد آگیا۔ مین دربار مین مدعو تہا۔ ایک سڑک پر چلا جارہا تہا کہ مجہکو پیشاب کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ مگر مین حیران تہا کہ کہین دفعہ ۳۴ مین نہ پہنس جاؤن۔

ایک کانسٹبل نے مجہکو حیران دیکہکر سبب دریافت کیا تو مین نے اوس سے اپنی ضرورت بیان کی۔ اوس نے مجہکو جگہ تبائی مگر کچہہ سوچکر خود ہی کہنے لگا کہ ٹہیرئیے آپ کو جگہ نہ ملیگی۔ ایک اپنے دوست کانسٹبل کو اسوقت خالی تہا اپنی ڈیوٹی پر کہڑا کرکے میرے ساتہہ اوسجگہ تک گیا۔ مین اس کا احسانمند ہوا۔ بعض لوگون کا خیال ہے کہ ایسے آدمی سے بچا رہنا چاہیے جو بہت میٹہی میٹہی باتین کرتا ہو کیونکہ ایسے لوگ دہوکا بہت دیتے ہین جیسا کہ ہندی کا دوہا ہے۔

کہا۔ ہے شبہت بولے سدا چکنی چپڑی بات
ایسے نرسون بچے رہو کرے نہ کبہو گہات

مگر حضرات بے ایمانی سے چکنی چپڑی باتین بنانا دوسری بات ہے اور ایمانداری سچائی سے بہلے آدمیون کی طرح بات چیت کرنا دوسری بات ہے یہ ضروری بات نہین ہے کہ اگر آپ کسی شخص سے اچہی طرح سے بات چیت کرین تو آپکو کوئی مکار اور دہوکہ دینے والا سمجہ لے ایک بڑے آدمی نے کہا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے دشمن زیادہ ہون تو اپنی زبان سخت

کرلو اور اگر چاہتے ہو کہ دنیا میں تمہارے دوست زیادہ ہوں تو اپنی زبان کو نرم کرو۔ ایک
بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ دو چیزیں لاؤ اوس نے پوچھا کہ ان داتا وہ کیا ہیں بادشاہ
نے کہا کہ دنیا کی سب سے خراب چیز اور دنیا کی سب سے اچھی چیز۔ وزیر نے زبان لاکر
رکھدی بادشاہ نے کہا کہ یہ تو ایک ہی چیز ہے۔ دوسری کہاں ہے وزیر نے کہا کہ جہان
پناہ دونوں یہی ہیں۔ اگر اسکو نرم رکھو اور میٹھی میٹھی باتیں کرو تو لوگوں کے دل تک
ہاتھ میں آجاتے ہیں۔ اور اگر اس سے بری باتیں کرو۔ لوگوں کو گالیاں دو سخت و سست
کہو تو دین بھی خراب ہوتا ہے اور دنیا بھی ہاتھ سے جاتی ہے۔

پس حضرات آپ اگر اپنی ہاتھ بھر کی زبان قابو میں رکھیں تو کل ہی آپ آدھے
ولی اللہ اور پرمہنس مشہور ہو جاویں۔ اسمیں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض دفعہ آپ کو
قانونًا اور مجبورًا ایسا کام کرنا پڑتا ہے کہ لوگ خواہ مخواہ آپ سے ناراض ہوتے ہیں مثلًا
تلاشی لینے کا کام۔ یہ کام آپ کو کرنا ضرور ہے اور اگرچہ آپ کتنے ہی نرم کیوں نہ بنے
رہیں مگر جس کے گھر کی آپ تلاشی لیں گے وہ آپ سے ناراض ہوہی گا۔ مگر پھر بھی
آپ کو اپنی نرمی ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔ مثلًا آپ ایک شخص سے کہیں کہ لو بھی
آبے آلو کے پٹھے اپنے گھر کی تلاشی دے اور دوسرے سے کہیں کہ صاحب مہربانی
کر کے اپنے گھر کی تلاشی دیدیجئے۔ اگرچہ آپ کو تکلیف ہوگی مگر ہم حکم حاکم سے مجبور ہیں
تو پہلا زیادہ ناراض ہوگا اور دوسرا کم بلکہ دوسرے کے دل میں آپ کی عزت ہوگی اور اگر وہ
شریف ہے تو ضرور آپ کو دعا دیگا۔

غرضکہ حضرات بجائے اسکے کہ گالیوں کو پولس کا زیور سمجھیں جیسا کہ ایک سب انسپکٹر صاحب کا
قول ہے۔ ایمانداری۔ سچائی۔ لوگوں کے ساتھہ اچھا برتاؤ کرنے۔ قانون کی حد سے باہر نہ پھریئے
اور جسقدر سختی کی اجازت قانون نے دی ہے اوس سے زیادہ سختی نکرنے کو اگر آپ اپنا زیور
سمجھیں تو دنیا میں آپ سے زیادہ خوبصورت اور پیاری دلہن کوئی نہیں بن سکتا۔ حضرات میں خوب
جانتا ہوں کہ اگر آپ ذرا بھی کوشش کریں تو بدصورت دھبوں کو آپ مٹا سکتے ہیں جو پولس کے
اوپر ہیں۔ مگر آپ ایک ایسی نیند میں پڑے ہوئے ہیں کہ جوں تو جوں ہاتھی کے رینگنے سے ہی

آپکی آنکھ نہین اگر آپ ایسی میٹھی نیند سے جاگ اٹھین تو آپ کی سب برائیان دور ہوجائین اور بھلائی ہی بھلائی نظر آنے لگے - آپ حضرات مین بعض کو بھوک لگی ہوگی بعض حقہ کی خواہش بعض کی طبیعت چارپائی پر دراز ہونے کو چاہتی ہوگی - اب مین زیادہ کچھ نہین کہا چاہتا سوائے اس کے کہ آپ ایسا کام کیجئے - لوگون سے ایسا برتاؤ کیجئے جس سے وہ یہ کہنا چھوڑ دین کہ آرے میان جیسے خدا کے کارخانے خدا جانتا ہے ویسے ہی پولیس کے بھید پولیس سمجھتی ہے نہ معلوم تفتیش کیا ڈالتا ہے اور کیا نکالتا ہے - مین نے آپ کو آپ بیتی بھی سنائی - اور جگ بیتی بھی اب آپ جانئے اور آپ کا کام - مین اس سے زیادہ سنا سکتا تھا مگر اس رام کہانی کا اور چھور نہین ہے

فغان مین آہ مین فریاد مین شیون مین نالے مین
سناؤن درد دل طاقت اگر ہو سننے والی مین

آپکا خیرخواہ سید ابوالحسن تحصیلدار آگرہ

افلاس و نتیجۂ افلاس

فرانسیسی سے

ایک بوڑھا بیچارہ لب سڑک ایسی ٹھنڈی رات مین کہ برف گر رہی ہے ایک ہاتھ پھیلائے ہوئے کھڑا ہے - مگر آنے جانے والون مین سے جن کی تعداد کچھ کم نہین ہے کسی کو اتنی توفیق نہین کہ پیسے دو پیسہ دیدین جو اسکی نان شبینہ کے کام آئین - آخرکار وہ پریشان اور مایوس ہوگیا ہے اور اپنے مسکن کی تاریک سیڑیون پر بہزار خرابی گرتا پڑتا چڑھ گیا ہے اور دیکھتا ہے کہ اوس کی چھوٹی سی لڑکی سردی کے مارے گڑی مڑی ہوکر گٹھری بنی ہوئی ایک گوشہ مین پڑی ہے مگر آنکھ لگ گئی ہے - اگرچہ اس فقیر کی عادت تھی کہ وہ اس بچی کو ہر روز اپنے ہمراہ لے جایا کرتا تھا تاکہ اس کی حالت پر رحم اکر لوگون کی خاص توجہ اس طرف مبذول ہو - مگر دو دن سے چونکہ اس کو بخار آگیا ہے اسوجہ سے آج اوس کے ہمراہ نہین ہے -

ضعیف کے پاؤن کی آہٹ سے بچی نے یہ محسوس کرکے کہ اوس کا باپ آیا ہے اپنی آنکھین کھولدی ہین اور ننھی سی کمزور آواز مین کہتی ہے کہ ابا میری سالگرہ کا دن تو گذر

مگر تم نے مجھکو کہلونا نہین دیا۔ اس نامراد باپ کی جب تک بیوی زندہ تھی تو دونون ملکر محنت وشفقت سے جو کچھ پیدا کر سکتے تھے اُس سے اس معصوم کی پرورش چلی جاتی تھی۔ مگر عورت کے مرجانے اور بڑہاپے کی ناتوانی سے نوبت اسپر اگئی تھی کہ اہل خیر کے صدقہ پر۔ اب دونون خاندان کا گور رہگیا ہے۔ بوڑہا باپ تمام دن بہر ادہر اُدہر مارا پہرا ہے مگر اس پر بہی کچھ حاصل نہین کر سکا ہے۔ اور تھکا ماندہ اس سرد اور تاریک چہت تلے آ پڑا ہے جواب دیتا ہے کہ ہان بچی آج تو مین کچھ بندوبست نہین کر سکا بچون کا عالم تو ایک جداگانہ عالم ہوتا ہے۔ ایسے جواب کو غیر تشفی بخش وہ معصوم بچی سمجھتی ہے۔ اور دل شکستہ ہوکر رونا اور ناراض ہونا شروع کردیتی ہے۔

چونکہ بوڑہا فقیر اپنی ننّی سی بچی کو بہت چاہتا ہے ایک آہ سرد بہر کر پہر وہی جواب دیتا ہے کہ بیٹا کیا کرون کسی طرح تیرے واسطے کہلونے کا لانا ممکن نہ ہوسکا!! جسکے جواب مین ہچکیان لیتے ہوئے لڑکی نے کہا کہ کیون تمنے وعدہ نہین کیا تہا کہ مین آج ایک گڑیا ضرور لادون گا۔ بچی کے اس بہولے بہالے اصرار سے اوس کے آنسو ٹپک پڑے اور پیار کرکے یہ کہکر کہ اچھا مین پہر ایک مرتبہ قسمت آزمائی کرتا ہون اپنی پہٹی ٹوپی کو سر پر رکہکر گرتا پڑتا ہوا گہر سے روانہ ہوا۔ اب چونکہ رات زیادہ گذر گئی ہے۔ سردی بڑہ گئی ہے تو راہ رو بہ نسبت اول کے اور بہی زیادہ تیز قدمی سے ادہر ادہر جارہے ہین اور اس بیچارہ غمگین کی صدا پر تمام وہ لوگ بہی جو لبادون اور پوستینون مین ڈہکے ہوئے بخوبی گرما رہے ہین کچھ التفات نہین کرتے بوڑہا اگرچہ جان بلب ہے مگر علاوہ ازین کہ آج رات کو نہ صرف اوسکے بلکہ اوس کی معصوم کے واسطے بہی کہانے تک کو نہین ہے۔ کہلونے کی فرمائش کے سبب سے سردی اور مایوسی کی تمام تکلیفین برداشت کئے ہوئے ہے۔ اور سڑک کی ایک دوکان کے چہجے تلے دیوار سے ٹیک لگا کر کہڑا ہوگیا ہے۔ اُس کی نظر ایک بساطی کی دوکان پر پڑتی ہے۔ جس مین طرح طرح کے کہلونے ہین۔ زیادہ غور سے دیکھنے مین دو گڑیون پر اُس کی نگاہ پڑتی ہے۔ جن مین سے ایک پر ایک نرانک اور دوسری پر چہپے سینٹم لکھے ہین۔ فقیر ابتدءً نظر حسرت سے اونکو دیکہتا رہا آخر کو محبت پدری سے اسکو اس پر مجبور کرنا چاہا کہ

ان مین سے ایک چراکر معصومہ کی خوشنودی حاصل کرسکے۔ آخرکار وہ مغلوب نفس ہوگیا مگر چونکہ یہ ابتدائی اوس کی حرکت تھی اس سبب سے کم قیمت گڑیا کے چرانے پر اوس نے اکتفا کی۔ یعنی چونکہ سردی کے دفع کرنے کے واسطے بساطی ادہر اودہر ٹہل رہا تہا تو اوس کی پشت اوسطرف ہونے کے وقت مین ایک گڑیا کو اس طرح اوٹھا کر فقیر نے اپنی جیب مین ڈال لیا کہ کسی کو خبر نہووے !

فقیر اگرچہ اس اپنی حرکت سے خائف اور نادم تہا مگر کلبہ احزان مین پہنچکر اپنی بیٹی کی خوشی کو دیکہہ جو گڑیا سے اوس کو حاصل ہوئی اوس کی ندامت مبتدل بہ اطمینان ہوگئی۔ مگر اسپر بہی اوسکو رات بہر نیند نہ آئی اور چوری کی اپنی حرکت کو پسند کرنے پر راضی نہین ہونا چاہتا تھا لیکن اپنی مجبوریون اور حالات کے اقتضائی بنا پر کسی نہ کسی طرح اپنے دل کو وہ تشفی دیتا ہی رہا اوس کی حالت مین کچہہ ایسا تغیر ہوا کہ وہ بہ نسبت اول کے زیادہ اچہا کہانا اپنے اور اپنی بیٹی کے واسطے لانے لگا۔ ایک دن لپسندے دیکہکر لڑکی نے اوس سے سوال کیا کہ ابا اب تم یہ اچہے کہانے کس طرح لاتے ہو جسکا جواب اوس نے بس یہ دیا کہ تمہاری گڑیا کے طفیل !! (یعنی اوس کی وجہ سے مجہکو چوری کی مشق ہوگئی ہے) !!!

ایڈیٹر کے نوٹ

آگرہ مین ایک مسجد

آگرہ کے محلہ گہنیا اعظم خان مین ایک پرانی شاہی زمانہ کی چہوٹی سی مسجد ہے جسکا اہتمام ایسے نیک لوگون کے ہاتہون مین ہے کہ جنکی تقلید اگر سب مساجد کے مہتمم کرین تو پہر مسلمانون پر بے پروائی کا الزام بمشکل لگ سکے داروغہ غفور بخش صاحب ایک پنشنر بزرگ ہین جن کے اہتمام مین چار پانچ سال سے یہ مسجد ہے بس صبح سے لیکر شام تک وہ ہین اور مسجد ہے۔ اون کی ہمت نے مسجد کیا ہے گلزار ہے درختون اور پہلون سے صحن اسکا بہرا ہوا ہے۔ جہاڑ فانوس آویزاں ہین صحن تک کا فرش پختہ بنگیا ہے۔ خدا تعالی ایسے داروغہ جی کو ہمارے اور بہی ایسی دیدے ہین یعنی پنشنر ناظر جی

امام الدین صاحب اور امیر حسن خانصاحب جو وزارت مسجد کی بہتری مین کوشان رہتے ہین قابل شکر ہے۔

خاکساران جہان را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشند

رمضان شریف مین ختم کلام مجید کی تقریب مین ایسی پاکیزہ روشنی اس مسجد مین کی جاتی ہے کہ دیکھکر دل خوش ہو جاتا ہے۔ اب سنا گیا ہے کہ ان صاحبون نے انتظام کیا ہے کہ کچھ اخبارات آتے رہین تاکہ نمازی لوگ فرصت کے اوقات مین اون کو پڑھ کر اپنی معلومات کا دائرہ وسیع کر سکین۔ اگر ایسا انتظام اور مساجد والے بھی کرین تو مسجدین اچھا خاصا اس زمانہ کے کلبون کا کام بھی انجام دے سکتی ہین۔ اور مسلمانون مین ایسی دلچسپیون سے نماز کی طرف اور نیکی کی طرف رغبت بڑہ سکتی ہے۔ اللہ تعالی سب مسلمانون کو نیک توفیق عطا کرے کہ وہ برٹش سلطنت کے برکات سے فائدہ اوٹھا کر اس امن واماں اور انصاف کے زمانہ مین اپنی ہمت اپنے ہم مذہبون کی ترقی مین صرف کرین۔ اور دامے۔ درمے۔ قدمے جو کچھ ہو اس سے دریغ ہمت نہ رکھین۔

ایک اور مسجد | آگرہ مین ایک اور مسجد بھی قابل تذکرہ کے کلکٹری کی کچہری کی مسجد ہے۔ یہ مسجد شاہی زمانہ کی ہے۔ اسکا اہتمام کچہری کلکٹری کے مسلمان اہلکارون کے ہاتھ مین رہتا ہے دو تین سال سے اوسپر خاص توجہ یہ حضرات (یعنی اہلکاران کچہری) کر رہے ہین بالفعل اس مسجد کا چارج منشی سعید احمد صاحب کے ہاتھ مین ہے۔ جو نائب صدر واصل باقی نویس ہین اور مولوی شعیب صاحب، قائم مقام آرکیالوجیکل ڈپارٹمنٹ اونکے خاص معاون ہین اس مسجد کی اب خوب مرمت ہو گئی ہے اور ایک خوش نما دروازہ بھی حسین بخش صاحب نے اپنے روپیہ سے بنوا دیا ہے۔ اگر کلکٹری کی کچہری مین کام کرنے والے مسلمان وکیل اور مختار نے مسلمان موکلون اور اہل معاملہ سے فی مقدمہ ایک آنہ یا دو آنہ لے کر مسجد کے واسطے اکٹھا کر دیا کرین تو غالبًا کافی مدد مسجد کو اوس سے ملسکتی ہے کام کچھ مشکل نہین ہے۔ توجہ کی البتہ ضرورت ہے۔ دو سال سے ختم کلام شریف بڑے کر و فر سے رمضان شریف مین اس مسجد مین کیا جاتا ہے۔

آگرہ کا فساد ۲۲- ستمبر کو جو فساد کچھ مسلمانون اور ہندوون مین اکبری مسجد کے مقابلہ مین رام لیلا کا جلوس گزرتے وقت یکایک ہوگیا۔ اور پھر اس فساد کو آیندہ بڑہنے ندینے اور ۲۹- ستمبر کو مکرر جلوس نکلنے مین جو نہایت اور قابلیت لیاقت سے بے طرفدارانہ اور منصفانہ انتظام مسٹر ٹی- سی ایڈورڈس کلکٹر صاحب و مسٹر ایچ- ولیمسن سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس نے کیا۔ اُس سے صاف صاف مزید ثبوت اسکا ملتا ہے کہ ہر ضلع اور جگہ مین برسر حکومت یورپین کے رہنے کسقدر سخت ضرورت ہے۔ ان نیک نیت حکام کے سبب سے جسطرح یہ معاملہ رفع دفع ہوگیا۔ امید ہے کہ آیندہ بھی پھر ایسی نوبت سننے مین نہ آئیگی اور اس شہر کے کل باشندے ایک دوسرے کے سوشیل اور مذہبی رسوم کی عزت اور ادب کرنے مین کسی قسم کی کوتاہی نہ کرین گے۔ کیونکہ یہی اصلی تدبیر امن اور محبت قائم رہنے کی ہے۔

———— جو خبرین اس ہنگامہ کے متعلق اخبارون مین ہم نے دیکھین اون کی وجہ سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اہل اخبارات خصوصاً اُن کے نامہ نگار اپنے فرائض مین بہت زیادہ غفلت اور بے پروائی سے کام لیتے ہین اور بجائے اسکے کہ حقیقت حال سے پبلک کو آگاہی دین مبالغہ سے کام لیکر معاملہ کو گڑبڑ کر دینے مین کوتاہی نہین کرتے۔ اگر جلد خبر دینے کی وجہ سے کسی وقت مین حقیقت حال معلوم نہ ہوسکتا ہو تو نامہ نگارون کا فرض ہے کہ صاف ظاہر کر دین کہ ابھی ان باتون کی تحقیق اور تصدیق باقی ہے۔ پارٹی فیلنگ اوسی حد تک مناسب اور جائز ہے کہ حق اور انصاف اور راست گوئی سے تجاوز نہ کیا جائے۔ ہماری رائے مین تو بعض غلط خبرون پر مواخذہ کرنے کا حکام کو ضرور حق ہے۔ پائنیر مین جو خبرین چھاپی گئی وہ غالباً بہت صحیح نہین اور کافی احتیاط سے اون کو جمع کیا گیا تھا

رویت ہلال و تار خبر یہ کوششین کہ کل ہندوستان مین ایک دن عید یا بقرعید یا رمضان شریف کا چاند ہونا تسلیم ہوسکے بالکل عبث اور رائیگان ہین اور نتیجہ مین ان دو مسائل کے اوپر غور کرنے کا یعنی ایک مسئلہ رویت ہلال اور ایک خبر بذریعہ تار برقی جن دونون پر مجملاً ہم بحث کرین گے۔

یہ سب جانتے ہین کہ سورج یا چاند گہن کل زمین پر ایک وقت مین نہین ہوتا۔ بہت سے گہن امریکہ مین ہی شروع اور تمام ہوجاتے ہین اور بہت سے اس پرانی دنیا

ہین اور یہ بہت سے ایک حصہ سے شروع ہو کر دوسرے حصہ مین جا کر ختم ہوتے ہین اور یہ اسکا ثبوت
ہے کہ تینون سورج اور چاند کے ایک خط مستقیم پر آنے کے واسطے کوئی محل معین نہین ہے
یعنی کبھی تینون اجرام کسی جگہ پر جا کر ایک سیدہی خط پر آتے ہین اور کبھی کسی دوسری جگہ پر اب
جو حال خط مستقیم پر پڑنے کا ہے وہی حال دوسری شکلون یعنی اجتماع کا ہے۔ (۲) چاند کا
بشکل ہلال ابتدا نظر آنا اس پر موقوف ہے کہ وہ ایک فاصلہ معین سورج سے طے کرے جب تک
اوسقدر فاصلہ چاند اور سورج سے نہین ہوتا ساکنان زمین کو چاند کا حصہ بشکل ہلال ہرگز نظر
نہین آسکتا۔ یہ بات اوپر ثابت ہو چکی کہ چاند۔ سورج اور زمین کو اشکال مختلفہ مین آنے کا کوئی
ایسا قاعدہ نہین ہے۔ کہ زمین کے فلان حصہ پر فلان شکل ہمیشہ نمودار ہوگی پس سورج سے
وہ دوری چاند کی جس مین کہ اوس مین ہلال کی ابتدائی صلاحیت ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ اوس
مہینے مین مثلاً کلکتہ مین ہو اور دوسرے مہینے مین وہان نہ ہو بلکہ کسی دوسرے شہر کے مقابل
مین آ کر ہو۔ لہذا رویت ہلال کا ایسے دو شہرون مین جنکا بیان آگے آتا ہے ایک وقت مین ہونا
ناممکن ہے۔ (۳) یہ یاد رکھنا چاہیے کہ چاند کی ابتدائی شکل ہلال کی جبکہ ایک بار نمودار ہوگئی
تو پہر وہ برابر اوس کے بعد کے حصہ ہائے زمین پر قائم رہے گی۔ یعنی جبکہ ہلال بنگیا تو اوس کو
جانب مغرب تمام مقامات اور شہرون سے نظر آتے رہنا چاہیے۔ لیکن اوس ابتدائی مقام
کے مشرقی سمت مین جو موقع اور شہر ہین اون پر حکم اوس ہلال کا ہرگز نہین ہو سکتا جتنے کہ وہ
گہنٹے گزر جائین اور زمین گہومتی ہوئی ہلال کے محاذی مین آ جائے نتیجہ اسکا یہ ہے کہ مغربی
سمت کے شہرون سے اس کی تصدیق ہی ہو جانے سے کہ چاند ہو گیا۔ اوس شہر کی مشرقی سمت
والون کو ہرگز لازم نہین ہے کہ وہ اوس خبر پر روزہ رکہین یا عید منائین۔ ہان البتہ مشرقی سمت
والے شہرون مین چاند دیکہہ پڑے تو مغربی سمت والے شہرون کو اوسکو مجبوراً تسلیم کرنا چاہیے
چونکہ ہم نے اپنے مافی الضمیر کو جو رویت ہلال کے بارہ مین تہا غالباً اچھی طرح
سمجھا دیا ہے اسواسطے ہم زائد مثالون یا بیان کی ضرورت نہین جانتے ہین اور اب دوسرے حصہ پر
بحث کرتے ہین یعنی ایسی حالتون مین جبکہ ابر وغبار وغیرہ مانع رویت ہون تو تار کے ذریعہ سے
خبرون پر کہانتک اعتبار کرنا چاہیے۔ اس کے واسطے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ٹیلیگرام ایسے پیغام

ہین جن کو شہادت کو نہ صرف ہمارے علماء بلکہ عدالتین بھی نہین مانتین - بس اسکا اہتمام کہ تار پر عیدآتی جاتی رہین- محض اوقات کا اور روپیہ کا ضایع کرنا ہے - ہم خود اس سال کی بابت بیان کرتے ہین کہ ہمارے پاس ۱۵ اکتوبر کو نینی تال سے تار آیا - کہ جو دس بجکر پچاس منٹ پر وہان سے چلا تہا اوس مین لکہا تہا کہ آج یہان عید ہو گئی باوجود اسکے کہ ہمکو یقین کرنے کے وجوہ تھے کہ تار سچا ہوگا مگر اوس تار سے یہ ثابت نہین ہوتا تہا کہ آیا چاند وہان کسی نے نینی تال مین دیکہا یا وہان پر بھی دوسری جگہ سے خبر آگئی - غرض کہ اس بنا پر وہ تار ضرور مہمل رہا اور ہرگز شہادت مین پیش اور قبول نہین کیا جا سکتا - کیونکہ شرع شریف مین جو حکم ہے وہ یہ ہے - کہ کم سے کم دو ثقہ شخص عید کے چاند کے واسطے ابر و غبار کے دن) یہ گواہی دین کہ ہم نے اپنی آنکھون سے چاند دیکہا - اور ایسی شہادت تار برقی کے ذریعہ کسی طرح مہیا نہین ہو سکتی اور نہ عقلاً تسلیم کیجا سکتی ہے - تار کی خبرون مین سب سے زیادہ قابل قبول وہ ہو سکتی ہین جو ایک شہر کا عالم یا مفتی دوسرے شہر کے عالم یا مفتی کو یہ خبر بھیجے کہ میرے روبرو شرعی شہادت رویت ہلال پر گذری گر تاہم اسکا ہر وقت احتمال ہے کہ وہ خبر درحقیقت اوسی عالم یا مفتی کی بہیجی ہوئی ہے یا نہین جسکی طرف اسکو منسوب کیا جاتا ہے -

غرض کہ رویت ہلال کی تار خبرین بالکل مہمل ہین اور کسی طرح اونسے فائدہ حاصل نہین ہو سکتا - مذکورہ بالا خبر مین جو ۱۵ اکتوبر کو ہمارے پاس آئی ایک ایسی غلطی تہی جس کی وجہ سے تار کی خبرون پر کامل وثوق ناممکن ہے مثلاً اوس مین لکہا تہا روانہ کی یہ خبر نینی تال سے دس بجکر پچپن منٹ پر اور پہنچی آگرہ مین دس بجکر تیرہ منٹ پر - اور ہمارے پاس چپراسی نے سوا گیارہ بجے اس پیغام کو پہنچایا تہا - الحاصل تار پر غلطیون کا ہو جانا ہر وقت ممکن ہے - مسلمانون کو توکل اور مقامی تحقیق اور اسی شہر کے عالم کے فتوے پر قناعت اور پابندی کرنا چاہیے

متفرق جو مقدمات اس عرصہ مین باغیانہ اور مفسدانہ خیالات کی تحقیق کے جاری ہین - اون سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ضرور بدمعاش گروہ ملک مین ایسا تھے کہ جو موجودہ گورنمنٹ کو خدانخواستہ مٹانا چاہتے تہے اور نیز ثابت ہوتا ہے کہ پولیس اور خفیہ پولیس نہایت

دیانتداری اور جانفشانی سے کام کر رہا ہے اور ان دونون محکمون کا کام ہر طرح اطمینان اور تحسین و آفرین کے لایق ہے اور جو اظہار نفرت پولیس اور خفیہ پولیس کی طرف سے کیا جاتا ہے وہ غلط ہے۔

ہماری جدید تصنیفات کے سلسلہ مین ایک کتاب موسومہ زبانی حساب کا اضافہ ہوا ہے اسکے تین حصہ ہین اور یہ چھوٹے بچون کو ابتدائی حساب سکھانے کے واسطے لکھی گئی ہے۔ ہم نے بازار سے بہت سی قدیم اور جدید کتابین حساب کی منگائین مگر کسی مین ایسا سہل طریقہ زبانی حساب سکھانے کا نہ ملا جیسا کہ ہم نے ترتیب دیا ہے اور یہی وجہ اس رسالہ کے لکھنے کی ہے۔ حصہ اول کا نام (جوڑ توڑ) ہے جوڑ سے مراد ہے جمع اور توڑ سے مراد ہے تفریق جوڑ کی گردان قدیم سے ہے توڑ کی گردان ہم نے ایجاد کی ہے۔ یہ حصہ چھاپے خانہ مین سے چھپ گیا ہے۔ حصہ دویم کا نام (پہاڑے) ہے اسمین پہاڑے ہین حصہ سویم کا نام (گر) ہے گرون کو ہم نے نظم کر دیا ہے تاکہ وہ اچھی طرح یاد رہین حصہ اول کے چھپ جانے کے بعد حصہ دویم اوس کے بعد حصہ سویم مطبع کو انشاء اللہ تعالیٰ دیا جائیگا۔

ہائی ایجوکیشن (اعلیٰ تعلیم) جیسی کہ مفید ہے ویسی ہی پرائمری تعلیم یعنی ابتدائی تعلیم مفید ہے۔ پس اگر [illegible] یاب اصحاب آمادہ ہو جائین تو شہرون مین تو مسلمانون کا کوئی بچہ اور بچی [illegible] سے جو ضروری نوشت و خواند سے ناواقف رہجائے ہر محلہ کے ایسے خوانده [illegible] جنکے پاس وقت اگر باہم ملکر چھوٹے چھوٹے مکتب کھول دین تو کون ایسا ہے جو [illegible] اعلیٰ درجہ کی فائدہ رسانی سے انکار کر سکتا ہے اگر ایسے مکتبون مین پڑھنے والے [illegible] بچون سے کچھ برائے نام فیس لیجائے تو غالباً غیر مستطیع بچون کے واسطے [illegible] کرنے کا ایک سہارا ہو سکتا ہے۔ بہرحال ضرورت اسطرف توجہ کی ہے اور بغیر ایسی توجہ [illegible] اور کسیقدر ایثار نفس کے مسلمانون کے افلاس کا علاج ناممکن ہے۔

یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ مسلمانون کی تعداد ہندوستان مین ایک پانچوان حصہ یا اوسکے قریب ہے۔ مسلمانون کی تعداد کا اسقدر بڑھجانا کہ مساوی ہو جائین بظاہر قانون قدرت کے خلاف ہے۔ پس کیا مسلمانون کا یہی کام رہجانا چاہیے کہ وہ مایوس ہو کر

باعث پارٹی کو چھوڑ دین۔ ہمارے نزدیک اگر مسلمان چاہین تو باوجود اپنی تعداد کی قلت کے وہ عزت حاصل کر سکتے ہین (کوئی تول مین بھاری تو کوئی مول مین بھاری) طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ مین بیچ گنی علمی قابلیت اور لیاقت بڑھالین اور اگر ایسا کر سکتے ہین تو پھر ان کو کوئی نظر حقارت سے نہین دیکھ سکتا۔ اور نہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ تو ایک پانچوان حصہ ہی ہین ہم نے بارہا پارسیون کی مثال پر مسلمانون کو متوجہ کیا ہے جسپر توجہ دلانے کی اب بھی ضرورت ہے اگر مسلمان پارسیون کی طرح سے عام طور پر کاروباری تعلیم یافتہ۔ تجارت پیشہ مرد ہر کار بنجائین تو ہرگز مسلمانون پر بدقسمت کا اطلاق نہو گا۔ لیکن اگر یہ نہین ہے تو اُن کو اس سے زیادہ غم بار رعد و برق کے واسطے تیار ہو جانا چاہیئے۔

——— اگر محلّون محلّون مین ایسے اسکول بنجائین اور وہ ایک حد تک باقاعدہ کام کرنے لگین تو اس سے ان بچون کو بھی بہت نفع ہو گا جو آئندہ اسکولون مین داخل ہونا چاہتے ہین۔ کیونکہ جسطرح پرائویٹ اور گھر کی تعلیم سے بچہ جلد اونچی جماعتون مین چڑھ سکتا ہے اوس قدر اسکول مین جاکر جلد نہین چڑھ سکتا۔ اور یہ بڑے نفع کی بات ہے کیونکہ اس طرح صرف دو سال دو سال عمر کے بچ سکتے ہین۔ پھر گھر کی تعلیم مین ضروری مسئلے مسائل کی کتابین بھی پڑھائی جا سکتی ہین جنکا اسکولون مین پڑھنا ناممکن ہے اور جس کی خواہش اور ضرورت سے انکار نہین کیا جا سکتا ہے ہماری رائے مین اب تمام محلّے ایسے ضرور ہون گے کہ جن مین انگریزی دان پنشن یاب بھی ہونگے جہان ایسا ہے وہان مکتبون مین کچھ کچھ انگریزی بھی پڑھائی جا سکتی ہے۔ غرض یہ ہے کہ ساتوین آٹھوین جماعتون تک کی پڑھائی کا انتظام تھوڑی سی ایثار نفسی سے باسانی۔ بکثرت۔ حسب ضرورت بلکہ زائد از ضرورت ہو سکتا ہے۔ خدا کرے مسلمانون مین بجائے لاف زنی کے کام کرنے کی خواہش پیدا ہو جائے اور حسبتاً للہ خدمت انجام دینے کی عادت پڑ جائے۔ ہم تو قومی گیتون کی تہ مین بھی کچھ کم انانیت نہین پاتے۔ اللہ رحم و کرم کرے۔

——— اس بیان مین ہم یہ سطرین بخوشی اضافہ کرتے ہین کہ خوش قسمتی سے آگرہ مین مولوی محمد علی احمد خان صاحب وکیل ایک ایسے بزرگ ہین جو اپنے اوقات کا کچھ حصہ مسلمانون کی دینی اور تعلیمی بہبودی مین صرف کیا کرتے ہین اور ہم نے متواتر سنا ہے کہ وہ آگرہ کے کئی

مکتبون کی نشو نما و نگرانی کیا کرتے ہین اگر یہی طریقہ جاری رہے تو ضرور ابتدائی تعلیم کو بہت کچھ زیادہ فروغ ہو جائیگا۔ ابتدائی تعلیم کے عام ہونے کے واسطے ہر ہر شہر نہین بلکہ ہر ہر محلہ جب کوشش نہ کرے گا ہرگز کامیابی کی امید نہین ہے۔ کوئی محلہ اور شہر ایسا نہ ہوگا کہ جس مین کوئی نہ کوئی ایسا آسودہ نہ ہو کہ اپنے بچون کے پڑھانے کے واسطے وہ کسی اوستاد کو نہ رکھتا ہو پس اگر وہ اس کے ساتھ وہ محلے کے دوسرے غیر مستطیع بچون کو گھیر لیا کرے تو کچھ نہ کچھ تعلیم ان مین آ ہی جاوے گی۔

—— آگرہ مین اٹھارہ بیس سال سے ایک طب کی تعلیم کا مدرسہ جاری ہے جسکے بانی مبانی اور روح روان حکیم معصوم علی صاحب ہین جنکو آگرہ کا ہر فرد و بشر و نیز بیرونجات مین بہت سے اکابر خوب جانتے ہین۔ اب آپ نے بوجہ اپنی پیرسنی کے اس مدرسہ کا انتظام ایک کمیٹی کے حوالہ کر دیا ہے۔ مدرسہ کا نام چشمہ فیض ہمیشہ سے ہے اور انجمن منتظمہ نے اپنا نام انجمن فیض عام رکھا ہے۔ اس مدرسہ مین عربی زبان مین طب اور دینیات کی ابتک تعلیم ہوتی تھی مگر اب کمیٹی نے اس مین اضافہ کیا ہے۔ یعنی علاوہ عربی مین طب اور دینیات کے اردو مین طب کا پڑھایا جانا۔ اردو مین سرکاری کورس کے مطابق مڈل تک کی تعلیم دینا اس طرح پر کہ پڑھنے والون کو انجمن حمایت اسلام لاہور کی ریڈرین ہی پڑھائی جاتا۔ (اسوجہ سے کہ وہ انگریزی مین) مڈل تک کی انگریزی ریڈرین بھی پڑھایا جانا بھی قرار دیا ہے۔

انجمن کا مقصد اس سے مسلمانون مین دینیات کے ساتھ عام تعلیم کا پھیلانا ہے۔ اور نیز انجمن کی رائے ہے چونکہ طب یونانی کی تمام کتابون کا اردو مین ترجمہ ہو چکا ہے۔ اسواسطے ان کے ذریعہ تحصیل علم طب مین سہولت پیدا کرنے کا تجربہ کرنا ہے سوائے اس کے انجمن فیض عام نے یہ بھی ارادہ کیا ہے کہ عملی یونانی دواسازی کا فن سکھایا جائے۔ جس سے شاگردون کو جوارشین معجونین عرق اور شربت وغیرہ کا بنانا اور دواؤن کو صفائی اور حفاظت سے رکھنا آجائے۔ گو کہ انجمن بہت ہی ابتدائی حالت مین ہے مگر بظاہر امید ہے کہ یہ انجمن اپنے شہر والون کو بہت فائدہ پہنچاۓ گی۔ انجمن کو روپیہ کی ضرورت ہے اور غالباً جب تک اہل خیر اوس کی مدد نہ کرین وہ اپنے پروگرام کو پورا نہین کر سکے گی۔

—— پرتگال مین جو جدید انقلاب ہوا کہ بادشاہ کو معزول کر کے پبلک گورنمنٹ بنادی گئی۔ وہ اس زمانے کے خیالات کا ایک مزید نمونہ ہے۔ ہم جہانتک غور کرتے ہین ایسی تبدیلیان سوائے جدت کے جسکی باعث ایک خلل چلی آتی ہے۔ (گفتہ بردہ اگرچہ گزندہ لیکن ایجاد بندہ) اور کچھ نہین ہے۔ قطع نظر بادشاہان سابق کے جو وہ ہی باعث ترقی ملک وقوم تہین زمانہ حال کی شاہیون کو جو کہ فی نفسہ بہت کم علی انتہاد تعلم و نسخ ملک مین رکہتی یا برتتی ہین ذمہ دار خرابی ملک کا قرار دینا ایک علانیہ بہتان بندی ہے۔ بلکہ ملک کی ترقی اور تنزل اہل ملک اور وزرا و اراکین سلطنت کی قابلیت اور ناقابلیت پر منحصر ہے۔ فرانس کی پبلک گورنمنٹ کسی طرح پر شاہی طرز حکومت سے بہتر ثابت نہین ہوئی ہے۔ جرمن (جہان پر ملک بادشاہ کے ظل عاطفت مین ہے) فرانس سے بدرجہا اور باعث شوکت ہے۔

امریکہ کی گورنمنٹ مین ہرگز وہ برکات نہین ہین۔ جو ہماری گورنمنٹ شاہی گورنمنٹ مین ہین بلکہ اگر امریکہ نے آزادی نہ اختیار کی ہوتی تو برٹش یونین جیک کا مقابلہ اس کرۂ زمین پر آج کوئی نہ کرسکتا۔ اگر شاہی طرز حکومت مین کوئی خوبی اور قوت نہ ہوتی تو امریکہ کے آزاد ہوجانے کے بعد انگلینڈ کی حکومت ایک ذراسی سلطنت رہجاتی مگر بخلاف اس کے اوسنے جو ترقی کی وہ کسی مزید تشریح کی محتاج نہین ہے۔ ری پبلک گورنمنٹون کے ماتحت جسقدر رشوت ستانی مین بدنام ہین۔ شاہی حکومتین ہرگز اوتنی نہین ہین۔ جاپان نے جو کچھ ترقی کی ہے وہ زیر سایہ اور رہنمائی بادشاہ کی ہے۔ چین مین جو تنزل تہا وہ وہان کی رعایا و برایا کے کنسر وٹیوین کے سبب سے تہا اب جو آگے قدم ترقی مین رکہا ہے وہ بہی غیر شاہی حکومت کی حالت مین نہین رکہا ہے۔

غرضکہ ایک سوچنے سمجہنے والا ول ان جدید شعبدون کو خوشی اور اطمینان سے نہین دیکہ سکتا پرتگال والے اگر بجائے اپنے بادشاہ کے عزل کے اپنے کارکنون کو درست کرسکتے تو ٹہیک تہا اور اب بہی وہان اگر لوٹ مار کا وہ بازار گرم رہیگا جو ابتک بہ ذریعہ رشوت ستانی اور بے جا ستانی تہا۔ اور جس مین بادشاہ کی شرکت ہرگز نہ تہی تو ہین بلا وجہ کے انقلاب سے

کچھ حاصل ہو گا۔ بلکہ عجب نہین کہ ملک طوائف الملوکی اور خودسری کی اچھی سزا پائے۔ عوام مین ایک مثل ہم بچپن سے سنا کرتے ہین۔ مگر ہم نے ہمیشہ اوس کو مہمل اور بے معنی سمجھا یعنی یہ کہ فلان فقیر اور اہل دول کو منہ نہین لگاتا کنشوں کہہ کر کہتا ہے وغیرہ مگر غریبون کو خوشامد یا بالی حاصل ہوجاتی ہے۔ ہم کو ایسی مثالون پر اگر سچ ہون اعتراض یہ ہے کہ خلاق حمیدہ اسکا ہرگز مقتضی نہین ہے کہ اہل مقدرت کے ساتھ حقارت سے پیش کیا جائے بلکہ اہل دل کا مقتضا یہ ہونا چاہیے کہ بندگان خدا سب اوس کے روبرو برابر اور یکسان ہون پس اس مثال کے لحاظ سے ہم بادشاہون اور حکام پر کے ظلم وستم کو یا اون کی بے عزتی کی خواہش کو اوسی طرح حقارت سے دیکھتے ہین جس طرح ہر کہ اوس ظلم کو جو بادشاہون یا حاکمون کی طرف سے عوام اور رعایا پر ہو ہم حقیر جانتے ہین۔

ہماری رائے مین انصاف کا مسلک یہ ہے کہ نہ بڑون کو چھوٹون پر ظلم کرنے دے اور نہ چھوٹون کو بڑون پر (جیسا کہ اس زمانہ کا خاص رواج ہے اور جس کی مثالین کچھ کم نہین ہین یعنی حاکمون اور حکمرانون کی حقارت اور بربادی سے لگ خوش ہوتے ہین) انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ملت لاہور۔ عام اخباری اغراض ومقاصد کے علاوہ مسلمانون کے پولیٹکل حقوق کا محافظ اُن کے مارل سوشل کیرکٹر کا مصلح۔ اُنکی تعلیم کا حامی۔ اُن کے قومی کامون کو تنقیدی نگاہ سے دیکھنے والا۔ اُن مین قومیت اور یگانگت کی زندگی پیدا کرنے والا۔ فلاحت وزراعت کو ترقی دینے کے متعلق نئی اور علمی تجاویز بتانے والا۔ زمیندارون کی حالت کو بہتر بنانیوالا۔ ہندوستان کا واحد اُردو ہفتہ وار اخبار۔ قیمت سالانہ تین روپیہ۔ ششماہی ۱۲؍ سہ ماہی ۸؍ ہر پنجشنبہ کو لاہور سے شایع ہوتا ہے۔ قوم کے مقتدر لیڈرون نے اسکو نہایت قابل قدر قومی اخبار تسلیم فرمایا ہے۔ نمونہ ۱؍

ملنے کا پتہ [منیجر اخبار ملت لاہور۔

——— آنریبل سید علی امام صاحب کے تقرر کا نوید حضور ویسرائے کی ایگزیکٹو کونسل مین (علی الخصوص ایسی حالت مین جبکہ مسلمانون کو بوجہ اس کے کہ سیکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا نے دو ہندوستانیون کا تقرر (جنمین سے ایک مسلمان ہوا کرتا) منظور نہین فرمایا تھا ایک قسم کی مایوسی تھی) (اور باوجود اس اختلاف خیال کے جو سید علی امام صاحب اور عام مسلمانون مین بعض امور مین ہے) مسلمانون مین نہایت مسرت - اطمینان اور شکر گذاری سے سنا گیا ہے - اور جو اعتبار مسلمانون کے نزدیک انگریزی حکومت کے انصاف کا تھا وہ اور زیادہ ہو گیا ہے - ہم گورنمنٹ کی بقا اور دوام کی دلی دعا کے ساتھہ یہ بھی دعا کرتے ہین کہ جناب سید صاحب موصوف کا اس اعلی عہدہ پر تقرر (جس پر اس سے اول کوئی مسلمان فائز نہین ہوا) مسلمانون اور انگریزون کے مابین باعث مزید اتحاد اور قربت کا باعث ہو اور نیز امید کرتے ہین کہ جناب ممدوح ایشیا کے قدیم مفہوم کے مطابق حق نمک خواری کو ادا کرنے کیساتھ یہ بھی خیال رکھین گے کہ ہندوستان کے اندر مسلمانون کی ایک مستقل قوم ہے اور اُسکے کچھہ خاص حقوق ہین -

ایڈیٹر

ہر قسم کی چھپائی کا کام

کارخانہ عزیزی پریس آگرہ میں چھپائی کا کام نہایت خوبی اور احتیاط سے ہوتا ہے ہر قسم کی رنگین روشنائی سے یا کئی قسم کے رنگ سے ایک ہی چیز چھپ سکتی ہے - اکثر صاحب تصانیف اپنی کتابیں ہمارے کارخانہ میں تیار کراتے ہیں اور سرکاری دفاتر کا کام بھی ہمارے ہاں ہوتا ہے - اسکی وجہ خاص یہ ہے کہ ہم اپنے ٹھیک وعدہ پر عمدہ کام تیار کر دیتے ہیں اور کسی اہل معاملہ کو شکایت پیدا نہیں ہونے پاتی شرح چھپائی بذریعہ خط وکتابت طے ہو سکتی ہے -

مینیجر کارخانہ عزیزی پریس آگرہ

محکمہ اگرہ میونسپلٹی

اشتہار

زیر قاعدہ (۴۳) قواعد انتخاب مشتہر کیا جاتا ہے کہ بوجہ وفات لالہ سالگ رام ممبر میونسپل بورڈ اگرہ حلقہ جہتہ جنکی میعاد ممبری ۳۱- مارچ سنہ ۱۹۱۲ء کو ختم ہوتی جگہہ خالی ہوئی ہے- اس خالی جگہہ کے واسطے بروز دوشنبہ تاریخ ۵- دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء کو آٹھہ بجے صبح سے بارہ بجے دوپہر اور ایک بجے دوپہر سے پانچ بجے شام تک میونسپل ہال اگرہ میں انتخاب عمل میں آویگا-

پرچہ نامزدگی بتاریخ ۲۱- نومبر سنہ ۱۹۱۶ء یوم دوشنبہ کو چار بجے شام سے پہلے سکرٹری میونسپل بورڈ اگرہ کو دیے جاوینگے-

دفتر میونسپل بورڈ اگرہ

المرقوم ۲۶- ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء

ٹی- سی- میلس

اسسٹنٹ سکرٹری میونسپل بورڈ اگرہ

مرکب عشبہ اکتالیس فوائد

جسکی تصدیق حکیموں ڈاکٹروں اور ذی علم لوگوں نے کی ہے

فائدہ (۱) جسکی تصدیق بیناالیس مختلف ملکوں اور مختلف عمر کے لوگوں نے کی ہے وہ بوجہ خرابی معدہ و خرابیٔ جگر بھوک بند ہو جانیسے دن بدن لاغر ہو رہے تھے کبھی دست کبھی قے کبھی قبض ہو جاتی تھی وہ سب اسکے استعمال سے دور ہو گئی۔

فائدہ (۲) جسکی تصدیق دو سو مریض اظہار کرتے ہیں۔ خون گندہ ہونیسے چہرہ پر جھائیاں جسم پر ولنے پھوڑے پھنسیاں کثرت سے مختلف جگہوں میں پیدا ہو کر انسے بیشمار پانی بہکر جہاں وہ پانی لگتا تھا زخم ہو جاتے تھے۔

فائدہ (۳) جسکی تصدیق پینتالیس آدمی کرتے ہیں انکی رانوں کا چمڑہ سیاہ اور موٹا ہو گیا تھا اور پسینہ آنیسے سخت خارش ہوتی تھی ہاتھ جڑ و کھیں رہتا تھا اور انسے بدبو آتی تھی۔

فائدہ (۴) جسکی تصدیق گیارہ مریض کرتے ہیں خنازیر مختلف حصہ جسم میں بغل اور گردن میں دن بدن گلٹیاں بڑھتی جاتی تھیں اسکو استعمال سے بڑی گلٹیاں بیٹھ گئیں اور آگے پیدا ہونی بند ہو گئیں۔

فائدہ (۵) جسکی تصدیق تین سو مریض کرتے ہیں۔ عرصہ سے ناسور و بھگندر سے پانی سی پیپ جاری رہتی تھی اسکے استعمال سے ناسور سوکھ گیا

الغرض یہ مرکب مجربہ پچاس سال سے مختلف حصوں ملک میں

تجربہ کیا گیا ہے کہ اگر آپکو کوئی شکایت ہو تو آپ تجربہ کر کے ہمارے بیانات کی تصدیق کیجئے **ثبوت کے لئے**۔ اس جوہر کے استعمال سے پہلے بدن وزن کر کے لکھ لو اور ایک ماہ کے بعد وزن کرو۔ وزن ڈیوڑھا ہو جائیگا اور چہرہ کا رنگ (خون صاف ہو جانیسے) کندن کیطرح دمکنے لگیگا۔

قیمت

شیشی کلاں ایک ماہ کے لئے	شیشی خورد	
تین روپے ۔ ۔ (سے)	ڈیڑھ روپیہ	عہ / ۸

ہزاروں سرٹیفکٹ دیکھنا چاہو تو شفاخانہ سے کتاب مفت طلب کرو

منیجر شفاخانہ جامع الحسن حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکماء قادری چشتی لاہور موچی دروازہ

الناظر آگرہ

بابت ماہ نومبر ۱۹۱۰ء

الہ آباد مین ڈیڑہ ہفتہ

(۲۰ اکتوبر سے ۳۱ اکتوبر تک)

جو لوگ الہ آباد مین نہین رہتے وہ اوس مایوسی کی بنا پر جو مسلمانون کی نسبت مخصوص ہو گئی ہے۔ مسلمانان الہ آباد کو ایک بالکل غافل خیال کرتے ہین۔ مگر حقیقت مین ایسا نہین ہے الہ آباد بوجہ چند اعیان اور نیز بہ حیثیت بعض آثار کے ایک خاص درجہ دئے جانیکے لائق ہے۔ یہان پر مسلمانون کی سوسائٹی آگرہ کے مسلمانون کی سوسائٹی کی طرح غافل اور کاہل یا نا عاقبت اندیش سوسائٹی نہین ہے۔ سوائے اسکے خان بہادر سید اکبر حسین صاحب جیسا شاعر جس سرزمین نے پیدا کیا ہو اوس کی تعظیم نہ کرنا بہت دشوار ہے۔ جس آب ہوا مین آنریبل جسٹس کرامت حسین صاحب جیسے حکیم مغرب کے ذات والا صفات موجود ہو وہ آب وہوا کیون کر نا قابل محبت و ستائش کہی جاسکتی ہے۔ الہ آباد اسوقت مین پراونشل مسلم لیگ کا مرکز ہے جسکے ہونہار نوجوان سیکرٹری ابن احمد صاحب بار سٹرایٹ لا ہین اور اوسکے پریزیڈنٹ نواب محمد عبد المجید خانصاحب بار سٹرایٹ لا ہین۔ الہ آباد مین ایک محمڈن بورڈنگ ہوس۔ (مرحوم و مغفور مولوی محمد سمیع اللہ خانصاحب کی خاص یادگار ہے اور وہ لاوارث نہین ہے۔ بلکہ سید عبد الرؤف صاحب بیرسٹرایٹ لا اوسکے مہتمم ہین اور اسحاق خانصاحب بار سٹرایٹ لا کو جو شغف اپنے ہم مذہبون کی بہتری سے ہے وہ لائق تقلید ہے۔ الغرض یہان کے مسلمانون پر غفلت اور بے پروائی کا الزام نہین لگایا جاسکتا ہے۔ اور جو کچھ اونسے بن پڑتا ہے اوس کے کرنے مین وہ دریغ

نہین کرتے ہین

زنانہ اسکول اگرچہ یہان پر ایک خاص انسٹی ٹیوشن یعنی کراستھویٹ گرلس ہائی سکول مابین مسلمانون اور ہندؤن کے مشترک مگر درحقیقت اوس کی حیات کا باعث آنریبل جسٹس سید کرامت حسین صاحب سلمہ اللہ تعالی ہین۔ یہ اسکول ابتدا لکھنؤ مین ۱۸۹۵ء مین قائم ہوا مگر عام بے توجہی کو دیکھکر بہت جلد یعنی ۱۸۹۸ء مین وہ الہ آباد مین منتقل ہوگیا۔ اور جب سے یہ اسکول الہ آباد کی مقدس زمین پر آیا ہے۔ اسوقت سے جناب سید صاحب ممدوح اوس کے روح روان ہین۔

اسکول کی زبردست کارکن کی جماعت کا حال یہ ہے

اس اسکول کی خبر ایک ایسوسی ایشن موسوم بہ ایسوسی ایشن واسطے دینے اعلی تعلیم کے ہندوستانی عورتونکو ہے اور اس ایسوسی ایشن کے ارکان یہ ہین

پریزیڈنٹ۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر صوبہ ہذا
وایس پریزیڈنٹان۔ چیف جسٹس صاحب ہائی کورٹ الہ آباد
نواب صاحب رام پور
کمشنر صاحب الہ آباد ڈویزن
سیکرٹری۔ جوڈیشیل سیکرٹری صوبہ ہذا
جائنٹ سکرٹری۔ کنور پرمانند صاحب خلف راجہ جیکشن داس صاحب
اسسٹنٹ سیکرٹری آنریبل جسٹس سید کرامت حسین صاحب
ممبران کی تعداد اسوقت ۸۶ ہے۔

اس ایسوسی ایشن کی ایک مینجنگ کمیٹی ہے جس کے ارکان یہ ہین

پریزیڈنٹ۔ چیف جسٹس صاحب الہ آباد ہائی کورٹ
وایس پریزیڈنٹ۔ کمشنر الہ آباد ڈویزن
سیکرٹری۔ مذکورہ بالا سیکرٹری صاحبان
ممبر ۲۵ ہین۔

ایک ایگزیکٹو کمیٹی ہے جسکے ارکان یہ ہین

پریزیڈنٹ۔ کلکٹر صاحب الہ باد
سیکرٹری۔ آنریبل جسٹس سید کرامت حسین صاحب
ممبر ۱۱ ہین۔

طالب علم لڑکیاں اسوقت ایکسو بائیس ہیں جن میں سے ایک سو ڈے اسکالر ہیں جن کے
لانے اور لیجانے کیلئے پردہ دار بیل کے شکرم اور موٹر گاڑیاں ہیں ان میں سے اسّی ہندو اور
بیس مسلمان لڑکیاں ہیں ۲۲ بورڈر ہیں اُن میں سے سات ہندو اور پندرہ مسلمان لڑکیاں ہیں۔
پڑھانے والے اسٹاف میں تین دیسی عیسائی چار ہندو اور دو مسلمان بیبیاں ہیں۔ باعتبار درجہ
تعلیم یافتگی کے اُستانیوں میں دو بی اے (ایک ہندو ایک دیسی عیسائی) ایک ایف اے پاس کردہ
عیسائی اور ایک انٹرنس پاس کردہ عیسائی ہیں اور دونوں مسلمان استانیاں صرف اُردو
کے مڈل پاس کئے ہوئے اور تین ہندو استانیاں بغیر پاس کئے ہیں۔ ان سب کو قریب
چھ سو روپیہ ماہوار کے تنخواہ جاتی ہے۔ اگرچہ موجودہ اسٹاف خاصا زبردست اسٹاف ہے مگر
ایک شریف یورپین لیڈی کے بطور پرنسپل ہونے کی کمی ضرور ہے۔ جس کی بابت امید کرنا چاہیے
کہ یہ کمی جلد پوری ہو جاوے گی۔ مالیت کا اسکول کی یہ حال ہے کہ ایک لاکھ سولہ ہزار (علاوہ
ٹرسٹ جبش سید کرامت حسین صاحب کہ جسکا بیان آگے آئیگا) نقد ہے جس کے سود کی آمدنی
چار ہزار سے زائد سالانہ آتی ہے چھ ہزار دو سو روپیہ سال لوکل گورنمنٹ عنایت کرتی ہے۔
ایک زمین دس ہزار روپے کی قیمت کی ہے۔ اور ایک باغ (جسمیں کچھ مکانات ہیں اور جس کے
چاروں طرف پختہ چار دیواری بنی ہوئی ہے اور جسمیں ۲۵ ایکڑ زمین ہے) ۲۵ ہزار روپیے کی
قیمت کو ابھی حال میں مول لیا گیا ہے۔ یہ باغ گورنمنٹ کے عطیہ سے اس ایسوسی ایشن نے خریدا
ہے۔ ایسوسی ایشن کی خوش قسمتی سے ایک ایسے موقع پر اور شکل میں یہ باغ ملگیا ہے کہ
جسمیں خوبصورت اسکول اور دو بورڈنگ ہوس ایک ہندو ایک مسلمانوں کے واسطے اور نیز اسٹاف
کے واسطے مکانات بخوبی بن سکیں گے۔ اور نیز زراعت ہو سکے گی جس کی وجہ سے لڑکیوں کی
واقفیت اور سلیقے بڑھنے میں پوری مدد ملیگی۔
اس اسکول میں جسقدر بورڈر مسلمان لڑکیاں ہیں وہ سب اشراف خاندانوں کی ہیں جن
کے والدین اور مربیوں نے جناب سید کرامت حسین صاحب پر بھروسہ کرکے انکو اس اسکول میں بھیجا ہے
اس دورہ میں میں نے بہمراہی جناب سید صاحب ممدوح و جناب محمد اسحاق خانصاحب بارسٹر
ایٹ لا اسکول کو اور اس میں کی چھ سات کم عمر بچیوں کو (جن میں سب کی سب دس سال کی

عمر کے اندر ہمین ا دیکھہ کر مسرت حاصل کی۔ ان مین سے سب سے چھوٹی ایک لڑکی نے جو اپنی
دادہ کے ہمراہ بورڈنگ ہوس مین رہتی ہے۔ اور جس کی عمر چھہ سال کی ہوگی ایک انگریزی کا گیت
بڑے لطف سے گایا۔ جو اوسکو سنایا نہین گیا تہا مگر سنتے سنتے اوسکو حفظ ہو گیا تھا۔ اوس کے
بعد سب لڑکیون نے ملکر ایک گیت نہایت خوش الحانی سے گایا جسکا اول کا یہ مصرع ہے۔ سارے
جہان سے بہتر ہندوستان ہمارا۔ راقم آثم کے اوپر اس غزل یا ترنیت کا یہ اثر ہوا کہ ایسی تعلیم سے
یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ مسلمانان ہند ہندوستان کو اپنا خود ملک سمجھنے پر زیادہ آمادہ ہو جاوینگے
جسکی اس زمانہ مین جب کہ یہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان مسلمانون کا ملک نہین ہے۔ بہت ضرورت
ہے سوال کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان استانی انکو مذہبی تعلیم بھی دیتی ہے۔

آنریبل شیخ کرامت حسین صاحب کو بڑی آرزو اس اسکول کے تکمیل کو پہنچنے کی ہے
وہ اسوقت تک ایک لاکہ پچیس ہزار روپیہ نقد و املاک کی شکل مین اپنی ذات سے عطا فرما چکے
ہین جو اس اسکول مین پڑھنے والی مسلمان لڑکیون کے وظائف مین کام آئیگا۔ جناب ممدوح
نے اپنے اس عطیہ کے واسطے ایک ٹرسٹ قرار دیا ہے۔ جسکے تین ٹرسٹی یا امین ہین اور تمام یہ
نقد و ملک اون کے قبضہ مین دیدیا گیا ہے۔ اور ایک ہدایت نامہ رجسٹری کرادیا گیا ہے۔ کہ بحالت حیات و
بعد وفات امانت کہنے والے کے وہ کسطرح صرف ہو۔

باوجود ان تمام باتون کے اور باوجود ان ضرورتون کے جو خاصکر مسلمانون مین زنانہ تعلیم
کی ہے اور باوجود اوس انتظام و نوعیت انتظام کے (جو اس اسکول کا ہے) افسوس ہے کہ اس
اسکول کو درجہ تکمیل پر پہنچنے کے واسطے ابتک بہت روپیہ کی ضرورت باقی ہے۔ باغ کو اور اوسکے
مکان کو درستی کے واسطے کم سے کم اٹھ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ جس مین سے اگر نصف
کو بھی ہندوستانی جمع کر دین تو عجب نہین کہ دوسرے نصف کو یکمشت نہین تو رفتہ رفتہ گورنمنٹ
دیدے۔ علیحدگی سے کاروبار چلانے کیواسطے علاوہ موجودہ سرمایہ کے ایک ہزار روپیہ ماہوار آمدنی
کے استقلال کی اور ضرورت ہے۔ ہم نے جبکہ یہان کے مسلمانون کی روشن ضمیری کی مدح
اور تعریف کی ہے۔ وہان اُس احساس کو بھی جو ہم کو اس اسکول کے دیکھنے سے ہوا) بغیر قلمبند کئے
اپنے فرض کو پورا کرنے سے اپنے آپ کو قاصر جانین گے یعنی یہ کہ ہمارے نزدیک یہان کے

مسلمان اس کی اسکول کی طرف وہ خاص توجہ نہیں کرتے ہیں جسکا یہ مستحق ہے یا جسکی مسلمانوں میں تعلیم میں ترقی دلانے کے واسطے ضرورت ہے۔ اس زمانہ میں فیاضوں اور فیاضیوں کی کمی نہیں ہے بلکہ معتبر مانگنے والوں کی کمی ہے۔ اس اسکول کے اعتبار کا یہ حال ہے کہ اس سے بہتر اور معتبر تر افسر اور کارکن ہو نہیں سکتے۔ پس اب جو کسر ہے وہ روپیہ اکٹھا کرنے والوں کی ہے۔ سرکاری ملازم اپنا وقت کسی طرح روپیہ مانگنے میں نہیں لگا سکتے لہذا پرائیویٹ لائف والوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے اوقات کا ایک حصہ اس میں صرف کرکے کافی روپیہ کو مہیا کردیں اور نیز روپیہ کے مصارف کی نگرانی بھی کریں یہ ہمارا مقصد نہیں ہے کہ روپیہ دیکر خود الگ ہوجائیں۔

دو نئی کتابیں | الہ آباد کے تذکرہ میں اُن کتابوں کا تذکرہ ضرور ہے جن سے ہم اول سے واقف نہ تھے اور جو علاوہ مکتوبات دی جناب سید کرامت حسین صاحب کی جدید تصانیف میں سے ہیں۔ ان میں سے دو کتابیں اردو میں ہیں ایک کا نام (افراد کاسبہ) دوسری کا نام (الدین والکون) ہے تیسری کتاب عربی زبان میں ہے جسکا نام (رسالہ فی الامور العامہ) ہے۔

اردو میں ایسی کتابوں کے آنے کی جسقدر ضرورت ہے اوس سے وہی واقف ہوسکتے ہیں جو اردو کی ترقی اور اس کے علمی زبان ہونے کے دیکھنے والے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں فلسفہ جدید میں بطور مبادی فلسفہ کے ہیں یعنی اردو دانوں کو فلسفے سے مانوس کرنے کے واسطے بہت اچھی ہیں۔ اور جس خوبی اختصار و حسن الفاظ اور سلیس عبارتوں میں ان کو لکھا ہے اوسکا اندازہ وہی کرسکتا ہے جس نے اسکو پڑھا ہو اور جو سائنس سے کچھ مناسبت رکھتا ہو۔ ہم ارادہ کررہے ہیں کہ ان کتابوں پر ریویو کرنے میں کچھ عبارتیں بھی اون کی ناظرین العزیز کے ملاحظہ کرنے کیواسطے کوٹ یا نقل کریں۔ مگر ایسا ارادہ کرنے کے ساتھ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کتابوں کی کس عبارت کو ہم ترک کریں گے۔ کیونکہ تحریر میں ایسی سلاست اور فصاحت ہے کہ جس لفظ یا عبارت کو چھوڑ دو اوسکا قایم مقام دوسرا لفظ یا عبارت ہو نہیں سکتی۔ پس شاید مجبوراً یہ کرنا پڑے کہ کل کے کل رسالوں کو نقل کردیا جائے لیکن دشواری یہ ہے کہ کتابیں رجسٹری ہوچکی ہیں۔ جسکی وجہ سے نقل کی اجازت حاصل کرنا ضرور ہے (رسالہ فی الامور عامہ) کو امید ہے کہ ہمارے علما بھی بہ نظر غور ملاحظہ کریں گے۔ اور ہم اسکے

حاصل کرکے اردو مین بیان کرنے کی انشاءاللہ تعالیٰ کوشش کرین گے۔

یادگار خسرو الہ آباد مین خسرو باغ کرکے ایک باغ ہے۔ جس مین خسرو کی قبر اور مقبرہ ہے۔ شاہزادہ مرحوم شاہ جہان بادشاہ کا سوتیلا بھائی تھا۔ یہ باغ ایک نہایت مستحکم سنگین چہار دیواری سے گھرا ہوا ہے۔ اور قریباً وسط باغ مین چار مقبرے سنگ سرخ کے شرقاً وغرباً بنے ہوئے ہین تین مقبرے تو تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بنے ہوئے ہین اور ایک کسیقدر زائد فاصلہ پر ہے۔ اس تلاش سے کہ کسیکی زبانی یہان کا کچھ حال معلوم ہو۔ خود خسرو مرحوم کے مقبرہ مین ایک بوڑھا مجاور ملا جس نے اپنا نام نثار علی شاہ بتایا۔ اور اس نے بیان کیا کہ جب کہ شاہجہان بادشاہ کو شک ہوا کہ بادشاہ یعنی جہانگیر خسرو کو اپنا جانشین کرنا چاہتا ہے تو وہ اسکے یعنی اپنے بھائی خسرو کے درپے تخریب ہوا۔ بادشاہ نے یہ حال دیکھکر شاہجہان کو لاہور اور خسرو کو الہ آباد بھیجدیا۔ مگر چونکہ شاہجہانکو اطمینان نہوتا تھا۔ اوس نے اپنے ایک حبشی غلام کو اس بات پر مقرر کیا کہ وہ الہ آباد جاکر خسرو کو زخمی کردے۔ (کیونکہ اوس زمانہ مین زخم خوردہ شاہزادہ لایق تاج وتخت نہین سمجھا جاتا تھا) وہ حبشی الہ آباد آیا اور یہان آکر اوسنے خدمتگاری مین نوکری کرلی۔ اور ایک دن وقت پاکر جب اوس نے وار کرنا چاہا تو یہ سوچا کہ مین زندہ تو صرف وار کرنے سے بھی نہین رہون گا۔ اسواسطے لاؤ خسرو کا کام ہی تمام کردو۔ چنانچہ جبکہ خسرو خاصہ نوش کررہا تھا۔ حبشی نے ایک ایسی تلوار ماری کہ سر الگ ہوگیا خسرو کے دو بچے جو اسوقت موجود تھے اونکو بھی اس ظالم نے زندہ نہ چھوڑا (یہ واقعات وہ ہین جو مجاور مذکور نے بیان کئے)

غرضکہ خسرو کے مقبرہ مین چپ وراست دونون شاہزادون کی قبرین ہین۔ زیرین چبوترہ پر اسی مقبرہ کے ایک قبر ہے جسکی بابت بڈھے نے کہا کہ یہ گھوڑے کی قبر ہے اور بہادون کے مہینے جبکہ یہان عرس ہوا کرتا ہے تو گھوڑے کی قبر پر چنے کا دانہ یا نعل نذر و نیاز کے طور پر چڑہائے جاتے ہین۔ خسرو کے مقبرہ سے جانب مغرب ایک مقبرہ ہے جسپر پتھر کے گل وبوٹے ابہرے بنے ہوئے ہین۔ اور جسکی عمارت پر ایک گونہ نزاکت برستی ہے۔ مگر اس مین کسی کی قبر نہین ہے۔ مجاور مذکور کا بیان ہے کہ یہ مقبرہ خسرو کی بیگم کے واسطے بنایا تھا۔ لیکن چونکہ اوس کی مٹی دہلی کی بدی تھی۔ اسواسطے ایکمرتبہ جب وہ بہت بیمار ہوئین تو طبیبون نے کہا کہ تبدیل آب وہوا بغیر آرام نہ ہوگا

چنانچہ وہ دہلی گئے اور وہان پر ہی وفات پائی۔ اس مقبرہ سے مغرب کی طرف مقبرہ والدہ خسرو کا ہے۔ اس مقبرہ مین وہ خود اور ان کی خادمائین مدفون ہین۔ ان تینون سے ہٹ کر ایک مقبرہ ہے۔ جو وہ بھی خالی ہے مگر مجاور نے بیان کیا کہ اس مین ترکیہ خادسہ مدفون تھی۔ مگر انکی قبر کھود ڈالی گئی ہے۔ پہلی تین مقبرون پر جو اشعار کندہ یا تحریر ہین۔ ان مین سے چند ہم نے لکھ لئے ہین جو ہدیہ ناظرین ہین۔ بہت سے اشعار اب مٹ چکے ہین اور بہت سے نصف پڑھے جا سکتے ہین۔ ہم نے زیادہ کوشش انکے پتہ لگانے مین نہین کی بلکہ سرسری مین جو لکھ لئے وہ یہ ہین۔

خود خسرو کے مقبرہ پر کے اشعار

آہ افسوس آسمان را سیرت بیداد شد
آرے آرے کار چون بر ظلم آمد داد شد

زندگی زد خیمہ بیرون از دیار خسرمی
دید چون بنیاد عالم را خراب آباد شد

اہل داو باش اند آگاہ از فلک کاحداث او
ہر کجا (پڑھا نہین گیا)

(یہ مصرعہ بھی پڑھا نہین جاتا)
بلبل این باغ بودن مصلحت ازیاد شد

گل عذارے را طراوت چیست کاخر خاک مرگ
از پئے چاک قبا صد سوزن فولاد شد

چون بلب رانم حدیثے را کہ مے سوزد آہ
مشکل ہست اما جہان تا ہست این معتاد شد

آن گل رعنا کہ بود آلاسے گلشن صد دریغ
عندلیبان را برنگ و بوئے او دلشاد شد

چاک پیراہن شد از خار قضا در باغ عمر
ہم زمین بگریست ہم از آسمان فریاد شد

شد فنا بر قامت مرحوم قبا در آتش
شاہ خسرو را بہ بوئے خلد چون ارشاد شد

آن تن نازک کہ بود بے بر پیراہن گران
در تہہ خاک جفا افسوس استعداد شد

شد غریق رحمت حق چون ولیے پاک بود
خانس درگاہ خدا و ہمدم اوتاد شد

سلمی رشد سال فوتش فیض لایق بار او
صفہ جنت زجان پاک او آباد شد

کتبہ سرہندی
سنہ ۱۰۳۱

شاہزادی بیگم کے مقبرہ پر کے چند متفرق اشعار

(اس مقبرہ پر بادشاہ ہیں مگر بیت کرتے ہے جا سکتے ہیں)

تن دہ برضا کہ ہر قضا بر تو نوشتست است — از تو نشود دفع بہ تعویذ و حمائل
حق را بشناس از نظر چشم و دل و گوش — کاینہا ہمہ بر قدرت حقند دلائل
در خفتن و خوردن چہ شوی ہمسر انعام — ے کن عملے تا نہ شوی کم ز عوامل
بر قطع تعلق بکن امروز کہ فردا — آسودہ ز اغلال و ایمن ز سلاسل
از خود و کل راسے یار و جدا دمی کہ کسی نیست — غیر از میان تو و مقصود تو حائل

گر ہمہ ملکت و مال جہان جمع کنیم — ما بجز پیرہنے ہیچ ز دنیا نہ بریم
بادشاہا تو کریمی و رحیمی و غفور — دست ما گیر کہ درماندہ و بایان پریم

شہنشاہ بیگم یعنی والدہ ماجدہ خسرو کی قبر پر کے اشعار

بیگم کہ ز عصمت رخ رحمت آراست — اقلیم آدم ز نور عزت آراست
سبحان اللہ زہے کمال عفت — کز حسن عمل چہرۂ جنت آراست

لوح مزار کے اشعار

چون چرخ فلک ز گردش خود آشفت — در زیر زمین آئینہ مہ بنہفت
تاریخ وفات شاہ بیگم جستم — از غیب ملک بخلد شد بیگم گفت

کاتب عبداللہ مشکین قلم جہانگیری

خسرو باغ اس زمانہ کی طرز و روش پر ایک خوبصورت و خوشنما باغ سے آراستہ ہے اور کچھ شبہ نہیں ہے کہ مدفون روحیں انگریزی راج کو جسکی برکت و حسنِ عمل سے تمام پرانی عمارتیں قائم ہیں اور گل ریاحین سے مقابر آراستہ ہیں دعا دیتی ہونگی ہیں باغ کی چار دیواری میں مشرقی سمت میں اب واٹر ورکس کے نام سے بنگلے ہیں اور تمام شہر اوس سے سیراب ہوتا رہتا ہے الٰہ آباد جانیوالونکو ضرور ان قبروں پر جا کر فاتحہ خیر سے دورافتادوں کی یادوں کو تازہ کرنا چاہیے۔ اسمٰعیل

نام اور یاد سے تعلق

چونکہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی کے نام کو ہر چند یاد کرتا ہے مگر ذہن مین نہین آتا پس اس مسئلہ کے اوپر جو عالمانہ غور فرانس کے ایک مشہور انشرو پولے جیسٹ موسیو (سیتھیولس وو وال) نے کیا ہے۔ اُسکا خلاصہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

عالم موصوف کہتا ہے کہ مجھکو بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ مین آدمیون کے نامون کو بھول جایا کرتا تھا اور اس کی وجہ سے بہت دشواری لاحق ہوتی تھی۔ ابتداً مین نے اسکی بہت پروا نہین کی اور مین اسکو ایک معمولی بات سمجھتا رہا۔ لیکن رفتہ رفتہ مجھکو یہ خیال ہوا کہ اس کی اصلی باعث کو ضرور تحقیقات کرنا چاہیئے۔ چنانچہ مین نے غور کیا تو ایسا معلوم ہوا کہ کل نہین بلکہ بعض نام ایسے ہین جن کے یاد کرنے مین مجھکو دقت ہوتی ہے۔ اب بعض نامون کے نہ بھولنے سے اور بعض کو بھولنے کے سبب سے مجھکو یہ تردد ہوا کہ اس کو طبعی حالت کیون قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ ایک عام خاصیت حافظہ کی ہوتی تو سب کے نام یاد بھولے جاتے اور یادہ بھولے جاتے ہین اس پر زیادہ سوچا تو مین نے دیکھا کہ اُن اشخاص کے نام جن سے جان پہچان نہین ہے جلد ذہن مین آجاتے ہین۔ حتٰے کہ غیر ملکی آدمیون کے نام بھی جنکا تلفظ بھی غیر مانوس ہوتا ہے۔ بھولے نہین جاتے۔ جرمنی اور دوسرے ملکون کے ڈاکٹر اور طبیب ایسے ہین جنسے اور مجھ سے بالکل تعارف نہین ہے علاوہ صرف اونکے نام مین نے سُنے ہین۔ اون کے نامون کو مین نہین بھولتا۔

مگر بالعکس اسکے بہت سے ایسے اشخاص ہین کے نام (جن سے کہ ہمیشہ ملاقات ہوتی رہتی ہے) ضرورت کے وقت بغیر اچھی طرح سوچے ہوئے خاطر مین نہین آتے۔ اس عجیب یاد اور نسیان کو ایک مدت تک سوچتے سوچتے مین نے یہ قرار دیا کہ جب کسی شناسا شخص کے نام کو یاد کرنا پڑتا ہے تو اولاً اُس کی صورت کا خیال دماغ مین پیدا ہوتا ہے اور وہ خیال نام سے اوّل پیدا ہونے سے نام کو کچھ عرصہ کے واسطے پس پردہ ڈالدیتا ہے اور انسان اسکو تلفظ کرنے سے محروم رہجاتا ہے۔ حتٰی کہ بعض مرتبہ شخص معلوم سامنے آجاتا ہے۔ اور اسکا نام یاد نہین ہوتا۔ کیونکہ اس حالت مین بھی اوس کی شکل و صورت کی تصویر خیالی نام کو چھپا لیتی ہے۔ میری اس قیاس کو ایک تجربہ سے مجھکو بہت مدد ملی یعنی علم تشریح

کے نامی پروفیسر وسیم (کوئیکر) کا نام میرے واسطے اسوقت تک جب تک کہ ملاقات نہین ہوئی تہی۔ (اور ایسا کئی سال تک رہا) ایسا تہا کہ ضرورت کے وقت اوس کی یاد کرتے مین مجھکو مطلق دشواری نہ ہوتی تہی۔ لیکن جب ہی کہ اوس سے ملنے کا مجھکو شرف حاصل ہوگیا۔ تو اسکے نام یاد کرنے کیساتہہ ہی صورت تو سامنے آجاتی مگر نام یاد نہ آتے۔

بار بار ایسا ہونے سے میری توجہ اس کی طرف خاص طور پر مائل ہوئی اور مینے اپنے تمام شناسا اور نا شناسا ناموں پر تجربہ کرنا شروع کیا تو نتیجہ ہمیشہ ایک ہی نکلتا رہا۔ ایک مرتبہ (دہلی) کے ایک کانفرنس کا جبکہ مین پریزیڈنٹ بنایا گیا تو میرے ایک پرانے رفیق نے مجھ سے اجازت چاہی کہ وہ کچھ بیان کرے جس کو اجازت دیتے وقت اُس کا نام لینے مین مجھکو بہت تامل کرنا اور سوچنا پڑا کیونکہ بجائے اوس کے نام یاد آنے کے اوسکے چہرہ کا خیال سامنے آجاتا تھا۔ حالانکہ وہ دوست سامنے بیٹھا ہوا موجود تھا۔ اور اسی طرح متعدد واقعات نے مجھکو یقین دلادیا ہے کہ میری تھیوری خیالی نہین ہے بلکہ واقعی حال یہی ہے۔ ایک یہ علمی دلیل بھی اس کی تصدیق کرتی ہے کہ جب کہ انسان عمر مین ترقی کرتا جاتا ہے تو اوس کی قوت حافظہ اُن نشانون کو خفیف کرتی جاتی ہے جو اشخاص یا محلات نام یا شکلون سے مرتسم ہوگئے تھے۔ پس اگر نام اور صورت دونون منقش ہین تو اُن کو سامنے لانے مین دونی دشواری ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے اگر صرف نام ہی مرتسم ہی تو اُس کی تلاش مین نصف ہی دشواری پیش آئے گی۔

اسمٰعیل

سیلِ فنا

ذیل کی نظم جناب عاشق حسین صاحب سیماب نے خیرا آگرہ کو ناز ہے مجھکو عنایت کی ہے امید ہے کہ یہ رنگین طرز پر قافیہ بندی کی یہ مثال ہمارے اُردو لٹریچر مین ایک مفید اضافہ کن ثابت ہوگی۔ سلاست بیان اور الفاظ کی بندش جس عالی رتبہ کی ہے اوس کی طرف مزید توجہ دلانے کی ضرورت نہین ہے۔

ایڈیٹر

ستمبر ۱۹۱۰ء کی آخری بارش پر

آہ! اے ماہِ ستمبر، غیرۂ فصلِ برشگال
آخری ہفتہ بھی تیرا کسقدر تھا آب ریز
لوگ دیتے تھے اُسے طوفانِ نوحی سے مثال
تھی کوئی سیلِ فنا۔ یا بارشِ سیلاب ریز

تھی شبِ تاریک مین کالی گھٹا چھائی ہوئی
ڈالدی تھی ظلمتون نے چاند تارون پر نقاب
اور دن مین دھوپ کی اُمید سودائی ہوئی
آسمان زیرِ سحاب و مہرِ تابان درنقاب

اے ہوائے سرد و ترہ اے بارشِ ابرِ محیط
ہو گئے دونون مسلط بستیون کو گھیر کر
الغیاث! اے عازمانِ جادۂ دورِ بسیط
دم لیا آخر کئی جانون پہ پانی پھیر کر

وہ گرج بادل کی - وہ دلدوز بجلی کی کڑک
وہ اندھیرا اور وہ گھر گھر کے آنا ابر کا
وہ صدائین خوفناک وہ نظرِ سوئے فلک
آہ وہ خلوت مین گھبرانا دلِ بے صبر کا

اے کسانون کی تمنا تا بروئے مرغزار
رونقِ صحرا تھی اور کھیتونکی زینت تجھسے تھی
بڑھ گئی حد سے تو سبکو ہو گئی تو ناگوار
دشمنِ یک گمشدہ کو بھی نفرت تجھسے تھی

ترگی سر پر تو بالاے مین ایوان گرے
بام پر دبدبہ چھلنی ہوئے چھت ٹپکی دالان گرے
یک تھی ہر غریب و شاہ تیری دستبرد
در غم خانہ گدا۔ منعم بفکرِ مال مرد

زندہ درگور۔ آہ تھے جو دو نفس پُر جاندار
شب کو آتا تھا نظر جو اک مکانِ شاندار
ہائے کب گزرے برس دنیا مین یہ اندھیر تھا
صبح کو دیکھا تو اینٹون کا بڑا سا ڈھیر تھا

طائران بادپا عزلت گزین آشیان
ہو گئی اس برہمی مین بند ساقی کی دکان
خوش خرامانِ سبک رفتار تھے خانہ نشین
کیون نہ بیٹھے دل مثالِ دُردِ پیمانہ نشین

تاثرِ قطرات باران تھی کسے دیدہ پسند
آسمان کا شور خشکی و تری سے تھا بلند
کوزون کے ہول تھی بادل کی گوہر دامنی
آہ! کس برتے پہ ظالم! نازِ تر دامنی

تھا مہاتِ انگیز عالم جسکی ہستی کا انقلاب
باجرے کر ہستیان سرسبز ہو جاتی ہیں آب
آہ! آلودہ وہ خود انگیز دنیا مین ہین
ہے گمان گویا کہ لاکھون خضر اک دریا مین ہین

راستون مین تھا زمین سے ہاتھ بھر پانی بلند
شور و غل خشکی مین اور دریا مین طغیانی بلند
خاک پر کیون پاؤن رکھتا آسمان زائیدہ تھا
گریہ افسردہ تو ہر گرگ باران دیدہ تھا

آہ! اے سیلِ فنا دریاے ناپیدا کنار
سرحدی پنجاب پر ڈالے تھی ڈیرے ایک بار
حیدرآباد ایک دن آیا تھا تیرے پاٹ پر
یہ اٹھایا تو نے اک طوفان شورون گھاٹ پر

تیری موجین جوش زن ہین تیری طغیان پُرخروش
ہر زبانِ خلق یا تیرے تلاطم سی خموش
سیکڑون جانین ہوئین تیری روانی پر نثار
ہو سکوتِ آفرینش سے عجب انتشار

رخصت اے طوفانِ بحرِ سیل باقی باش ہاں | اب نہیں تابِ تحمل تا کجا تک ضبطِ آہ
آنہ جائے جوش پر دنیا لی چشمِ اشک پاش | آبرو ریزِ مساکین ہو نہ جائے تو تباہ

دیکھ انکی آہ و زاری کو۔ ذرا اللہ سے ڈر | ہو اتنا بھی نہ موجون کی روانی مین ہو تو
آہ اک دل سے کسی مظلوم نے کھینچی اگر | خاک ہو جائیگا۔ چاہے جتنے پانی مین ہو تو

ابو الفخر سیماب صدیقی وارثی اکبر آبادی

عیدیان

ہماری نیازمندانہ درخواست پر ذیل کی عیدیان سید تصوف حسین صاحب واصف نے عنایت فرمائی ہین جو زیب دہ اوراق ہین۔

ایڈیٹر

برائے عید الفطر

آیا نظر فلک پہ وہ دیکھو ہلالِ عید | ہے عین دال عیش پہ بیشک یہ دال عید
شکر خدا کہ خیر سے گذرا مہ صیام | دل سے لگا ہوا تھا ہمارے خیال عید
شیر و سوئیان کھا کے چلو عید گاہ مین | پھیلا ہوا جہان مین تو ہے نور جمال عید
ہر روز روز عید ہو ہر شب شب برات | چمکے اسی طرح سے مہ لازوال عید

دیگر

فرحت کو ساتھ لائی لو آج عید آئی | رحمت ہے حق کی چھائی لو آج عید آئی
ہو ہو کے خوش گھرون مین بچے یہ کہہ رہے ہین | عیدی یہ ہم نے پائی لو آج عید آئی

دیگر

نظر آسمان پر وہ آیا ہلال | مبارک ہو یہ عید کا تم کو ماہ
سوئیان شکر دودھ کھاؤ پیو | نئے کپڑے پہنو چلو عید گاہ

دیگر

آئی ہوئی ہے عید ہر اک سمت ہے خوشی | گلشن مین پھول ہو گئی کھل کھل کے ہر کلی

ماہ صیام میں تو نہاں دل میں نور تھا　　روزوں کے بعد آگئی چہروں پہ تازگی

برائے بقرعید

کہی جو عید مبارک ہو بقرعید آئی　　زمین لال ہے قربانیوں کے خون سے صاف
خوشی سے کیوں نہوں قربان کعبہ کے حاجی　　میسر حج ہوا ہے خدا کے گھر کا طواف

دیگر

تیاریاں کرو کہ وہ آئی ہے بقرعید　　مرکب بنیں گی جا کے یہی پل صراط پر
ملی کی رو ورنہ بیان کی تو کیسا ہوا　　چلنا پڑے گا تمکو ابھی پل صراط پر

دیگر

ذوالحجہ کا لو وہ چاند فلک پر عیان ہوا　　فرض ایسے میں حج ہے کعبۂ اقدس کی دید ہے
شوال و بقرعید میں بس اک یہی ہے فرق　　وہ میٹھی عید تھی تو سلونی یہ عید ہے

برائے شب برات

آئی شب برات زمانہ میں دھوم ہے　　ہتابیں چھوٹتی ہیں ہر اک جا ہجوم ہے
مُردوں کی فاتحہ کا ہے ہر گھر میں شور وغل　　روحیں یہی کہہ رہی ہیں یہ کیا ہجوم ہے

دیگر

کس منہ سے بیان ہو شب شعبان کی فضیلت　　یہ چودھویں شب کھیل میں ہرگز نہ گذارو
اس رات میں ہو جتنی عبادت وہ ہے اچھی　　معلوم نہیں تمکو ابھی اے مرے پیارو

راقم سید تصوف حسین. واصف آگرہ

جدید مدرسے

اس عرصہ مین دو اہم تحریکین دو جدید کالج قائم کرنے کی منجانب مسلمانون کے ہوئی ہین ایک یہ یادگار شہنشاہ مرحوم ایڈورڈ ہفتم علی گڈہ مین ایک سائنس کالج بنائے جانے کی بابت ایک یہ یادگار لارڈ مہربانیون اور انصاف کے جو حضور لارڈ منٹو نے ہندوستان پر اور مسلمانون کے ساتھ کیا ہے۔ علی گڈہ مین ایک میڈیکل کالج قائم کئے جانے کی۔ ان دونون تحریکون کے کرنے والے باعتبار دولت اور اثر کے چونکہ بڑے بڑے مسلمان ہین۔ اسواسطے یہ کہنا کہ مسلمانون کے دن پہلے سے آنیوالے ہین۔ بیجا نہین معلوم ہوتا۔ لیکن ہماری رائے مین چونکہ اس پر غور کرنا ضرور ہے کہ سیل فیاضی کو اون کے طبعی مجرا دون پر بہنے دینا مناسب ہے یا اونسے خشک زمینون کو سیراب کرنا زیادہ مفید ہے۔ جسکی بابت ہم یہ رائے دین گے کہ ہندوستان کے دریاؤن کی مثالون کو دیکھتے ہوئے ہمکو اس کے ماننے مین پس و پیش نہین کرنا چاہئیے کہ بہ نسبت طبعی بہاؤن پر چھوڑ دینے کے اونسے نہرین اور رجبہے نکال کر پانی کو اپنی مرضی یا ضرورت کے مقامات پر بہا لیجانا زیادہ مفید ثابت ہوا ہے۔

اگرچہ منتظمین علی گڈہ کالج جسقدر فخر اوس اعتبار پر کرین جو اونپر کیا جا رہا ہے بجا ہے اور وہ مبارکباد کے مستحق ہین مگر تاہم پبلک فائدہ کے واسطے اسپر غور کرنا ضرور ہے کہ کہان تک علیگڈہ کو مزید ذمہ داریون کا قبول کرنا مناسب ہے۔

ہم اپنی رائے جو صاف ظاہر کرسکتے ہین وہ یہ کہ ہمارے نزدیک موجودہ کالج مین کام کرنے والون کی تعداد ناکافی ہے۔ بلا معاوضہ اور آنریری کام کرنے والے اول تو خود کم ہین اور جو ہین اونکو اپنے ذاتی کامون کے انصرام کے واسطے وقت کا ندیا جانا غیر ممکن ہے۔ پس ایسی حالت مین جدید کالجون یا تعلیمگاہون کی ذمہ داریون کا اونپر ڈالدینا نہ صرف کامون سے بلکہ خود اون نیک لوگون کے ذاتی کاروبار سے جنہون نے کالج کی خدمات اپنے ذمہ لے رکھے ہین بے پروائی کرنا ہے موجودہ علی گڈہ کالج کی بابت جو لوگ یہ خیال کرتے ہون کہ وہ مکمل ہو چکا ہے وہ در حقیقت غلطی پر ہین۔ ہماری رائے مین جسقدر کام علیگڈہ کالج مین ہو چکا ہے اوس سے زائد کرنا باقی ہے۔

سب سے زائد ضرورت جس شے کی موجودہ علیگڈہ کالج کو ہے وہ اسقدر سرمایہ کا جمع کرنا ہے جس سے کالج اپنا کاروبار خود چلا سکنے کے لایق ہوجائے۔ حتے کہ گورنمنٹ کے ایڈ تک کی اوس کو ضرورت نہ رہے۔ اوسکے دوسرے درجہ پر موجودہ عمارات کالج کا درست کردینا ہے۔ کالج کی اصلی عمارات کے شمالی بورڈنگ ہوس جبتک کہ جنوبی بورڈنگ ہوسون کی طرح پختہ نہ بن جائین کالج کی ضرورت تعمیر پوری نہین ہوسکتی۔ جسقدر طالب علم اسوقت کالج مین ہین۔ ہماری رائے مین اونکی تعلیم وتربیت اور نگرانی کے واسطے غالبا کافی یورپین اسٹاف نہین ہے۔

غرضکہ ایک ایسی حالت مین جبکہ کام کرنے والون کی کمی ہو اور موجودہ کالج کے واسطے بہت ہی بڑی تعداد کے روپیہ کی ضرورت ہو۔ یہ کہنا دشوار ہے کہ علیگڈہ مین کسی دوسرے یا تیسرے کالج کا شروع کردینا کہانتک عقل انسانی کے موافق ہے۔ بلا شبہہ اون نیک تجاویز کا خیر مقدم نہ کرنا جو ایک سائنس کالج اور ایک انڈسٹریل کالج کے واسطے پیش کی گئی ہین ایک بڑی غلطی ہوگی۔ اسواسطے میری سمجھ مین جو بات آتی ہے وہ یہ ہے کہ انڈسٹریل کالج۔ یا لکھنو۔ یا لکھنو کے قریب مین بنایا جاوے۔ چونکہ سر علی محمد خانصاحب اور سر تصدق رسول خانصاحب اس تحریک کے پیش کرنے والون مین سے ہین اسوجہ سے ہر طرح ممکن ہے کہ اسکے واسطے کافی سرمایہ اودھ کے مسلمان تعلقون اور تعلقہ دارون سے ملجائیگا۔ اور آنریری کام کرنے والون کا تازہ دم ایک سٹ بھی لکھنو کے روشن ضمیر بزرگون مین سے ضرور با سانی حاصل ہوسکیگا۔

سائنس کالج کے واسطے اگر ہز ہائنس آغا خانصاحب بمبئی کو قرار دین تو سب سے بہتر ہوگا۔ بمبئی کے مسلمانون کی اوس بے پروائی مین جو تعلیم کی طرف سے اونکو ہے۔ وہان پر ایک کالج قایم ہو جانے سے ضرور ایک علانیہ کمی ہوجائے گی۔ اور وہان کے کام کرنے کے خواہشمند مسلمانون کو کام ہاتھ لگ جائیگا۔ تقسیم کام ایک ضروری مسئلہ ہے جس سے چشم پوشی کرنا ناممکن ہے خواہ وہ جگہ علیگڈہ ہو یا کوئی دوسری یہ کہنا کہ اپنی اپنی ضروریات کو ترک کرکے سب کام کرنے والے ایک جگہ جمع ہوجائین۔ بتلاش محال ہے۔ اور کسی انسان سے یہ توقع کرنا بھی محال ہے کہ وہ دو انسانون کے برابر کام کرسکیگا۔ پس ناگزیر یہ ہے کہ کامون کے موقعون مین وسعت دیجائے اور انحصار مقام کے پالسی کو ترک کیا جائے۔ ہماری اس رائے کی اگرچہ آخر کار پابندی کرنی پڑیگی۔ کہ

پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ علیگڈھ سے اوٹھا دیا گیا۔ مگر آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کا مرکز افسوس ہے۔ کہ
ابتک علیگڈھ مین ہے۔ اگر آنریبل آفتاب احمد خانصاحب کا بیش قیمت وقت صرف کالج کی
خدمات مین صرف ہو سکتا تو کون شخص ہے جو اس سے انکار کر سکے کہ کالج کو ایک نہایت قابل
کارکن نہین ملگیا۔ بلاشبہ آنریبل ممدوح اپنے وقت کا ایک حصہ ضرور کالج مین لگاتے ہیں
مگر جو وقت آپکا دوسرے کام یعنی ایجوکیشنل کانفرنس مین لگتا ہے وہ بھی اگر کالج کے واسطے
بچ سکے تو بالکل بجا ہوگا۔ اس سے یہ مقصد نہین ہے۔ کہ ایجوکیشنل کانفرنس کوئی اہم شئے ہی
بلکہ چونکہ وہ بھی ایک اہم کام ہے اسواسطے اوسکا خاص اُن ہاتھون مین جانا مناسب تر ہے
جن کے پاس اسکے سوا کام نہو۔ اور نیز اس کا مرکز علیگڈھ نہین رہنا چاہیئے۔

جہان تک پبلک کامون کا تجربہ ہے اور اسپر یہہ ضروری پالسی کو اضافہ کر دینے کے بعد
کہ مسلمانون اور گورنمنٹ مین زیادہ تر قربت ہو ہم اُس طریق عمل کو بہت مستحسن جانتے ہین جو
سر کریم بہائی بمبئی کے بیرونٹ کا ہے کہ وہ اپنی علیون کے احسن انتظام کے واسطے
گورنمنٹ سے (اپنے گورنر سے) مشورہ اور مدد لیا کرتے ہین۔ کیا ہم اپنے صوبہ کے روشن ضمیر
سرگروہون خصوصاً راجہ صاحب محمود آباد و راجہ صاحب رسول آباد سے یہ عرض نہین کر سکتے
کہ وہ بھی اس مثال کی تقلید کرتے ہوئے حضور سر جان ہیوٹ سے انڈسٹریل کالج کی بہتری
کے باب مین خاص مشورہ اور رائے حاصل کر کے اوس پر عمل کرین۔ آخر مین خدا تیعالے
سے اس دعا کے بعد کہ جس خلوص سے ہم نے اپنے خیالات ظاہر کئے ہین ویسا ہی گہرا اثر
ان الفاظ کو عطا فرمائیے۔ تمام مسلمانون سے اس ناچیز تحریر پر مکرر غور اور توجہ کرنے کی التجا
پر ختم اس عاجزانہ رائے کا کرتے ہین۔

اسمٰعیل

اڈیٹر کے نوٹ

رسالہ نظم صلوٰۃ کی ہر دلعزیزی رسالہ خاتون۔ علی گڑھ میں ان الفاظ میں ریویو کیا گیا ہے۔

نظم صلوٰۃ

یہ ایک چھوٹا سا رسالہ نظم میں حاجی محمد اسمعیل خاں صاحب رئیس دتاولی نے تصنیف فرمایا ہے اس میں نماز کے متعلق جملہ مسائل وارکان آپ نے نظم میں لکھ دیئے ہیں تاکہ بچے آسانی سے انکو یاد کر سکیں۔ گو تمام مسائل شرعی متعلق صلوٰۃ نظم کرنے کچھ آسان نہ تھے۔ لیکن حاجی صاحب موصوف نے حتی الوسع انکو نظم کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے ہم اُمید کرتے ہیں کہ یہ نظم بچوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوگی۔

اڈیٹر رسالہ ایجوکیشنل گزٹ لکھاہے

مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ حقیقت میں ایسی بہت کم کتابیں ہیں کہ جو اس نام سے دیئے جانے کے قابل ہوسکتی ہیں۔ کہ جس میں مذہبی ضروری باتیں بھی ہوں اور اس میں ایک خیال بچوں کے دلوں میں بادشاہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا بھی۔ میں نہایت بھروسہ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جو کتاب آپنے ہمارے پاس ریویو کے واسطے (یعنی رسالہ نظم صلوٰۃ بھیجی ہے۔ وہ جن ضروریات کے لئے لکھی گئی ہے۔ اُن کے لئے حقیقت میں بے نظیر کتاب ہے مسلمان ضرور اس کی قدر کریں گے جس طور میں وہ لکھی گئی ہے۔ اُس سے یہ اظہار ہوتا ہے کہ مصنف کو اُردو زبان پر قدرت حاصل ہے۔

ایک دوست لکھتے ہیں

"میں نے رسالہ (یعنی نظم صلوٰۃ) کو یہاں کے برادران اسلام حضرت قصابان کے ملا صاحب کو دیدیا انھوں نے بعد جمعہ خطبہ میں پڑھ ڈالا۔" رسالہ نظم صلوٰۃ تین پیسے فی کاپی کے حساب سے شہر آگرہ محلہ کوچہ حکیمان میں ڈاکٹر محمد نفیس صاحب سے مول ملسکتا ہے۔

لارڈ منٹو سلمہ اللہ تعالیٰ حضور لارڈ منٹو پانچ سال رہ کر اور ہندوستان کے طریق انتظام میں ایک فیاضانہ انقلاب پیدا کرکے تشریف لے گئے۔ آپ کا بہادرانہ اور کریمانہ طرز حکومت صدیوں تک عزت اور بھلائی کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ آپ کی ذات میں تمام وہ اوصاف جو انگلشمینوں کے واسطے مخصوص ہیں بدرجہ کمال موجود تھے۔ ہم دل سے حضور ممدوح کو تادیرگاہ سلامت رہنے کی دلی دعا پر ان سطروں کو تمام کرتے ہیں (اسے وقت تو خوش کہ وقت ما را خوش کردی)

میونسپلٹیوں میں جداگانہ نشستیں اس عرصہ میں اس صوبہ میں کئی جگہہ کے مسلمانوں نے جلسے کرکے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اُن کے یعنی مسلمانوں کے واسطے یہ ضرور ہے کہ اُنکو جداگانہ انتخاب کا حق ہر میونسپلٹی میں ملے اور یہ کہ مسلمان ممبروں کی تعداد نصف سے کم نہو اگرچہ ہم اپنی ہمدردی ان خیالات سے ظاہر کرتے ہوئے یہ کہنا بھی مناسب جانتے ہیں کہ شاید ہر میونسپلٹی میں ایسا انتظام ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیوں کہ ضرور ایسی میونسپلٹیاں بھی ہیں (جیسا کہ آگرہ کی میونسپلٹی ہے※) کہ اُس میں مسلمانوں کی حق تلفی نہیں کی جاتی ہے۔ یا آنکہ مسلمانوں کے ساتھ میونسپل تعصب نہیں برتا جاتا ہے۔ پس جہاں کہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ بیگانگت نہ برتی جاتی ہو۔ وہاں بھی خواہی نخواہی ایسے کسی قاعدہ کے نافذ کرانے کی خواہش کرنا ضرور بلا وجہ ملال کا باعث ہوگا۔ جس سے مسلمانوں کو بھی بچا رہنا لازم ہے۔ لیکن جب کبھی ایسا نہ ہو تو اسوقت مسلمانوں کو حکام سے عرض حال کرنا اور چارہ کار چاہنا ہر طرح بجا ہوگا۔

——— اس عرصہ میں ہمارا جانا الہ آباد ہوا تو ہم کو یہ سُن کر تعجب ہوا کہ الہ آباد میں جس کی مردم شماری ایک لاکھ ستر ہزار کے قریب ہے اور اس میں سے ایک ثلث مسلمان ہیں اور جس کی میونسپلٹی میں اکیس انتخاب شدہ ممبر ہوتے ہیں) انتخاب شدہ مسلمان ممبر صرف دو ہیں اگرچہ ایسی کمیوں کا ایک سبب یہ ضرور ہے کہ مسلمان لوگ میونسپل معاملات میں کم دلچسپی لیتے ہیں۔ مگر تاہم اس بے ترتیبی کا انسداد ہونا چاہیے۔ ہم یہ سُنکر خوش ہوئے کہ

※ آگرہ میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار کی آبادی ہے۔ ۱۶ انتخاب شدہ ممبر ہوتے ہیں۔ اسوقت پانچ انتخاب شدہ مسلمان ہیں اور سالہا سال سے مسلمان وائس چیرمین ہوتا چلا آتا ہے۔ شہر میں ایک تہائی آبادی مسلمانوں کی ہے

سید عبدالرؤف صاحب بار ایٹ لا میونسپل کمشنر نے اس طرف بورڈ کو توجہ دلائی ہے اور امید ہے کہ اسکا مناسب فیصلہ ہو جائے گا۔ ہم یہ بھی بتا دینا مناسب جانتے ہیں کہ جہاں اصلاح کی ضرورت ہو وہاں پبلک میٹنگ ایک صرف رزولیوشن پاس کر دینا اسقدر مناسب نہیں ہے۔ جس قدر کہ خود میونسپلٹی کے اندر اس مسئلہ کو پیش کرنا مناسب ہے موجودہ قوانین نے میونسپل بورڈوں کو انتخابی قواعد بنانے اور ضرورت ہو تو مختص القوم طریقہ انتخاب قرار دینے میں ہر طرح کی آزادی عطا کر دی ہے۔

متفرق | ہم اخباروں میں یہ پڑھ کر کہ ڈھاکے کے مسلمانوں نے بنگلہ زبان میں اخبار جاری کرنے کا ارادہ کیا ہے بہت خوش ہوئی۔ کیوں کہ جب تک مسلمان لوکل زبانوں کو اپنی زبان قرار نہیں دینگے۔ تعلیم میں وہ ضرور پسماندہ رہیں گے کل مسلمانان ہند کا اردو کو اپنی زبان قرار دینا گو الفاظ میں کیسا ہی خوشنما معلوم ہوتا ہو۔ مگر حقیقت میں اُن کی عام تعلیم میں ترقی کیواسطے یہ خیال پوری روک ہے۔

ــــــــ ایران کا اس خرابی اور بے انتظامی کی حالت پر پہنچ جانا کہ دوسری سلطنتیں اُس کے حقوق حکومت کو سلب کرلینے کی دھمکی پر مجبور ہو جاویں۔ ایران والوں کے واسطے افسوس اور عبرت کی بات ہے۔ اور ہم بہت خوش ہوں اگر یہ سُن سکیں کہ اہل ایران نے اپنی انتظامی حالت ایسی بنائی کہ مداخلت کی حاجت اور موقع باقی نہیں رہا لیکن اگر ایسا نہ ہو تو دخل دینے والی طاقتوں کو ہم کسی طرح قابل الزام نہیں قرار دیں گے۔ بلکہ گو اس وقت ناگوار ہو مگر انگریزی گورنمنٹ کی علی الخصوص مداخلت ایران کی موجودہ اور آنے والی نسلوں کے حق میں ضرور نہایت مفید ہوگی۔ کیونکہ ملک میں امن ہو جائے گا لوگ بعوض خونریزی کے تجارت اور کسب پر لگ جائینگے۔ اور اُس راستہ پر چلنے لگیں گے۔ جس راستہ پر کہ انسانوں کو چلنا چاہئے۔

ــــــــ پرشیا کے آئندہ انقلاب کے آثار پر مسلمانان ہند مقیم دارالسلطنت (لندن) نے جو اظہار غصے کا کیا ہے وہ جا سے نہیں ہے۔ کیوں کہ مسلمانوں کا تنزل (از ماست کہ بر ماست) کا مصداق ہے اس کی ذمہ دار غیر اقوام اور سلطنتیں ہرگز نہیں ہیں۔ اس زمانہ میں یہ

قاعدہ مثل گلینے کے ہے کہ جہاں مسلمان زیادہ ہیں وہاں افلاس اور ذلت وخواری زیادہ ہے ایران کا بدترین حالت میں ہونا اسکا مزید ثبوت ہے۔ کس لئے کہ ایران ایسا ملک ہے جس میں مسلمان ہی مسلمان ہیں۔ مسلمانوں کو ترقی کی گم کردہ راہ پر لانے کے واسطے تادیب اور ادب دہندوں کی بلاشک وشبہ ضرورت ہے۔

———— اس عرصہ میں ایک تحریر بنام افشار راز (ش ن) دستخط سے جسکی نسبت مولانا شبلی نعمانی صاحب نے ازراہ دوراندیشی ظاہر کردیا ہے کہ وہ تحریر اُن کی نہیں ہے) شائع ہوئی ہے جس میں ایک بیان بھی ہے جس کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ سر سید رحمت اللہ علیہ کے دستی لکھے ہوئے بیان کی نقل ہے اگرچہ اُس میں کوئی ایسی عبارت نہیں ہے جس کو افشار راز سے تعبیر کیا جائے یا جس کو تعجب کی نظر سے دیکھا جائے مگر تاہم بہت اچھا ہوتا اگر افشار راز جناب سر سید مرحوم ومغفور کی تحریر کا فوٹو لے کر اُسکو چھپوادیتا۔ بہرحال ہم ایک عبارت کی بابت جو افشار راز کرنے والے کی عبارت ہے۔ اپنی بے اطمینانی کو ظاہر کردینا ضرور جانتے ہیں کہ وہ عبارت ہرگز فرمودہ جناب سید صاحب نہیں ہوسکتی (ش ن) لکھتے ہیں کہ سید صاحب نے فرمایا کہ (چونکہ تشدد مولویوں کا بسبب دیگر خیالات کے بہت ہی لہذا اُس تشدد کے دفع کرنے کو ہم نے بہت سی تحریرات غلط طور پر شایع کیں صرف اسی مصلحت سے کہ مرگ بگیر تا بہ تپ راضی شود)۔ ہم اس بات کو کبھی تسلیم نہیں کرینگے۔ کہ سر سید مرحوم ومغفور نے صرف بمصلحت "مرگش بگیر" اپنے مافی الضمیر کا غلط اظہار کیا ہو۔ بلکہ جناب مرحوم کے قلم اعجاز رقم سے ہمیشہ وہی نکلتا تھا جسکو آپ اسوقت صحیح جانتے تھے۔

———— حضور لارڈ مارلے کے اپنے عہدے سے دست کش ہوجانے کی خبر بالکل خلاف توقع سُنی گئی اور اس خبر کے آتے ہی حضور ممدوح کے تمام وہ کارنامے جنکے ذریعہ سے انتظام ہند میں یک لخت عظیم اور موزوں تبدیلی ہوگئی ہے آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔ بلاشبہ ایک کریم النفس اور انسان دوست شخص کے مشوروں اور ہدایتوں سے گورنمنٹ ہند کا محروم ہوجانا باعث تاسف ہے۔ مگر اس پانچ سال کی لگاتار سخت از سخت محنت کے بعد جناب ممدوح کا پورا حق ہے کہ وہ آرام کرنے کی خواہش کریں۔ علاوہ بریں کسی کام کی جانچ

اور اگر اس میں اصلاح کی ضرورت ہو تو اصلاح یا مزید تائید کے واسطے بہترین طریقہ یہی ہے
نہ کام دوسرے مدبروں کے ہاتھ میں منتقل ہو جائے۔ نہ کہ ہم لوگوں کا سا حال ہو کہ عہدہ بغیر
مرنے کے ختم نہ ہو۔ بہرحال ہم جدید سیکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا اور جدید ویسرائے کشور ہند
کا پورے اطمینان کے ساتھ خیر مقدم کرتے ہوئے گزشتہ عہدہ داروں کو دلی نیک دعاؤں کے
سایہ تلے رخصت دینا چاہتے ہیں۔

مسلم لیگ نے جو عرض داشت گورنمنٹ میں اس بارہ میں بھیجی ہے
کہ نیچ ذاتوں کا شمار اعلیٰ ذات والے ہندوؤں کے ساتھ اس طرح نہ کیا جاوے کہ دونوں
کی جمع بلحاظ وزن کو بڑھا دے اُس پر ہمارا آنریبل ہمعصر ہندوستانی بہت ناراض ہے۔ معزز
ہندوستانی کی یہ رائے بالکل صحیح ہے کہ غیر قومیں یعنی مسلمانوں کو اس کا کچھ حق نہیں ہے
کہ وہ یہ کہیں کہ فلاں ذات والے ہندو ہیں اور فلاں ذات ہندو نہیں ہیں۔ مگر اس میں بھی
شک و شبہ نہیں ہے کہ ممبری کونسل یا ڈسٹرکٹ اور میونسپل بورڈ کی ممبری یا ملازمتوں
میں قومی مساوات قائم کرنے کے واسطے ہندوستان کی نیچ ذاتیں مسلمانوں کی تعدادی قوت
گھٹانے کے واسطے کارآمد نہیں ہو سکتی ہیں اور اسی بنا پر پولیٹیکل نظر سے مسلمانوں کا
ایک پانچواں ہونا سمجھا جانا صحیح نہیں ہے۔ مسلمانوں میں چونکہ اونچ اور نیچ ذاتوں میں
فرق نہیں ہے۔ اس واسطے مذکورہ بالا امور پر غور کرنے کے واسطے کل مسلمانوں کا ہندوؤں
کی صرف اعلیٰ ذاتوں کا مقابلہ ہونا چاہئے۔ چمار۔ چوہڑے۔ نہ مدعی مساوات ہیں اور نہ اُن کی
تعلیم کا درجہ ایسا بلند ہے کہ وہ قانون ساز کونسلوں وغیرہ میں شامل ہونے کا خیال کبھی
دل میں لائیں۔ پس ایک بے تعلق گروہ کو محض وزن کے واسطے ترازو کے ایک پلے
میں ڈال دینا کیونکر منصفانہ طریقہ ہو سکتا ہے۔ اور اس بنا پر مسلم لیگ کی درخواست
بیجا نہیں ہے کہ اعلیٰ اور ادنیٰ اقوام والے ہندو الگ الگ شمار کئے جائیں۔

اس پر ہم کو اُس ریفارم کا خیال آیا ہے جو آج کل دور اندیشی
سے ہندو صاحبان نیچ ذات والوں کی عزت افزائی کے واسطے چاہ رہے ہیں۔ ہمارا
خیال یہ ہے کہ ادنیٰ درجہ کی ذات والوں کو جن میں بہت سی قومیں گائے کا گوشت بھی

کی جاتی ہیں اور خیر مقدم کرنے میں ہندؤں کی اعلیٰ ذات والوں کو بہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ دشواری ہوگی۔ نظر بریں اس رفتار سے مسلمانوں کا کوئی ہرج غالباً نہیں ہوگا بلکہ عجب نہیں بوجہ اعلیٰ ذات والے ہندوں کے تعصب قومی کے اس سے مسلمانوں کو قوت حاصل ہو۔ سناتن دھرمیوں کے نزدیک ٹوٹ جانا ہزاروں سال کی روایتوں کے خلاف ہے برہمنی مذہب نے بدھ مذہب کی قوت کو جس طرح اکھاڑ پھینکا وہ کوئی مخفی بات نہیں ہے پس ہندو صاحبوں میں سے ذات کا مسئلہ اٹھ جانا بہ ظاہر ناممکن ہے۔

اگرچہ یہ امر مخفی نہیں ہے کہ گروہ وکلا اپنے پیشے کے فرائض سے بچے ہوئے وقتوں کو پبلک خدمت میں باقاعدہ اور مسلسل لگاتے رہیں تو بوجہ دائرہ شہرت کے وسیع ہو جانے کے ان کے پاس مقدمات کی زیادہ تر رجوعات ہو جاتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ الہ آبادی مسلمان بیرسٹر اور وکیل جس قدر چاہئے اس سے بہت کم اس نکتہ کو مدنظر بنائے ہوئے ہیں۔ اگر ان میں سے بعض حضرات اپنے کاموں میں تعلیم نسواں کو شامل کریں اور کراستھویٹ گرل ہائی اسکول کی تکمیل میں مصروف ہو جاویں۔ تو بلاشبہ ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق سمجھ لیں گے۔ تعلیم نسواں کا سوال اس سے زیادہ ضروری اور سنگین ہے جس قدر کہ مسلمانوں میں سمجھا جا رہا ہے۔ سوسائٹی اور گروہ میں کبھی انبساط اور خوش حالی کی پوری ترقی نہیں ہو سکتی جب تک مرد و زن دونوں عام طور پر تعلیم یافتہ نہ ہوں ہم نے العزیز کے مئی کے نمبر میں اس پر کسیقدر بتفصیل بحث کی ہے۔

ذیل کا نوٹس علی گڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ سے بخوشی نقل کیا جاتا ہے۔

ریلوے کی ملازمت اور مسلمان

امیدواران ملازمت ایسٹ انڈیا ریلوے کو واضح ہو کہ فی الحال صرف ٹریفک ڈیپارٹمنٹ میں حکام ریلوے نے مسلمانوں کے لئے جانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اگرچہ کسی یونیورسٹی امتحان کے پاس شدہ ہونے کی قید نہیں لگائی الا وہ اپنا داخلہ کا امتحان مفصلہ ذیل مضامین

میں لیتے ہیں (الف) ڈکٹیشن از اخبار پایونیر (ب) جواب مضمون بزبان انگریزی (ج) حساب۔
امیدوار کی عمر تخمیناً ۲۱ سال کی ہونی چاہئے اور اس کو ضعف بصارت یا کوئی ایسا مرض (جس سے ملازمت کے ناقابل ہو) نہ ہونا چاہئے۔ متذکرہ بالا امتحان داخلہ و معائنہ طبی کے بعد چھ ماہ کے امیدوار ۲۰ روپیہ ماہوار کا ملازم ہوجاتا ہے اور یہ تنخواہ چند سال میں معقول حد تک پہنچ جاتی ہے بحیثیت مجموعی ریلوے کی ملازمت بہت سی دیگر ملازمتوں سے اچھی ہے۔
امیدواران سے (جو درخواستیں بھیج چکے ہیں یا آئندہ میرے پاس بھیجیں) التماس ہے کہ اس امر کی اطلاع بھی دیں کہ وہ امتحان داخلہ و معائنہ طبی کے لئے طیار ہیں یا نہیں درخواستوں اور خط و کتابت کا پتہ۔

حافظ عبدالعزیز وکیل
سکریٹری ڈسٹرکٹ مسلم لیگ
صدر بازار دہلی

——— اہم ترین خبر یا نوید اس مہینے میں حضور شہنشاہ و قیصر ہند خلد اللہ ملکہم کا خیال ہندوستان تشریف لانے اور ۱۲ جنوری ۱۹۱۲ء کو رسم تاج پوشی ادا فرمانے کا ہے یہ خبر بھی منجملہ ان خبروں کے ہے جن کا اول سے بالکل گمان نہ تھا۔ بہر حال دلی عاجزانہ خلوص کا اظہار کرتے ہوئے دعا اور امید ہے کہ ہمارے بادشاہ سلامت کی یہ تکلیف فرمائی انگریزوں اور ہندوستانیوں میں باعث مزید قربت اور محبت کے ہوگی۔

اسے آمد مت باعث اباد ئیے ما
ذکر تو بود زمزمہ شادیے ما

——— نیر اعظم مراد آباد مطبوعہ ۵۔ نومبر میں ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب نے رویت ہلال پر جو عالمانہ مضمون لکھا ہے۔ اس کا نتیجہ بھی یہی ہے کہ کل ہندوستان میں ایک دن عید یا روزہ و افطار ہونے کی کوشش علماً غلط ہے۔
کیوں کہ کل شہروں میں ایک دن میں ہلال کا نمودار ہونا ناممکن ہے۔

شمس العلما خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی کا انتقال جو اسی مہینے میں ہوا اس قسم کے نقصانوں میں سے ہے جس کا معاوضہ ناممکن ہے اردو زبان میں علم کی مختلف شاخوں میں اس قدر تصانیف غالباً اس زمانہ میں کسی دوسرے مصنف کی نہ ہونگیں۔ علاوہ پیرانہ سالی کے مرحوم دوڈہائی برس سے صاحب فراش تھے شاید ڈیڑہ سال اوّل جب کہ چارپائی پر پڑے پڑے اُن کے کولہے مجروح ہوگئے تھے تو میرے مزاج پرسی کے چند خطوط کے جواب میں آپ نے برابر یہی لکھا کہ روز بروز ہاتھ پاؤں اور تمام جسم جواب دیتا جاتا ہے مگر دماغ میرا پورا کام دیتا ہے۔ اس تکلیف میں تحریر و تصنیف پر وہی توجہ آپ کی رہی جو شباب اور تندرستی میں تھی۔ ممدوح و مغفور کے وہ مضامین جو مختلف اخباروں میں ایسی حالت میں نکلے جب کہ اُن کو ہرگز زندگی پر بھروسہ نہ تھا اور نہ اُن کو کوئی توقع آیندہ برتری کی ہو سکتی تھی (یعنی پچھلے تین چار سال میں) ان میں انگریزی گورنمنٹ کے انصاف وغیرہ پر بھروسہ کرنے کی وہی ہدایت تھی جس کو لوگ خوشامد سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور ہم بلاشبہ اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اس قسم کے مضامین لکھنے والوں کی ہرگز یہ خواہش نہیں ہوتی کہ وہ جھوٹ بول کر حکام کا دل خوش کرنا چاہتے ہوں۔ بلکہ صرف ایمانداری سے اپنے اعتقاد کو دوسروں کے دلوں میں ڈالنے کی کوشش اُنکو ہوتی ہے خواہ پبلک سے اُنکو گالیاں ملیں اور پبلک میں وہ غیر ہردلعزیز ہو جائیں اور خواہ خود حکام اُنکو خوشامدی سمجھیں مگر یہ جواں مرد ملکی بھلائی کو پیش نظر رکھ کر تمام مشکلات پر غالب آنے کے واسطے اپنی آخری سانس تک صرف کر دیتے ہیں۔ اور کوئی شے اُنکو سچی بات لکھنے سے باز نہیں رکھ سکتی۔

نواب محسن الملک مرحوم نے بھی آخری دم تک پبلک خدمات (اور وہ بھی ایسی حالت میں جب کہ اُنکو ہرگز توقع صلے کی نہ تھی) کرکے یہ ثابت کر دیا تھا کہ مسلمانوں میں بھی بے لالچ کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ بہرحال مولانا ذکاء اللہ مرحوم کے واسطے دعاء مغفرت اور اُن کے پس ماندوں کے لئے دعاء صبر کے سوا ایسی افسوسناک حالت میں اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہم کو معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ صوبہ مدراس میں ایک ڈی نامی
نیشنل یونیورسٹی پراٹسٹنٹ مشنری صاحبوں کی اس گزشتہ اکتوبر سے قایم ہو گئی ہے اور
مختص القوم یونیورسٹی ہندوستان کے اندر پہلی یونیورسٹی ہے۔ یہ یونیورسٹی ایک
پرانے چارٹر کی بنا پر قایم ہوئی ہے جو انگریزوں نے اپنے عہد حکومت میں پادری صاحبوں
کو دیا تھا مگر بعض اسباب سے اُس سے فائدہ حاصل کرنا ملتوی رہتا چلا آیا تھا۔
غالباً اب وہ وقت آ پہنچا کہ یکے بعد دیگرے ڈی نامی نیشنل یونیورسٹیاں قایم ہونے
لگیں۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ آزاد یونیورسٹیوں کے ذریعہ سے گرایجوئٹوں کی تعداد
بہت بڑھ جائے گی لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ دوسرے قسم کا مقابلہ شروع ہو جائے گا
یعنی یہ کہ اچھے اور لایق طالب علم کون سی یونیورسٹی ڈھالتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ دوسرا نمبر کس
قوم کا رہتا ہے یعنی اب پہلے کس کو مختص القوم یونیورسٹی کا چارٹر ملتا ہے۔

اگرچہ آگرہ کے باشندگان شاہ گنج کے مسلمانوں کے ہم بہت شاکی ہیں
کہ وہ ایک گہری خواب غفلت اور بیکاری میں مبتلا ہیں نہ لڑکوں کو پڑھنے کا شوق ہے اور
نہ بڑوں کی اُن کے پڑھانے پر توجہ اور دونوں کے دونوں آنے والی مزید مصیبتوں سے
غافل ہیں۔ مگر تاہم ایسی تاریکی میں بعض طرف سے روشنی کی چمک بھی آجاتی ہے۔ چنانچہ
۲۹۔ نومبر حال کو ہم کو انجینیرنگ اسکول فرین عام آگرہ کے (جسکا کچھ حال ہم ستمبر کے [illegible]
میں درج کر چکے ہیں) دیکھنے کی عزت حاصل ہوئی اور ہم اس کے بانی منشی غلام رسول
صاحب پنشنر سروے انجینیر سے ملاقات کر کے اس اسکول میں جو تعلیم دی جاتی ہے
اُس کی کیفیت اُس پراسپکٹس سے واضح ہو گی جو آگے چل کر چھاپا گیا ہے۔ اس پرایوٹ
اسکول میں اسوقت سات طالب علم ہیں جو سب موجود تھے ان میں سے تین
پانچویں کلاس میں اور چار لڑکے چوتھی کلاس میں تعلیم پا رہے ہیں۔ اُن کاموں کو سکھانے
کے واسطے جو سکھائے جاتے ہیں کافی آلات موجود پائے گئے۔ اور نمونے اُستاد اور
شاگردوں کے بنائے ہوئے یعنی نقشے وغیرہ ہم نے معائنہ کئے وہ خاصے تھے۔
مگر تاہم افسوس اسکا ہے کہ طالب علم ابھی بہت کم ہیں غالباً ایک اُستاد بیس تیس

سیکھنے والوں کو بخوبی کام سکھا سکتا ہے۔ لیکن اُمید ہے کہ یہ کمی جلد پوری ہو جائیگی۔
اسکول اس وقت ایک مستعار مکان میں ہے جو ایک کامیاب طالب علم کا ہے۔ مگر منشی غلام رسول خاں صاحب کسی دوسرے وسیع مکان کو کرایہ پر لینے کی تلاش میں ہیں۔ لیکن ایسا جب ہی ممکن ہے جب کہ طالب علم بڑھجائیں یعنی تعداد میں زیادہ ہو جائیں۔
یہ طریقہ تعلیم کا اگرچہ ایسا نہیں ہے کہ طالب علم کوئی ڈپلوما یونیورسٹی کا حاصل کرسکے۔ مگر اس کام کو اسی طریقہ پر جس طرح کہ اس انجنیئرنگ کمیٹی عام اسکول میں سکھایا جاتا ہے حاصل کر لینے سے کوئی لڑکا اس قابل ضرور ہو سکتا ہے کہ وہ اسکے ذریعہ روپیہ کما کر ایک شریفانہ زندگی بسر کر سکے اور اپنے اور اپنے اہل وعیال کی قوت کے واسطے کافی سرمایہ پیدا اور حاصل کر سکے۔
مسلمانوں میں اگرہ کے ایسے لڑکے غالباً کئی درجن سے زائد ہوں گے جو بدقسمتی سے انٹرنس پاس کرنے سے اول اسکول کو چھوڑ بیٹھے ہوں گے اور جن کے والدین کی آمدنی ہر طرح اس کے واسطے کافی ہوگی کہ وہ اس انجنیئرنگ اسکول کی فیس ادا کر سکیں۔ پس کیا اچھا ہو کہ یہ تمام لڑکے اس اسکول میں داخل ہو کر منشی غلام رسول خانصاحب کی محنت اور خدمات سے فائدہ حاصل کرنے پر آمادہ ہو جائیں اور بیکاری کی لگی سے جو کہ سستی کا پیش خیمہ ہے نجات حاصل کر سکیں۔ منشی صاحب نے فرمایا کہ انگریزی سیونڈ مڈل کلاس تک کی قدرت اگر کسی کو ہو تو وہ اس فن کی کتابوں کو بخوبی سمجھایا جا سکتا ہے۔ علاوہ بریں اس فن کی تعلیم کے واسطے بچوں سے زیادہ اونچی (یعنی قریب بیس سال جوان) عمر کی ضرورت ہے۔ پس سترہ اٹھارہ برس کی عمر والوں کو اس اسکول میں پڑھنا شروع کرنا ہر طرح موزوں اور ممکن ہے۔
مسلمانوں کو خواہ وہ لڑکے ہوں یا والدین خوب سمجھ لینا چاہیے کہ روٹی کے اطمینان بغیر اُن کی آبائی عزت ہرگز قایم نہیں رہ سکتی۔ زمانہ کا طرز معاشرت ایسا بگڑا ہوتا جاتا ہے کہ جب کہ دس سال اول دس روپیہ میں گزر ہو سکتا تھا تو اب بیس میں مشکل سے ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کی طرز معاشرت یعنی خاص سلیقہ اور صفائی جسکی طرف

اولاد کا طبعی میلان ہے اُس قدر لایق اعتراض نہیں ہے جس قدر کہ اُن کی کاہلی اور بیکاری کی عادت لایق ملامت ہے والدین جو بچوں کو اس کشمکش کی دُنیا میں لانے کا باعث ہیں وہ انسانیت کے فرض سے اُس وقت تک سبکدوش نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ اپنی کل قوت اُن کو زندگی کی لڑائی کا مقابلہ کرنے کے قابل بنا دینے میں خرچ نہ کر دیں گے۔ مگر اُن ... واسطے بدبختی ہے اگر وہ خود بھی اپنی تمام طاقت ایک لایق انسان بننے کے واسطے خرچ نہ کر دیں بہت کم اولادیں ہوتی ہیں جنکی محنت اور کمائی سے اُن کے والدین مستفید ہوتے ہیں جوان ہوتے ہوتے ماں باپ چل بستے ہیں۔ پس اُن کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ تحصیل علم اور دولت پر جس قدر بھی محنت کرتے ہیں اور کریں گے اپنے واسطے کرتے ہیں اور کریں گے۔ اگرہ کی تمام نوجوانوں اور لڑکوں کو میاں نظیر مرحوم کا یہ شعر یاد کر لینا چاہیے سے

کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں
کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

مذکورہ اسکول کا اصل نوٹس ہم خوشی سے چھاپتے ہیں۔

نوٹس

انجنیرنگ فیض عام اسکول اگرہ

شایقین علم انجنیرنگ و طالبان سروی انگ کو اس امر کی خوشخبری دی جاتی ہے کہ جناب منشی غلام رسول خاں صاحب گورنمنٹ پینشنر سرویر جو کہ اپنے فن میں کامل و اکمل و اُستاد بے بدل ہیں اپنے چند احباب کے مجبور کرنے پر اس اسکول کو قایم کیا ہے اور اُس کو ایک کمیٹی کی نگرانی میں باقاعدہ قایم کرایا ہے جس میں کہ جدا جدا کلاسیں اور ماسٹر مقرر کئے ہیں تعلیم عام دی جاتی ہے اور طالب علم خواہ زیادہ استعداد یا کم استعداد کا ہو اُن کو فائدہ پہنچے علاوہ اس کے جو لڑکے جانا چاہیں یہاں پر پریکٹیکل نولیج حاصل کر کے جائیں تو اُن کو آیندہ تعلیم و امتحان وغیرہ میں بہت بڑی مدد ملے گی اور جلد کامیابی ہوگی حالاں کہ ...

اسکے چند اسکول پیرونجات لکھنو لاہور سہارنپور وغیرہ میں قایم ہیں مگر سفر و مصروف زیادہ ور بعض طلبا کی کمی تعلیم کے باعث محروم رہ جانے کے لحاظ سے اور ان تمام مشکلات کو دیکھ کر سلسلہ تعلیم یکم ستمبر ۱۹۱۰ء سے جاری کر دیا گیا ہے ناظرین کی آسانی کی غرض جو کام سکھائے جاتے ہیں وہ فیس ماہانہ میعاد اختتام تعلیم بھی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

کلاسیز

نمبر شمار	کام	میعاد تعلیم	اختتام تعلیم	فیس ماہواری
	مستری ہستری ورک چنائی کھدائی اور لکڑی تپھر کا کام وغیرہ	چھ ماہ		عہ/
	ٹریسر ٹریسنگ اوف بلڈنگ یا سروے بیپ اور کلر رول پینٹی گراف۔	نو ماہ		سے/
	ڈرافس مینی۔ ڈرونگ و بلڈنگ ورک انجنیئرنگ سیکشن ایلی ویشن بلڈنگ اسٹیمیٹ مینسوریشن۔ پلین ٹیبل وچین سروے وغیرہ	ایکسال		للعہ/
	سب اورسیر۔ ڈرونگ جومیٹری۔ ارتھ ورک وڈ کینال ورک لبول اور پریزمیٹک سروے۔ بلڈنگ کنسٹرکشن پلینی میٹر ڈرافس مینی۔ کروس اسٹاف سروے۔	ایک سال تین ماہ		ہ/
	سرویر۔ ٹرگنامیٹری۔ اریگیشن ورک۔ برج ورک تھیوڈلائٹ سروے ریلوے کر واختر شناسی برک ورک وغیرہ وغیرہ	ایک سال چھ ماہ		ہعہ/

از طرف کمیٹی

نی غلام رسول خاں گورنمنٹ پنشنر سرویر پارٹی نمبر (۲) آسام انڈیا حری مار ٹو لہ اگرہ ۱۹۰۷ء میں جب کہ لاہور کے اسلامیہ کالج میں پرنسپل کے تقرر پر بحث بالتو ہم نے رائے دی تھی کہ وہاں ایک یورپین پرنسپل مقرر ہونا چاہئے (ملاحظہ ہو ہمارا پمفلٹ سوم یہ۔ چند مضامین ۱۹۰۷ء یا پیسہ اخبار مطبوعہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۰۷ء) اس پر ہماری اس را کو

بعض صاحبوں نے معمولی خوشامدی بلسئے سمجھی مگراب ہم یہ سُن کر بہت خوش ہوئے کہ منتظمین
کالج نے آخر کار یہ فیصلہ کیا کہ یورپین پرنسپل ہونا چاہئے۔ اور کوئی صاحب مسٹر ہنری مارٹن
صاحب جو آکسفورڈ کے گریجوئیٹ ہیں مقرر ہوئے۔ اور ہم بہت مسرت سے دیکھتے ہیں کہ جس
اخبار نے ہماری مذکورہ رائے پر اعتراض کیا تھا وہی اس تقرر کو آج پسند بھی کرتا ہے۔

الحق یعلو ولا یعلی۔

اب جب کہ یہ تقرر ہو گیا ہے تو ہم ایک دوسرے زینہ پر قدم رکھنے
کی اپنے پنجابی دوستوں کو مشورہ دیں گے۔ یعنی اگر یہ مقصد ہے کہ اس تقرر کے فوائد سے
کافی تمتع حاصل کیا جائے تو پرنسپل کو انتظام کالج میں پورا اختیار دینا چاہئے اور پرنسپل کے
اختیارات پر حسد اور تنگ ظرفی نہ ظاہر کی جائے۔ کیوں کہ کوئی شخص اُس وقت تک کام نہیں
کر سکتا ہے جب تک کہ اُس کو اختیار نہ ہو اور جب تک کہ اُس کے اختیارات میں تعصب
کی بیجبری ٹھونکنے سے باز نہ رہا جائے۔

ہم کو اُمید ہے کہ اس اصلاح کے سبب سے کالج اور زیادہ مضبوط اور ہردل عزیز ہو
جائے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے بہت فائدہ پہنچے گا۔

ملت لاہور۔ عام اخباری اغراض و مقاصد کے علاوہ مسلمانوں کے پولیٹکل حقوق کا محافظ
اُن کے مارل سوشل کیرکٹر کا مُصلح۔ اُن کی تعلیم کا حامی۔ اُن کے قومی کاموں کو تنقیدی نگاہ
سے دیکھنے والا اُن میں قومیت اور یگانگت کی زندگی پیدا کرنے والا۔ فلاحت و زراعت کو ترقی
دینے کے متعلق نئی اور عملی تجاویز بتانے والا زمینداروں کی حالت بہتر بنانے والا۔ ہندوستان
کا واحد اُردو ہفتہ وار اخبار۔ قیمت سالانہ تین روپیہ۔ ششماہی ۱۲؍۱ سہ ماہی ۱؍
ہر پنجشنبہ کو لاہور سے شایع ہوتا ہے۔ قوم کے مقتدر لیڈروں نے اس کو نہایت قابل
قومی اخبار تسلیم فرمایا ہے۔ نمونہ ار

ملنے کا پتہ۔ منیجر اخبار ملت لاہور